بہرِ زماں بہرِ زباں

صلی اللہ علیہ وسلم

غیر مسلم نعت گو شعراء کا عالمی تذکرہ و نعتیہ کلام



نور احمد میرٹھی



"اللہ کے نام سے جو مہربان اور نہایت رحم والا ہے"

بہرزماں بہرزباں

صلی اللہ علیہ وسلم

غیر مسلم نعت گو شعراء کا عالمی تذکرہ و نعتیہ کلام

نور احمد میرٹھی

زیر اہتمام

ادارۂ فکرِ نو کراچی

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کردیا۔

نام کتاب : بہر زماں بہر زباں صلی اللہ علیہ وسلم

مولف : نور احمد میرٹھی

سالِ اشاعت : ۱۹۹۶ء

کمپوزنگ : العائشہ کمپوزنگ سینٹر، کمرہ نمبر24

دوسری منزل نوشین منزل، اردو بازار کراچی

مطبع : سہیل پریس

قیمت : ۴۵۰ روپے

ناشر

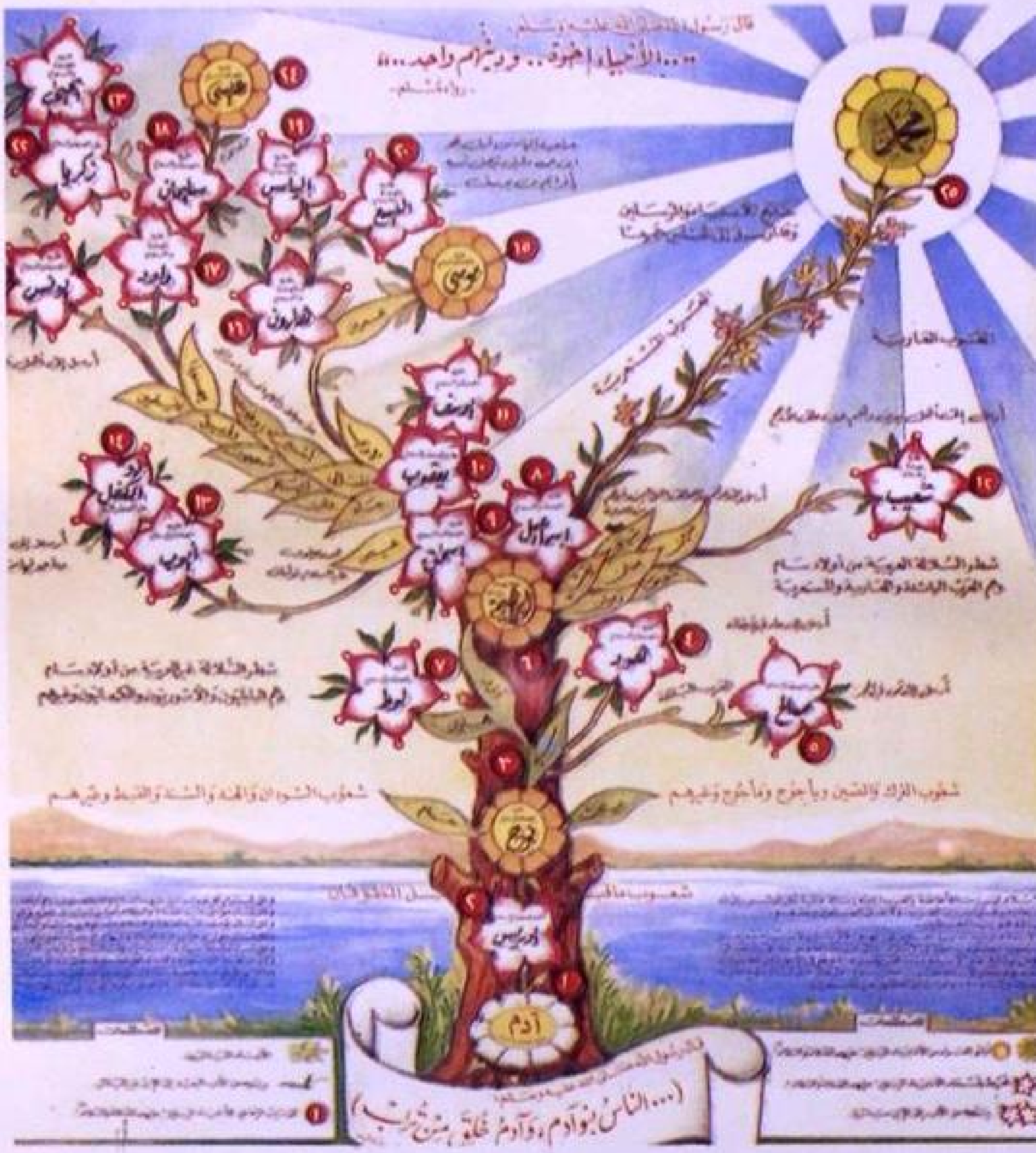
ادارۂ فکرِ نو

۳۵ بی۔ ۷۸/۱۱ کورنگی کراچی ۷۴۹۰۰

IDARA-E-FIKR-E-NOU
35-B. 11/78 KORANGHI.
KARACHI-74900
Phone : 5062898

تقسیم کنندہ

ویلکم بک پورٹ (پرائیویٹ) لمیٹڈ اردو بازار۔ کراچی



آنحضرتؐ کا شجرۂ نسب

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب



روضۂ اقدس

مثالِ محمدؐ چہ جوئی ؟ چہ جوئی
نہ یابی، نہ یابی مثالِ محمدؐ
امر چند قیس جالندھری

دھویا انہوںؐ نے سب کے دلوں سے غبارِ جہل
ذکرِ حضورؐ فرض ہے ذکرِ خدا کے ساتھ
ہیرانند سوز

انتساب

محترم محمد وقار خاں کے نام

جن کی نعت سے شیفتگی قابلِ فخر بھی ہے اور قابلِ ذکر بھی۔

نور احمد میرٹھی

حسنِ ترتیب

فہرست شعراء

پیش لفظ

ڈاکٹر جمیل جالبی

نور احمد میرٹھی (پیدائش ۱۷ر جنوری ۱۹۴۸ء) صاحبِ دل انسان ہیں۔ خلوص و محبت کا پیکر۔ دُھن کے پورے ' کام کے پکّے ' علم و ادب ان کا اوڑھنا بچھونا ' دن رات اسی میں لگے رہتے ہیں اور گذشتہ پندرہ بیس سال کے عرصے میں کئی کتابیں مرّتب کر کے شائع کر چکے ہیں جو سب کی سب اپنے موضوع پر اچھوتی اور ان کی محنت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

نور احمد میرٹھی نے شعور کی آنکھ کراچی میں کھولی اسی لئے نہ صرف ان کا وطن مالوف ہے بلکہ ان کے لئے روحِ تازہ کا درجہ رکھتا ہے۔ "اذکار و افکار" میں اسی لئے کراچی کے ان شعراء کو اپنے تذکرے کا موضوع بنایا ہے جو لانڈھی کورنگی میں رہتے ہیں۔ ان میں ایسے اساتذہ بھی شامل ہیں جو دنیائے ادب میں عزت و احترام کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں اور ایسے نوجوان شعراء بھی جن کا تخلیقی مستقبل روشن ہے۔ انہوں نے صابر براری کی تخلیقات پر ایک کتاب بھی ترتیب دی ہے اور ان کی دو کتابیں "چشمِ شوق" اور "تاریخِ رفتگاں" بھی مرّتب کی ہیں۔ اس طرح "مہر و ماہ" از انجم فوقی بدایونی مرحوم' "فرازِ خودی" از افتخار صدیقی مرحوم اور "اشکِ فروزاں" از بدر فاروقی بھی ان کے سلیقۂ ترتیب کا واضح نمونہ ہیں۔ "نورِ سخن" نے بھی علمی و ادبی حلقوں میں پذیرائی

حاصل کی ہے۔ وہ "ادارۂ فکرِ نو" کے بانی ہیں جو فروغِ ادب کا ایسا ادارہ ہے جہاں اساتذہ اور شاگرد، کہنہ مشق اور نو مشق ایک ساتھ جمع ہو کر اپنی صلاحیتوں کی دنیا آباد کرتے ہیں۔ وہ کراچی کے مشہور ثقافتی ادارے "ینگ کلچرل اینڈ ویلفیئر سوسائٹی" کی سپریم کونسل کے رکن بھی ہیں۔ ان کی ادبی و علمی خدمات کے صلے میں ایک بار "قائداعظم ادبی ایوارڈ" اور ایک بار پاکستان نعت اکیڈمی کا "سلور جوبلی ایوارڈ" بھی مل چکا ہے۔ انہیں لگن کے ساتھ تحقیقی کاموں میں مصروف دیکھ کر جی خوش ہوتا ہے۔

نور احمد میرٹھی گذشتہ کئی برسوں سے "بہر زماں بہر زباں صلی اللہ علیہ وسلّم" کے نام سے ایک تذکرہ مرتّب کر رہے تھے جس میں غیر مسلم شعراء کے حالات اور ان کے نعتیہ کلام کا انتخاب جمع کیا گیا ہے۔ خوشی کی بات ہے کہ اب یہ تذکرہ نہ صرف مکمل ہو گیا ہے بلکہ اشاعت کے مرحلوں سے گذر کر آپ تک پہنچ رہا ہے۔ اس تذکرے کو مرتّب کرنے میں انہوں نے سینکڑوں ماخذ کو کھنگالا اور سینکڑوں افراد سے خط و کتابت کر کے ان غیر مسلم نعت گو شعراء کے مستند حالاتِ زندگی جمع کیے اور حوالوں کے ساتھ انہیں اس تذکرے کی زینت بنایا۔ غیر مسلم نعت گو شعراء کے تعلق سے ایسا تذکرہ اب تک شائع نہیں ہوا۔ اس تذکرے کی ترتیب میں ایک سلیقہ ہے اور بیان میں اظہار کی ایسی صفائی ہے جس سے پڑھنے والا لطف اندوز ہوتا ہے۔ اس کتاب کی اشاعت پر میں نور احمد میرٹھی کو مبارکباد دیتا ہوں۔ خدا انہیں صحت مند و سلامت اور شاد و آباد رکھے۔

ابتدائیہ

پروفیسر جگن ناتھ آزاد

جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے جناب نور احمد میرٹھی سے میرا ابتدائی تعارف حکیم محمد سعید صاحب کے ایک گرامی نامے سے ہوا اور نور احمد صاحب کے ساتھ مفصل تعارف بعد کی اس خط و کتابت کے ذریعے سے ہوا جو میرے اور نور احمد کے درمیان ایک مدت سے جاری ہے۔

نور احمد صاحب نے اپنے اولین مکتوب میں مجھ سے فرمائش کی تھی کہ میں ہندوستان کی مختلف زبانوں کے شعراءِ کا نعتیہ کلام انہیں بھیجوں تاکہ وہ اسے اپنی تالیف "بہر زماں بہر زباں صلی اللہ علیہ وسلم" میں شامل کرسکیں۔ میں نے ان کی اس فرمائش کے جواب میں ایک تو ہندوستان کے بعض اخبارات میں اس مقصد کے پیش نظر اپنا ایک خط شائع کرایا دوسرے بعض دوستوں کو خطوط لکھے کہ وہ اس ضمن میں نور احمد میرٹھی صاحب کے ساتھ تعاون فرمائیں۔ ساتھ ہی میں نے نور احمد صاحب کا کراچی کا پتہ بھی اخبارات میں اپنے مکتوب کے ساتھ شائع کرایا اور ہر اس دوست کو بھی بھیج دیا جس سے میں نے یہ گزارش کی تھی کہ وہ نور احمد میرٹھی کی جانب دستِ تعاون دراز کریں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ میرے ان خطوط کا کیا نتیجہ نکلا لیکن بعض شعراء کی جانب سے "وقتاً فوقتاً" ان کا نعتیہ کلام مجھے ملتا رہا جو میں ڈاک کے ذریعے سے نور احمد صاحب کو کراچی کے پتے پر بھیجتا رہا۔

اس دوران میں نور احمد صاحب نے اپنے دو ایک خطوط میں یہ فرمائش بھی کی کہ نعتیہ کلام کے اس مجموعے کا مقدمہ یا دیباچہ میں لکھوں۔ میں نے غالباً" وعدہ بھی کر لیا تھا لیکن اب جبکہ اگلے دن جموّں میں مجھے نور احمد صاحب کا خط ملا کہ مسودہ مکمل ہو چکا ہے۔ "اب آپ تاخیر نہ فرمایئے جلد سے جلد بذریعہ رجسٹری ارسال فرما دیجئے" تو میں ڈاکٹروں کے نرغے میں تھا جنھوں نے میری دو ایک تکالیف کے لئے مجھے INVESTIGATIONS اور EXAMINATIONS کے گھیرے میں لے رکھا تھا۔ میں نے یہ سوچا تھا کہ ان معائنوں سے فراغت ملے گی تو بستر پر لیٹے لیٹے ادائے فرض اور حصولِ سعادت کے پیشِ نظر کچھ نہ کچھ لکھ کر بھیج دوں گا لیکن جموّں میں جب "معائنوں" کا دَور ختم ہوا تو ڈاکٹروں نے یہ ہدایت دی کہ ایک تو آپ SECOND OPINION کے لئے دہلی جایئے اور دوسرا یہ کہا کہ آپ جو حیدر آباد کی آل انڈیا اردو کانفرنس میں، دہلی کے غالب انسٹی ٹیوٹ کے غالب سیمینار میں اور بمبئی کے خواجہ حافظؒ سیمینار میں شرکت کا ذکر کر رہے ہیں، یہ تمام ممنوع اور جب تک دہلی سے آل انڈیا انسٹی ٹیوٹ آف میڈیکل سائنسز کے ڈاکٹروں کی رائے نہ آجائے آپ لکھنے پڑھنے کا کام ترک کر کے صرف مکمل طور پر آرام کریں۔

دوسرے دن میں بیوی اور داماد کے ہمراہ دہلی روانہ ہوا، بیٹا اور بہو میری دیکھ بھال کے لئے یہاں موجود تھے۔ اب ایک تو یہاں کے معائنوں نے مثلاً" C-T-SCAN اور BODY AND BONE SCAN نے میرا کچومر نکال دیا دوسرا بیوی، بیٹے، داماد اور بہو نے اس طرح جکڑ کر مکمل آرام پر مجبور کر دیا کہ بستر پر لیٹے لیٹے کچھ لکھنے کا خیال خواب بن کر رہ گیا۔

لیکن نور احمد صاحب میرٹھی کی باسعادت محنت کے بارے میں کچھ نہ کچھ لکھنے کی خواہش ہر لمحہ دل میں موجود رہی اور اس وقت بھی جب کہ میں نے آل انڈیا انسٹی ٹیوٹ آف میڈیکل سائنسز ہی میں اپنی خواہش کو جامہ الفاظ پہنانا شروع کر دیا ہے، میں اس کوشش میں ہوں کہ جلد از جلد اس تحریر کو مکمل کر کے دہلی ہی سے نور احمد صاحب کو بھیج دوں۔

اس نعتیہ کلام کا وہ مجموعہ جو نور احمد صاحب نے مرتب کیا ہے میرے سامنے نہیں

ہے لیکن میں اتنا جانتا ہوں کہ یہ مجموعہ سوا تین سو سے زائد غیر مسلم شعراء کے نعتیہ کلام اور ان کے حالاتِ زندگی پر مشتمل ہے۔ ان میں مشمولہ نعتوں اور ان کے مصنف شعراء کے حالاتِ زندگی کی تلاش میں مرتب نے قریباً" سوا دو سو کتب و رسائل کو کھنگالا ہے۔ اس کام کی تکمیل کے لئے انہیں ذاتی طور پر رابطوں سے بھی کام لینا پڑا ہے تب کہیں جا کر چھ سو سے زائد صفحات پر مشتمل یہ مجموعہ مکمل ہو سکا ہے۔ اردو اور فارسی کا نعتیہ کلام تو اس مجموعے میں ہے ہی، ان کے علاوہ دوسری نو زبانوں کے شعراء کے نعتیہ کلام کا ترجمہ بھی اس تالیف میں شامل ہے۔ یہ سارا کام نو برس کی محنت شاقہ کے بعد مکمل ہوا ہے۔ حضرت ابو سعید ابوالخیر نے کیا عمدہ کہا ہے۔

تا زحمت گرما و زمستاں نہ کشد

پر گل نہ شود دامن ہر خار کہ ہست

برصغیر میں ہندوؤں اور دوسرے غیر مسلم شعراء کا نعت گوئی کی طرف متوجہ ہونا ایک بہت ہی پرانی روایت ہے۔ یہاں میں مختصراً" بھی اس نعتیہ کلام کا ذکر نہیں کر رہا ہوں جو ہندو شعراء کے قلم بلکہ دل سے نکلا اور صرف اتنا ہی کہنے پر اکتفا کر رہا ہوں کہ ایک زمانے میں دُرگا سہائے سرؔور کی ایک نعت مدّتوں مولود شریف کے جلسوں میں پڑھی جاتی رہی۔ مجھے وہ زمانہ آج بھی یاد ہے جب لاہور میں دو نعتیں بچّے بچّے کی زبان پر تھیں ایک پنڈت ہری چند اخترؔ کی نعت :

اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا

اور دوسری مولانا ظفر علی خاں کی :

وہ شمع اجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں

تصویر کا یہ رخ منشی کنہیا لال شاؔد کے رسالہ "علم تصوف"، منشی پریم چند کے افسانوں اور ناولوں اور بالخصوص ناول "کربلا" اور بشیشور پرشاد منوّر لکھنوی کے آیاتِ کلام پاک کے ترجموں کے ذکر کے بغیر نامکمل رہے گا۔

منشی روپ چند نامی اردو کے ایک بہت اچھا کہنے والے شاعر تھے۔ عشرتؔ لکھنوی نے ان کا ذکر اپنے تذکرے "ہندو شعراء" میں کیا ہے۔ عشرت لکھنوی لکھتے ہیں کہ ان کی ہر غزل میں ایک نعتیہ شعر ضرور ہوتا تھا۔ ایک شعر انہوں نے درج کیا ہے :

آیا جو نام پاک محمدؐ زبان پر
صلِّ علیٰ کا شور اٹھا آسمان پر

ان کے علاوہ مشہور اور معروف شعراء میں ہرگوپال تفتہ، مہاراجہ کشن پرشاد شاد، تلوک چند محروم، پیارے لال رونق، چندی پرشاد شیدا، دوارکا پرشاد افق اور مہاراج بہادر برق دہلوی ایسے نام ہیں جن کے کہے ہوئے سلام اور مرثیے آج بھی اردو ادب کی زینت ہیں۔

نام ور محقق مالک رام کی تصنیف "عورت اور اسلام" کے بارے میں میرے لئے کچھ کہنا چھوٹا منہ اور بڑی بات ہے۔ موضوع اس کتاب کا اسلام اور جابجا آیاتِ قرآنی اور حدیثوں کے حوالے۔ جب اتنے بڑے علمی موضوع کا ذکر ہو تو میں کیا؟ اور میرا کچھ کہنا کیا؟ اس لئے میں اس کتاب اور اس کے مصنف کے بارے میں مولانا عبدالماجد دریا آبادی کے چند الفاظ نقل کر دینا زیادہ مناسب خیال کرتا ہوں جو انہوں نے اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھے تھے۔ وہ الفاظ یہ تھے : "قرآن اور تفسیر کے علاوہ مصنف کی نظر حدیث پر بھی بہت وسیع ہے کم از کم تبصرہ نگار سے زیادہ۔"

کرشن بھگوان کی تعلیمات کے سلسلے میں مولانا ظفر علی خاں اور حسرت موہانی کا ذکر ہمارے اردو ادب کی آبرو ہے۔ یہ ذکر اردو شاعری کے تعلق سے ہے۔ یہاں میں ایک نثرپارے کا ذکر کرنا چاہتا ہوں اور وہ ہے خواجہ حسن نظامی کے مقالے "قلمی چہرے" کا ایک جزو۔ "کرشن جی" کے عنوان سے خواجہ حسن نظامی مرحوم لکھتے ہیں : "متھرا میں آدھی رات کو نکلنے والا چاند گوکل میں گئوں اور بے زبانوں کا نگہبان، بندرابن میں تلوار کھینچ کر کنس پر چڑھ جانے والا خدائی بہادر، من موہن، حسن یزدانی کی مورت، رب العالمین جگ داتا کی رحمت عام کا سبق پڑھانے والا ہندوستان کا سب سے بڑا محبوب، سب سے زیادہ پیارا کرشن کنہیا۔ اس کی بانسری کی کوک آج تک سنائی دیتی ہے۔ کان ہو تو سنو۔ اس کے معجزانہ کرشمے اب بھی نظر آتے ہیں۔ آنکھ ہو تو دیکھو اس کا کلام گیتا میں پوشیدہ نہیں ہے۔ جو نمودار ہونا چاہئے۔ اس کی نمود کو پڑھئے کہ ہر زیست کی نمود و سلامتی کا سبق اس میں ہے۔

ہندوستان اپنے کرشن کنہیا پر فخر کرتا ہے۔ ہندوستان سے کہو اپنے فخر کہ سب

اقوام میں جو اس ملک کو مادر وطن کہنا چاہیں، تقسیم کر دے کہ کرشن کنہیا کے نام اور کام سے اس ملک کی آبرو یورپ اور امریکہ تک ہے۔ رسیلی آنکھوں والے نظر اٹھا اور نگاہ کا ایک تیر اپنے داس کو دے کہ وہ بے تابانہ پکارتا ہے۔ :

ایک تیر پھینکتا جا، بانکی کمان والے"

یہ تحریر دل پذیر جو خواجہ صاحب کی دل کی گہرائیوں سے نکلی ہے۔ سری کرشن سے ان کی عقیدت کا ایک پرتو ہے۔ یہ عقیدت کن مضبوط بنیادوں پر قائم ہے اس کا اندازہ خواجہ صاحب کی اس تصنیف سے ہوتا ہے جس کا نام ہے "گائے کی جان بچانے کا بیان" خواجہ صاحب نے اس میں گائے کے مسئلے پر قرآن و حدیث کے تعلق سے روشنی ڈالی ہے۔

پرانی بات ہے، میں کراچی کے ایک نعتیہ مشاعرے میں شریک ہوا۔ آخر میں میری باری آئی اور میں نے اپنی طویل نعت "ولادتِ باسعادت" وہاں سنائی جس کے بعد صدرِ مشاعرہ نے فرمایا کہ اس مشاعرے میں پاکستان کے شعراء نے جو سب کے سب مسلمان ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اپنا کلام پیش کیا ہے اور ہندوستان سے آئے ہوئے شاعر جگن ناتھ آزاد نے بھی جن کا مذہب اسلام نہیں ہے۔ اب دونوں کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اظہارِ عقیدت میں یہ فرق ہے کہ مسلمان شاعروں کے لئے تو یہ ایک مذہبی فریضہ ہے انہیں تو یہ فرض ادا کرنا ہی ہے لیکن جب ایک ہندو شاعر یا کوئی غیر مسلم شاعر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نعتیہ کلام کہتا ہے تو وہ اپنا کوئی بندھا ٹکا مذہبی فریضہ ادا نہیں کرتا، ہاں اس بات کا اظہار اس لے ضرور ہوتا ہے کہ وہ ایک دوسرے مذہب کا پابند ہوتے ہوئے بھی پیغمبرِ اسلام کی شان میں نعت کہہ رہا ہے تو گویا وہ اس نکتے کی وضاحت کر رہا ہے کہ اپنے مذہب کے ساتھ ہی ساتھ دوسروں کے مذاہب اور بانیانِ مذاہب کا احترام بھی ضروری ہے اور آج دنیا کو اسی ضابطۂ اخلاق کی ضرورت ہے۔ دنیا اس وقت تنگ نظری، تنگ خیالی اور تعصّب کے پھندے میں گرفتار ہے۔ عملی طور پر لوگ مذہب سے بیگانے ہو رہے ہیں اور مذہب کے نام پر فتنہ و فساد برپا کرنے کے لئے ہر لمحہ تیار رہتے ہیں اس لئے اس بات کی بہت زیادہ ضرورت ہے کہ شعراء اور دوسرے اہل قلم حضرات سامنے آئیں اور دوسرے مذاہب

کے بارے میں اور ان کے بانیوں کے بارے میں وسیع المشربی کے ساتھ نظم و نثر میں اپنے خیالات کا اظہار کریں۔

یہ صاحبِ صدر کی تقریر کا ایک مختصر سا اقتباس ہے۔ ان کی ساری تقریر اگر ٹیپ ریکارڈ میں محفوظ ہو تو اس کی مختلف میڈیا کے ذریعے سے نشر و اشاعت کی اشد ضرورت ہے۔ میں موصوف کی تقریر میں کوئی اضافہ نہیں کر سکتا اور اگر خود میں نے نعتیہ کلام کہا ہے تو اس کے بارے میں اس کے سوا کوئی تجزیہ نہیں کر سکتا کہ لڑکپن میں مجھے ماں باپ نے جو تعلیم دی اسی تعلیم نے مجھ سے عمر کے مختلف حصّوں میں شری رام چندر جی اور شری کرشن جی کی مدح میں نظمیں کہلوائیں اور رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بھی۔ میری تعلیم شروع سے کچھ ایسی رہی ہے کہ اسلامیات سے متعلق کتابیں پڑھنے کا موقع مجھے زیادہ ملا۔ بعض مسائل پر میرے مطالعے کی راہ میں ایسے آئے کہ مختلف مذاہب کی کتابوں کا اور مختلف بانیانِ مذاہب کے اقوالِ زریں کا مطالعہ میرے لئے ناگزیر ہو گیا۔ مثلاً "مسئلہ خیر و شر، مسئلہ عقل و عشق، مسئلہ زمان و مکاں ایسے مسائل ہیں جن کو سمجھنے کے لئے یا جن کو سمجھنے کی کوشش میں اکثر مذاہب کا مطالعہ میرے لئے ضروری ہو گیا اور میں نے اس سفر میں ہر قدم پر یہ محسوس کیا کہ ہر مذہب کا مطالعہ میرے علم میں اضافہ کر رہا ہے اور مجھ پر فکر و نظر کے نئے نئے دروازے کھول رہا ہے۔ میں اسی مطالعے کے دوران میں گانتری منتر اور سورہ فاتحہ میں مماثلت دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا۔ عمل اور نتیجہ عمل یا زندگی اور موت کے متعلق سری کرشن اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے افکار کے باہمی قربت میرے لئے ایک ایسا انکشاف تھا جس سے دونوں مذاہب کا مطالعہ کئے بغیر میں آگاہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اقبال نے "اسرارِ خودی" کے دیباچے میں اس موضوع پر بھرپور روشنی ڈالی ہے اور سری کرشن کی تعلیم کو اسلامی کہہ کر اور شیخ محی الدین اکبر کی تعلیم کو غیر اسلامی قرار دے کر اس عقدے کو وا کیا ہے کہ:

اختلافاتِ مذاہب جملہ اوہام است و بس
یک حقیقت جلوہ گر در کفر و اسلام است و بس

از تعصب ساغرِ شیخ و برہمن شد جدا
ورنہ در میخانہ یک ساقی و یک جام است و بس

اقبال کا ذکر آگیا ہے تو کفر و اسلام کے موضوع پر ان کے چند اشعار بھی سن لیجئے اور دیکھئے کہ مشرق کے اس عظیم مفکر شاعر نے مشرق کی سوئی ہوئی روح کو کس طرح بیدار کرنے کی کوشش کی ہے :

حرف بدر ابر لب آوردن خطا ست
کافر و مومن ہمہ خلق خدا ست

بندہ عشق از خدا گیرد طریق
می شود بر کافر و مومن شفیق

کفر و دیں در گیر در پہنائے دل
دل اگر بگریزد از دل' وائے دل

کافرے بیدار دل پیش صنم
بہ ز دیندارے کہ خفت اندر حرم

اقبال کے یہاں' اردو اور فارسی کلام میں اور اردو اور انگریزی نثر میں ایسی مثالیں بیسیوں مل جائیں گی لیکن مندرجہ بالا تحریر سے میں قاری کا انتقال ذہنی "وحدت ادیان" کی تھیوری کی جانب کرنے کی کوشش نہیں کر رہا ہوں۔ میں "وحدت ادیان" کی تھیوری کا قائل نہیں ہوں بلکہ اس بات کا آرزو مند ہوں کہ اپنے اپنے مذاہب پر قائم رہتے ہوئے ہم دوسرے مذاہب اور بانیانِ مذاہب کا احترام کریں۔ اور یہی وہ جذبہ ہے جو ایک غیر مسلم شاعر سے نعتیہ کلام کہلواتا ہے۔

آج کی فتنہ و فساد میں گھری ہوئی دنیا کے لوگوں کے دلوں میں اگر یہ جذبہ عام ہو جائے تو بانیانِ مذاہب کے بارے میں گستاخانہ لب و لہجہ والی کتابوں کا منظرعام پر آنا خودبخود ختم ہو جائے گا۔ نور احمد صاحب میرٹھی کی زیر نظر کاوش اسی ضمن میں ایک قابلِ ستائش کاوش ہے جس کے لئے وہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔

"بہرزماں بہرزباں صلی اللہ علیہ وسلم" سے پہلے بھی نعتیہ کلام کے متعدد مجموعے شائع ہو چکے ہیں اور یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ ان مجموعوں سے کسی نہ کسی حد تک بین المذاہب یک جہتی کے راستے پر چراغ روشن ہوئے ہوں گے اور یقیناً" ان چراغوں کی روشنی سے دنیا کے مختلف حصوں میں دلوں کی دنیا روشن ہوئی ہوگی۔

چونکہ زیرِ نظر تالیف میں شامل نعتیں اس وقت میرے سامنے نہیں ہیں اس لئے ان نعتوں کے محاسنِ شعری سے متعلق میں کچھ نہیں لکھ رہا ہوں لیکن اس امر کا اظہار میں یہاں ضرور کروں گا کہ نعتیہ کلام کے محاسن نے ہماری اردو اور فارسی شاعری کے معیار کو بلندی میں کہیں سے کہیں پہنچا دیا ہے۔ اس وقت چند اشعار مجھے یاد آ رہے ہیں جنہیں مثال کے طور پر میں پیش کر رہا ہوں۔ :

اے مدنی برقع و مکی نقاب
خیز کہ شد مشرق و مغرب خراب

(نظامی گنجوی)

کوثر چکد از لبم بہ ایں تشنہ لبی
خاور دمد از شبم بہ ایں تیرہ شبی

اے دوست ادب کرو رحریم دل ماست
شاہنشہ انبیا رسول عربی

(غلام قادر گرامی)

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتم
کاں ذات پاک مرتبہ دان محمدؐ است

(غالب)

وہ دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل جس نے
غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سینا

نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یسٓ، وہی طٰہٰ

(اقبال)

کرم اے شہ عرب و عجم کہ کھڑے ہیں منتظر کرم
وہ گدا کہ تو نے عطا کیا ہے جنہیں دماغ سکندری

(اقبال)

بہ ایں پیری رہ یثرب گرفتم
نوا خواں از سرور عاشقانہ

چو آں مرغے کہ در صحرا سر شام
کشاید پر بہ فکر آشیانہ

میں چونکہ نعتیہ کلام کے محاسنِ شعری کے بارے میں خاموش نہیں رہنا چاہتا تھا، خاص طور پر اس سبب سے بھی کہ ہمارے ایک محترم، معتبر اور مستند نقاد نے ایک جگہ لکھا تھا کہ نعتیہ کلام شاعری نہیں ہے --- اور اس عالمِ علالت میں میرے لئے زیادہ لکھنا ممکن بھی نہیں ہے اس لئے میں نے انتہائی بلند پایہ نعتیہ شاعری کی مثالیں دینے کے لئے ان چند اشعار کا درج کرنا ضروری خیال کیا جو اس تحریر کے دوران میں مجھے یاد آئے۔

اور انہی اشعار پر میں اپنی بات ختم کرتا ہوں اس امید کے ساتھ، بلکہ یقین کے ساتھ کہ نور احمد صاحب میرٹھی کی یہ محنتِ شاقہ جو اوّل سے آخر تک محسنِ انسانیت، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عقیدت اور محبت سے سرشار نظر آتی ہے، علمی، ادبی، سماجی اور مذہبی دنیا میں قبولیتِ عام کا مرتبہ حاصل کرے گی اور مختلف قوموں اور افراد کے درمیان دوستی، قربت اور مروّت کی فضا پیدا کرنے کا سبب بنے گی کیونکہ یہ کتاب جس جذبہ کے تحت مرتب کی گئی ہے یہ وہی جذبہ ہے جو مولانا روم نے اس شعر میں بیان

بہرزماں بہرزباں صلی اللہ علیہ وسلم

کیا ہے :

تو برائے وصل کردن آمدی
نے برائے فصل کردن آمدی !

یکم جنوری ۱۹۹۶ء

آل انڈیا انسٹی ٹیوٹ آف
میڈیکل سائنسز۔ نئی دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غیر مسلموں کی نعتیہ شاعری

تاریخ و تجزیہ

ہر ایک کا حصہ نہیں نعتِ نبیؐ جوہر
اللہ جسے بخش دے عرفانِ محمدؐ

(چندر پرکاش جوہر)

اردو شاعری میں صرف نعت خالص موضوعی صنفِ سخن ہے جس میں شاعر اپنے جذبات و محسوسات کو اس ذاتِ گرامی سے تعلق کے حوالے سے پیش کرتا ہے جو خالق کائنات کی محبوب ہستی بھی ہے اور مخلوقات کی عزیز و محسن ترین شخصیت بھی یعنی پیغمبر آخرالزماں، فخرِ کون و مکاں، باعثِ تخلیق ارض و سما، رحمت للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلمؐ۔

نعت عربی کا لفظ ہے۔ اس کے معنی تعریف و وصف بیان کرنے کے ہیں اگرچہ عربی میں مدح کا لفظ بھی اس مقصد کے لئے مستعمل ہے لیکن ادبیات میں نعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و محاسن اور بیانِ سیرت کے اظہار کے لئے مختص ہے اور یہی وہ صنفِ سخن ہے جس میں شاعر کا عجز نعت کی خصوصیات کا حصہ ہے چاہے وہ کسی بھی زبان میں ہو۔ عربی شاعری میں اس کی مثال حضرت علیؓ کے ایک شعر سے ملتی ہے۔ آپ نے اپنی نعت میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ لکھ کر آخر میں اپنے عجز بیانی کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

اللہ یعلمُ شانہ
وَ ھو العلیمُ بیانہ

یعنی اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان جانتا ہے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان سے باخبر ہے۔

مرزا غالب (۱۷۹۷-۱۸۶۹ء) کی نعت کا مقطع ہے۔

غالبؔ ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتم
کاں ذات پاک مرتبہ دان محمدؐ است

نعت کا آغاز رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل ہی ہوگیا تھا۔ عربی ادب کے جواہر پاروں میں تبّع بن احسان کے نعتیہ اشعار ملتے ہیں۔ ولادت باسعادت کے بعد ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزی اور قس بن ساعدہ الدیادی اور بعد کے دور میں حضرت ابوطالب کے نعتیہ اشعار ادب کا حصہ ہیں۔ آپ کے چند اشعار پڑھئے جو تاریخ میں محفوظ ہیں۔

كَذَبتُم و بَيتِ اللهِ نُبزَى محمّدًا
وَلَمّا نطَا عِنْ دُونَہٗ وَ نُناضِلِ

(بیت اللہ کی قسم، تم نے غلط خیال کیا کہ ہم محمدؐ کے متعلق مغلوب ہو جائیں گے، حالانکہ ابھی ہم نے ان کے بچاؤ کے لئے نہ نیزہ زنی کی ہے، نہ تیراندازی۔)

وَ نُسلِمُہٗ حتّیٰ نُصَرَّعُ حولَہٗ
وَ نُزهَلَ عَنْ اَبنائِنا وَالحَلائِلِ

(تم نے غلط خیال کیا کہ ہم انہیں تمہارے حوالے کردیں گے۔ ہرگز نہیں، حتیٰ کہ ہم ان کے اطراف میں پچھڑ جائیں گے اور اپنے بیوی بچوں کو بھول جائیں گے۔)

وَ اِنّاَ لَعَمرُ اللهِ اِن جِدَّ مَا اُرَی
لَتَلتَبِسَا اَسیافُنَا بِالاَ مَاثِلِ

(اللہ تعالیٰ کی بقا کی قسم، جن واقعات کا میں خیال کرتا ہوں کہ سچ مچ وہی واقع ہوئے تو ہماری تلواریں بڑے بڑے لوگوں کو پہن لیں گی (ان کے پیٹوں میں ماردی جائیں گی) یا بڑے بڑے لوگوں کے ہاتھوں میں ہوں گی۔)

بِکَفَّیْ فَتیً مِثلِ الشِّہابِ سَمَیذَعٍ
اَخِی ثِقَتِہٖ حَامِی الحَقِیقَتِہ بَاسِلِ

(ایسے جواں مرد کے ہاتھوں میں ہوں گی جو شہاب کا سا (روشن چہرے والا یا بے دھڑک

گھس پڑنے والا) سردار' بھروسے کے قابل' صداقت کی حمایت کرنے والا بہادر ہو۔)

شُهُورٌ اَوْ ابًا وحولًا مُجرّماً
عَلَيْنَا و تَاْتِي حِجّتہٗ بَعْدَ قَابِلِ

(اسی حالت میں ہم پر کئی دن' کئی مہینے' کئی پورے سال گزر جائیں گے اور آنے والے حج کے بعد اور حج آئیں گے۔)

وَمَا تَرْکُ قَومٍ ۔ لَا اُبَالِکَ ۔ سَیِّداً
یَحُوطُ الذِّ مَارَ غیرَ ذَرْبٍ مُرا کِلِ

(تیرا باپ مر جائے۔ ایسے سردار کو چھوڑ دینا کیسی (بدترین) بات ہے' جو حمایت کے قابل چیزوں کی نگرانی کرتا ہے۔ نہ فسادی ہے اور نہ اپنے کام کو دوسروں پر چھوڑنے والا ہے۔)

وَ اَبیَضَ یُستَسقَی الغَمَامُ بِوَجہِہٖ
ثِمَالَ اَلیَتَامیٰ عِصمَتہٗ لِلْاَرَامِلِ

(جو ایسے روشن چہرے والا ہے کہ اس وسیلے سے بارش طلب کی جاتی ہے۔ یتیموں کی سرپرستی کرنے والا اور بیواؤں کی پناہ۔)

یَلُوذُبِہٖ اَلهُلَّاکُ اٰلِ ھَاشِمٍ
فَهُم عِندَہٗ فِی رَحمَتہٗ وَ فَوَاضِلَ

(بنی ہاشم کے مفلس اس کے ہاں پناہ لیتے ہیں اور وہ اس کے پاس ناز و نعم اور اعلیٰ مراتب پر ہیں۔)

عربی زبان میں خلفائے راشدینؓ اور متعدد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بھی اپنے اپنے جذباتِ صادق کو نظم کیا ہے۔ اس طرح عربی کو نعت گوئی میں اولیت حاصل ہے۔ عربی زبان سے ہی یہ صنف فارسی میں آئی۔ جب عربوں نے ایران کو فتح کیا تو عربی زبان و ادب کے اثرات بھی فارسی زبان و ادب پر ظاہر ہوئے اور پھر فارسی نے نعت گوئی کو ایک خاص صنفِ سخن کی حیثیت سے شعر و ادب کی دنیا میں متعارف کرایا۔ فارسی زبان نعت گوئی اور مدحِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سب سے زیادہ

خوش نصیب ہے۔ اس کی اہل نظر ناقدین نے مختلف توجیہات بیان کی ہیں۔ بعض نے بتایا ہے کہ اس کا تعلق ایرانی مزاج سے ہے اور بعض نے اس کی بڑی وجہ تصوّف کو بتایا ہے، وجہ کوئی بھی ہو۔ فارسی شاعری کا دامن نعت گوئی کے بیش بہا موتیوں سے بھرا ہوا ہے۔

اردو میں نعت گوئی کا فن عربی اور فارسی کے اثرات قبول کرتے ہوئے بڑھا ہے۔ اردو میں نعت گوئی کی روایت بھی نئی نہیں ہے۔ اردو شاعری کی چار سو سالہ تاریخ میں نعتوں کا کتنا بڑا ذخیرہ جمع ہے، اس کا اندازہ ممکن نہیں ہے۔ اس کی بڑی وجہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کا ذکر کرنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کی سیرت و شخصیت کو روشناس کرانا، آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کی پیروی کی ترغیب دینا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلّم پر درود و سلام بھیجنا کارِ ثواب بھی ہے اور ذریعۂ نجات بھی۔ دوسرا محرک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم سے والہانہ عشق و محبت ہے۔ ایک اور وجہ علماء و صوفیاء کی نعت گوئی کی طرف توجہ ہے۔ تقریباً" تمام علمائے دین اور صوفیائے کرام نے اردو اور فارسی کے علاوہ بھی مختلف علاقائی زبانوں میں نعت کہی ہے۔ مختلف مکاتب فکر کی قابلِ ذکر شخصیات اور مختلف سلاسل کے بزرگوں نے اپنے دل کی دھڑکنوں کو حرف و لفظ کا روپ دینے کے لئے نعت کو ہی وسیلۂ اظہار بنایا ہے۔ اس لئے بھی نعت گوئی کو نہ صرف مقبولیت حاصل ہوئی بلکہ اس صنف کو لامحدود وسعت بھی ملی۔

نعت گوئی کے یہ محرکات مسلمانوں کے لئے رہے اور مسلمان دنیا کے تمام حصوں میں موجود ہیں۔ لہٰذا اس کے اثرات دوسری تمام قومی و علاقائی زبانوں اور بولیوں میں بھی نمایاں ہوئے۔ یورپی زبانوں کے علاوہ ایشیاء کے ممالک خصوصاً" برصغیر میں مستعمل تقریباً" سبھی زبانوں میں یہ اثرات بہت واضح ہیں اور نعت ہر زبان میں مقبول و محترم ہے۔

اردو نعت کا قدیم اسلوب جسے عمومی انداز بھی کہہ سکتے ہیں، نعتیہ منظومات تھا۔ میلاد نامے، معراج نامے اور وفات نامے اس کی مثال ہیں۔ یہ انداز انیسویں صدی کے وسط تک مروّج رہا اور پسند کیا جاتا رہا، اگرچہ اس میں روایتی اور رسمی رنگ کا غلبہ ہے۔ اس دور میں لکھی گئی نعتوں کے موضوعات نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلّم اور ولادتِ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اذکار، معجزات و غزوات ہیں۔ اس اسلوب نعت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و توصیف کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء مبارک کا تذکار و اعادہ نمایاں ہے اور زیادہ تر مثنوی، قصیدہ اور غزل کی صنف برتی گئی ہے۔ گذشتہ صدی کے پہلے نصف تک کی نعتیہ شاعری میں یہ نمونے بکثرت ملتے ہیں۔

نعت کے دورِ جدید کا آغاز جنگِ آزادی کے بعد بدلتے ہوئے سیاسی و معاشرتی حالات اور پھیلتے ہوئے جدید علوم و فنون کے تحت ہوا اور نعت کے پیرایۂ اظہار میں تبدیلیاں آئیں اور سیرت و سوانح نبیٔ الخاتم صلی اللہ علیہ وسلمؐ بھی مستند حوالوں کے ساتھ نعت کے موضوعات کا حصہ بنی۔ اردو نعت جنوبی اور شمالی ہند دونوں حصوں میں مقبول ہوئی اور فن نعت نے بتدریج ہمہ گیریت حاصل کی۔ علم کے فروغ کے ساتھ ساتھ رسمی رنگ بھی کم ہوتا گیا اور شعوری اور فکری انداز بھی نعت میں فروغ پانے لگا۔

نعت اپنے موضوع کی عظمت کی وجہ سے مسلمانوں کے لئے عقیدت و ایمان کا مظہر اور غیر مسلموں کے لئے بین المذاہب یکجہتی کی علامت ہے۔ پروفیسر شفقت رضوی نے "نورِ سخن" میں شامل اپنی رائے میں لکھا ہے کہ "غیر مسلم شعراء کی نعتوں میں دو خیالات و جذبات ملتے ہیں۔ ایک بڑا گروہ ایسا ہے جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلمؐ کو پیغمبر برحق ہی نہیں بلکہ پیغمبرِ آخرالزماں تسلیم کرکے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور گلہائے عقیدت پیش کئے ہیں۔ اس حوالے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام صفاتِ عالیہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلمؐ کے اسوۂ حسنہ کا ذکر بلیغ انداز میں ملتا ہے، تو بعض نے صرف انسان کے طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پرکھا ہے اور اس یقین کا اعلان کیا ہے کہ خدمات انسانی کا کامل نمونہ اگر کوئی ہو سکتا ہے تو وہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو صرف مسلمانوں تک محدود نہیں رکھنا چاہئے بلکہ تمام عالم انسانیت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے استفادہ کرنا چاہئے۔ پہلے نقطہ نظر میں عقیدت ہے تو دوسرے میں تفکر اور یہ دونوں باہم مل جائیں تو نعت گوئی کی معراج بن جاتے ہیں۔ اس اعتبار سے غیر مسلم شعراء اور ان کا کلام نہ صرف قابلِ داد ہے بلکہ دعوتِ فکر کا سبب بھی۔"

غیر مسلموں کی نعتیہ شاعری کے حوالے سے جب اردو شاعری کے مختلف ادوار کا

جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں ہر دور میں قابلِ ذکر شاعروں کی اچھی خاصی تعداد نمایاں نظر آتی ہے۔ دورِ متوسطین میں پہلے غیر مسلم شعراء منشی شنکرلال ساقی اور راجہ مکھن لال مکھن اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ ان دونوں شاعروں نے نعت گوئی میں نمایاں مقام حاصل کیا۔ دورِ جدید کے شعراء میں مہاراجہ سرکشن پرشاد شاد، دلو رام کوثری، بالمکند عرش ملسیانی اور دورِ حاضر کے مشہور شعراء میں علامہ امرچند قیس جالندھری، پروفیسر جگن ناتھ آزاد، پیارے لال رونق دہلوی، کالیداس گپتا رضا، کنور مہیندر سنگھ بیدی سحر، اوم پرکاش، ساحر ہوشیارپوری، گرسرن لال ادیب لکھنوی، رانا بھگوان داس بھگوان، پچھی نرائن سخا میرٹھی اور دامودر ذکی ٹھاکور نے برصغیر کی سطح پر شہرت حاصل کی۔ ان کے علاوہ الن جون مخلص بدایونی پہلے مسیحی شاعر ہیں جن کا ہدیۂ عقیدت "گلدستۂ نعت" ۱۹۳۹ء میں بدایوں سے شائع ہوا اور دوسرے مسیحی شاعر نذیر قیصر ہیں جن کا مجموعۂ نعت "اے ہوا موذن ہو" لاہور سے ۱۹۹۲ء میں منظرعام پر آیا۔ محترم راجا رشید محمود نے آخر الذکر نعتیہ مجموعے کو کسی مسیحی شاعر کا پہلا نعتیہ مجموعہ لکھا ہے جو درست نہیں ہے۔

نعت ایک ایسی صنفِ سخن بھی ہے جس کی حدود شناسی کو نازک ترین کہا گیا ہے۔ حضرت عرفیؒ کا مشہور شعر ہے ؂

عرفی مشتاب ایں رہ نعت است، نہ صحرا است
آہستہ کہ رہ بر دم تیغ است قدم را

مسلمان شعراء بھی کہیں کہیں ان حدود کا خیال نہیں رکھتے لیکن بقول پروفیسر سید یونس شاہ "یہ امر خاص طور پر قابلِ لحاظ ہے کہ غیر مسلم شعراء کے نعتیہ کلام میں حفظِ مراتب کا خیال بدرجہ اتم موجود ہے۔"

ممتاز محقق شکیل احمد ضیاء نے بھی نورِ سخن میں پیش کی گئی غیر مسلموں کی نعتیہ شاعری کے ضمن میں اس خصوصیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ "ان نعتوں کے ایک شعر میں بھی مسلمانوں کی مشکوک و مجہول روایتوں کا سہارا نہیں لیا گیا جن سے بعض مسلمان شعراء اپنے کلام کو مزین یا ملوث کرتے ہیں۔" غیر مسلموں کے نعتیہ اشعار کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام و عمل کی یکسانیت کو رہنما سمجھتے ہیں۔ غیر مسلم شعراء کی نعتیہ منظومات، مسدس اور مخمس

وغیرہ میں سیرت کے بعض واقعات اس امر کے شاہد ہیں کہ وہ محض رسمی نہیں ہیں۔ ان میں لفظوں کا زیر و بم بتاتا ہے کہ ان کے قلبی محسوسات کیا ہیں۔ یہ بڑی حد تک ان اعلیٰ انسانی اور آفاقی اقدار کی وجہ سے ہیں جو رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت اور پیغام و عمل سے ثابت ہیں۔ ورنہ یوں ہی کوئی اپنے مذہب پر قائم رہتے ہوئے دوسرے مذاہب کے بارے میں ایسے خیالات جو صادق بھی ہیں، پیش نہیں کرتا۔ اس اظہار کے لئے نہ صرف اپنی انا کی قربانی دینا ہوتی ہے بلکہ خاندانی اور معاشرتی دباؤ کا بھی مقابلہ کرنا پڑتا ہے اور بہت سے معاشی مسائل بھی پیچیدگی اختیار کر لیتے ہیں۔ اس لئے سیرت پاک ہی غیر مسلموں کی نعتیہ شاعری کا جواز تسلیم کی جائے گی یہی پروفیسر ڈاکٹر محمد سعد اللہ چیئرمین اُردو بورڈ آف اسٹڈیز ناگپور یونیورسٹی فرماتے ہیں۔ ''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلمؐ کی ذات مبارک ہر دور میں تمام انصاف پسند، نیک دل، غیر جانبدار انسانوں کے لئے باعثِ صد احترام و عقیدت رہی ہے۔ جس کسی نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارک اور تعلیمات کا مطالعہ کھلے دل کے ساتھ کیا، وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا، چاہے وہ ہندو ہو، عیسائی ہو، سکھ ہو یا کوئی اور۔'' اردو نعت کے تمام محققین نے اپنی تصانیف میں غیر مسلم شعراء کے نعتیہ کلام کے محاسن اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی شیفتگی کا ذکر کیا ہے۔ بعض مصنفین نے اپنی کتب میں اس حوالے سے ایک الگ باب رکھا ہے۔ ڈاکٹر ریاض مجید نے اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالے ''اردو میں نعت گوئی'' میں تحریر کیا ہے۔ ''غیر مسلم شعراء کی نعت گوئی کا آغاز جنوبی ہند سے ہو چکا تھا اور مسلمان شاعروں کی طرح ہندو شاعروں نے عقیدت و محبت کے اظہار کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و نعت کو بھی اپنی تخلیقات کا موضوع بنایا ہے۔ لچھمن نرائن شفیقؔ کا معراج نامہ اور راجہ مکھن لال مکھنؔ کا نعتیہ کلام اس اظہارِ عقیدت کے نمونے ہیں۔''

غیر مسلموں کی نعت سے دلچسپی کی وجوہات بھی مختلف بیان کی گئی ہیں۔ ڈاکٹر ریاض مجید نے اپنے مقالے میں اس پر روشنی ڈالی ہے۔ فرماتے ہیں۔ ''ہندو شاعروں کی نعت گوئی کا حقیقی دور ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد ہوا۔ عصرِ جدید میں ہمیں متعدد ایسے غیر مسلم شاعر ملتے ہیں جنہوں نے مقدار اور معیار، ہر اعتبار سے اس روایت کو آگے

بڑھایا ہے۔ اس کے بہت سے سیاسی و معاشرتی عوامل ہیں۔ ایک بڑی وجہ وہ رواداری کی فضاء ہے جو جنگِ آزادی کے بعد ہندو مسلم قوموں میں پہلے کی نسبت کچھ نمایاں ہو گئی تھی۔ انگریز کے خلاف جنگِ آزادی میں اگرچہ مسلمانوں نے بڑا کردار ادا کیا ہے مگر بعض جگہ ہندو بھی مسلمانوں کے شانہ بشانہ لڑے۔ اس کے بعد حصولِ آزادی کی جنگ (جو قریب قریب ایک صدی پر پھیلی ہوئی ہے) میں مقصد و منزل کی ہم آہنگی بھی دونوں میں قدرِ مشترک رکھتی ہے۔ مخلوط معاشرے میں اگرچہ مسلم ہندو تعلقات میں ایک کشیدگی ہمیشہ رہی اور دونوں قوموں کے تہذیب و تمدّن میں واضح اختلاف رہا' اس کے باوجود اہلِ فکر و قلم کے حلقوں میں ایک رواداری کی فضا ملتی ہے۔ جدید علوم اور برصغیر کی بدلتی ہوئی معاشرت میں مذہبی عصبیتوں کا جوش اور شدت ذرا کم پڑی تو اس رواداری میں اضافہ ہوا۔ علامہ اقبال کی نیا شوالہ' نانک' رام' سوامی تیرتھ پر لکھی ہوئی نظمیں اس رواداری کی علامت ہیں ---- رواداری اور یگانگت کے اسی جذبہ کے فروغ کے لئے بعض ادبی و سیاسی اور مذہبی و ثقافتی اجتماعات میں ایک دوسرے کے مشاہیر کو خراج عقیدت پیش کرنے کا رواج ہوا۔ ہندو شاعروں کے ہاں نعت گوئی کے ذوق کو اسی ماحول میں جلا ملی۔ ان معاشرتی و سیاسی عوامل میں سب سے بڑھ کر رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے جن کی سیرت و کردار اور پیغام نے اہلِ فکر لوگوں کو خاص طور پر متاثر کیا اور انہوں نے اپنے تاثرات کو قلم بند کر کے اس روایت کو مستحکم کیا۔" ڈاکٹر ریاض مجید کے اس تجزیہ سے محترم راجا رشید محمود مدیر "نعت" لاہور کی اس تحریر کی تردید بھی ہو جاتی ہے جو ماہنامہ "نعت" لاہور کی خصوصی اشاعت نومبر ۱۹۹۵ء کے صفحہ ۳۸ پر موجود ہے۔ راجا صاحب فرماتے ہیں ---- "غیر مسلم شعراء کا ہمارے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و ثناء میں رطب اللساں ہونا چھوٹی بات نہیں۔ خاص طور پر اس صورتِ حال میں کہ مسلمان شعراء نے ہندوؤں کے مذہبی رہنماؤں کی تعریف میں کچھ بھی نہیں کہا۔ یہ صورتحال متحدہ ہندوستان میں بھی تھی ---- اب بھی ہے۔" ڈاکٹر ریاض مجید کے مطابق علامہ اقبالؒ نے ہندوؤں کے مذہبی رہنماؤں کے سلسلے میں اشعار کہے ہیں۔ پروفیسر جگن ناتھ آزاد ماہرِ اقبالیات ہیں۔ انہوں نے "نورِ سخن" پر جو تبصرہ مجھے ارسال کیا ہے اس میں انہوں نے لکھا ہے ---- "شری

رام اور شری کرشن کے متعلق جو نظمیں علامہ اقبال، مولانا ظفر علی خاں، مولانا حسرت موہانی، نفیس خلیلی اور دوسرے مسلمان شعراء نے کہی ہیں ان کی ہمارے ماحول میں اہمیت ان نظموں سے کہیں زیادہ ہے جو ان موضوعات پر چکبست، سرور جہاں آبادی، تلوک چند محروم، مہاراجہ بہادر برق، منور لکھنوی اور شنکر دیال فرحت نے کہیں ہیں۔"
نیز میری اطلاع کے مطابق لکھنؤ میں مقیم قادر صدیقی صاحب بین المذاہب یکجہتی کو فروغ دینے کی کوششوں کے طور پر ایک دوسرے کے مذاہب کے پیشواؤں اور رہنماؤں کے سلسلے میں کہے گئے کلام کو یکجا کر رہے ہیں اور غالباً" مکمل بھی کر چکے ہیں۔

اب چند دوسرے ادیبوں کی آراء بھی ملاحظہ فرمایئے۔ محمد ذہین عالم خان نے اپنی ایک تحریر میں بیان کیا ہے۔ "ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کی آمد کے بعد جذب و قبول کے اثرات کے تحت جہاں بے شمار ثقافتی رسوم کو مسلمانوں نے قبول کیا وہیں اسلام کے زرّیں اصولوں اور تعلیمات نے ہندو ثقافت، تہذیب اور فکر پر اپنے گہرے نقوش ثبت کئے۔ "اردو" مسلمانوں اور ہندوؤں کی تہذیبی سنگم کی بہترین مثال ہے۔ اس سنگم میں دونوں قوموں کی فکری و عملی قدروں کی جھلک نظر آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اردو کے محسنوں میں ہندو اور مسلم یکساں طور پر دکھائی دیتے ہیں۔ مسلم مجاہدین اور صوفیائے کرام نے اپنے قول و عمل سے جس تصوّرِ اللہ اور تصوّرِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف کرایا، اس سے دینِ اسلام کی ترویج و اشاعت ہوئی۔ بہت سے لوگ اپنے قدیم دھرم کو چھوڑ کر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ جن لوگوں پر تبلیغ کا اثر نہ ہوا انہوں نے اسلام کے تصورِ اللہ کو قبول نہ کرنے، اپنے دھرم پر قائم رہنے کے باوجود مرتبۂ ذاتِ گرامی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار نہیں کیا، بلکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی والہیت و شیفتگی کے اظہار میں کبھی بخل سے کام نہیں لیا۔ قدیم اردو تحریروں میں ہندو بھی مسلمانوں کی طرح نحمدہ و نُصلّی علیٰ رسولہ الکریم لکھا کرتے تھے اور خدائے بزرگ و برتر کی توصیف کے بعد نعت کے طور پر کچھ ضرور لکھتے تھے۔ یہ التزام پنڈت دیا شنکر نسیم کی مثنوی اور منشی طوطا رام شایاں کی داستان امیر حمزہ میں بھی ملتا ہے۔" ڈاکٹر سید عبداللہ نے اپنی تصنیف "ادبیات فارسی میں ہندوؤں کا حصہ" میں "ہندوؤں پر فارسی تعلیم کے اسلامی اثرات" کے عنوان سے لکھا ہے "سب سے پہلی

بات یہ ہے کہ ہندوؤں نے سٹایل کے علاوہ بعض ان مذہبی اثرات و رسمیات کو بھی اپنی کتابوں میں قائم رکھا جو مسلمانوں کی محبوب خصوصیات تھیں لیکن ہندوؤں کا انہیں اختیار کر لینا بہت کچھ قابلِ تعجب ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الحمدللہ، صلی اللہ علیہ وسلم، اس کے علاوہ اپنے آپ کو "برلب گور" لکھنا۔۔۔۔ وغیرہ الفاظ اس کثرت کے ساتھ کتابوں میں آتے ہیں کہ اگر مصنف کا نام معلوم نہ ہو تو بہ مشکل پتا چل سکتا ہے کہ مصنف کوئی ہندو ہے"۔

محترم انیس چشتی رابطۂ ادبِ اسلامی کی عالمی ادبی کانفرنس منعقدہ ۷ تا ۹ر اکتوبر ۱۹۸۸ء بمقام اورنگ آباد مذاکرہ بعنوان "نعتیہ شاعری، تاریخی و علمی جائزہ" میں پیش کئے گئے اپنے مقالے "اردو کے ہندو نعت گو شعراء" میں ہندوؤں کی نعت گوئی کا پس منظر بتاتے ہیں۔ "ہندوستان کی سرزمین کو یہ فخر حاصل ہے کہ اسلامی روایات کا پاس رکھنے والے افراد نے یہاں صرف مذہب اسلام کی آبیاری نہیں کی بلکہ یہاں کے دیگر مذاہب کے ماننے والوں میں اسلام کے روحِ رواں صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایسا تاثر دیا کہ اس ملک میں بسنے والے دیگر طبقات سے متعلق افراد نے بھی ایک سچے محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرزِ زندگی اور اخلاق و عادات کو اپنی زندگی کا خاصہ بنایا اور جب شعر گوئی کی طرف رغبت اختیار کی تو مدحِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے جوہر دکھائے کہ بے ساختہ ان کی وابستگی اور نسبت پر داد دینے کو جی چاہتا ہے۔" ممتاز محقق محترم ادیب رائے پوری کا تجزیہ یہ ہے کہ "دراصل برصغیر پاک بھارت کی زبان متفقہ اور متحدہ، اردو ہی تھی۔ علم و ادب کے میدان میں فارسی کو بھی دخل تھا، اس لئے جہاں مسلمانوں نے اپنی عقیدت و جذبات کا اظہار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نعتیہ اشعار کی صورت میں کیا، اردو ادب سے گہری وابستگی اور اس ادب کے روحانی افکار کے اثرات کے سبب ہندوؤں نے بھی یقیناً" اچھا خاصا نعتیہ ادب پیش کیا۔۔۔۔ برصغیر کے مسلمانوں نے غیر مسلم تہذیب پر جو اپنے اثرات مرتب کئے اور دیگر غیر مسلمین نے اسے قبول کیا، یہ ادبِ اسلامی کے اس پاکیزہ اور نورانی حصہ کا اثر تھا جو ہر خرافات سے پاک، کلامِ طیب و طاہر تھا۔ دوم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کا اعجاز بھی پایا جاتا ہے کہ وہ ہر دل میں گزر رکھتا ہے"۔

پروفیسر محمد اکرم رضا نے اپنے ایک جامع مضمون میں ان محرکات کے ساتھ ساتھ چند دوسرے پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالی ہے جن سے صرفِ نظر نہیں کیا جاسکتا۔ فرماتے ہیں "ایک سوال اُبھرتا ہے کہ غیر مسلم شعراء اس کثرت اور تیزی کے ساتھ نعت گوئی کی طرف کیوں مائل ہوئے؟ اس ضمن میں پہلا حوالہ خود سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے جن کے کردار کی سربلندیوں نے اپنوں کے ساتھ ساتھ اغیار کو بھی اس شدت کے ساتھ متاثر کیا۔ تاریخ انسانیت کھلی کتاب کی طرح سب کے سامنے ہے جب غیر مسلم دانشور اور محققین تعصب سے پاک ہو کر بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس معاملے میں انہیں اور کوئی شخصیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کھڑی نظر نہیں آتی۔ ان کے ذہن و ضمیر بے ساختہ اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کہ اسوۂ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ مینارۂ نور ہے جس سے پھوٹنے والی روشنی اقوامِ عالم کو ابد تک متاثر کرتی رہے گی۔۔۔ غیر مسلم شعراء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت نگاری کی طرف مائل کیونکر ہوئے؟ اس کے کئی اسباب ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ برصغیر میں اسلام صوفیاء کی تبلیغی اور اصلاحی کاوشوں کی بدولت پھیلا ہے۔ ان صوفیاء کی تعلیم محبت، خلوص اور شفقت و عنایت پر مبنی ہے۔ یہ بے سروسامان اللہ والے فقط رحمتِ ایزدی کے سہارے دور دراز کے علاقوں کو اپنی تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز بناتے تھے۔ ان صوفیاء اور مشائخ کی بارگاہ میں مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلم بھی حاضر ہوتے۔ بعض تو حلقہ بگوشِ اسلام ہو جاتے اور جو اسلام قبول نہ کرتے وہ بھی ان صوفیاء کرام کی عقیدت میں اس حد تک آگے چلے جاتے کہ انہیں صوفیاء کے ملجا و ماویٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات بے حد محترم و محتشم نظر آتی اور ان کا قلم بے اختیار صفت و ثنائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جواہر لٹانے لگتا۔۔۔ پھر یوں بھی ہوتا ہے کہ جب شاعر فن شاعری میں اپنی صلاحیتوں کا جادو جگاتا ہے تو وہ اپنے دور کی مروجہ اصنافِ سخن کا جائزہ لیتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ وہ تمام اصنافِ سخن میں اپنی حیثیت کو مستند بنانے کی سعی کرے۔ اس لئے بھی جب غیر مسلم، شاعری کے میدان میں آگے بڑھتا ہے تو تمام اسالیبِ سخن کے حوالے سے اپنے فن کا ظہور چاہتا ہے۔ تاریخِ ادب میں ایسے بے شمار نام محفوظ ہیں جنہوں نے غزل، نظم، مسدس وغیرہ کے

ساتھ نعت، مرثیہ اور منقبت میں بھی طبع آزمائی کی۔ ہم ان تمام غیر مسلم شعراء کی ترجمانی تو نہیں کر رہے ہیں لیکن ان میں سے ایک بہت بڑا گروہ ایسا تھا جو دوسروں کی دیکھا دیکھی نعت میں اس لئے طبع آزمائی کر رہا تھا کہ نعت صنفِ شاعری کے طور پر ایک تحریک بن چکی تھی اور شاعر اس کو سمجھا جاتا تھا جو کسی بھی صنفِ سخن میں پیچھے نہ ہٹے ۔۔۔ ہمارے خیال میں غیر مسلم شعراء کی نعت کی طرف مائل ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جب وہ اردو شاعری کی طرف راغب ہوتے تھے تو انہیں اصلاحِ سخن کے لئے کہنہ مشق شعراء کی تلاش ہوتی تھی۔ اردو شاعری میں بیشتر استاد شاعر مسلمان ہوتے تھے جب غیر مسلم شعراء ان مسلم شعراء کے سامنے زانوئے ادب تہہ کرتے تھے تو پھر۔ جمال ہم نشیں در من اثر کرد ۔۔۔ کے مصداق اپنے مسلم اساتذہ کی پسند و ناپسند کو اپنی پسند و ناپسند بنا لیتے۔"

ڈاکٹر طلحہ رضوی برق نے بھی اپنے ایک مضمون میں یہی رائے قائم کی ہے کہ "اردو کے غیر مسلم شعراء میں خصوصیت کے ساتھ ہر دور میں چند نعت گو شعراء نظر آتے ہیں جنہوں نے کچھ تو رسمِ شاعری کے طور پر اور کچھ نے گہری عقیدت کے ساتھ نعتیں لکھی ہیں۔" مولانا سعید احمد اکبر آبادی (۱۹۰۸ء - ۱۹۷۵ء) مدیر "برہان" دہلی کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آپ نے فانی مراد آبادی کے مرتبہ تذکرے کے پیش لفظ میں غیر مسلم شعراء کی نعت کی طرف توجہ کی بنیاد یہ بتائی ہے "آپ صلی اللہ علیہ وسلم رحمت للعالمین بن کر تشریف لائے۔ اس حیثیت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم انسانیت پر جو عظیم احسانات کئے ہیں، کوئی شخص بھی، بشرطیکہ عناد و تعصب نے اس کی آنکھوں کو خیرہ نہ کر دیا ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر نہیں ہو سکتا۔ ان احسانات اور ذاتی اوصاف و کمالات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کو اس درجہ دلکش اور محبوب بنا دیا ہے کہ کسی شخص پر اس کی ایک ادنیٰ سی جھلک بھی پڑ جاتی ہے اور طبیعت کی سلامتی اس کی رفیق ہوتی ہے تو اس کے دل و دماغ بے اختیارانہ طور پر اس شخصیت کے لئے عظیم احترام و محبت کے جذبات سے لبریز ہو جاتے ہیں اور اگر وہ شاعر بھی ہوتا ہے تو یہی جذبات مدح کا، جسے اصطلاح میں نعت کہتے ہیں، روپ دھار کر زبان قلم سے تراوش پانے لگتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے علاوہ نیک دل ہندو حضرات نے بھی حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کثرت سے نعتیں لکھی ہیں اور جس طرح مسلمانوں میں حضرت محسن کاکوروی اور مضطر خیر آبادی نعت گوئی میں خاصی شہرت رکھتے ہیں' اسی طرح ہندوؤں میں' سکھوں میں بھی بعض خاص شاعر ہیں جو اس وصف میں کمال رکھتے ہیں۔"

محترم راجا رشید محمود نے غیر مسلموں کی نعت گوئی کو بجا طور پر نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آفاقی شخصیت کا اعجاز قرار دیتے ہوئے لکھا ہے۔ "حضور رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی تعریف و ثناء پر ہر وہ شخص تیار ملتا ہے' جسے سرکارؐ کی حیات طیبہ کے چند گوشے بھی مطالعے کے لئے نصیب ہو جائیں' کوئی شخص سرورِ کائنات علیہ السّلام کے بارے میں کچھ علم حاصل کرے' انؐ کی سیرتِ پاک کا مطالعہ کرے' انؐ کے ارشادات عالیہ سے آگاہ ہو' ـــــ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدّاح نہ ہو جائے' ایسا ممکن نہیں۔ چنانچہ برصغیر کے غیر مسلم شعراء نے بھی آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثناء میں زمزمہ پیائی کی ہے۔" ڈاکٹر محمد اسحٰق قریشی نے غیر مسلم شاعروں کی نعتیہ کاوشوں کا جائزہ لیتے ہوئے تحریر کیا ہے۔ "غیر مسلم شعراء کی نعتوں کا داخلی مطالعہ واضح کرتا ہے کہ ان کے ہاں صرف تتبع یا معاشرتی رواداری ہی نہیں' جذبوں کا سیل بے پناہ بھی ہے۔ ذہنی گرویدگی اور قلبی تپش نے نعت کو صادق جذبوں کا سیل بے پناہ بنا دیا ہے۔ ـــــ غیر مسلم شعراء کے کلام میں جذبات کا خلوص بھی ہے اور بات کرنے کا سلیقہ بھی' یہ محض ایک رواداری کا معاملہ نہیں' والہانہ عقیدت کا اثر ہے۔" اس بات کی تائید ممتاز صاحبِ قلم محترم شان الحق حقی نے بھی کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ "غیر مسلموں کی نعتوں کے مطالعہ سے یہ بات ظاہر ہے کہ یہ محض تفننِ طبع کے لئے نہیں کہی گئیں۔ ان شعراء کو کوئی مجبوری لاحق نہ تھی کہ نعت کے کوچے میں در آئیں۔ یہ ذاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی معجزانہ مقبولیت اور اس جذب و کشش کی شاہد ہیں جو سیرتِ پاک میں ہر ہوش مند انسان کے لئے موجود ہے۔"

ان تمام وجوہات کے ساتھ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں نے اپنے ہادیٔ برحق کی تعریف و توصیف کے ان جذبات کو بلا امتیاز سراہا' ان کے جذبات عقیدت کی قدر کی' ان کی شعری صلاحیتوں میں ان صداقتوں کے اظہار کو پسند کیا اور ہر دور میں انہیں خراجِ تحسین پیش کیا۔ **مثلاً** "جن ممتاز دانشوروں نے غیر مسلم حضرات کی نعتیہ شاعری

پر گفتگو کی ہے ان میں حضرت مولانا انجم فوقی بدایونی (م ۱۹۹۵ء) بھی شامل ہیں۔ آپ فرماتے ہیں "غیر مسلم شعراء "نعت برائے نعت" کے زمرے میں نہیں آتے بلکہ انہوں نے اسلامی عقائد و افکار کے علاوہ سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی گہرا جائزہ لیا ہے اور مسلمانوں کی تاریخ و تہذیب سے بھی واقف رہے ہیں۔ بیشتر شعراء کی نعتیں زبان و بیان، ندرت و شگفتگی اور اسلامی حقائق و ادب کے حوالہ سے قابلِ مطالعہ بھی ہیں، لائقِ تحسین بھی۔" علم و ادب کی معتبر شخصیت اور خاندانِ شیفتہ کے فرد محترم افتخار احمد عدنی نے ان شعراء کی نعتوں کے حوالے سے زبان و بیان کے ایک وصف کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "ہندو نعت گو شعراء کے کلام کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے ہندی الفاظ کے ساتھ ہندی شاعری کے استعارے بھی اپنی نعتوں میں آزادی کے ساتھ استعمال کئے ہیں اور اس طرح اردو کے نعتیہ کلام کو ایک نیا رنگ دیا ہے جسے مسلم شعراء نے بھی شوق سے اپنایا ہے۔" "اردو ٹائمز" بمبئی ۱۴ر مئی ۱۹۸۹ء کی اشاعت میں غیر مسلموں کی نعتیہ شاعری پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے محترم جون کاظمی نے تحریر کیا ہے "عام طور پر مسلمان نعت گو شعراء کی نعتوں میں پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس حد تک جوشِ عقیدت کا مظاہرہ کیا جاتا ہے کہ اکثر نبوّت اور الوہیت ایک دوسرے میں ضم ہوتی نظر آتی ہے لیکن حیرت انگیز طور پر "نورِ سخن" کی نعتوں میں یہ عیب دیکھنے کو نہیں ملا۔ ہندو شاعروں نے نعت کہتے وقت سوامی، اوتاری، بالم، پیا موہن وغیرہ جیسے الفاظ کا استعمال نہیں کیا جو عام طور پر مسلم نعت گو شعراء کے نعتیہ کلام میں پایا جاتا ہے۔" اس تبصرے میں اختلاف کی گنجائش بڑی حد تک موجود ہے کہ درج بالا الفاظ عام طور پر مسلمانوں نے استعمال نہیں کئے ہیں۔ ہندوستان کلچر سے متاثر چند ہی شعراء نے ان الفاظ کو نعت میں استعمال کیا ہے۔

غیر مسلم شعراء کے نعتیہ کلام میں جذبات کی حدّت بڑی حد تک محسوس ہوتی ہے ان کے پیرایۂ اظہار میں بے ساختگی اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ وہ مصلحتاً "نعت نہیں کہہ رہے ہیں۔ جناب مسعود احمد برکاتی کی رائے ہے کہ "غیر مسلم شعراء کے نعتیہ کلام کے مطالعے کے بعد بعض شعراء کو تو غیر مسلم کہنے کو بھی دل نہیں چاہتا۔ ان کے کلام میں فن کا اہتمام ہی نہیں، اور الفاظ کا حسن ہی نہیں، ان کے احساسات اور جذبات کی

پاکیزگی اور سچائی بھی دل پر اثر کرتی ہے۔" مولانا سید رفیق عزیزی فرماتے ہیں۔ "غیر مسلم شعراء کے کلام سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان میں بہت سے حضرات نے قرآن کریم میں سرکارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے مناقب کو علی الخصوص پڑھا ہے۔ اس کے علاوہ عرفاء کے بیان کردہ مضامینِ نعت کا بھرپور مطالعہ کیا ہے اور بلیغ مضامینِ نعت کو اپنی نعت کا جزو اعلیٰ بنایا ہے۔" محترمہ صبیحہ نسرین نے روزنامہ "سیاست" حیدر آباد (بھارت) کی ۴ر ستمبر ۱۹۸۹ء کی اشاعت میں "نورِ سخن" کے حوالے سے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔" ---- وہ شعراء جو مذہب اسلام کے پیرو تو نہیں مگر عشقِ محمدی صلی اللہ صلی وسلم سے مست و سرشار ہیں جن کو اصطلاحا" غیر مسلم اور استحسانا" ہم مشرب کہا جاتا ہے' ان کا یہ منتخب کلام دل کے سرور اور آنکھ کے نور کا آئینہ دار ہے۔"

اکثر محققین اور مصنفین نے بعض غیر مسلم شعراء کے نعتیہ کلام پر تبصرے کئے ہیں اور ان کی نعت نگاری کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ مولانا عبدالماجد دریا آبادی (۱۸۹۲ء - ۱۹۷۷ء) مشہور شاعر بالمکند عرشؔ ملسیانی کی نعتیہ شاعری کے ضمن میں مسلم ہندو مخلوط معاشرے میں اس انداز کی شاعری سے نمایاں ہونے والی باہمی محبت و یگانگت کی فضاء کے بارے میں فرماتے ہیں۔ "قومی اور اجتماعی حیثیت سے ---- وہ اس وقت بڑی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ ایک پُل' ایک بَرزخ اور ایک رَبط کا کام دے رہے ہیں۔ ملک کی دو بڑی قوتوں' دو بڑی تہذیبوں' دو بڑے مذہبوں کے درمیان' وہی خدمت جو ماضی قریب میں اس ملک و وطن کی دو محترم ہستیاں انجام دے چکی ہیں ایک مسز سروجنی نائیڈو (۱۸۷۹ء - ۱۹۴۹ء) اور دوسرے مہاراجہ یمین السلطنت سرکشن پرشاد شادؔ (۱۸۶۴ء - ۱۹۴۰ء)۔

پروفیسر سید یونس شاہ مصنف "تذکرہ نعت گویانِ اردو" پنڈت ہری چند اخترؔ (۱۹۰۰ء - ۱۹۵۸ء) تلمیذ ابوالاثر حفیظؔ جالندھری (۱۹۰۰ء - ۱۹۸۲ء) کے بارے میں لکھتے ہیں۔ "ان کی نعتوں میں معنوی اعتبار سے بڑی عظمت اور جلالت کا اظہار پایا جاتا ہے۔ مقصدِ بعثت اور شانِ رسالت کا مقصود ان کی نعتوں کا مقصود ہے۔ نعتیہ کلام میں آمد ہی آمد ہے اور اس طرح تکلف و تصنع سے پاک ہے۔" "اردو میں نعت گوئی" کے مصنف ڈاکٹر ریاض مجید نے سادھو رام آرزوؔ سہارنپوری (۱۹۰۰ء - ۱۹۸۳ء) کے محاسنِ کلام پر

روشنی ڈالی ہے۔ فرماتے ہیں۔ ”آرزو سہارنپوری کا نعتیہ کلام شیفتگی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مظہر ہے۔ صنفِ نعت سے ان کی وابستگی سرسری نہیں۔ ان کی نعتوں کا والہانہ پن بتاتا ہے کہ انہوں نے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوب کر نعتیں لکھی ہیں۔ معنوی و صوری خوبیوں کے علاوہ حسن و تاثیر ان کی نعتوں کا جوہر ہے۔“ ”جشنِ آرزو“ کے مجلّہ میں محترم توصیف علوی کیرانوی نے بھی آرزو سہارنپوری کو ان الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ ”آرزو سہارنپوری کو جب نعت اور منقبت کے آئینہ اور شیشے میں دیکھا جاتا ہے اور گہرائی سے ان کی نگارشات کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو حیرت ہوتی ہے کہ وہ غیر مسلم ہونے کے باوجود اردو ادب کی اس سخت ترین منزل، شعر و سخن کی اس نازک ترین اور مخصوص شاہراہ میں ایک ایسے منفرد اور ممتاز مقام کے حامل ہیں جہاں اچھے اچھے مسلم شعراء ان کے ہم پلّہ اور حلیف نظر نہیں آتے۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ ایسے نام نہاد کفر بردار پرستارِ احمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن پر حاملانِ دین اور حاملانِ ایمان کو بھی رشک آتا ہے۔“

ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاقؔ نے اپنے تحقیقی مقالے میں منشی شنکر لال ساقیؔ کی نعتوں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔ ”ساقیؔ کی نعتوں سے کہیں یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ یہ ایک غیر مسلم کا اظہارِ عقیدت ہے۔۔۔ شاعر جابجا شرک اور کفر کی برائی اور توحید کے مضامین کو بلا تکلف باندھتے ہیں۔ اس جگہ نہ تو ابہام کو دخل ہے اور نہ کسی تاویل کی گنجائش۔“ انہوں نے راجہ مکھن لال مکھنؔ کی نعتیہ شاعری کے بارے میں اپنی اس رائے کا اظہار کیا ہے۔ ”جہاں مکھنؔ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اپنے داخلی جذبات کا اظہار کیا ہے وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسن کا بیان بھی ان کے کلام میں پایا جاتا ہے۔ ان محاسن میں داخلی اور خارجی دونوں ہیں۔“

لطیف احمد اخترؔ مینائی (۱۸۷۱ء۔ ۱۹۴۰ء) تلمیذ جلیلؔ مانکپوری نے سرکشن پرشاد شادؔ کی نعت گوئی پر ”خمکدہ نعت موسوم بہ ہدیۂ شاد“ میں شامل تقریظ میں تحریر کیا ہے۔ ”کلام خود کہتا ہے کہ ایسے سوز و گداز کے اشعار بغیر دل کی لگی کے نہیں نکلتے۔“ شادؔ کے رنگِ سخن کے بارے میں آپ کی رائے ہے۔ ”حق تو یہ ہے اس گویائی کا رنگ امیرؔ کے رنگ سے بہت کچھ ملتا جلتا ہے۔“ اور پھر یہ اعزاز بھی ایک غیر مسلم شاعر یعنی شادؔ کو ہی

حاصل ہے کہ ان کا کلام مدینتہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس کتب خانہ کی دیوار پر آویزاں ہے جو مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے متصل شیخ الاسلام عارف حکمت بے نے قائم کیا تھا۔ یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ افضل العلماء ڈاکٹر ٹھنکا شعیب عالم کی ضخیم تصنیف

ARABIC, ARWI AND PERSIAN IN SARANDIB AND TAMIL NADU

مطبوعہ ۱۹۹۳ء کے صفحہ نمبر ۳۴۳ پر تحریر ہے کہ مدرسہ عبدالعلی بحرالعلوم مدراس کے طالب علم مکھن لال خؔرد نے "مسجد والا جاہی" ٹرپلیکین کی تعمیر کے آغاز پر "ذکر اللہ اکبر" سے تاریخ نکالی تھی جس سے ۱۲۰۹ھ برآمد ہوتا ہے۔ یہ تاریخ آج بھی مسجد کے مرکزی ہال کی محراب پر سب سے پہلے کندہ ہے۔ مکھن لال خؔرد مولانا عبدالعلی اور حضرت شرف الملک کے شاگرد تھے اور اپنے ہندو ہمعصر عربی اور فارسی اسکالرز اور شعراء لالہ جسونت رائے منشؔی، منشی جگن ناتھ پرشاد عزؔت اور ندوؔی وغیرہ میں نمایاں حیثیت کے حامل تھے۔ لالہ جسونت رائے منشی بھی فارسی کے معتبر شاعر و ادیب تھے۔ انہوں نے ایک طویل مثنوی "سعید نامہ" کے عنوان سے لکھی۔ ان کی دوسری مثنوی "لال و ہیرا" بھی مشہور ہے۔ انہوں نے "خردنامہ غواصی" کا ترجمہ بھی کیا ہے۔

چودہری دلوؔرام کوثؔری کی نعتیہ شاعری کو تقریباً" تمام ناقدینِ فن نے سراہا ہے۔ ان کے جذبات کی صداقت کا ہر صاحبِ ایمان معترف ہے۔ ڈاکٹر سید دلدار علی فرمان فتح پوری (پ ۱۹۲۶ء) فرماتے ہیں کہ "انہوں نے نعت گوئی میں زبان و بیان کو بڑی ہنرمندیاں دکھائی ہیں۔ ان کا کلام ظاہر کرتا ہے کہ نعت گوئی ان کی ذہنی کاوش یا محض محنت کا نتیجہ نہیں بلکہ ان کے دل کی آواز اور ان کی طبع شاعرانہ کی فطری جولانگاہ تھی اسی لئے ہر جگہ ان کی سادگی ایک طرح کی پرکاری لئے رہتی ہے۔" حضرت پیر جماعت علی شاہؒ نے دلورام کوثری کی نعت سے متاثر ہو کر انہیں "حسان الہند" کا خطاب دیا تھا۔ بیشتر محققین کی رائے ہے کہ نام کی صراحت کے بغیرہ یہ نعتیہ کلام منظرِعام پر آئے تو یہ کہنا مشکل ہوگا کہ یہ کسی غیر مسلم کا ہدیۂ عقیدت ہے۔ موصوف نے عمر کے آخری حصہ میں اسلام قبول کرلیا تھا۔

سید شریف الحسن نقوی (پ ۱۹۲۷ء) نے گرسرن لال ادیب لکھنوی (پ ۱۹۰۲ء) کے مجموعۂ نعت و مناقب "نذرانۂ عقیدت" کے پیش لفظ میں ادیب کی نعت نگاری کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے "ادیب صاحب کی جو نعتیں اس مجموعے میں شامل ہیں وہ حبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان افروز جذبے میں سر تا سر ڈوبی ہوئی ہیں لیکن اس جذبے کی سرشاری نے ان کے پائے قلم میں وہ لغزشیں کہیں نہیں آنے دی ہیں جس سے یہ گمان گزرے کہ وہ صراطِ مستقیم سے بال بھر بھی اِدھر اُدھر ہوگئے ہیں۔" محترم حسن الدین احمد نے داموودر ذکی ٹھاکور (۱۹۰۳ء - ۱۹۷۶ء) کے مجموعہ کلام "اِرج" میں حرفِ عقیدت کے عنوان سے ان کی نعتیہ شاعری کے حوالے سے یہ جملے تحریر کئے ہیں۔ "نعت گوئی میں بھی ذکی کا مقام بلند اور قابلِ قدر ہے۔ ان کے نعتیہ اشعار سے عقیدت و احترام کا پورا پورا اظہار ہوتا ہے۔" اسی مجموعۂ کلام میں ذکی ٹھاکور کی چودہ نعتیں اور پانچ قطعات شامل ہیں۔

پنڈت ہری چند اختر (۱۹۰۰ء - ۱۹۵۸ء) کی نعت کا آخری شعر ہے۔

آدمیت کا غرض ساماں مہیا کر دیا
اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا

پروفیسر ممتاز حسن (۱۹۰۷ء - ۱۹۷۴ء) نعت کے حوالے سے شائع ہونے والے مضمون میں اس شعر کی معنی آفرینی پر اپنے تاثرات ان لفظوں میں بیان کرتے ہیں۔ "اس غیر مسلم کی سعادت کا کیا کہنا جس کی بصیرت نے ہم مسلمانوں سے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے اس پہلو کو دیکھا، سمجھا اور سمجھایا۔"

ڈاکٹر طلحہ رضوی برق بھارت سے شائع ہونے والی نعتیہ ادب کی پہلی کتاب "اردو کی نعتیہ شاعری" میں رگھوندر راؤ جذبؔ عالم پوری (۱۸۹۴ء - ۱۹۷۳ء) اور مصرؔ کے نعتیہ کلام کی خصوصیات کے بارے میں لکھتے ہیں۔ "جذبؔ اور مصرؔ کی نعتیں اردو کی فنکارانہ اور عمقِ دل سے کہی گئی نعتوں کی نمائندہ ہیں۔ ایک سرشاری ایک بے خودی، ایک جذب، ایک کیفیت اور ایک مستی کا عالم ہے جو ایک ایک شعر سے مترشح ہے۔ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ اشعار کسی غیر مسلم کے ہیں۔" "شام و سحر" لاہور کے نعت نمبر میں شامل اپنے ایک مضمون بعنوان "اردو میں نعت نگاری --- ایک جائزہ ۱۹۷۵ء تک"

میں ڈاکٹر محمد انور الدین انور سدید (پ ۱۹۲۸ء) تحریر کرتے ہیں۔ "اردو شعروادب میں جگن ناتھ آزاد، عرش ملسیانی اور ہری چند اختر کی نعتیں اس پائے کی ہیں کہ ان میں وفور جذبات کی صداقت پوری شان سے جلوہ گر ہوتی ہے۔"

الٓن جون مخلص بدایونی (۱۸۷۹ء - ۱۹۵۵ء) تلمیذ شیخ محمود حسن جلیل بدایونی (م ۱۹۱۸ء) پہلے مسیحی شاعر ہیں جن کا مجموعۂ نعت و مناقب "گلدستۂ نعت" ۱۹۳۹ء میں بدایوں سے شائع ہوا۔ "تذکرہ غیر مسلم شعرائے بدایوں" کے مؤلف شاداب ذکی بدایونی نے اپنے تذکرے میں مخلص بدایونی کے نعتیہ کلام کے بارے میں لکھا ہے کہ "آپ کے یہاں عقیدت و احترام کے ساتھ نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اچھے نمونے ملتے ہیں۔"

اردو ادب کی بیشتر اہم شخصیات نے نعتیہ شاعری کے محاسن کو تو نمایاں کیا ہی ہے مگر بعض اہم دانشوروں نے غیر مسلموں کی نعتیہ شاعری کو تنقیدی رُخ سے بھی دیکھا ہے۔ نعتیہ شاعری کے حوالے سے شائع ہونے والی ایک اہم کتاب ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی تصنیف کردہ ہے۔ جس میں آپ نے لکھا ہے۔ "نعت گوئی سے دلچسپی کا اظہار صرف مسلمانوں نے ہی نہیں غیر مسلم شعراء نے بھی کیا ہے۔ یہ سلسلہ زمانہ قدیم سے چلا آرہا ہے اور آج بھی کسی نہ کسی طور پر جاری ہے ---- مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمان شعراء کی طرح غیر مسلم شعراء کی نعتوں کا بیشتر حصہ یکسر رسمی ہے۔" محترم راجا رشید محمود نے اس پر روشنی ڈالی ہے۔ فرماتے ہیں۔ "کئی غیر مسلموں کی نعتوں میں بھی ایسے مضامین پائے جاتے ہیں جن میں حمد و نعت کے فرق کو اور ان کے آپس میں تعلق کی نزاکت کو پیش نظر نہیں رکھا جاتا اور مسلمان عوام (بلکہ خواص بھی) کی حوصلہ افزائی سے یہی راہ مستقل ہو جاتی ہے ---- اس صورت حال میں غیر مسلموں کی نعتوں کو پڑھتے ہوئے قارئین کرام کے ذہن میں یہ بات راسخ ہونی چاہئے کہ غیر مسلموں کے جذبات استحسان کے اظہار میں، ایمان کی مبادیات کا کوئی تعلق نہیں ہوتا، اس لئے ان کے لئے نعت کے معاملے میں کچھ حدود و قیود نہیں ہیں۔ ہمارے لئے ہیں۔ جو موضوعات و مضامین غیر مسلموں نے نظم کئے ہیں، وہ عموماً" وہی ہیں جو مسلمان بیان کرتے ہیں لیکن مسلمانوں کے ہاں جو احتیاط، حد بندی اور رکھ رکھاؤ ہے، وہ غیر مسلموں کے ہاں نہیں

ہو سکتی، اور شاید ضروری بھی نہ ہو۔" ان آراء سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ بعض غیر مسلموں نے بھی بعض مسلمانوں کی پیروی کی ہے۔ غیر مسلم ہونے کی وجہ سے ان کا نعتیہ کلام اعترافِ صداقت کے زمرے میں آتا ہے اس لئے انہیں ممتاز کرتا ہے۔ بقول شاہ رشاد عثمانی مصنف "اردو شاعری میں نعت گوئی" کہ "سچی بات تو یہ ہے کہ ان شعراء نے نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی والہانہ وابستگی اور پر خلوص عقیدت کو ایسے اشعار میں پرو دیا ہے کہ ان نعتوں پر امّتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ افراد بھی انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں۔"

راجا رشید محمود مدیر ماہنامہ "نعت" لاہور نے "غیر مسلموں کی نعت" حصہ دوم میں ایک قابلِ ذکر اداریہ لکھا ہے جس کے مندرجات دعوت فکر بھی دیتے ہیں۔ تحریر فرماتے ہیں۔ "میرا سر تو ہر اس شخص کے آگے **مستقلاً** خم سمجھو جو اپنا سر مرے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جھکاتا ہے۔ وہ کوئی بھی ہو۔ میں تو ایسے غیر مسلموں کا بھی نام لیوا ہوں اور رہوں گا۔ میرے اس رشتہ نیاز کا حلقہ بہت وسیع ہے لیکن ---- غیر مسلموں کی مدح سرائی کے دو پہلو ہیں۔ ایک طرف تو دوسرے مذاہب کے ایسے ماننے والے، حضور حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ان امتیوں سے بہتر لگتے ہیں جو آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و ثناء میں بخل سے کام لیں۔ اس صورتحال کا ایک رخ یہ ہے کہ امتی اپنے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف کا دائرہ گفتار سے کردار تک وسیع کریں، ورنہ وہ کئی جہتوں میں غیر مسلموں سے مختلف اور اونچے دکھائی نہ دیں گے۔ ہم بھی اپنے آقا مولا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں تر زبان ہوتے ہیں اور رام سروپ یا روپ سنگھ بھی ان کی ثناء میں زمزمہ خواں ہوں ---- نہ وہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مانتا ہے، نہ میں اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر چلتا ہوں۔ ہم تو کلمہ گو ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہمارے ایمان کی بنیاد ہے، حضورؐ کی تعریف ہمارا فریضہ ہے اور ---- کسی غیر مسلم پر ایسی کوئی پابندی نہیں! پھر بھی وہ آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں رطب اللسان ہے۔ تو وہ ہم سے بڑا ہے۔ بہت بڑا ہے۔"

غیر مسلم شاعروں نے اپنی نعت گوئی کو عطیۂ خداوندی اور عرفانِ محمد صلی اللہ علیہ

وسلم قرار دیتے ہوئے اور اپنی نعت نگاری کو باعثِ فخر سمجھا ہے۔ چند شعراء کے اشعار دیکھیے۔

دی دادِ سخن مجھ کو ہر اک پیر و صبی نے
اعزاز بڑھایا ہے مرا نعت نبیؐ نے

(پیارے لال رونق دہلوی)

ہر ایک کا حصہ نہیں نعتِ نبیؐ جوؔہر
اللہ جسے بخش دے عرفانِ محمدؐ

(چندر پرکاش جوہر)

کیوں نہ ہو فخر، یہ توقیر ہے کیا کم ہمدؔم
بخش دی نعت کی جاگیر نبیؐ نے مجھ کو

(گوری پرشاد ہمدم)

اترے ہیں جب بھی ذہن میں اشعار نعت کے
اے سوؔز انؐ سے میری عقیدت سوا ہوئی

(ہیرا نند سوز)

پڑھتا ہوں نعت جب میں تو کہتے ہیں اہل دل
اے قیسؔ ! تو ہے بلبلِ بستانِ مصطفےٰؐ

(امر چند قیس جالندھری)

یہ سرفرازیاں تھیں ان کی نوازشیں تھیں
لکھی ہے نعت ورنہ کب اپنے بل ذکؔی نے

(دامودر ذکی ٹھاکور)

کاش یہ توفیق دیں حضرت محمدؐ اے روّی
نعت روزانہ لکھوں میں اور گاؤں بار بار

(روی پرکاش بھاردواج)

نعت لکھتی ہے سرکارؐ کی اب
کیا تجّیندر ادا بے ہنر ہے

(تجیندر ادا)

الفتِ حضرتؐ کا ناّفذ ایک ادنیٰ ہے یہ وصف
یہ کمالِ نعت گوئی اور پھر ہندو میں ہے

(نافذ دہلوی)

یہ اثر اسی کا ہے یا نبیؐ! جو عقیدت اس کو ہے آپؐ سے
بھلا نعت کہنا بھی سوّم کے کہیں اختیار کی بات ہے

(سوم مورنڈوی)

غیر مسلم شاعروں کے نعتیہ کلام میں جذبات کی حدّت اور محسوسات کی شدّت کے ساتھ ساتھ وہ شعور اور سلیقۂ اظہار بھی صاف نظر آتا ہے جو نعت کے لئے مخصوص ہے۔ یہ کہنے میں بھی کوئی تعمل نہیں کہ بعض اشعار شعری حسن کے علاوہ نعت کا حق ادا کرتے نظر آتے ہیں اور یقین کے توانا اظہار کا خوبصورت نمونہ ہیں مثلاً"

کیوں وجد آفریں نہ ہو احساسِ زندگی
گونجا ہے ساز روح پہ نغمہ رسولؐ کا

(گوپال کرشن شفق)

منم اے شوّق بیگانہ ز اسلام
مگر کفر است انکارِ محمدؐ

(بابو رگھننلن شوق مراد آبادی)

بہت اچھا ہوا جنت سے نکلے
میسر ہے یہاں کوئے محمدؐ

(دامودر ذکی ٹھاکور)

صاف آ رہی ہے اس سے صدائے درود پاک
پہچانتے ہیں ہم یہ سحاؔ کا مزار ہے

(لکشمی نرائن سخا)

کونین ہے اک کوچۂ محبوبِ دوعالمؐ
فردوس ہے اک گوشۂ دامانِ محمدؐ

(چندر پرکاش جوہر)

مثالِ محمدؐ چہ جوئی، چہ جوئی
نہ یابی، نہ یابی مثالِ محمدؐ

(علامہ امرچند قیس جالندھری)

کون ماہ رو ہے یہ دیکھنے کی خواہش میں
ظلمتوں کے عاشق بھی روشنی میں آئے ہیں

(سیلانی سیوتے)

نہ قول و عمل میں کوئی فرق مطلق
پیامی سراسر، پیام اللہ اللہ

(عرش ملسیانی)

چشمہ فیضان احمدؐ در جہاں
سو بہ سو، گوشہ بہ گوشہ، کوبہ کوست

(راجہ مکھن لال مکھن)

کاش مل جائے کسی روز انہیں رنگِ قبول
ہیں ندامت کے یہ آنسو ہی گنہگار کے پھول

(کنول سیالکوٹی)

فخر یہ بھی ہے محمدؐ کی بدولت حاصل
جو مَلک کو نہ میسر ہو بشر دیکھ سکے

(ماتھر لکھنوی)

تصور میں میرے محمدؐ محمدؐ" تخیل میں میرے محمدؐ محمدؐ
بہاریں مرے اب قدم چومتی ہیں' بہاروں کی مجھ کو ضرورت نہیں ہے

(شمشیر سنگھ شیر)

یہ کیا کہنا یہاں آئے سکوں کی کھوج جس کو ہو
مناسب تو یہ کہنا ہے یہیں آئے

(امن لکھنوی)

غیر مسلم شعراء کے موضوعاتِ نعت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان شعراء کی خاصی تعداد اسلامی تعلیمات اور سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بخوبی واقف ہے اور بعض شعراء نے تو قرآنِ حکیم سے بھی استفادہ کیا ہے۔ ان شعراء کی نعتوں کا ایک اہم پہلو شفاعت طلبی ہے۔ یہاں صرف اسی رخ کے حامل چند اشعار پیش کروں گا جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا توقعات وابستہ کئے ہوئے ہیں۔

مجھے اے برقؔ ! کیا غم ہے بھلا روزِ قیامت کا
شفاعت کے لئے حامی مرے خیرالوریٰ" ٹھہرے

(کنج بہاری لال برق)

چوں سرِ محشر ز محشر عرصہ بر خود تنگ دید
تفتہ گریاں آمد و دامانِ پیغمبر گرفت

(ہرگوپال تفتہ)

میں حشر میں دیدوں گا ثبوت اپنے کہے کا
مجھ سا نہ گنہ گار، نبیؐ سا نہ سخی اور

(رمیش نرائن سکسینہ گلشن بریلوی)

ہیم از تشنگیٔ روزِ جزا نیست صفاؔ
کہ امیدِ کرم از ساقیِ کوثر دارم

(رائے منولال صفا لکھنوی)

سر پہ ہو ان کا دستِ شفاعت اثیمؔ کے
جس دم کھڑا ہو داورِ محشر کے سامنے

(ٹھاکر بوا سنگھ اثیم)

ہے حامی و ممدوح مرا شافعِ عالمؐ
کیفیؔ مجھے اب خوف ہے کیا روزِ جزا کا

(پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی دہلوی)

حشر کا جب آئے دن رکھئے گا کشلؔ کو بھی یاد
اے شفیعِ عاصیاں، اے شفیعِ عاصیاں

(شیر پرتاب سنگھ کشل)

ہندو ہوں بہت دور ہوں اسلام سے لیکن
مجھ کو بھی محمدؐ کی شفاعت پہ یقیں ہے

(برج ناتھ پرشاد مخمور لکھنوی)

اے نبیؐ ! تیری شفاعت تری رحمت کے سوا

تیرا شاعر کسی نعمت کا طلب گار نہیں

(کالیداس گپتا رضا)

عبث ہے فکر تجھ کو اے فدا اپنے گناہوں کی
شفیعِ عاصیاں جب نام ہے تیرے پیمبرؐ کا

(پنڈت جگ موہن ناتھ فدا دہلوی)

قیامت سے مجھ کو ڈراتا ہے ناصح
پتہ ہے کہ میں ہوں غلامِ محمدؐ

(سرجیت سنگھ ناشاد)

ہو عرصۂ محشر میں کہیں فاش نہ پردہ
لے دامن رحمت میں چھپا احمدِؐ مختار

(پنڈت پربھودیال مصر)

نہیں نامی کو کچھ ڈر پرسش روزِ قیامت کا
گنہ گاروں کے سرور ہو، شفیعِ روزِ محشر ہو

(منشی روپ کشور نامی سہارنپوری)

ہمیں دوزخ کی کیا پروا، ہمیں کیوں ڈر ہو محشر کا
ہم عاصی شافعِ روزِ جزا کی بات کرتے ہیں

(اودھے ناتھ نشتر لکھنوی)

یہی نعتِ پیمبرؐ ہوگی اپنی حافظ و ناصر
کریں کس واسطے ہم نغز کھٹکا روزِ محشر کا

(کرشن سہائے نغز بلگرامی)

امیدِ شفاعت پہ جیتا رہا ہوں
مری عمر بھر کی یہی ہے کمائی

(بالمکند عرش ملسیانی)

کیا میری شفاعت میں بھلا دیر لگے گی
کیا مجھ کو نہیں جانتے سلطانِ مدینہ

(سرکشن پرشاد شاد)

پرسشِ روزِ حشر کا کیا ڈر ؟
کیا نہیں میں غلام احمدؐ کا ؟

(مہندر پرتاپ چاند)

یہ سچ ہے جوشؔ شرمندہ ہے، عصیاں کار ہے لیکن
اسے کیا خوف ہو جب شافعِ روزِ جزا تم ہو

(رادھا رمن جوش بدایونی)

سرِ محشر مزے لے لے کر ہر اک سے کہوں گا
میں سودائی محمدؐ کا ہوں دیوانہ محمدؐ کا

(ماہلا رام)

حشر میں ہم سے گنہ گاروں کی قسمت دیکھیں
سر پہ ہے سایۂ دامانِ رسول عربیؐ

(دھرمیندر ناتھ)

غیر مسلم شعراء نے نعت ہی نہیں کہی، اپنے کردار سے بھی اس شعور کا مظاہرہ کیا ہے جو سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطالعہ کے بعد ہی پیدا ہو سکتا ہے۔ صرف ایک واقعہ پر اکتفا کروں گا۔ مشہور نعت گو حضرت امرچند قیس جالندھری مداحِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے لقب سے مشہور ہوئے۔ مقبول انور داؤدی متحدہ ہندوستان میں روزنامہ "سیاست" کے عملہ ادارت میں تھے۔ انہوں نے راجا رشید محمود صاحب کو بتایا کہ امرچند قیس جالندھری نے "سیاست" میں اشاعت کے لئے ایک نعت بھیجی۔ وہ اخبار کے صفحہ اول پر چھاپ دی گئی۔ چند دن بعد ان کی ملاقات قیس صاحب سے ہوئی تو

داؤدی صاحب نے ان کو اتنی اچھی نعت لکھنے پر مبارکباد دی تو قیس صاحب نے بتایا کہ وہ ہندوؤں کی ایک فرم میں کلرک تھے۔ جس دن "سیاست" میں نعت چھپی، اسی دن انہیں ملازمت سے نکال دیا گیا۔ داؤدی صاحب نے یہ خبر سید حبیب مرحوم (سیاست کے مالک و مدیر) کو سنائی تو وہ بہت متاثر ہوئے اور قیس صاحب کے فراغت کے دن سے انہیں "سیاست" میں ملازمت کی پیشکش کرنے کو کہا۔ داؤدی صاحب قیس صاحب سے ملے اور یہ خوشخبری سنائی تو قیس جالندھری فوراً" بولے، "نہیں صاحب، آپ کیا سمجھتے ہیں؟ میں نعت بیچوں گا؟ میں اپنے جذبات کی قیمت وصول نہیں کر سکتا۔" اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ بہت سے نیک دل اور شریف النفس غیر مسلموں نے نعت اپنے حقیقی جذبات کی عکاسی کے لئے کہی ہے۔ اس کا اظہار اس سے بھی ہوتا ہے کہ کالیداس گپتا رضا اپنے اسی (۸۰) صفحات پر مشتمل مجموعۂ نعت و مناقب "اجالے" مطبوعہ بمبئی ۱۹۷۵ء کے پیش لفظ میں تحریر فرماتے ہیں۔ "اجالے، میرا چھوٹا سا مجموعہ ہے جس میں چند نعتیں، سلام، رباعیاں اور قطعے ہیں۔ تین چار نظموں کو چھوڑ کر تمام اشعار ۱۹۷۰ء کے پہلے کے ہیں جب کہ میں کینیا، مشرقی افریقہ کے شہر نیروبی میں مقیم تھا۔ آپ کہیں گے "تقریباً" ربع صدی کا قیامِ افریقہ اور صرف یہی چند اوراق؟" حقیقت یہ ہے کہ اس سے کم از کم تین گنا کلام جو نعتوں اور سلاموں پر مبنی تھا۔ ۱۹۷۰ء میں نقلِ ملک کے دوران ضائع ہو گیا۔" اس پیش لفظ کا آخری جملہ یہ ہے۔ "تمنا ہے میرا یہ حقیر سا مجموعہ جس پر میرا دل و جان نثار ہے، قاری کے لئے باعث تسکینِ دل و جاں ہو۔"

یہ غیر مسلموں کی نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت ہی ہے کہ متعدد شاعروں کی نعتیں ان کے شعری مجموعوں میں ملتی ہیں مگر یہ بات ہر اعتبار سے اہم ہے کہ بعض غیر مسلم شعراء کا نعتیہ ذخیرہ اتنا ہوا کہ ان کے مجموعے منظر عام پر آئے۔ گلبنِ نعتِ کوثری : دلو رام کوثری، ہدیۂ شاد : مہاراجہ سرکشن پرشاد شاد، آہنگِ حجاز : بالمکند عرش ملسیانی، گلدستۂ نعت : الن جون مخلص بدایونی، ظہورِ قدسی : آرزو سہارنپوری، نذرانۂ عقیدت : ادیب لکھنوی، اجالے : کالیداس گپتا رضا، رہبر اعظم : چرن سرن ناز مانکپوری اور اے ہوا موذن ہو : نذیر قیصر شائع ہو چکے ہیں۔ علامہ امرچند قیس جالندھری اور پروفیسر جگن ناتھ آزاد کا ذخیرہ نعت بھی کچھ کم

اللّٰہُ اَکْبَرُ

با فضال رب خالق انام
۱۹۳۹ء

چودہری دلو رام کوثری کا کلام
۱۳۵۷ھ

یعنی

گلبنِ نعتِ کوثری
۱۳۵۸ھ

مرتبۂ خادم الاطباء ظہیر الدین احمد قریشی متوطن ویلور

حسب ارشاد ساہوکار ذی وقار جناب فیضمآب

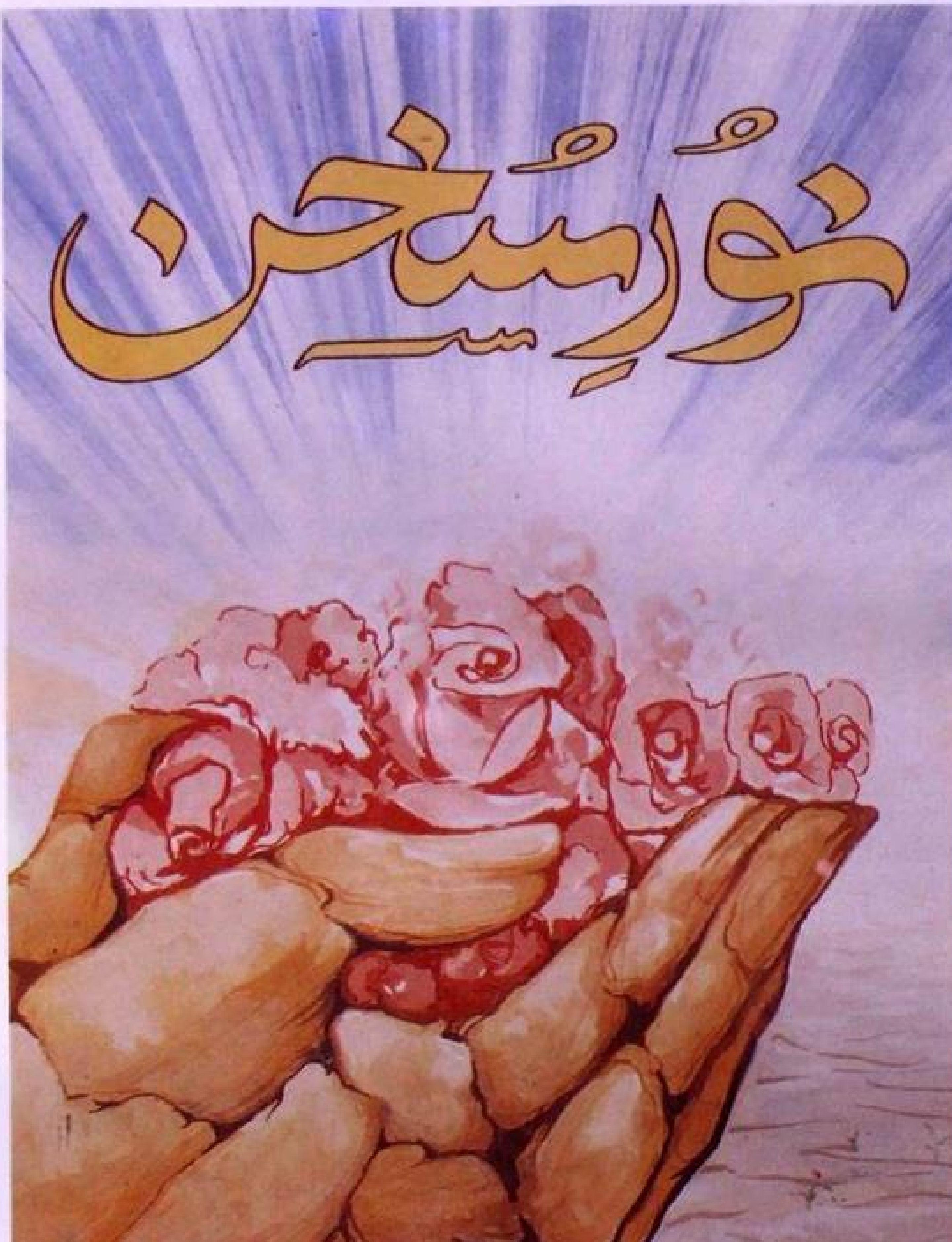
جلال محمد ابراہیم صاحب بہادر دام اقبالہم متوطن آمبور

مدینہ پریس مدراس میں طبع ہوا

دلو رام کوثری کے نعتیہ مجموعہ کے پہلے صفحہ کا عکس

نہیں مگر ابھی کتابی شکل میں منظرِ عام پر نہیں آیا مگر آزاد صاحب کی نعتوں کا فرانسیسی زبان میں ترجمہ صورت کتاب بنام HOMMAGE A MAHOMET شائع ہو چکا ہے، جسے متعلقہ اہل زبان نے پسند کیا ہے۔ یہ ترجمہ اردو، فارسی، عربی، انگریزی اور فرانسیسی کے جید عالم، ممتاز محقق اور نقاد ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے کیا ہے جو چالیس سال سے پیرس میں مقیم ہیں۔ یہ کتاب فرانس کے مشہور ناشر EDITIONS TOUGUI نے پیرس سے شائع کی ہے۔ مختلف زبانوں کے غیر مسلم شعراء کی نعتوں کے مختلف زبانوں میں منظوم تراجم بھی ہوئے ہیں۔ جرمنی کے مشہور شاعر گوئٹے کی نعت کا فارسی ترجمہ حضرت اقبال اور اردو ترجمہ محترم شان الحق حقی نے کیا ہے۔ سریش بھٹ کی مراٹھی نعت کا منظور ترجمہ ڈاکٹر عصمت جاوید اور ڈاکٹر یحییٰ نشیط اور سندھی کے غیر مسلم شعراء صوفی آسورام اور پرسرام ضیاء کے ہدیہ عقیدت کے تراجم پروفیسر آفاق صدیقی نے کئے ہیں۔ یہ تراجم تذکرے میں شامل ہیں۔ سندھی زبان کے ان دونوں غیر مسلم شعراء کا تذکرہ ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی کی کتاب "سندھی کی نعتیہ شاعری" میں بھی موجود ہے۔ پنجابی زبان کے شعراء میلارام اور ملکھی کا ذکر ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی نے اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالے "پنجابی کی نعتیہ شاعری" میں کیا ہے جو ابھی زیورِ طباعت سے آراستہ نہیں ہوا۔ عربی زبان کے شعراء کا کلام محترم ادیب رائے پوری کی تحقیقی کتب "مدارج النعت" اور "مشکوٰۃ النعت" اور عبداللہ عباس ندوی کی کتاب "عربی میں نعتیہ شاعری" میں موجود ہے۔ راجا رشید محمود صاحب نے ماہنامہ "نعت" لاہور کی خصوصی اشاعت میں محمد عبدالغنی حسن موئف **"الشعر العربی فی المھجر"** مطبوعہ قاہرہ کے حوالے سے عیسائی شعراء ریاض معلوف، رشید ایوب اور رشید خوری کے نعتیہ اشعار نقل کئے ہیں۔ ان شعراء کے کلام کا نمونہ **"من الشعراء العربی"** مرتبہ ابراہیم العریض مطبوعہ بحرین میں بھی ملتا ہے۔ جس سے واضح ہے کہ عربی زبان میں غیر مسلم شعراء کا نعتیہ کلام موجود ہے اور اگر تلاش کیا جائے تو مزید شعراء کا کلام مل سکتا ہے۔

برصغیر میں شائع ہونے والے نعتیہ انتخاب بھی کم نہیں اور ایسی تقریباً تمام کتابوں میں غیر مسلم شعراء کا کلام بھی شامل ہے جن میں ارمغانِ نعت : شفیق بریلوی، خیرالبشر صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں : ممتاز حسن، مخزنِ نعت : پروفیسر محمد



نور احمد میرٹھی کی مرتب کردہ کتاب "نورِ سخن" کے سرورق کا عکس

اقبال جاوید، گلدستۂ نعت : ضیاء محمد ضیاء طاہر شادانی، مدحِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم : راجا رشید محمود، نعت کائنات : راجا رشید محمود قابلِ ذکر ہیں، لیکن غیر مسلموں کی نعتیہ شاعری کے حوالے سے جن کتابوں کو زیادہ شہرت حاصل ہوئی ان میں فانی مراد آبادی کا مرتبہ انتخاب "ہندو شعراء کا نعتیہ کلام"، محمد محفوظ الرحمٰن کا مرتبہ انتخاب "ہندو شعراء دربارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں"، محمد الدین فوق کا مرتبہ انتخاب "اذانِ بتکدہ"، عبدالمجید خاں سوہدروی کا مرتبہ انتخاب "ہندو شعراء کا نعتیہ کلام"، اور راقم السطور کا مرتبہ انتخاب "نورِ سخن" ہیں۔ آخرالذکر میں ڈیڑھ سو غیر مسلم شعراء کا نعتیہ کلام شامل ہے۔ ناظر کاکوروی کی کتاب "اردو کے ہندو ادیب" میں بھی کئی ہندو شعراء کا نعتیہ کلام موجود ہے۔ ۱۹۳۷ء میں سندھی زبان میں ایک کتاب "انوارِ محمدیؐ" چشتی کتب خانہ نے شکارپور (سندھ) سے شائع کی تھی جس کے مولف مولانا عبدالکریم چشتی ہیں۔ ۸۸ صفحات کی اس کتاب میں بھی کئی غیر مسلم شعراء کا اردو نعتیہ کلام ایک الگ باب میں پیش کیا گیا ہے۔

تاریخ و تحقیق نعت کے حوالے سے تحریر کیے گئے ڈاکٹریٹ کے مقالات "اردو میں نعتیہ شاعری" : ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق، "اردو میں نعت گوئی" : ڈاکٹر ریاض مجید، "اردو شاعری میں نعت" : ڈاکٹر محمد اسمٰعیل آزاد فتح پوری، "اردو شاعری میں نعت گوئی" : شاہ رشاد عثمانی اور پنجابی میں نعت (غیر مطبوعہ) : ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی، اور دیگر محققین کی تصانیف جن میں "اردو کی نعتیہ شاعری" ڈاکٹر فرمان فتحپوری، "تذکرہ نعت گویانِ اردو" پروفیسر سید یونس شاہ، "نعت کے چند شعرائے متقدمین" ڈاکٹر سید شمیم گوہر، "اردو کی نعتیہ شاعری ڈاکٹر طلحہ رضوی برق، "مدارج النعت" اور "مشکوۃ النعت" ادیب رائے پوری اور "اردو نعت تاریخ و ارتقاء" : سید افضال حسین نقوی فضل فتح پوری میں غیر مسلموں کی نعتیہ شاعری کے بارے میں خصوصی طور پر لکھا گیا ہے۔ ان میں سے کئی کتب میں محاسنِ کلام کے ساتھ انتخابِ کلام بھی پیش کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی کی کتاب "سندھی کی نعتیہ شاعری" میں بھی دو ہندو شعراء شامل ہیں۔

آنسہ نگار سلطانہ نے غیر مسلموں کی نعتیہ شاعری کے حوالے سے کانپور یونیورسٹی

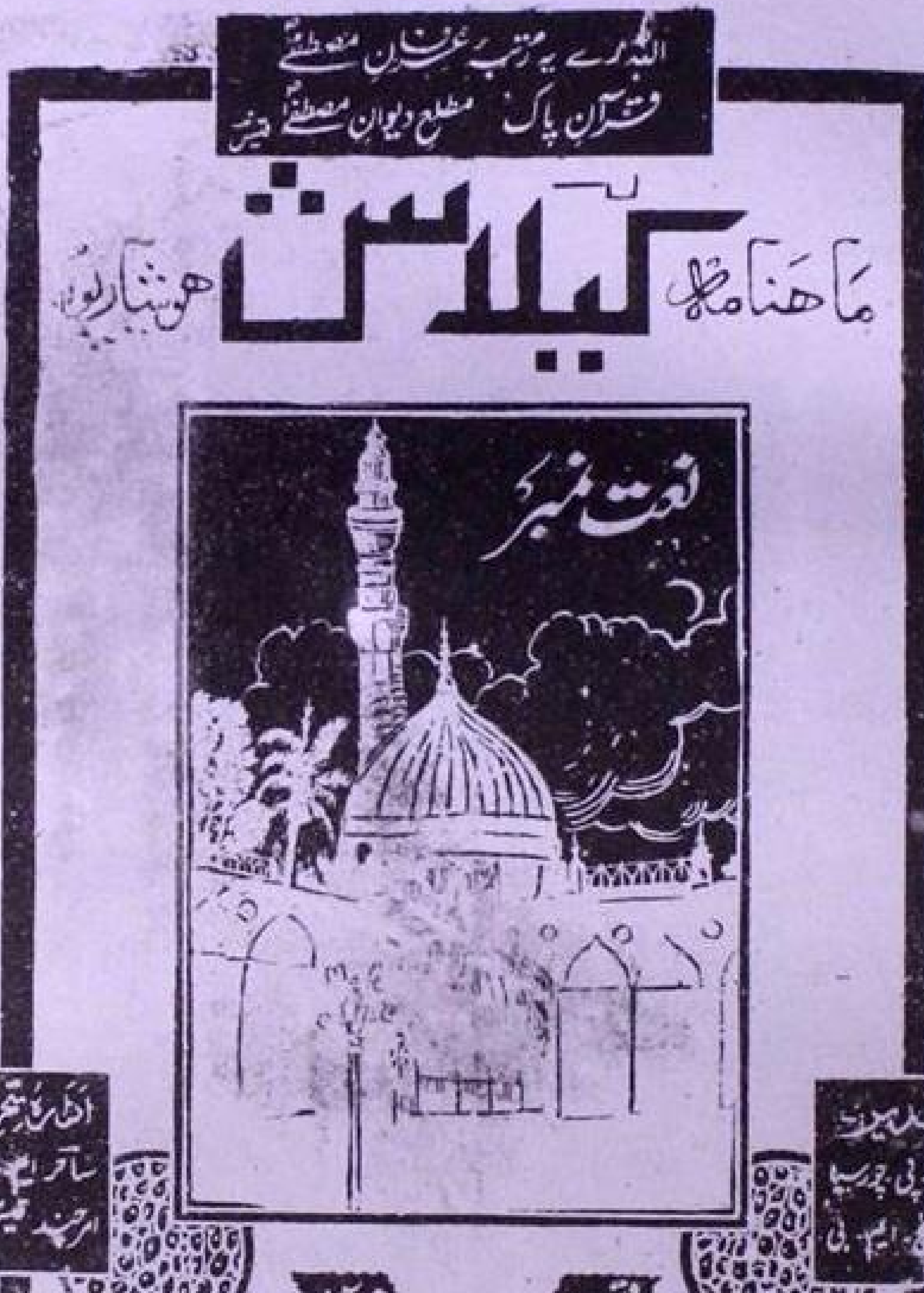
(یو۔ پی) بھارت سے ۱۹۹۴ء میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی ہے ان کے مقالہ بعنوان "بیسویں صدی میں اردو کے غیر مسلم نعت گو شعراء" کو اس اعتبار سے بھی اہمیت حاصل ہے کہ اس موضوع پر یہ پہلا تحقیقی مقالہ ہے۔ ڈاکٹر محمد اسمٰعیل آزاد فتح پوری نے بھی ایک کتاب "سوغاتِ صنم خانہ" ترتیب دی ہے جو اشاعت کی منتظر ہے۔

برصغیر کے مختلف رسائل و جرائد کے سیرت و نعت نمبروں میں بھی غیر مسلموں کے نعتیہ کلام کو شامل کیا گیا ہے۔ ماہنامہ "نعت" لاہور نے "غیر مسلموں کی نعت" کے حوالے سے کئی شمارے شائع کئے ہیں اس کے علاوہ نومبر ۱۹۹۵ء کا شمارہ "غیر مسلموں کی نعت گوئی" نہایت اہتمام سے منظرعام پر آیا ہے۔ "شام و سحر" کے نعت نمبروں میں بھی زیرِ تذکرہ موضوع پر اچھا خاصا مواد ملتا ہے۔ گورنمنٹ کالج شاہدرہ لاہور کے میگزین "اوج" کے نعت نمبر میں بھی بہت سے غیر مسلم شعراء موجود ہیں۔ یہ بات بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگی کہ ماہنامہ "کیلاش" ہوشیارپور نے اگست ۱۹۴۰ء میں نعت نمبر شائع کیا تھا جو ساٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس شمارے میں بیشتر نعتیہ کلام غیر مسلم شعراء کا ہے۔ "کیلاش" کے مدیر ایم۔ پی۔ چورسیا تھے اور ادارہ تحریر میں ساحر ہوشیارپوری اور امر چند قیس کے نام شامل ہیں۔ یہ کسی غیر مسلم ماہنامہ کا پہلا نعت نمبر ہے اور میرے کرم فرما محترم پیرزادہ عاشق کیرانوی کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہے۔

ماہنامہ "معلوماتِ اسلام" آگرہ نے غیر مسلم نعت نگار شعراء کی تخلیقات کی اشاعت کا خصوصی اہتمام رکھا اور پھر اس انفرادیت کے ساتھ کہ تازہ کلام ہو۔ یقیناً ایسے بہت سے رسائل و جرائد اور بھی ہوں گے جو ہماری نظروں سے اوجھل ہیں۔

اس جائزے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ غیر مسلم شعراء نے نبیٔ الخاتم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں جو خراجِ عقیدت پیش کیا ہے وہ اعترافِ صداقت کے زمرے میں آتا ہے نیز محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار و شخصیت کا اعجاز ہے۔ یہ کلام ادب کا ایک قابلِ ذکر حصہ ہے اور رہے گا۔ اس کی اہمیت و افادیت کو کسی دور میں نظرانداز نہیں کیا گیا اور نہ کیا جائے گا۔

"بہر زماں بہر زباں صلی اللہ علیہ وسلم" کی تالیف کا خیال پہلے سے ذہن میں موجود تھا مگر "نورِ سخن" کی اشاعت کے موقع پر اور اس کی اشاعت کے بعد محترم مشفق خواجہ'

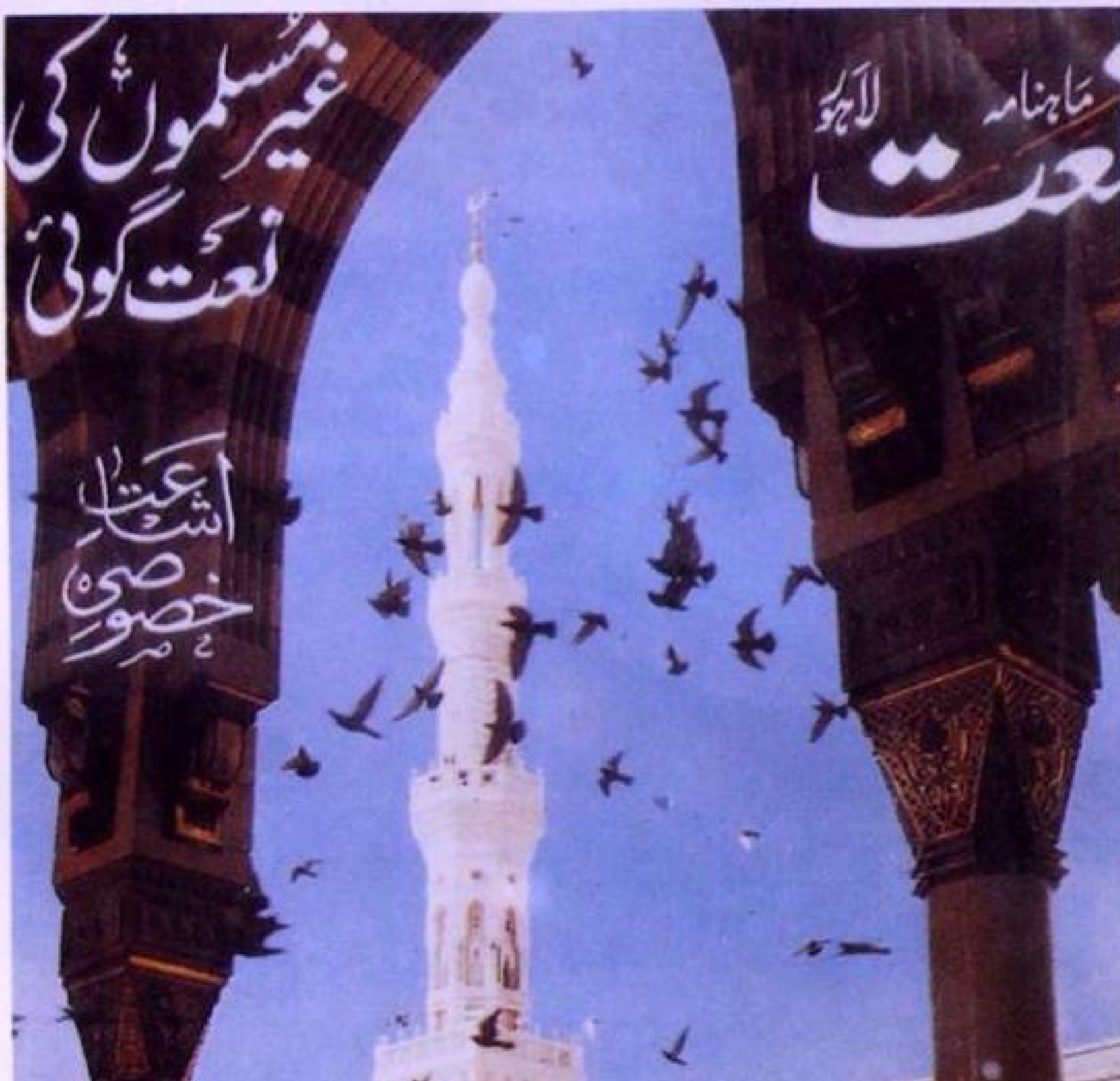


ماہنامہ "کیلاش" ہوشیارپور کے نعت نمبر مطبوعہ ۱۹۴۰ء کے سرورق کا عکس

مولانا عبدالعزیز عرفی، حضرت شاعر لکھنوی مرحوم اور ڈاکٹر ساجد کھام گانوی کے علاوہ دیگر حضرات نے اس طرف توجہ مبذول کرائی اور میں نے باقاعدہ اس تذکرے کی ترتیب کے لئے کام شروع کیا۔ اس سلسلے میں بے شمار کتب و رسائل کا مطالعہ کیا اور لاتعداد خطوط لکھے۔ سب سے پہلے مجھے محترم جگن ناتھ آزاد کا حوصلہ افزا جواب ملا۔ موصوف نے اپنی مصروفیات کے باوجود ہر ممکن تعاون کیا۔ اس کی جھلک تذکرے میں نظر آئے گی۔ ڈاکٹر یحیٰی نشیط، ہیرانند سوز، کرشن بہاری نور لکھنوی، سید اختر الاسلام، ندیم صدیقی، ڈاکٹر محمد اسمٰعیل آزاد فتحپوری، علام الہندی اور بدھراج ظفر سونی پتی نے مواد کی فراہمی اور بعض کتب کی ترسیل میں معاونت فرمائی۔ ڈاکٹر جاوید وششٹ، ڈاکٹر بدھ پرکاش جوہر دیوبندی، ڈاکٹر انجنا سندھیر، ہمت رائے شرما، گنیش بہاری طرز لکھنوی، سورج نرائن اور کئی دوسرے ممتاز صاحبانِ قلم نے نہ صرف خطوط کے جوابات دیئے بلکہ نعتیہ کلام بھی ارسال فرمایا۔ محترم مظفر احمد ضیا، جناب پیرزادہ عاشق کیرانوی، ڈاکٹر شاہد الوری، انور جاوید ہاشمی، شہزاد احمد، معراج جامی اور غوث میاں صاحبان نے اپنے ذاتی کتب خانوں سے استفادے کی سہولت بہم پہنچائی۔ محترم مظفر احمد ضیا نے تو ہر وہ کتاب جس کو میں نے ہاتھ لگایا، بغیر دیکھے مجھے عطا فرمادی۔ میرے عزیز ساتھی شہزاد احمد مدیر ماہنامہ "حمد و نعت" کراچی نے میری مجبوریوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے "کمپوزنگ" کے جملہ امور بحسن و خوبی انجام دیئے اور کبھی وعدہ خلافی نہیں کی۔

محترم جگن ناتھ آزاد نے اپنی شدید علالت کے باوجود "ابتدائیہ" اور محترم ڈاکٹر جمیل جالبی نے اپنی اہم مصروفیت سے وقت نکال کر "پیش لفظ" تحریر کیا۔ میں ان دونوں بزرگ شخصیات کی محبتوں کو نہیں بھول سکتا۔ حضرت راغب مراد آبادی، جناب شوکت الہ آبادی، جناب مختار اجمیری، جناب شمیم صبائی متھراوی اور جناب صابر براری نے خوبصورت قطعات تاریخ کہے اور محترم ڈاکٹر یوسف جاوید نے منظوم اظہارِ خیال فرمایا۔

علی گڑھ اولڈ بوائز ایسوسی ایشن اور اس کے صدر محترم زیڈ۔ اے۔ نظامی، تنظیم احباب میرٹھ اور اس کے منتظمین میں محترم حشمت نجمی اور مظہر یوسف اور نیشنل فائبرز کے محترم ایس۔ امین۔ اے۔ سبزواری نے پورے اخلاص کے ساتھ معاونت فرمائی ہے۔



ماہنامہ "نعت" لاہور کے خصوصی شمارہ "غیر مسلموں کی نعت گوئی" کے سرورق کا عکس

اس تذکرے کی صورتِ اشاعت محترم محمد وقار خاں کے تعاون اور دلچسپی کے بغیر ممکن نہ تھی۔ موصوف نے انہماک، دلچسپی اور نعت سے اپنی عقیدت و شیفتگی کی وجہ سے ہر ممکن ذرائع سے میری مدد کی ہے۔ موصوف کے ایثار کا حرف و لفظ میں بیان ممکن نہیں۔

حکیم محمد سعید، ڈاکٹر فرمان فتحپوری، ایس۔ ایچ۔ ہاشمی، ایم۔ آئی۔ ارشد، مصطفیٰ علی بریلوی، اقبال احمد صدیقی، مظفر احمد بھٹہ، کیف بنارسی، سلیم کوثر، محمد رفیق چوہان، سعید گوہر اور عارف افضال عثمانی صاحبان کی محبتیں بھی میرے لئے ناقابلِ فراموش ہیں۔

اقبال محزوں، شمس قادری، عرفان باری، شاہد حمید، عقیل بخاری، حیدر علی حیدر، محمد سلیم خاں، سید احمد علی، شوکت بھٹی، ممتاز بیگ، سید محبوب علی، فرخ عبداللہ اور امجد محمود صاحبان نے مختلف صورتوں میں مدد فرمائی ہے۔ محترم مالک رام، حضرت حفیظ تائب اور ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی مرحوم نے حوصلہ افزائی کی اور پروفیسر خواجہ حمید الدین شاہد، پروفیسر اخلاق اختر حمیدی، پروفیسر منظر ایوبی، حمایت علی شاعر، پروفیسر ڈاکٹر سحر انصاری، ڈاکٹر یونس حسنی، پروفیسر آفاق صدیقی، قاضی محمد اویس اور صبیح رحمانی صاحبان کی اس تذکرے سے دلچسپی میرے لئے طمانیت کا سبب رہی۔ استادِ محترم حضرت انجم فوقی بدایونی مرحوم اس کتاب کی اشاعت کے موقع پر موجود نہیں ہیں۔ یہ انہیں کا فیض ہے اور انشاء اللہ جاری رہے گا۔ حق تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ آمین۔ مجھے بارگاہِ رب العزت میں دادا سید عبدالقدیر، نانا سید نور الٰہی اور محترم احمد سعید مرحومین کے اٹھے ہوئے ہاتھ اور حرفِ دعا بھی یاد ہیں جو ہمیشہ توانائی فراہم کرتے ہیں۔ والدِ محترم سید محمد احمد میرے لئے تسکین قلب و نظر ہیں۔ دادی، نانی اور والدہ کو بھی کیسے بھول سکتا ہوں جنہوں نے چاہتوں کا ہالہ بنائے رکھا۔ اہلیہ فرزانہ بنتِ احمد سعید نے اس تذکرے کی ترتیب کے دوران بھی حسبِ معمول تمام بکھرے ہوئے کاغذات کو سنبھالے رکھا۔ ادارہ فکر نو کے صدر اختر سعیدی اور معتمد رشید خاں رشید کے علاوہ جملہ اراکین نے بھی دلچسپی لی ہے۔

کتب و رسائل کے مصنفین اور مدیرانِ محترم کی علمی خدمات بھی اس تذکرے کی

ترتیب میں معاون رہیں۔ پی۔ ایس۔ او کی سیرت البم اور پاکستان پبلک ریلشنز سوسائٹی، وزارتِ اطلاعات و نشریات حکومتِ پاکستان کے مجلّہ "خطاطی کی نمائش" مطبوعہ ۱۹۸۰ء سے بھی مدد ملی ہے۔

کئی سال کی مسلسل جدوجہد کے بعد غیر مسلموں کی تیرہ زبانوں کی نعتیہ شاعری کی نمائندگی کرنے والا یہ عالمی تذکرہ پیش کرتے ہوئے مالکِ لوح و قلم کی بارگاہ میں سجدۂ شکر ادا کرنے کے بعد میں بہ صمیم قلب اپنے ان تمام محسنوں اور ان تمام حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے کسی نہ کسی صورت میں معاونت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ان تمام شخصیات کے مقاصدِ حسنہ کو پورا فرمائے۔ آمین۔

نور احمد میرٹھی

چند خطوط

۱۔ پروفیسر جگن ناتھ آزاد

۲۔ ڈاکٹر انجنا سندھیر

۳۔ ساحر ہوشیار پوری

۴۔ جوہر دیوبندی

۵۔ ہمت رائے شرما

بہر زماں بہر زباں صلی اللہ علیہ وسلم

Phone : 30907
25 Government Quarters
Gandhi Nagar, Jammu Tawi
(J&K)—180004

۱۳ اپریل

محب گرامی قدر آداب

عنایت نامہ مورخہ ۲۲ مارچ کا مسودہ ہمراہ موصول ہوا۔

آپ نے بہت محنت سے اس کام کو انجام دیا ہے۔ غالب سے متعلق یہ ترتیب دی ہے۔
لیکن اس میں آپ کو بہت محنت کرنا ہوگی۔ فارسی میں آپ کو مسودہ کی ہر بات پر نظر رکھنی
چاہیے تھی۔ میرا خیال ہے کہ مسودہ اردو ترجمے کی ضرورت نہیں۔ اول تو اصل فارسی کلام کا
معیار کا اردو ترجمہ کرنا آسان نہیں ہوتا۔ ثانیاً یہ ممکن ہو تو یہ دوسرا سلسلہ ہو
مسودات کا ترجمہ بہت وقت لے گا۔

میں اس سلسلے میں پر زور سفارش کرتا ہوں۔ یہاں میں نے اخبارات
کو متعدد خط لکھے ہیں۔ یہ متعدد اخبارات میں چھپ چکے ہیں۔ اس سے ان
متعدد سے عرض ہے کہ متعدد اداروں میں ان کی تعیین کی جائے
سلسلہ میں چاہیے۔

ان دنوں مصروفیت بہت زیادہ ہے اور صحت بھی پہلے جیسی نہیں رہی
کہ اس میں اتنا وقت لگا سکوں۔ پہلے ہی تجربہ ہے کہ اس وقت
وقت تک بعض قلمی کا سب اہم حصہ مکمل ہو گیا ہے۔

میرا خیال ہے کہ آپ کو اردو ترجمے کا مسودہ بھی نسخہ مکمل کرنا چاہیے
مسودہ کی بنیاد ضرورت بنایا تھا۔ اس مسودہ کی جلد نہیں ملی۔ میرا خیال ہے کہ یہ کام اور
منتشر مسودہ نہ چھاپئے۔ آپ کو معلوم ہے کہ گزشتہ سال! اس سلسلے میں جو جواب شاد کیا
فرمائیے۔

آپ کو یہ جان کر مسرت ہوگی کہ آپ کی نسخہ کا کام بھی فرانس میں ترجمہ ہو کر
پیرس سے شائع ہو چکا ہے۔ اسے فارسی اور انگریزی اور فرانسیسی کا عالم
ڈاکٹر محمد اللہ نے ترجمہ کیا ہے۔ ممکن ہے یہ خبر آپ کی نظر سے (اخبارات
میں) گزری ہو۔ آپ نے دیکھا ہو تو مجھے اس کا نسخہ بھیجئے۔ اس کا ذکر
آپ اپنے مسودے میں کر سکتے ہیں۔

اقبال کی ...

خدا کرے آپ بخیر و عافیت ہوں۔

نیاز مند
جگن ناتھ آزاد

بہر زماں، بہر زباں صلی اللہ علیہ وسلم

Phone : 375585

Dr. Anjana Sandhir
M. A. PH. D.

368, Laxminager Society,
Old Airport Road,
Ahmadabad-380 012.
(Gujarat)

FNO.

برادرم نور میرٹھی

خط کا جواب تاخیر سے دے رہی ہوں معافی چاہتی ہوں

میں نے یہاں کے گجراتی زبان کے شعرا سے نعت کے متعلق معلومات
کیں لیکن یہاں کسی بھی گجراتی کے مسلم و غیر مسلم شعرا نے نعت نہیں
لکھی ہے کل ولی دکنی، ولی اورنگ آبادی کے شعر پڑھے۔ ایوان اردو
میں بھی تخلیق ناقد آزاد کی طرف سے اس طرح کی اطلاع نظر سے گذری
رحمت اور سیوں کی ایک حمد اور نعال خوبصورت ہے شاید یہ آپ کے کام
آجاتا... میں شملہ جون اکو ایک کانفرنس میں شرکت کے لئے
سوئٹزرلینڈ جا رہی ہوں جہاز کراچی سے ہی گذرے گا لیکن ملاقات
کا کوئی امکان نہیں ہے... اگر زندگی نے وفا کی اور خدا نے دعا قبول
کی تو کراچی اور لاہور دیکھنے کی تمنا ہے اور وہاں کے ادیب و شعرا
سے ملاقات... میری غزل ابلاغ پشاور میں شائع ہوئی
ہے ضرور دیکھئے گا یہ زحمت آپ نے ہی کی ہے
میں نے ایک تبصرے کے لئے ہم کتاب بھیج دی ہے
یہاں ہندوستان میں میرے لائق کوئی خدمت ہو تو
تحریر کریں

آپ کی بہن

انجنا سندھیر ہندوستان ۲۱ . ۴ . 5

بہر زماں بہر زباں صلی اللہ علیہ وسلم

2269 - Sector 28
FARIDABAD - 121003
(HARYANA - INDIA)
PHONE: 8275258

[illegible]

۲۲ مارچ ۱۹۹۱ء

کرم فرمائے من جناب نور احمد میرٹھی صاحب

خلوص و احترام!

اندازاً دو برس قبل آپ کے تین عنایت نامے وارد ہوئے تھے۔ یاد فرمائی کا شکریہ ادا کرنے کی توفیق بھی نہ ہوئی۔ لیکن یہی دھن سوار تھی کہ آپ کے ارشاد کی تعمیل جلد از جلد ہو جائے تو سرخرو ہوں لیکن بیماری۔ دلی خواہش کوشش اور ارادے کے باوجود تا دم تحریر عملی صورت پیرانہ سالی اس غیر معمولی تاخیر کا باعث کیا بیان کروں، ضعیف العمری نے مختلف عوارض میں مبتلا کر رکھا ہے۔ الحمدللہ آدرش کا شکار رہا۔ دو بار بیمار رہا لیکن زیادہ خیال نہیں۔ عمر عزیز کی ۹۲ ویں منزل پہ پہنچ چکا ہوں۔ قوت برداشت اور قوت ارادی روبہ زوال بلکہ ختم ہیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ اس غیر معمولی تاخیر کے لئے مجھے معذور و مجبور تصور فرمائیں گے۔

سات نعتیں نور سخن، جلد دوم کے لئے منسلک ارسال خدمت ہیں — دو فارسی اور پانچ اردو اگر جلد دوم میں گنجائش ہو تو شامل کر کے ممنون فرمائیے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو انہیں کسی معیاری جریدے کو اشاعت کے لئے دینے کی زحمت گوارا فرمائیے۔ اپنا بائیو ڈیٹا (انگریزی میں) بھی مرسل خدمت ہے۔ [illegible] بقدر ضرورت مرتب فرما لیجئے۔

قبلہ جوش ملسیانی مرحوم کا نعتیہ قطعہ ان کے کسی شعری مجموعے میں نہیں دیکھا۔ غالباً انہوں نے اس صنف میں طبع آزمائی کی ہی نہیں۔

جناب [illegible] سے نور سخن جلد اول مستعار لے کر جستہ جستہ نظر ڈالی ہے۔ ماشاءاللہ آپ نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے یہ کام سرانجام دیا ہے۔ دوبارہ کا بالاستیعاب مطالعہ کرنے کی اللہ نے توفیق عطا کی تو چند سطور اظہار رائے کے طور پر آپ کی خدمت میں ارسال کرنے کا شرف حاصل کروں گا۔

امید ہے کہ میری مجبوری کو نظر انداز فرمائیں گے اور ارسال عریضہ کی رسید سے اولین فرصت میں مطلع فرمائیں گے۔

نیک خواہشات کے ساتھ

مخلص و دعا گو

[illegible]

بشرف ملاحظہ
حضرت نور احمد میرٹھی
کراچی

بسرزماں بسرزباں صلی اللہ علیہ وسلم

Johar Deobandi

D. Lit. (Hons.) Alig.

GUPTA NIWAS
Makkhan Nagar (Rly. Colony)
SAHARANPUR—247001 (U.P.)

Dated 17-5-1991

جناب نور میرٹھی صاحب
تسلیم و نیاز

کرم نامہ جناب کا شرف فراز ہوا ۔ یاد فرمائی اور کرم فرمائی کے لئے ممنون ہوں ۔ حقیقت یہ ہے کہ اس خط سے پیشتر جناب کا کوئی خط یا نامہ مجھے موصول نہیں ہوا ۔ اگر کوئی خط اس سے پیشتر موصول ہوتا تو فوراً جواب دیا جاتا ۔ جناب کا بیاں گلزار نوری جس میں ہندو شعرا کا نعتیہ کلام ہے اور اس ناچیز کو بھی جناب نے کتاب میں شامل کیا ہے جناب سید اختر الواسع صاحب کے ذریعہ ایک جلد موصول ہو گئی ہے ۔ جس کے لئے جناب کا بے حد شکر گزار ہوں ۔

تقریباً ایک سال سے بستر پر دراز ہوں ۔ میرے کولہے کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی جو دوبارہ جڑ گئی ہے مگر چلنے پھرنے سے معذور ہوں ۔ ضرورت کے مطابق گھر ہی میں چلتا پھرتا ہوں ۔ گھر ہی پڑے پڑے وقت گزر رہا ہے ۔ اس سبب ادبی سرگرمیاں بھی ختم ہیں ۔ کبھی طبیعت چاہتی ہے تو رکشا سے شہر کی طرف نکل جاتا ہوں اور دوستوں سے ملاقات کر آتا ہوں ۔ پہلے ہی میرا مکان شہر سے کافی دور ہے

اس وقت میں جناب کی کوئی ادبی خدمت انجام دینے سے مجبور ہوں ۔ کیوں کہ اس کام کے لئے تندرستی کی ضرورت ہے اور گھومنے پھرنے کی ۔ پھر بھی میں اپنی کوشش جاری رکھوں گا اور ہندو شعرا کا نعتیہ کلام مجھے حاصل ہو گیا تو فوراً پیش کر دوں گا ۔ باقی آداب ۔ امید ہے کہ جناب کا مزاج بخیر ہوگا

نیاز کیش
جوہر دیوبندی

HIMMAT RAI SHARMA

[illegible] 'AVINASH' [illegible],
J. P. Road [illegible]
Andheri (West), [illegible]

مکرمی و محترمی!

آداب۔

گذشتہ اسبوع یہ خبر پڑھ کر مسرت ہوئی کہ آپ "غیر مسلم نعت گو شعرا و شاعرات کا تذکرہ" مرتب کر رہے ہیں۔ خدا آپ کو کامیاب کرے۔ اس سلسلے میں اپنا نعتیہ کلام (مع ذاتی تعارف) آپ کی خدمت میں ارسال کر رہا ہوں۔ ملنے پر از راہ کرم مطلع فرمائیں۔ ممنون ہوں گا۔ امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

17/7/91

والسلام

جواب کا منتظر

نیازمند

ہمت رائے شرما

بخدمت:-

جناب نور احمد میرٹھی صاحب

کراچی (پاکستان)

کلامِ کمتر بصورتِ نعت و بہ توصیفِ کتاب

بہ ردیف بہرزماں بہرزباں

ڈاکٹر یوسف جاوید

ہے کس کا وصف دربیاں بہرزماں بہرزباں
کہ گونج ہے یہاں وہاں بہرزماں بہرزباں

وہ روحِ عطر و گل نفس بہارِ لالہ و گلاب
ہے مشکِ بوئے جسم و جاں بہرزماں بہرزباں

کلامِ رب میں ہر جگہ ہے حمدِ احمدؐ عظیم
ہے نطقِ رب کتاب جاں بہرزماں بہرزباں

کہ اس کے جسم و جان کا یہ معجزہ عجیب ہے
قریبِ ایں قریبِ آں' بہرزماں بہرزباں

کوئی ہو اسکی رحمتیں ہیں سر پہ سر چھتر چھتر
وہی ہے سب کا مہرباں بہرزماں بہرزباں

وہی تو ہے وہی تو ہے کہ اززمین و تافلک
یہ سچ ہے ہاں وہی ہے ہاں بہرزماں بہرزباں

نہ یہ گماں نہ یہ دروغ وہ ہے فروغ ہی فروغ
ہر اک نفس کے درمیاں بہرزماں بہرزباں

بسا ہے روح روح میں مقیم فکر فکر میں
وہ کب کہاں؟ کہیں گراں بہرزماں بہرزباں

جو ہست بھی ہے بود بھی' جو غیب بھی شہود بھی
نہاں نہاں عیاں عیاں بہرزماں بہرزباں

برائے شک نہیں نہیں' وہ مستند ہے بالیقیں
نہ وہ نفی نہ وہ گماں بہرزماں بہرزباں

وہ کون جس پہ ہر بشر بھیجتا درود ہے
نبیؐ آخر الزماں بہرزماں بہرزباں

ہے فیض اس کتاب کا ہوئی ہے مجھ سے نعت بھی
کہ ہے کمندِ آسماں بہرزماں بہرزباں

مولفِ کمال ہیں یہ نور احمد میرٹھی
ہے ان کا تحفہ جتاں "بہرزماں بہرزباں"

کتاب ہے یہ بے مثال بہ پیشِ رب ذوالجلال
درود جانِ دلبراں بہرزماں بہرزباں

دلیلِ غیر مسلمین حضور ان کے ہیں قرین
کتاب یہ ثبوتِ آں "بہرزماں بہرزباں"

مولفِ کتاب کو کتاب مغفرت ہے یہ
رہی یہ اس کا امتحاں "بہرزماں بہرزباں"

اسے پڑھیں بہ فہم کُل کھلا رہی ہے گل ہی گل
یہ وردِ قلب و ہر زباں "بہرزماں بہرزباں"

قطعۂ تاریخ

راغب مراد آبادی

یہ انتخاب نعتیہ جو نور میرٹھی کا ہے
رہے گا اس کا تذکرہ بہر زماں بہر زباں

روٴف دی خدا نے جب انہیں کہا تو کیوں نہ ہو
"روٴف ذکرِ مصطفاؐ بہر زماں بہر زباں"

۱۹۹۶ء

قطعہ تاریخ طیب

۱۴۱۶ھ

تحریر : محمد زبیر فاروقی شوکت اللہ آبادی

بسلسلہ جہد طباعت رسالہ "بہرزماں بہرزباں صلی اللہ علیہ وسلم"

۱۹۹۶ء

مؤلفہ صاحبِ دل علامہ نور احمد میرٹھی

۱۴۱۶ھ

محقق، مفکر، مقرر، مصنف وحید   گہر علم و مداح نبی آخر الزماںؐ

۱۴۱۶ھ   ۱۴۱۶ھ

(۱) قطعہ تاریخ

تحقیق کے ماہر ہیں نور میرٹھی والا صفت
ہر قوم کے ہر ذات کے شعراء کی نعت نبیؐ
محنت سے یکجا کر دیا، شوکت یہ سعی برمحل
تاریخ ہے "نورِ جہاں گلدستۂ نعت نبیؐ"

۱۴۱۶ھ

(۲) دیگر در صنعت تضاعف

جنابِ نور احمد میرٹھی نے   مرتب کر دیا نعت نبیؐ جب
ہے تاریخ یہ ہاتف نے شوکت   کہا مجھ سے مکرر "ماہِ منتخب"

۲ × ۹۹۸ = ۱۹۹۶ء

(۳) دیگر در صنعت زبر و بینات

ہر عقیدے کے لوگوں کی نعتیں   چھپ کے جس لحظہ آگئیں شوکت
بینات و زبر کی صنعت میں   ہاتفِ غیب نے کہا "حضرت"

۱۴۱۶ھ

نوٹ : حضرت بمعنی قابل ستائش   گہرشناس شوکت اللہ آبادی

۱۴۱۶ھ

قطعۂ تاریخ در صنعتِ مرکّب

از۔۔۔۔مختار اجمیری

اوّل و آخر

۸۴۴

بہرزماں — بہرزباں

۳۰۵ — ۲۶۷

۸۴۴+۳.۵+۲۶۷=۱۴۱۶ھ

زمیں، زمیں — زماں، زماں

۲۰۴ — ۱۹۶

جبیں، مکیں — مکاں، مکاں

۱۸۵ — ۲۲۲

بہرزماں — بہرزباں

۳۰۵ — ۲۶۷

نبیؐ کا پاک نام ہے

۲۱۲

درود ہے سلام ہے

۴۰۵

۲۰۴+۱۹۶+۱۸۵+۲۲۲+۳۰۵+۲۶۷+۲۱۲+۴۰۵=۱۹۹۶ء

قطعۂ تاریخ در صنعتِ مرکّب

از۔۔۔۔مختار اجمیری

باتعظیماً

۱۴۲۴

بہرزماں — بہرزباں

۳۰۵ — ۲۶۷

۱۴۲۴+۳.۵+۲۶۷=۱۹۹۶ء

ادابیاں — زماں، زباں

۶۹ — ۱۵۸

بہرزماں — بہرزباں

۳۰۵ — ۲۶۷

نبیؐ کا پاک نام ہے

۲۱۲

درود ہے سلام ہے

۴۰۵

۶۹+۱۵۸+۳۰۵+۲۶۷+۲۱۲+۴۰۵=۱۴۱۶ھ

قطعۂ تاریخ

از۔۔۔۔مختار اجمیری

"مداحِ رسولؐ مشفق من نور احمد میرٹھی زندہ باد"

۱۹۹۶ء

"مجمعِ خاص بہرزماں، بہرزباں"

۱۴۱۶ھ

کتابِ نور سے دیا ہے کیا پیام آپ نے
"بہرزماں بہرزباں" رکھا ہے نام آپ نے

سلام نور احمد آپ کے حسیں خیال کو
جو ہم نہ کرسکے کبھی کیا وہ کام آپ نے

"حضورِ سرورِ جہاںؐ" بہرزماں بہرزباں
درود پیش کردیا ہے اور سلام آپ نے

زبانِ شعر سے وہ خود محبتوں کا جام ہے
جمع کیا ہے نعتیہ جو یہ کلام آپ نے

زمانہ ان کو غیر کیوں کہے کہ وہ ہیں نعت گو
یہ تجتیں بھی کر ہی دیں سب تمام آپ نے

خدا انہیں بھی اجر دے کہ جن کا یہ کلام ہے
قبول محنتیں ہوں کیں جو صبح و شام آپ نے

"بہرزماں بہرزباں" تو ہے "نشاطِ باغباں"
کھلائے پھول اس طرح سے گام گام آپ نے

بنالیا ہے خیر سے "بہرزماں بہرزباں"
"بہشت در بہشت در صدف" مقام آپ نے

جو م۔ خ، کے ساتھ میں ہیں، ت۔ ا۔ ر، انہیں
ملانے کا بھی کرلیا ہے اہتمام آپ نے

کمال تذکرہ

۱۴۱۶ھ

شمیم صبائی متھراوی

اسلام آباد

ن	نور کا تذکرہ ہے لاثانی	۴	در ثنائے شہنشہِ لولاک
و	وقف اوصاف تذکرہ ہے یہ	۳	جس کی تفصیل بھی ہے حیرت ناک
ر	روشنی اس کی خوب پھیلے گی	۵	ہے یہ سورج عجب تہِ افلاک
ا	اس میں حاضر ہیں تین سو شاعر	۱۰۰۰	غیر مسلم معِ نعوتِ پاک
ح	حبّذا' نعت کے حوالے سے	۳۰۰	شاعری کی بٹھا رہے ہیں دھاک
م	مع حالات زندگی اپنے	۱	اس میں شاعر ہیں مالکِ ادراک
د	دوستوں کے لئے خوشی کی بات	۴	دشمنوں کے لئے حسد کی خاک
م	ماخذ اس کے قریب دوسو ہیں	۴۰	مجھے کہنے میں کچھ نہیں باک
ی	یوں ہی جاری تھی سوچ کہ یکدم	۱	آئی آوازِ ہاتفِ چالاک
ر	راستوں میں خرد کے پھیلی ہے	۵	ہر طرف جس کی فکر کی املاک
ٹھ	ٹھیک اس وقت میں نے ہاتف سے	۳	چاہی تاریخ طبع فرحت ناک
ی	یوں ندا دی شمیمؔ ہاتف نے	۵۰	"نعت گویوں کا تذکرہ ہے پاک"

نوراحمد میرٹھی ۱۴۱۶ھ ۱۹۹۶ء

"روح افزا تاریخ طباعت"

--------۱۹۹۶--------

"نورانی شاہکار بہر زماں بہر زباں"

--------۱۴۱۶ھ--------

مرتبۂ جانِ گلزارِ ادب جناب نور احمد میرٹھی

صابر براری

لائقِ جشنِ تہنیت ہیں نور احمد میرٹھی
مجلسِ فکرِنو میں ہیں خدمات انکی بیکراں

یہ صاحبِ قلم بھی ہیں یہ صاحبِ شعور بھی
ہے انکی ارفع شخصیت ارضِ ادب میں ضوفشاں

تالیف ان کی مرحبا ہے دلپذیر کس قدر
کہتا ہے دل کہیں اسے ذیشان گنجِ شائگاں

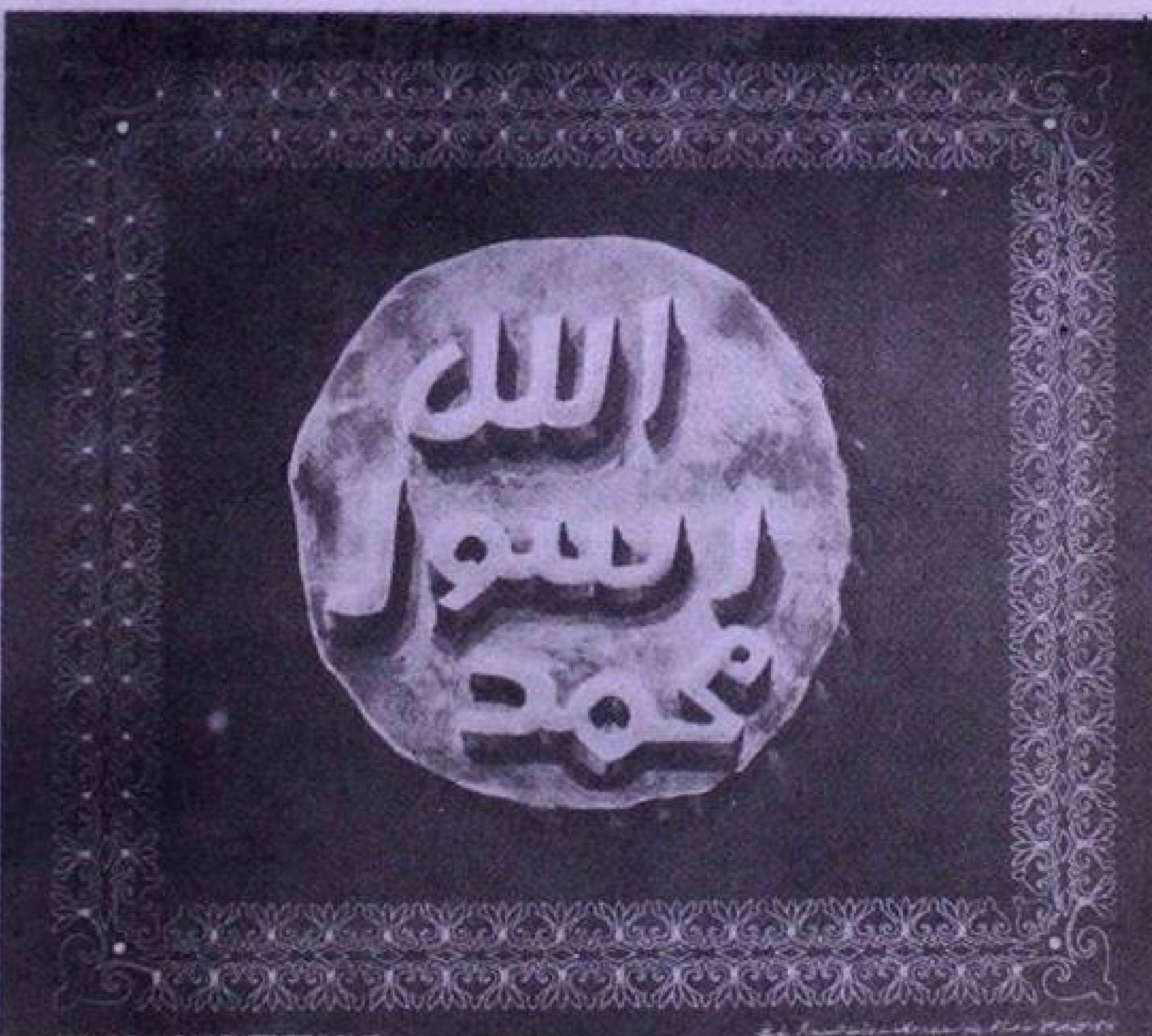
آئینہ اس میں ہوگئے ماضی سے عہدِ حال تک
وہ غیرمسلمین جو سرکار کے ہیں نغمہ خواں

حالاتِ زندگی بھی ہیں اس میں تمام کے رقم
ہے منفرد یہ ارمغاں، ہے منفرد یہ ارمغاں

واللہ بے نظیر ہے یہ گلشنِ مدحِ مصطفیؐ
یوں ہی رہے گا بے خزاں یہ مشکبار بوستاں

صاؔبر یہ غیب سے ملی تاریخ اس کتاب کی
حسنِ کلام درفشاں بہر زماں بہر زباں

-----۱۴۱۶ھ-----



مہرِ نبوی جو اہم خطوط، مراسلات اور فرمانوں پر ثبت کی جاتی تھی۔

ابو جہل

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انقلابی اعلانِ نبوّت کے ساتھ ہی ایک بہت بڑی تعداد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر کمربستہ ہوگئی۔ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی میں نہایت سرگرم تھے اور رات دن اسی شغل میں مصروف رہتے تھے ابن سعد کے مطابق ان میں ابولہب' اسود بن عبد یغوث' حارث بن قیس بن عدی' ولید بن المغیرہ' امیّہ' ابی بن خلف' ابو قیس بن فاکہ بن المغیرہ' عاص بن وائل' نضر بن حارث' منبہ بن الحجاج' زہیر بن ابی امیہ' سائب بن صیفی' اسود بن عبدالاسد' عاص بن سعید' عقبہ بن ابی معیط' ابن الاصدیٔ' ہذیٰ' حکم بن ابی العاص اور عدی بن حمراء کے علاوہ ایک نمایاں نام ابو جہل کا تھا۔

ابو جہل دورِ جاہلیت کا نمائندہ شخص ہے۔ وہ حسب نسب' رنگ نسل' ملک و قوم' مال و منال کلچر اور زبان کی بنیاد پر انسان کو ادنیٰ و اعلیٰ' کمتر و برتر قرار دے کر ان میں فرق و امتیاز کرتا ہے تاکہ استحصالی قوت زندہ رہے۔ قبائل عرب اور اپنے حمایتوں کی پوری طاقت کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں پیش پیش رہا لیکن اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی جرات نہ کرسکا۔ وہ یہی کہتا تھا کہ تمہاری سچائی سے مجھے انکار لیکن خداؤں سے بغاوت کا جو اعلان تم نے کیا ہے' میں اسے نہیں مانتا۔ اس لئے وہ اسلام قبول کرنے سے معذور رہا۔

نبی الخاتم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو باتیں اس کی گفتگار' کردار و عمل کی وجہ سے دنیا کے سامنے ہیں ان کو "جاوید نامہ" میں علامہ اقبالؒ نے ابو جہل کی زبانی' پیرایہ نعت بعنوان "طاسینِ محمدؐ" میں یوں پیش کیا ہے۔

باز گو اے سنگِ اسود باز گوے
آنچہ دیدیم از محمدؐ باز گوے

از ہلاکِ قیصر و کسریٰ سرود
نوجواناں راز دستِ ما ربود

تا بساطِ دینِ آبا در نورد
باخداوندانِ ماکرد آنچہ کرد!

مذہبِ او قاطعِ ملک و نسب
از قریش و منکر از فضلِ عرب!

در نگاہ او یکے بالا و پست
باغلامِ خویش بریک خواں نشست'
احمراں با اسوداں آمیختند

آبرے دودما نے ریختند !

اعجمی را اصلِ عدنانی کجاست
گنگ را گفتارِ سبحانی کجاست

چشم خاصانِ عرب گردیدہ کور
برنیائی اے زہیر از خاکِ گور ؟

اے تو مارا اندریں صحرا دلیل
بشکن افسونِ نوائے جبرئیل !

اے ہبل، اے بندہ را پوزش پذیر
خانۂ خود راز بے کیشاں بگیر

پاش پاش از ضربتش لات و منات
انتقام از وے بگیر اے کائنات

ان اشعار کا آزاد ترجمہ محمد اسمٰعیل قریشی صاحب کی تحریر میں اس طرح ہے۔

"بول اے سنگ اسود بول ! میری آنکھوں نے جس طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے، اسے کھول کر بیان کر۔ قیصر و کسریٰ کی ہلاکت کا اس نے کچھ ایسا صور پھونکا ہے کہ نوجوان ہمارے ہاتھوں سے نکل گئے ہیں۔ ہمارے باپ دادا کے دین کی اس نے بساط الٹ کر رکھ دی ہے۔ ہمارے خداوندان معبود کے ساتھ اس نے وہ کچھ کیا ہے جو بیان میں نہیں آسکتا۔ اس کا مذہب بھی عجیب مذہب ہے۔ جس نے ملک اور حسب نسب کی جڑ کاٹ دی ہے جو دوسری قوموں پر عربوں اور قریش کی برتری سے انکار کرتا ہے۔ اس کی نگاہ میں ادنیٰ و اعلیٰ، آقا و غلام سب برابر ہیں اور غضب تو دیکھو وہ خود بھی اپنے غلام کے ساتھ بیٹھ کر ایک ہی دسترخوان پر کھانا کھاتا ہے۔ اس نے کالے گورے، سرخ و سیاہ کا امتیاز ہی مٹا دیا۔ اس طرح ہمارے خاندان کا عزّ و وقار خاک میں مل گیا۔ اس نے عجم کے بے زبانوں کو فصیحان عرب کے ہم پایہ کر دیا۔ عوام کا کیا رونا ! خاصانِ عرب بھی اندھے ہوگئے۔ اس لئے اے زہیر (مشہور شاعر عرب) خاک گور سے اٹھ اور آکر اس نوائے جبرئیل کا فسوں توڑ دے۔ اے میرے معبود ہبل ! ان تہی دستوں سے اپنا گھر واپس چھین لے پھر وہ روحِ کائنات سے فریاد کرتے ہوئے کہتا ہے۔ اس کی ضربِ کاری نے لات و منات کو بھی پاش پاش کر دیا ہے۔ اس لئے اے کائنات تو ہی اس باغی سے انتقال لے۔"

"طاسین محمدؐ" میں کل پچیس اشعار ہیں۔ کلیاتِ اقبال فارسی ص ۶۴۲، ۶۶۳، علامہ اقبال

ماخذ : سیرت النبیؐ حصہ اول، ۲۵۶، علامہ شبلی نعمانی ناموسِ رسولؐ اور قانون توہینِ رسالت، ص ۶۱ تا ۶۳

ابھے کمار

ابھے کمار ۱۵ ر جنوری ۱۹۴۸ء کو میرٹھ کے مشہور قانون داں چترسین گپتا کے ہاں پیدا ہوئے۔ سردھنہ میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ نے اعلیٰ تعلیم میرٹھ کالج، میرٹھ سے مکمل کرتے ہوئے بی اے، ایل ایل بی کی اسناد حاصل کیں۔ ہارڈویر کا کاروبار کرتے ہیں اور کئی ادبی تنظیموں سے وابستہ ہیں۔ ہندی رسم الخط میں شعری مجموعہ شائع ہو رہا ہے۔

کونین کے مالک و مختار وہیؐ ہیں　　مولا، مرے آقاؐ، مرے سرکار وہیؐ ہیں
جو شہرِ مدینہ میں گزار آئے ہیں راتیں　　اس خواب کے عالم میں بھی بیدار وہی ہیں
پلّے میں نہیں جن کے ترے عشق کی پونجی　　افسوس کہ اس دنیا میں نادار وہی ہیں
میخانۂ طیبہ سے جو پی آئے ہیں اک بار　　اس ہوش کی دنیا میں بھی سرشار وہی ہیں

چلتے ہیں سدا آپؐ کے جو نقشِ قدم پر
دنیا میں ابھےؔ صاحبِ کردار وہی ہیں

☆ ☆ ☆

محمدؐ کے جلوؤں کو بے پردہ دیکھیں　　زمانے کے سب دیدہ ور چاہتے ہیں
نگاہوں میں بس جائیں جلوے تمہارےؐ　　ہم اپنی شکستِ نظر چاہتے ہیں

☆ ☆ ☆

گرد ان پیروں کی ہے آج بھی رہبر آقاؐ　　موم ہو جاتے تھے جن قدموں میں پتھّر آقاؐ
شیخ کافر مجھے سمجھے تو بلا سے سمجھے　　دل ابھےؔ کا ہے سدا آپ کا مندر آقاؐ

☆ ☆ ☆

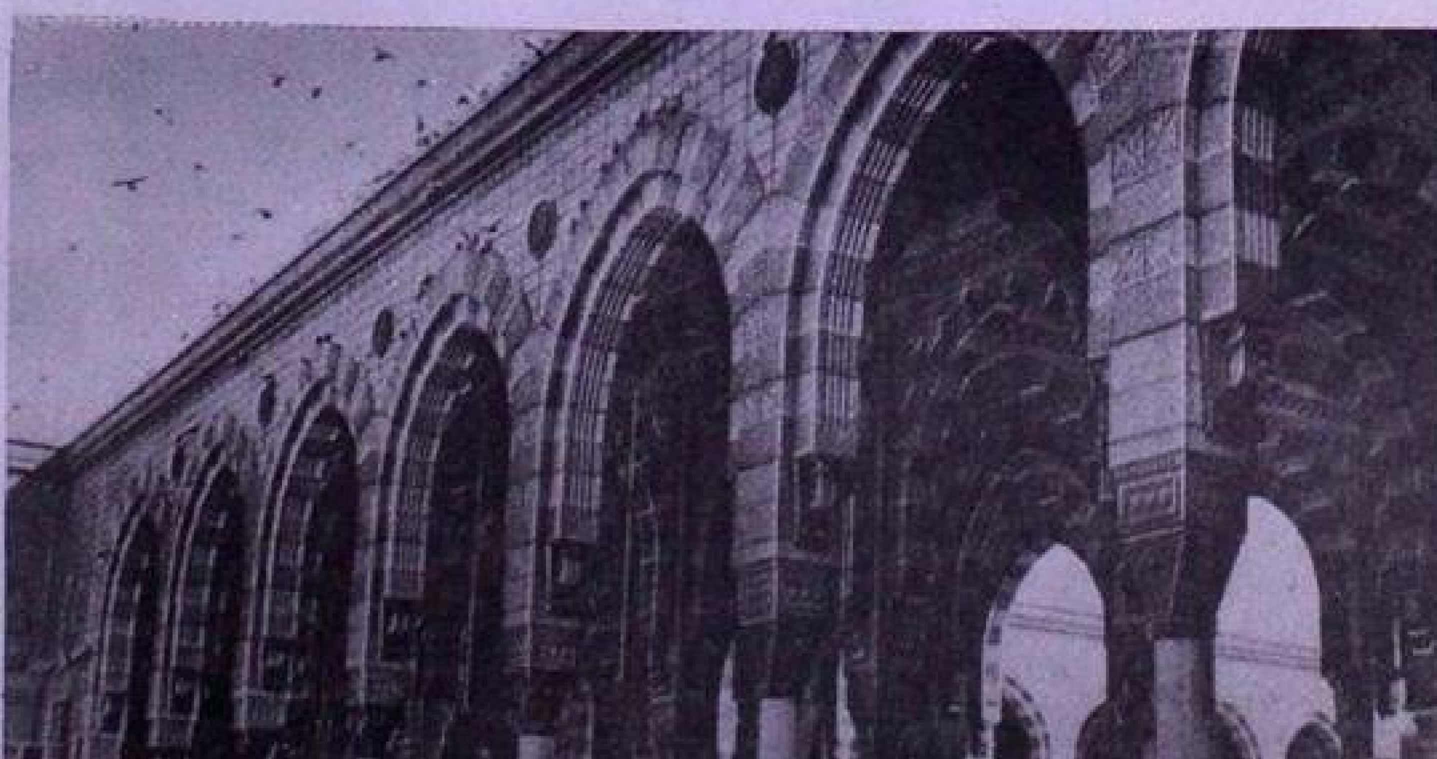
بے چین ہیں جن کے لئے جنت کی فضائیں　　میں بھی وہی فردوسِ نظر مانگ رہا ہوں
جو تمؐ نے دکھائی تھیں کبھی اہلِ عرب کو　　میں بھی انہیں راہوں کا سفر مانگ رہا ہوں
سرسبز ہو جس سے مرے ایمان کی کھیتی　　وہ ابرِ کرم دیدۂ تر مانگ رہا ہوں

☆ ☆ ☆

اثر، کرن پرکاش گوئل

سخنورانِ جے پور کے مرتّب محمود خاں نے کرن پرکاش گوئل اثر کے بارے میں تحریر کیا ہے کہ "آپ نے غزلیات کے علاوہ نعت شریف اور سلام بھی کہے ہیں" مگر نعتیہ کلام پیش نہیں کیا اثر صاحب ۱۹۳۶ء میں ریاست ٹونک میں پیدا ہوئے اور ۱۹۵۷ء سے جے پور میں مقیم ہیں۔ حضرت محمد صدیق قمر جے پوری کے شاگرد ہیں۔ ☆۱

☆۱ سخنورانِ جے پور، ص ۷۱



مسجد نبوی کا اندرونی حصہ

اثیم، ٹھاکر پوا سنگھ

پھیکا ہے نورِ خور رخ انور کے سامنے ہے ہیچ مشک زلفِ معنبر کے سامنے
خجلت سے آب آب ہیں نسرین و یاسمین کیا منہ دکھائیں آ کے گلِ تر کے سامنے
ہے زنگ معصیت سے یہ دل کا آئینہ کیا اس کو لے کے جاؤں سکندر کے سامنے
قسمت کا لکھا مٹ نہیں سکتا کسی طرح تدبیر کیا کرے گی مقدر کے سامنے
اتنا کرم ہو. آنکھ میں آجائے روشنی کہنا صبا یہ جا کے پیغمبرؐ کے سامنے
جس در سے آج تک کوئی لوٹا نہ خالی ہاتھ دستِ طلب دراز ہے اس در کے سامنے
حاجت ہے کیا بیان کی ہے سربسر عیاں ذرّہ کا حال مہرِ منور کے سامنے
رضواں تجھے جو ناز ہے جنت پہ اس قدر کیا چیز ہے وہ روضۂ اطہر کے سامنے

سر پہ ہو انؐ کا دستِ شفاعت اثیمؔ کے
جس دم کھڑا ہو داورِ محشر کے سامنے
☆۱

☆ ☆ ☆

☆ ۱ ماہنامہ "الرشید" لاہور، نعت نمبر، ص ۳۶۰، نومبر ۱۹۹۳ء

احقر، بابو طوطا رام

بابو طوطا رام 'احقر' تخلص کرتے تھے۔ محمد محفوظ الرحمٰن نے اپنے تذکرے میں لکھا ہے کہ آپ ۱۸۸۵ء میں سردار پور کی چھاؤنی کے ایک اسکول میں مدرس تھے۔ آپ کا کلام گلزارِ خلد ستمبر ۱۸۸۵ء میں طبع ہوا ہے۔

مدت سے یہ دل اپنا ہے شیدائے مدینہ
کب مجھ کو خدا دیکھئے دکھلائے مدینہ

مجنوں ہوں میں ہندی وہ لیلائے مدینہ
لازم ہے مرا بخد ہو صحرائے مدینہ

اے بادِ صبا چشمِ کرم کچھ تو ادھر بھی
لا بہرِ خدا بو گلِ رعنائے مدینہ

☆ ☆ ☆

اختر امرتسری، بخشی شوری لال

اختر امرتسری کے والد کرپا رام بخشی ہیں۔ ۱۹۰۹ء میں پیدا ہوئے۔ منشی پیارے لال رونق دہلوی (۱۹۳۴-۱۹۶۶) اور پنڈت سروپ نرائن رازداں ایمن کشمیری (پ ۱۸۷۸ء) سے شرفِ تلمذ رکھتے تھے۔ آپ نے ہندو سبھا کالج امرتسر میں تعلیم حاصل کی اور پنجاب یونیورسٹی سے گریجویشن کیا۔ تقسیمِ ہند کے بعد دہلی چلے گئے اور وہاں کے کالجوں میں اردو اور فارسی کی تعلیم دیتے رہے۔ متعدد رسائل اور انجمنوں کے سرپرست رہے ہیں۔ فارسی میں بھی طبع آزمائی فرماتے ہیں۔ فنِ عروض اور تاریخ گوئی میں بھی مکمل دسترس رکھتے ہیں۔ صاحب دیوان ہیں اور حلقۂ تلامذہ بھی رکھتے ہیں۔ ☆ ۱

پھرتا ہے نظر میں قدِ رعنائے محمدؐ ۔۔۔ دیکھی ہے کہیں صورت زیبائے محمدؐ
آنکھوں میں مری صورتِ زیبائے محمدؐ ۔۔۔ قربان تصور کے کہ پھرتی ہے شب و روز
مل جائے اگر خاکِ کفِ پائے محمدؐ ۔۔۔ آنکھوں میں لگالوں میں اسے سرمہ سمجھ کر
پھیلی ہوئی ہر سو ہے تجلائے محمدؐ ۔۔۔ ہیں کون و مکاں جلوۂ پرنور سے روشن
دیکھے جو کوئی صورتِ زیبائے محمدؐ ۔۔۔ پھر بھول کے وہ نام نہ لے حور و جناں کا
یاد آتا ہے جب وہ قدِ رعنائے محمدؐ ۔۔۔ روتا ہوں بہت سروِ گلستاں سے لپٹ کر
دیکھوں میں وہاں حسنِ دلارائے محمدؐ ۔۔۔ لے چل سوئے یثرب مجھے اے شوقِ مدینہ
ہے سر میں سمایا ہوا سودائے محمدؐ ۔۔۔ کیوں نامِ محمدؐ نہ ہو ہر وقت زباں پر

کیوں کر نہ جہاں میں ہو مرا رتبۂ عالی
میں اخترِ ناچیز ہوں شیدائے محمدؐ

☆ ۲

☆ ☆ ☆

☆ ۱ نغمۂ ناقوس، ص ۵۳ جوہر دیوبندی

☆ ۲ ماہنامہ نعت لاہور ص ۸۱ جون ۱۹۸۹ء

اختر بھنگالوی، شوچرن داس

شوچرن داس تجارت پیشہ تھے اور اختر تخلص کرتے تھے۔ ایک تاریخی ناول کے مصنف بھی تھے۔ آپ کا شعری مجموعہ "تفسیرِ حیات" ہے۔

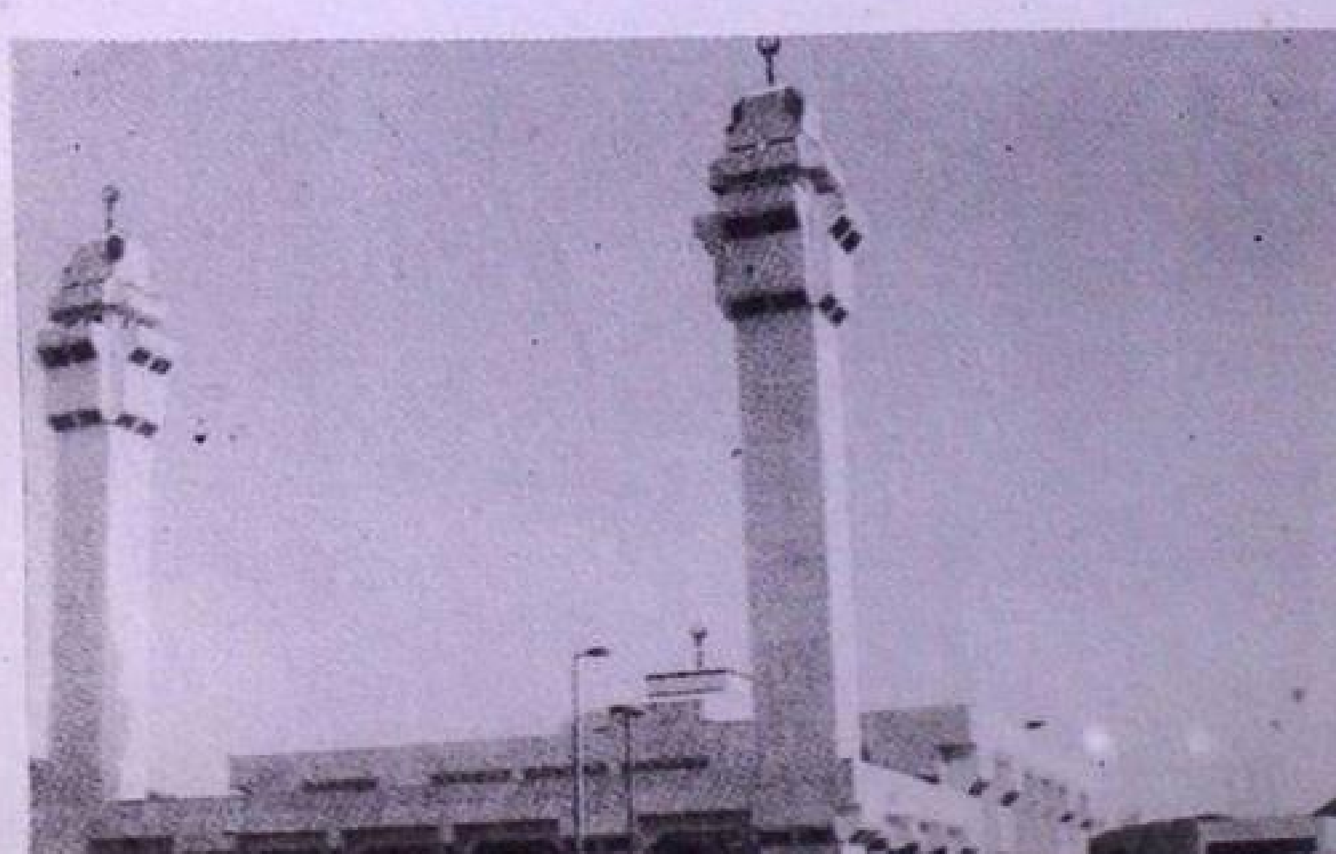
پیغامِ عرفان

دل آویز ہے قابل داد ہے ۔۔۔ محمدؐ کا کیا خوب ارشاد ہے
خلاصہ ہے قرآن کے فرمان کا ۔۔۔ کہ لالچ نہ کر مال کا جان کا
یہ بیکار ہیں تاج و تخت و نگیں ۔۔۔ اگر دل حقیقت کا قائل نہیں
اگر خوش روی خوش اساسی نہیں ۔۔۔ نظر محرمِ حق شناسی نہیں
اگر تیرا شیوہ ہے مکر و ریا ۔۔۔ پتہ مل سکے گا نہ ایمان کا
تو مذہب کو پہچانتا ہے بتا؟ ۔۔۔ خدا کیا ہے یہ جانتا ہے! بتا؟
غریبوں کی خدمت ہو تیرا شعار ۔۔۔ اسی میں ہے مستور رازِ وقار
کبھی سن سکے تو جو پیغامِ غیب ۔۔۔ ہنر میں بدل جائیں سب تیرے عیب
درندوں کی عادات سے باز آ! ۔۔۔ بدی سے برائی سے خود کو بچا
کیا نام بدنام انسان کا ۔۔۔ اگر کام اپنایا شیطان کا
جکڑ نہ سکے جس کو دام شہی ۔۔۔ فریب اس سے ممکن نہیں ہے کبھی
اگر پاس صدق و صفا ہی نہیں ۔۔۔ اگر تجھ کو خوف خدا ہی نہیں

اگر دل پہ ہے نقشِ عشقِ بتاں خدا کا فقط نام زیبِ زباں
تو پھر کچھ نہیں شوکت ظاہری عبث ہے ترا دعویٰ برتری
ارے زندگی ہے مثالِ حباب پلٹ کر نہ آئے گا دورِ شباب
کرے گا اگر حق سے تو اجتناب رہے گا ہمیشہ شکارِ عذاب
رہے دل اگر حق سے نا آشنا نہیں اس میں کچھ زندگی کا مزا
نہیں قابلِ اعتنا زندگی اگر دل نہیں قائلِ بندگی!
انہیں فکرِ ظلمت نہ خوفِ سحاب ہمہ نور ہیں جو ہمہ آفتاب

تو اختر کسی کا بھی دل نہ دکھا
اسی میں ہے پیغامِ عرفان کا
☆ ۱

☆ ۱ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام، ص ۸۹، ۹۰ فانی مراد آبادی



تنعیم میں مسجد عائشہؓ جہاں عمرہ کا احرام باندھا جاتا ہے۔

اختر رضوانی، سیتہ پال

سیتہ پال اختر رضوانی، رضوان (پنجاب) کے باشندہ تھے۔ ۱۹۱۲ء کے قریب ولادت ہوئی۔ اخبار نویسی، شعر و شاعری اور تالیف و تصنیف آپ کی مصروفیات رہیں۔ "بابائے رباعیات" کہلاتے تھے۔ اختر رضوانی کی تصانیف میں نقشِ مستقل، رنگ و سرور، حدیثِ غم، سنگ و آئینہ، نئے عنوان، عکسِ جمیل، خدوخال اور حاصلِ غم نمایاں ہیں۔ ☆ ۱

رباعیات

جمہور و مساوات کا پیغمبرؐ ہے
آئینۂ حالات کا پیغمبرؐ ہے
اے خطۂ بطحا و عرب کے باسی
تو کشف و کرامات کا پیغمبرؐ ہے

☆ ☆ ☆

سچ ہے ترے اطوار کا ثانی نہ ملا
اس صدق کا ایثار کا ثانی نہ ملا
ویسے تو ملے لاکھ نقوشِ تازہ
لیکن ترے کردار کا ثانی نہ ملا

☆ ☆ ☆

تاریکیوں کا نقش مٹایا تو نے
وحدت کا نیا گیت سنایا تو نے
صدیوں سے جو روشن تھا چراغِ باطل
تنویرِ صداقت سے بجھایا تو نے

☆ ☆ ☆

از خاک عرب تا بہ عجم مانتے ہیں
ہاں صاحب الطاف و کرم مانتے ہیں
ہم دیر نشیں بھی ہیں ترے مدح سرا
رہبر جو تجھے اہلِ حرم مانتے ہیں
☆ ۲

☆ ☆ ☆

☆ ۱ نغمۂ ناقوس، ص ۵۰ جوہر دیوبندی
ہندو شعراء کا نعتیہ کلام، ص ۰۷ فانی مراد آبادی
☆ ۲ تذکرہ نعت گویانِ اردو، ص ۷۲، ۷۳، ۷۴ پروفیسر سید یونس شاہ

اختر، کنور پتمبر پرشاد

سال پیدائش ۱۸۸۲ء اور سال وفات ۱۹۲۰ء ہے۔ یعنی صرف ۳۸ سال عمر پانے والے کنور پتمبر پرشاد خلف منشی دیبی پرشاد بشاش (پ ۱۸۴۷ء) مشہور شاعر گزرے ہیں۔ بشاش کے والد منشی نتھن لال بہجت بھی شاعر تھے جن کا سال ولادت (۱۸۱۹ء) ہے۔ یہ کائستھ خاندان ہے جس نے شعر و ادب کی بڑی خدمت کی ہے۔

کس منھ سے کروں مدح محمدؐ" اختر
کیا صلِّ علیٰ نام یہ آیا لب پر

وہؐ ظلِّ الٰہی ہے وہؐ نورِ اسلام
کام اسؐ کا شفاعت ہے بروز محشر

☆ ☆ ☆

مشکل میں تو ہے یار رسولِؐ مدنی
دکھ درد میں غم خوار رسولِؐ مدنی

اور حشر میں ہنگام شفاعت، سب کا
حامی و مددگار رسولِؐ مدنی

☆ ☆ ☆

ماخذ:

مثنوی مخزنِ تدابیر مطبوعہ ۱۹۲۰ء

سوو سراغ، کالیداس گپتا رضا، ص ۷۵، ادارہ "فن اور شخصیت" بمبئی ۱۹۸۰ء

تاریخ شعرائے روہیلکھنڈ جلد اول ص ۵۷۶

اختر، ہری چند

پنڈت ہری چند اختر کا شمار اردو کے ممتاز شاعروں میں ہوتا ہے۔ مالک رام اور جوہر دیوبندی نے اپنے تذکروں میں ان کی تاریخ پیدائش بالترتیب ۱۵ر اپریل ۱۹۰۰ء اور ۱۹۱۱ء لکھی ہے۔ شیخ محمد اسمٰعیل پانی پتی (۱۸۹۳ - ۱۹۷۲ء) نے ۱۹۰۱ء بتائی ہے۔ مقام ولادت صاحبا ضلع ہوشیار پور ہے۔ تقسیم ملک تک لاہور میں مقیم رہے۔ فارسی میں منشی فاضل اور انگریزی میں ایم۔ اے تھے۔ شروع سے ہی ادب سے گہرا لگاؤ رکھتے تھے۔ فارسی میں بہت سے مضامین رہنمائے تعلیم لاہور میں لکھے۔ چند سال اخبار نویسی بھی کی بعد ازاں دفتر پنجاب اسمبلی اور محکمہ اطلاعات میں کام کیا۔ آل انڈیا ریڈیو میں بھی آپ نے خدمات انجام دیں۔

ہری چند اختر نے ابتدا میں تخلص شرؔما رکھا لیکن بعد میں بدل لیا۔ مزاحیہ کلام میں دوزخی تخلص کرتے تھے۔ ان کا نعتیہ کلام بھی پسند کیا جاتا تھا۔ یکم جنوری ۱۹۵۸ء کو دلّی میں آپ نے وفات پائی۔ ☆ ۱

کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا کس نے ذرّوں کو اٹھایا اور صحرا کر دیا

شوکت مغرور کا کس شخص نے توڑا طلسم منہدم کس نے الٰہی قصرِ کسریٰ کر دیا

کس کی حکمت نے یتیموں کو کیا دریتیم اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولا کر دیا

زندہ ہوجاتے ہیں جو مرتے ہیں حق کے نام پر اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا

کہہ دیا لاتقنطو اختر کسی نے کان میں اور دل کو سربسر محوِ تمنا کر دیا

سات پردوں میں چھپا بیٹھا تھا حسنِ کائنات اب کسی نے اس کو عالم آشکارا کر دیا

آدمیت کا غرض ساماں مہیا کر دیا اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا

☆ ۲

☆ ☆ ☆

سبز گنبد کے اشارے کھینچ لائے ہیں ہمیں
لیجئے دربار میں حاضر ہیں اے سرکارؐ ہم
نامِ پاک احمد مرسلؐ سے ہم کو پیار ہے
اس لئے لکھتے ہیں اخترؔ نعت میں اشعار ہم

☆ ☆ ☆

☆ ۱ تذکرہ ماہ و سال' ص ۲۷ مالک رام' نغمۂ ناقوس' ص ۵۱ جوہر دیوبندی' نقوش "غزل نمبر" اکتوبر ۱۹۸۵ء' ص ۶۷۹' ماہنامہ "آجکل" دہلی' مئی ۱۹۵۸ء

☆ ۲ ماہنامہ "کیلاش" ہوشیارپور ص ۲۴ ۱ اگست ۱۹۴۰ء



مزدلفہ میں مشعر الحرام کی مسجد

اختر ہرے داسیہ ‘پنڈت کندن سنگھ

پنڈت کندن سنگھ اختر ہرے داسیہ برہمن خاندان کے چشم و چراغ ہیں‘ جو سکھ ہیں۔ آپ کے بزرگوں کا آبائی وطن گوجرانوالہ (پاکستان) ہے۔ پنڈت اختر ہرے داسیہ کے والد سردار رن جیت سنگھ شرما ہرے داسیہ انگریزی زبان کے فاضل جید اور اردو اشعار کے دلدادہ تھے۔ ان سے ہیر وارث شاہ سنتے ہوئے لوگ وجد میں آجاتے تھے۔ گوجرانوالہ کی شمشان بھومی آپ کے دادا ملوک سنگھ نے عطیہ کردی تھی۔ ان کے نام کی تختی آج بھی وہاں موجود ہے۔

اختر ہرے داسیہ سرکاری ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد اپنے بیٹے کے ساتھ ٹھیکیداری کا کام کر رہے ہیں۔ آپ کو شعر گوئی کا شوق جنون کی حد تک ہے۔ ابتداء میں پنڈت میلا رام وفا (۱۸۹۴ ۔ ۱۹۸۰ء) سے اصلاح لی اور ان کی وفات کے بعد علامہ قیس جالندھری (پ ۱۹۰۴ء) کی رہنمائی میں مشقِ سخن جاری ہیں۔

جس وقت نظر آئے کچھ آثارِ مدینہ
حاجی نظر آئے سبھی سرشارِ مدینہ

رہ رہ کے لگا لوں نہ اسے آنکھوں سے میں کیوں
مل جائے اگر خاکِ پُر انوارِ مدینہ

آئیں تو اِدھر‘ جھولیاں بھر لیں سبھی سائل
پُر لعل و گوہر ‘ دُر سے ہے دربارِ مدینہ

ہر ذرّہ مدینے کا ہے رشکِ مہِ انور
رشکِ گلِ فردوس ہے ہر خارِ مدینہ

لہراتے ہیں آ آ کے میرے خوابوں میں ہر شب
انوار سے ڈوبے در و دیوارِ مدینہ

پھر خوف کسی دشمنِ جاں سے ہو مجھے کیوں
جب میری طرف دار ہو سرکارِ مدینہ

چھا جاتے ہیں جب عقل پہ افکارِ تذبذب
احساس پہ چھا جاتے ہیں افکارِ مدینہ

حاصل ہوئی کونین کی دولت اسے اختر
حاصل ہوا جس شخص کو دیدارِ مدینہ

ادا، پروفیسر تجیندر کور

ادا صاحبہ سکھ مذہب سے تعلق رکھتی ہیں۔ اردو کی ممتاز شاعرہ ہیں۔ اپنے بے مثال ترنم کے ساتھ جب کلام پیش کرتی ہیں تو سامعین پر ایک کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ امریکہ، کینیڈا، دبئی وغیرہ کے عالمی مشاعروں میں شرکت کرتی رہی ہیں۔ بھارت کے تمام بڑے مشاعروں کی مقبول شاعرہ ہیں۔

آپ نے موسیقی کی مہارت بھی حاصل کی ہے اور گرونانک دیو یونیورسٹی امرتسر میں پروفیسر ہیں۔

یہ کسی کو مری کیا خبر ہے
کہ تصوّر میں خیرالبشرؐ ہے

میں بہت دور ہوں، میں نے مانا
میرے آقاؐ کو میری خبر ہے

جس پہ جھکتی ہے پیشانی سب کی
اب تصوّر میں وہ سنگِ در ہے

میں ازل سے ہوں انؐ کی بھکارن
یہ رسولِ خداؐ کو خبر ہے

کیا بگاڑے گا میرا زمانہ
کملی والےؐ کی مجھ پر نظر ہے

نعت لکھتی ہے سرکارؐ کی اب
کیا تجیندر ادا بے ہنر ہے

☆۱

بہ شکریہ ڈاکٹر شاہد الوری

ادب سیتاپوری، کنور سورج نرائن سہنا

نمازِ محبت ادا کر رہا ہوں خیالِ حرم سامنے آ نہ جانا
جبینِ ادب خود جھکی جا رہی ہے قریب آ رہا ہے ترا آستانا

جناب ادب سیتاپوری کی ولادت ۱۹۰۹ء میں سیتاپور (اودھ) کے محلہ ترین پور کے ایک معزز کائستھ گھرانے کے فرد جناب کنور سروپ نرائن کے گھر ہوئی۔ آپ کے دادا مشہور وکیل پتیم رائے کاوش بریلی کے باشندے تھے جو ۱۸۵۷ء میں ترک وطن کر کے سیتاپور آ گئے تھے۔

جناب ادب سیتاپوری نے ابتدائی گھریلو تعلیم بزرگوں کی نگرانی میں حاصل کی۔ اسکول میں داخل ہوئے انٹر کے بعد تعلیم کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ آپ نے ۱۹۵۰ء کے قریب شاعری کا آغاز کیا اور عشق لکھنوی تلمیذ حضرت جلال لکھنوی (۱۸۳۴ - ۱۹۰۹ء) کی شاگردی اختیار کی لیکن کبھی کبھی سالک لکھنوی (۱۹۱۰ - ۱۹۷۶ء) سے بھی مشورہ سخن کرتے تھے۔ ادبی تقریبات کے اہتمام میں سرگرم حصہ لیتے تھے۔ آل انڈیا اردو تحریک کے نائب صدر بھی رہے۔ آپ کے عالی شان مکان کو ادبی مرکز کی حیثیت حاصل تھی۔ موصوف قیام لکھنؤ کے دوران ۲ر اگست ۱۹۶۲ء کو قلبی دورہ پڑنے کے سبب انتقال کر گئے۔ آپ کی آخری رسوم سیتاپور میں ادا کی گئیں۔

مشہور تذکرہ نگار جناب عرفان عباسی نے آپ کے کلام کے حوالے سے تحریر کیا ہے۔
"ادب صاحب کو غزل سے تو طبعی مناسبت تھی ہی، نعت، سلام، قطعہ، رباعی وغیرہ اصناف میں طبع آزمائی کرتے تھے۔ نعت و سلام بڑے اہتمام سے کہتے تھے۔ ادب صاحب کے کلام میں لکھنوی رنگ و آہنگ کی جھلک پائی جاتی ہے۔ وہ دل کی بات سادگی و صفائی سے کہہ دیتے ہیں۔ اخلاقی تاثر اور انسانی درد، حقائق زندگی کا بیان، زبان کی سلاست، لطافت و ندرت ان کے کلام کی خصوصیات ہیں۔ وہ شاعری کو فن کی خدمت سمجھتے تھے۔" ☆ ۱

جناب ادب سیتاپوری کے سلاموں کا ایک مجموعہ "اشک خلوص" شائع ہو چکا ہے۔ جناب وصی سیتاپوری کے ذریعہ حاصل ہونے والا نعتیہ کلام جو عرفان عباسی صاحب نے اپنے تذکرے میں پیش کیا ہے، درج ذیل ہے۔

محمدؐ ایک فرقے کے نہیں ہیں
محمدؐ سب کے ہیں اور بالیقیں ہیں

ادب لائے نہ کیوں ایمان انؐ پر
محمدؐ رحمت للعالمیں ہیں

☆ ☆ ☆

جس در پہ فرشتوں کی نظر کرتی ہے سجدے
کیا میرے مقدر میں کبھی ہوگا وہ در بھی
جتنی تھی منور شبِ معراجِ محمدؐ
روشن نہ ہوئی اتنی کبھی کوئی سحر بھی

☆ ☆ ☆

اے پیکرِ خلوص کے حق آفریں سلام
اے پانے والے ختم رسلؐ کا خدا سے نام
لطف و کرم کی ایک نظر اس ادب پہ بھی
یہ بھی تمہارےؐ در کا ہے ادنیٰ سا اک غلام

☆ ☆ ☆

ساقی بزم کائنات حاصل حسن رہبری　　آئینہ خلوص دل عقدہ کشائے زندگی
رحمت کل جمال کل مشعل بزم دینوی　　ذرّہ آستان پاک راقم عجز و زندگی

شافع حشر صد سلام آخرالانبیاء سلام
حاصل صبرو عاجزی احمد مجتبیٰؐ سلام

☆ ۲

☆ ☆ ☆

☆ ۱ تذکرہ شعرائے اترپردیش، حصہ اول، ص ۴۴ ـ ۴۹، عرفان عباسی

☆ ۲ تذکرہ شعرائے اترپردیش، حصہ اول، ص ۴۸ ـ ۴۹ عرفان عباسی

ادیب لکھنوی، گرسرن لال

جناب گرسرن لال ۲۳ دسمبر ۱۹۰۲ء کو محلہ غوث نگر لکھنؤ میں مقیم منشی مہادیو پرشاد عاصی (پ قریب ۱۸۷۵ء) کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کے بڑے بھائی گوپی ناتھ امن لکھنوی (۱۸۹۹ - ۱۹۸۳ء) بھی ممتاز صحافی اور شاعر تھے۔ ادیب لکھنوی نے ابتدائی تعلیم اپنے دادا منشی گنگا پرشاد سے حاصل کی۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے انٹر، لکھنؤ یونیورسٹی سے بی اے اور آگرہ یونیورسٹی سے فارسی میں ایم اے کی اسناد حاصل کیں۔ موصوف کے دادا مسلم کلچر کے دلدادہ تھے شاید یہ اسی تربیت کا اثر ہے کہ موصوف بھی میلاد و مجالس میں شرکت کرتے رہے ہیں۔ آپ کو مولانا عزیز لکھنوی (۱۸۸۲ - ۱۹۳۵ء) سے شرفِ تلمذ حاصل ہے۔ عمر کا بیشتر حصہ درس و تدریس میں گزار چکے ہیں۔

جناب ادیب لکھنوی کی تصانیف چھوٹے ناتک اور چھلکتے جام شائع ہو چکی ہیں۔ ارمان بلا روی کے ۲۱ اردو افسانوں کا انگریزی ترجمہ بھی کتابی صورت میں منظرعام پر آچکا ہے۔ اردو شعری مجموعے "رباعیاتِ ادیب" اور "زنداں سے گلستاں تک" بھی زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکے ہیں۔ "نذرانہ عقیدت" آپ کے حمدیہ و نعتیہ کلام اور سلام و مناقب کا مجموعہ ہے۔ ڈاکٹر دھرمیندر ناتھ نے ۱۹۸۶ء میں اسے شائع کیا ہے۔ یہ چھیانوے صفحات پر مشتمل ہے۔ مقدمہ سید شریف الحسن نقوی نے تحریر کیا ہے۔ ادیب لکھنوی کی شخصی خصوصیات کا احاطہ کرتے ہوئے جناب سید اختر الاسلام لکھتے ہیں۔ "ادیب صاحب بہت عقیدتوں اور محبتوں کے انسان ہیں۔ ان جیسے بااخلاق لوگ اب خال خال رہ گئے ہیں۔"

آؤ ہم سب مل کے بیٹھیں پیار کی باتیں کریں ‏ کچھ عرب میں پریم کے اوتار کی باتیں کریں
فخرِ آدم" احمدِ مختارؐ کی باتیں کریں ‏ دو جہاں کے سرور و سردار کی باتیں کریں

پریم کی گنگا بہائی جس نے ریگستان میں
روح تازہ پھونک دی مٹتے ہوئے ایمان میں

وہ صداقت کا علمبردار، وحدت کا خطیب ‏ ظاہر و باطن کے سب انوار تھے جس کے قریب
انبیاء پر برتری کا تھا شرف جس کو نصیب ‏ وہ خدا پاک و برتر نے کہا جس کو حبیب

دم قدم سے جس کے حق کا بول بالا ہوگیا
نورِ وحدت ہر طرف پھیلا اجالا ہوگیا

تھی رسولِ پاکؐ سے پہلے جہالت چار سو ۔ بھائی بھائی میں بھی تھی رسمِ عداوت چار سو
تھا عرب کی سرزمیں پر دورِ ظلمت چار سو ۔ معجزہ کس کا تھا جو پھیلی اخوت چار سو

ہر طرف آنے لگیں اللہ اکبر کی صدا
حمدِ خالق کی صدا، نعتِ پیمبرؐ کی صدا

درد تو بے انتہا تھے کوئی چارہ گر نہ تھا ۔ دائروں پر تھی نظر دل ایک مرکز پر نہ تھا
بت کدہ تھا خانہ کعبہ خدا کا گھر نہ تھا ۔ تھے ہزاروں خوف، خوف داورِ محشر نہ تھا

آپؐ کو اللہ نے بھیجا ہدایت کے لئے
ہوگیا سامان ملّت کی شفاعت کے لئے

جانور کی طرح سمجھے جاتے تھے پہلے غلام ۔ باتوں باتوں میں ہوا کرتی تھیں تیغیں بے نیام
لڑکیوں کا قتل کر دینا بھی تھی اک رسمِ عام ۔ خاندانوں میں لیا جاتا تھا صدیوں انتقام

شاعری تھی جوشِ وحشت کو بڑھانے کے لئے
درس کوئی بھی نہ تھا لیکن زمانے کے لئے

خاندانوں کے الگ تھے اپنے اپنے دیوتا ۔ ان سے بھی اکثر ہوا کرتا تھا ساماں جنگ کا
تھے خدا کے گھر میں بھی بت اور کا تو ذکر کیا ۔ کان میں آتی نہ تھی، اللہ اکبر کی صدا

دفعتاً گونجا زمانہ نعرۂ توحید سے
ناامیدی کفر ٹھہری، دل بھرے امید سے

آرزو بر آئی ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کی ۔ ازسرنو دین حق کی آپؐ نے تشکیل کی
بت ہٹائے حکمِ حق کی آپؐ نے تعمیل کی ۔ آخری پیغام لائے دین کی تکمیل کی

جس نے ایذا دی کئے اس پر بھی احساں آپؐ نے
رفتہ رفتہ کر لیا اس کو مسلماں آپؐ نے

آپؐ کا دل تھا کہ تھا آئینۂ صدق و صفا ۔ انتہائے نورِ اقدس تھی کہ سایہ نور کا
اے شفیعِ روزِ محشر، اے حبیبِ کبریا ۔ اس جہانِ آب و گل میں پیکرِ نورِ خدا

جانتا ہوں میں کہ ادنیٰ ہوں سیہ کاروں میں ہوں
آپؐ کی چشمِ عنایت کے طلب گاروں میں ہوں

☆ ا

بسر زماں بسر زباں صلی اللہ علیہ وسلم

میرے سر آنکھوں پہ فرمانِ رسول عربیؐ
جان و دل دونوں ہیں قربانِ رسول عربیؐ

مسلموں تک ہی نہیں فیضِ رسالت محدود
عام ہے خلق پہ احسانِ رسول عربیؐ

وہ فصاحت، وہ بلاغت، وہ صداقت، وہ رموز
جیسے قرآن تھا فرمانِ رسول عربیؐ

زعم اعدا کا ہمیشہ ہوا ثابت باطل
رحمتِ حق تھی نگہبانِ رسول عربیؐ

آدمی کے تو بہت ہوتے ہیں حاکم لیکن
تھے ملک تابعِ فرمانِ رسول عربیؐ

قلبِ محبوبِ خدا آئینۂ نورِ خدا
حق کا عرفان ہے عرفانِ رسول عربیؐ

نام ادیبؔ اور بس اتنا ہے تعارف میرا
ایک ادنیٰ سا ثناخوانِ رسول عربیؐ

☆۲

☆ ☆ ☆

السلام اے رحمتہ اللعالمیں ‌ ‌ السلام اے رہبرِ دنیا و دیں

السلام اے نازشِ روح الامیں ‌ ‌ السلام اے فخرِ آدم السلام

ہر سخن تفسیرِ قرآنِ مبیں ‌ ‌ تیراؐ نقشِ پا چراغِ حق نما

تذکرہ تیراؐ حدیثِ دلنشیں ‌ ‌ ہر قدم تیراؐ آئینِ راہِ دوست

جس میں ہو تیراؐ تصور جاگزیں ‌ ‌ ہے وہ دل آئینۂ صدق و صفا

نور تیراؐ بن گیا مہر مبیں ‌ ‌ کفر کی ظلمت مٹانے کے لئے

شاد ہیں دنیا میں تیرےؐ ذکر سے
ہے نجاتِ آخرت کا بھی یقیں

☆۳

☆ ☆ ☆

مثنوی نعتیہ

مرحبا ساقیٔ بزمِ انوار — صاحب معنی و کنز اسرار
تیری ہستی کا بیاں ہو کس سے — ذات بیرنگ عیاں ہو کس سے
کتنی معصوم ہے تیری فطرت — نور ہی نور ہے تیری صورت
جس قدر دہر میں تصویریں ہیں — سب تیرے حسن کی تفسیریں ہیں
زینتِ کثرت وحدت تجھ سے — تجھ سے اے نورِ حقیقت تجھ سے
تیری ہستی کا جو عرفاں ہو جائے — سِرِّ توحید نمایاں ہو جائے
کس قدر ہے تیرا فیضِ انوار — ذرّے ذرّے میں ہیں خورشید ہزار
روشنیٔ دلِ وحدت تو ہے — نورِ قندیل حقیقت تو ہے
قلبِ ادراک معطّر تجھ سے — روحِ احساس منوّر تجھ سے
فرشِ عالم ترے دم سے آباد — آسماں تیرے قدم سے آباد
حسن سے تیرے دو عالم معمور — عرش تا فرش ہے سب نور ہی نور
غیب تیرے لئے ہر دم موجود — سامنے تیرے مُلک سر بسجود
نام تیرا جو زباں پر کبھی آئے — آسماں فرطِ ادب سے جھک جائے
دیدۂ عرش کا تارا تو ہے — اور مشیّت کا دلارا تو ہے
ختم فطرت کا ہے سب تجھ پہ کمال — روزِ اول سے نہیں تیری مثال
کچھ اشارہ جو ترا پاتی ہے — زلفِ کُن خود ہی سلجھ جاتی ہے
ہادیٔ ہر دوسرا بھی تو ! — شافعِ روزِ جزا بھی تو !
دلبرِ خالق کونین بھی تو ہے — مالک دفترِ دارین بھی تو ہے
عارفِ غارِ حرا کہتے ہیں — تجھے محبوبِ خدا کہتے ہیں
جلوۂ دہر ہے منظر تیرا — ایک عالم ہے مسخّر تیرا

سطحِ گیتی پہ جو انسان ہوئے — سب تیرے تابعِ فرمان ہوئے
تیرے احکام وہاں چلتے ہیں — پر فرشتوں کے جہاں جلتے ہیں
کہاں گنجائشِ ادراک، وہاں — تیرے سایہ کی ہے پرواز جہاں
جسمِ اطہر کی تو کیا ہو تفسیر — پاؤں کی خاک ہے رشکِ اکسیر
دلِ فطرت میں ہے تری تصویر — سینۂ طور میں تیری تنویر
عکس تیرا جو ہے پیمانے میں — اور ہی رنگ ہے میخانے میں
اپنے آپے میں نہیں دیوانے — دیکھ کر نور بھرے پیمانے
عقل سرشار ہوئی جاتی ہے — روح بیدار ہوئی جاتی ہے
ہے سروں پر جو ترا سایۂ ذات — تیرے مستوں کو نہیں فکرِ نجات
ذات تیری ہے ازل سے بے عیب — تیری سرکار بڑی ہے لاریب
فیض ہے چار طرف عام تیرا — ہے سخاوت میں بڑا نام تیرا
ترے ساغر سے جو سرشار ہوئے — نام لے کر جو ترا پار ہوئے
صدقہ ان بادہ کشوں کا ساقی — کھل نہ جائے مرا پردہ ساقی
مئے بیرنگ کی لذّت دیدے — اپنے دیدار کی دولت دیدے
اک عجب عالمِ حیرانی ہے — ہر طرف درد و پریشانی ہے
کوئی مونس نہیں غم خوار نہیں — جز ترے کوئی مددگار نہیں
راز افسانے بنے جاتے ہیں — اپنے بیگانے بنے جاتے ہیں
گرچہ بدتر ز سگِ دنیا ہوں — نام لیوا تو مگر تیرا ہوں
میں گنہگار ہوں مانا لیکن — اور سیہ کار ہوں مانا لیکن
ایک ادنیٰ سا اشارہ کردے — میں ہوں قطرہ مجھے دریا کر دے
قلب ہو جائے منوّر میرا — پھر چمک جائے مقدّر میرا

تو ہے گرتوں کو اٹھانے والا بگڑی قسمت کا بنانے والا
گلِ اُمید کھلانے والا یعنی روتوں کو ہنسانے والا
تیری اک چشمِ عنایت ہو اگر سب بدل جائیں قضا اور قدر
روح میں دل میں اجالا کر دے ہر نفس شعلۂ سینا کر دے
مست صہبائے محبت کر دے یعنی سرشار حقیقت کر دے
دین و دنیا میں ہو عزّت میری تیرے سائے میں ہو جنّت میری

مجھے آسودۂ منزل کر دے
میں ہوں ناقص مجھے کامل کر دے
☆ ۴

☆ ☆ ☆

مکاں کیا لامکاں بھی آج تک جس سے معطّر ہے
وہ بوئے زلفِ وحدت تھی محمدؐ کے پسینے میں
جنّ و انس و ملائک کا تو آخر پوچھنا کیا ہے
ہوائیں بھی ادب کے ساتھ چلتی ہیں مدینے میں

☆ ۱ نذرانۂ عقیدت : گرسرن لال ادیب، ص ۲۲ تا ۲۵
☆ ۲ نذرانۂ عقیدت : گرسرن لال ادیب، ص ۲۵ تا ۲۶
☆ ۳ نذرانۂ عقیدت : گرسن لال ادیب، ص ۲۱
☆ ۴ ظہورِ قدسی، آرزو سہارنپوری

اشک جالندھری، زدیو سنگھ

کہوں کیا کس قدر بالا نشیں ہے آشیاں تیرا
فرازِ عرش پر دیکھا ہے اے سرور نشاں تیرا

خجل ہوں میں گناہوں سے، کرم ہو شافعِ محشر
مجھے بھی ہو بقا حاصل ملے جو آستاں تیرا

اگر کوئی تمنا ہے مرے دل میں تو یہ آقا
دم آخر جبیں میری ہو سنگِ آستاں تیرا

بہت گھبرا گیا ہوں یا نبیؐ! آلام دنیا سے
سکوں مل جائے، مجھ کو بھی ملے جو آستاں تیرا

تیرا مسکن اگر اے اشکؔ ہو بیت المقدس میں
جلا سکتی نہیں خرمن کبھی برقِ تپاں تیرا

☆ ☆ ☆

اشہرا جینی، منشی پربھولال گوڑ

خدا نے تم کو وہ بخشا ہے اے خیرالوریؐ پایا
رسولوں میں کسی نے مرتبہ ایسا نہیں پایا

نہ پوچھو اہل دل نے ماسوا میں تم کو کیا پایا
تمہیں کو ابتدا پایا تمہیں کو انتہا پایا

شبِ معراج حق سے لامکاں میں جب ہوئیں باتیں
خدا جانے خدا نے کیا دیا بندہ نے کیا پایا
☆ ۱

☆ ۱ ہفت روزہ "میرٹھ میلہ" میرٹھ ص ۵ ۱۲ر فروری ۱۹۸۳ء

اعشیٰ

اعشیٰ زمانہ جاہلیت کے ان سات شاعروں میں سے تھا جن کے قصیدے کو آب زر سے لکھ کر خانہ کعبہ میں لٹکایا جاتا تھا۔ کسی زمانہ جاہلیت کے شاعر کی عظمت کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ "سبعہ معلقہ" کا ایک شاعر ہے۔ تاریخ الادب العربی کے مصنف کارل بروکلمان نے اعشیٰ کے ذکر میں لکھا ہے "أعشی بن تغلب' ربیعة (وقیل : النعمان) بن بخوان بن یحی بن معاویة۔ کان نصرانیًا' و کان یتردد بین البداوة والحضارة' فإذا بدا نزل بنوا حی الموصل و دیار ربیعة فی منازل قومه' وإذا حضرت نزل بدمشق' ومات علی النصرانیة" ☆۱

اعشیٰ نے ایک طویل عمر پائی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خبر جب اس کو ملی تو آپؐ کی مدح میں ایک قصیدہ کہہ کر حجاز کی طرف روانہ ہوا۔ ادھر ابو سفیان کو اطلاع مل گئی کہ اعشیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کہی ہے' وہ حجاز کی طرف آرہا ہے۔ یہ خبر اہلِ قریش کے لئے صدمہ کا باعث بنی' کیونکہ اعشیٰ جیسے شاعر کا کچھ کہنا معمولی بات نہ تھی۔ ابو سفیان نے کہا :

واللہ لئن أتیٰ محمدا أو اتبعه لیضر من علیکم میزان العرب بقوله۔

بخدا اگر اعشیٰ محمدؐ کے پاس پہنچ گیا یا کہیں ان کی اتباع کر لی تو وہ اپنے اشعار سے سارے عرب کی آگ تمہارے خلاف بھڑکا دے گا۔

چنانچہ قریش نے باہمی مشورہ کے بعد چندہ کر کے ایک سو اونٹ جمع کئے اور اعشیٰ کو نجد و حجاز کے درمیان ایک مقام "خفصہ" پر جا کر دیئے اور خوشامدیں کیں' اعشیٰ ان اونٹوں کو لے کر اسلام کی نعمت سے محروم واپس مڑ گیا' مگر اللہ کی قدرت کہ یہ اونٹ اس کے کام نہ آسکے بلکہ یہی اس کی ہلاکت کا ذریعہ بنے' ان میں سے ایک اونٹنی نے اس کو اپنی پیٹھ سے گرا دیا اور سینے سے زمین پر رگڑ رگڑ کر ہلاک کر دیا۔ وہ قصیدہ جو اس نے دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تصنیف کیا تھا اس کی تمہیدی اشعار دیکھیے۔

۱۔ **الم تغتمض عیناک لیلة ارمدا**
و بت کما بات السلیم مسھدا

۲۔ **وما ذاک من عشق النساء و انما**
تناسیت قبل الیوم خلة مھددا

۳۔ **و لکن اری الدھر الذی ھو خائن**
اذ اصلحت کفای عادی فافسدا

۴۔ **شباب و شیب و افتقار و ثروة**
فللہ ھذا الدھر کیف ترددا

ترجمہ

۱۔ کیا اس بے خواب رات کو تیری آنکھیں نہیں جھپکیں اور کیا تو نے ایک مارگزیدہ کی طرح بے چین پوری رات نہیں گذار دی۔

۲۔ یہ جو کچھ ہوا عورتوں کے عشق میں نہیں ہوا۔ لیلاؤں کا عشق تو کب کے بھول چکے۔

۳۔ بات یہ ہے کہ زمانہ بڑا بے وفا ہے، جب میری حالت سدھری اس نے بگاڑ دیا۔

۴۔ جوانی، بڑھاپا، تنگی، خوشحالی، کیسے کیسے پلٹے یہ زمانہ کھاتا ہے۔

عربی کی قدیم شاعری تشبیب و تمہید کی پر پیچ راہوں سے گزر کر گریز کرتی ہوئی منزلِ مقصود کی طرف مائل ہوتی ہے۔ اعشیٰ کا یہ قصیدہ بھی ان منازل کو طے کرکے مقصد کی طرف رخ کرتا ہے۔

۱۔ فالیت لا ارثی لها من کلالة
ولا من وجی حتی تزور محمدا

۲۔ نبی یری مالا ترون و ذکره
اغار لعمری فی البلاد و انجدا

۳۔ له صدقات ماتغب هو نائل
و لیس عطاء الیوم مانعه غدا

۴۔ متی ما تناخی عند باب بن هاشم
تراحی و تلقی من فواضله ندی

ترجمہ

۱۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ (اپنی اونٹنی) کی کمزوری اور اپنی برہنہ پائی کا اس وقت تک گلہ نہ کروں گا جب تک کہ افتاں وخیزاں کسی حال میں وہ مجھے محمد تک نہ پہنچا دے۔

۲۔ وہ ایسے نبی ہیں جو ان چیزوں پر نظر رکھتے ہیں، جن کو تم لوگ نہیں دیکھتے، اور میری قسم! ان کی شہرت ملک ملک پھیل چکی ہے۔

۳۔ ان کے احسانات مسلسل ہوتے ہیں، جن میں ناغہ نہیں ہوتا، بلکہ ان کے یہاں سے بٹنے والی خیرات کم نہیں ہوتی، کسی عنایت میں کمی اس لئے نہیں ہوتی کہ گذشتہ روز وہ کی جا چکی ہے۔

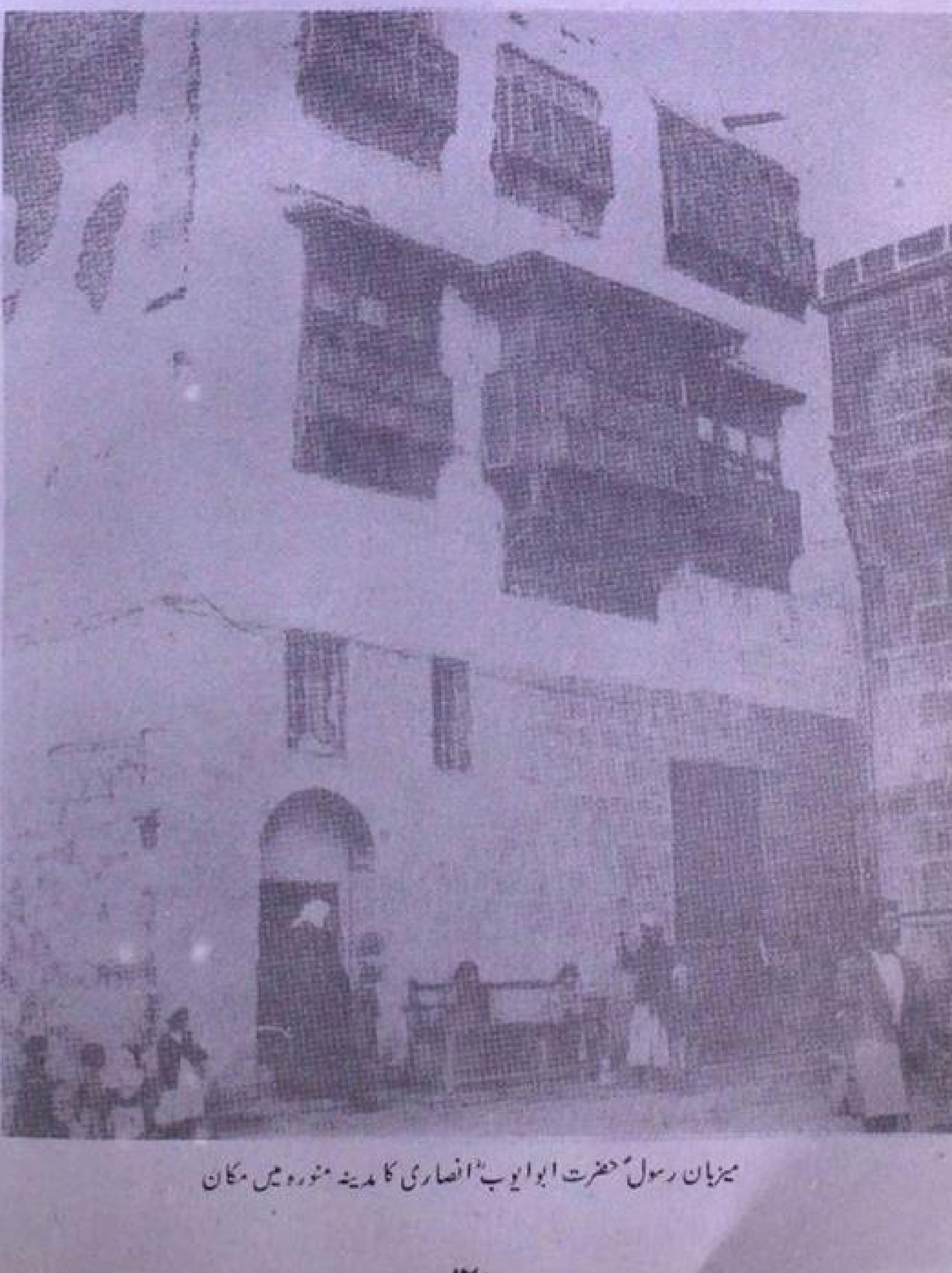
۴۔ جب تم اپنی اونٹنی کو ابن ہاشمؒ کے در پر بٹھاؤ گے تو تمام کلفت بھول جائے گی، آرام پائے گی اور ان کے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے صدقات تم کو سیراب کر دیں گے۔

اعشیٰ کے اس قصیدہ کا ذکر عربی کی تمام جامع کتابوں میں اور خود اعشیٰ کے دیوان میں موجود ہے۔ لیکن سیرتِ نبویؐ کی اکثر کتابوں میں اس کا تذکرہ نہیں ہے۔ مولانا عبداللہ عباس ندوی کے

مطابق غالباً" اصحابِ سیر نے اس کو قصداً" نظرانداز کیا ہے کیونکہ وہ ایمان نہیں لایا تھا اور اپنے ارادے میں مخلص نہیں تھا۔ ☆۲

☆۱ تاریخ الادب العربی' جلد اول' ایڈیشن نمبر۲' ص ۲۳۸' کارل بروکلمان

☆۲ عربی میں نعتیہ کلام' ص ۴۳ تا ۴۵' عبداللہ عباس ندوی



میزبان رسولؐ حضرت ابوایوبؓ انصاری کا مدینہ منورہ میں مکان

اعظم جلال آبادی، حکیم ترلوک ناتھ

پیامِ محمدؐ خدا کا پیام — کلامِ محمدؐ خدا کا کلام
تسلط ترا ہفت افلاک پر — زبانِ خلائق پہ ہے تیرا نام
تری مہر و الفت ہے بے انتہا — ہوئے ہم ترے لطف سے شاد کام
ترا ہر سخن ہے حقیقت سے پُر — تری ہر نظر مثلِ صہبائے جام
خدارا پلا پھر وہ صہبائے حق — کہ مستی میں بے خود رہیں صبح و شام
نگہباں رہا تو مرا آج تک — تری ذاتِ اقدس کو میرا سلام

مرے دین و دنیا کا والی تو ہی
تو آقا مرا، میں ہوں تیرا غلام
☆ ا

☆ ☆ ☆

☆ ا بشکریہ : سید اختر الاسلام، میرٹھ

اکالی، درشن سنگھ

"ایمان کی جان شہد سے میٹھا نام محمدؐ" کے مولف قاضی محمد اسمٰعیل گرگنی نے اپنی کتاب میں گوجری ادب کے حوالے سے درشن سنگھ اکالی کی نعت شائع کی ہے۔

جس نے پنڈ گناہاں کی لاہی مرتیں
دل آلاں ناں اوہ دلدار ملیو

خدمت راہ خداماں کی جس نے
اس ناں جا کے اور دلدار ملیو

اکھ کھول کے تیرے ہر پا سے
بیٹھے دلاں کے اندر اوہ یار ملیو

صدق سچائی جھزو رکھے قائم
کملی آلو اس ناں بخش ہار ملیو

اکالی پکڑ کے ڈبتا بیڑا تارے
دل صاف ستھراں سرکار ملیو
☆۱

☆۱ "ایمان کی جان شہد سے میٹھا نام محمدؐ" مولف قاضی محمد اسمٰعیل گرگنی، بہ شکریہ حافظ محمد ثانی، کراچی

اکمل جالندھری، رام پرتاپ

آپ پنڈت بھگت رام (م ۱۹۳۹ء) کے پسر اور جالندھر کے باشندے ہیں۔ ۱۹۰۷ء میں پیدا ہوئے۔ ایف۔ اے تک تعلیم حاصل کی۔ شاعری میں جناب نظر سوہانوی اور بشیشور پرشاد منوّر لکھنوی (۱۸۹۷ء۔ ۱۹۷۰ء) سے فیض حاصل کیا۔ ☆ ۱۔ محکمہ ریلوے میں خدمات انجام دیں جہاں سے سبکدوش ہونے کے بعد دہلی میں سکونت اختیار کی۔ آپ کا شعری مجموعہ "بوئے گل" ۱۹۵۷ء میں شائع ہوا دوسری کتاب "نالہ دل" ۱۹۶۲ء میں چھپی۔ ☆ ۲

اکمل جالندھری ۲۰ر جنوری ۱۹۷۴ء کو دنیائے رنگ و بو سے منہ موڑ گئے۔ ☆ ۳

کیا شان ہے جنابِ رسالت مآبؐ کی
نظریں جھکی ہوئی ہیں مہ و آفتاب کی

بخشا کلامِ پاک سے رنگِ حیات نو
تعلیم کہہ رہی ہے مقدس کتاب کی

مذہب کو زندگی کے عمل سے ملا دیا
ممنونِ التفات ہے امت جنابؐ کی

قرآنِ پاک اس کی صداقت پہ ہے گواہ
تھی کن بلندیوں پہ رسائی جنابؐ کی

مرہونِ لطف صرف مسلمان ہی نہیں
منت کشِ کرم ہے خدائی جنابؐ کی

میرے بھی حال زار پہ ہو اک نگاہ لطف
بگڑی بنانے والے جہانِ خراب کی

اکملؔ کہیں مقامِ ادب ہاتھ سے نہ جائے
توصیف لکھ رہے ہیں رسالت مآبؐ کی
☆۴

☆ ☆ ☆

☆ ۱ نغمۂ ناقوس، جوہر دیوبندی، ص ۶۹ ☆ ۲ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام، فانی مراد آبادی، ص ۸۴

☆ ۳ تذکرۂ معاصرین، جلد سوم، ص ۲۱ ☆ ۴ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام ص ۸۴ فانی مراد آبادی

اُمِ معبد' عاتکہ بنت خالد

عربی میں "مدح" کا اطلاق نظم و نثر دونوں پر ہوتا ہے اس لئے مولانا عبداللہ عباس ندوی کے مطابق ترتیب زمانی کے لحاظ سے اُمِّ معبد کی مدح کا ذکر بھی مناسب ہے۔ جس کی نثر میں کسی نظم سے کم مرصع اور آب دار نہیں ہے۔ اُمِ معبد کے بارے میں ابن ہشام "سیرۃ النبیؐ" میں لکھتے ہیں کہ وہ ایک مہمان نواز خاتون تھیں اگرچہ معمر تھیں مگر مہمانوں کی تواضع کیا کرتی تھیں۔ حضرت سید حسین علی ادیب رائے پوری نے اپنی تصنیف "مشکوٰۃ النعت" میں نہایت خوبصورت پیرائے میں لکھا ہے "سنگلاخ زمین ہے۔ چلچلاتی دھوپ' جس پر ایک خیمہ نصب ہے۔ جس میں ایک معمر خاتون ہے۔ جس کی ملکیت چند بکریاں' جس کے اوصاف ہمدردی' مروّت' مہمان نوازی' انسانی قدروں کی روشنی بن کے جگمگا رہے ہیں۔ کوئی مسافر بھوکا پیاسا گزرے اسے اپنے مشکیزہ کا ٹھنڈا پانی' بکری کا تازہ دودھ اور چند کھجوریں پیش کرنا' اس کی مراد اور اس کا مزاج بن گیا ہے۔ قبیلہ خزاعہ کی یہ خاتون صحرا میں پھول کی مانند رہ رہی ہے۔ عجیب اتفاق ہے کہ جس خاتون کے خیمہ سے دور دراز کا سفر کرکے حوض کوثر کا ساقیؐ اپنے رفیق کے ہمراہ پہنچا تو اس خاتون کے پاس ضیافت کے لئے نہ کھجوریں ہیں' نہ ہی دودھ ہے۔ غارِ ثور سے مدینہ کی جانب سفر کرتے ہوئے رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اپنے یارِ غار سیدنا صدیق اکبرؓ اور راستہ بتانے والے دیگر افراد کے ہمراہ پہنچے تو رحمت عالمؐ نے اس خاتون سے فرمایا "اے خاتون کھانے کی کوئی چیز تمہارے پاس ہے؟ خاتون حیرت سے اس سراپا حسن اور مجسّم نور کو دیکھنے میں محو تھی' چونک کر بولی "افسوس خیمہ میں اس وقت آپ لوگوں کی ضیافت کے لئے کچھ بھی نہیں ہے۔" ☆۱ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ اس خیمے میں موجود ایک کمزور اور نڈھال بکری پر پڑی' آپؐ نے فرمایا یہ کیسی بکری ہے؟ اُمّ معبد نے عرض کیا کہ یہ کمزور اور نڈھال بکری ہے' ریوڑ کی دوسری بکریوں کے ساتھ چل نہیں سکتی' اس لئے اس کو باندھ رکھا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اس کو ادھر لاؤ۔ بکری حاضر کی گئی۔ آپؐ نے اس کے تھن پر بسم اللہ کہہ کر ہاتھ رکھا اور ایک برتن مانگا' وہ برتن دودھ سے لبریز ہوگیا' یہاں تک کہ وہ زمین پر گرنے لگا۔ آپؐ نے خود نوش فرمایا' حضرت ابوبکر صدیقؓ' آپ کے غلام اور قرب و جوار کے موجود دو افراد نے سیر ہو کر پیا۔ آپؐ نے دوبارہ اس بکری کو دوہا اور وہ پیالہ اُمِ معبد کے حوالہ کرکے روانہ ہوگئے۔

کچھ دیر بعد جب اُمِ معبد کے شوہر آئے تو انہوں نے دریافت کیا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا ہے۔ اُمّ معبد نے کہا ایک بابرکت شخص آیا تھا' یہ دودھ اس کی فیض رسانی کا نتیجہ ہے۔ شوہر نے دریافت کیا کہ وہ کون تھا اس کا کیا حلیہ تھا؟ اس پر اُمّ معبد نے کہا۔

"رایت اجلا ظاہر الوضاۃ، ابلج الوجہ، حسن الخلق، لم تعبہ ثجلتہ، ولم تزریہ صلعتہ، وسیما قسیما، فی عینیہ دعج، وفی اشفارہ وطف، وفی عنقہ سطع وفی صوتہ صحل، ---------- وفی لحیتہ کثافتہ، ازج اقرن، ان صمت فعلاہ الوقار، وان تکلم سماہ وعلاہ البہاء فہو اجمل الناس والبہاھم من بعید، واحسنہم واجملہم من قریب، حلو المنطق فصل، لانزر ولاھذر، کان منطقہ خزرات نظم یتحدرن، ربعتہ لاباس من طول ولا تقتحمہ العین من قصر غصن بین غصنین، فہو انضر الثلاثتہ منظرا واحسنہم قدرا، لہ رفقاء یحفون بہ، ان قال انصتو القولہ وان امر تبادروا الی امرہ، محفود محشود، لاعابس ولامفند۔

اس حسین اور دلکش عربی عبارت کا ترجمہ بھی "رحمت اللعالمین" کے مصنف قاضی سلیمان منصور پوری نے خوبصورتی سے کیا ہے جس میں ترمیم و اضافہ کر کے عبداللہ عباس ندوی نے اور بھی حسین بنا دیا ہے۔ اس عدیم المثال عربی نعتیہ نثر کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔

ترجمہ

"میں نے ایک انسان دیکھا، پاکیزہ رو، کشادہ چہرہ، پسندیدہ خو، ہموار شکم، سر میں بھرے ہوئے بال، زیبا، صاحبِ جمال، آنکھیں سیاہ، اور فراغ، بال لمبے اور گھنے، آواز میں مردانگی و شیرینی، گردن موزوں، روشن اور چمکتے ہوئے دیدہ، سرگیں آنکھ، باریک اور پیوستہ ابرو، سیاہ گھونگریالے گیسو، جب خاموش رہتے تو چہرہ پروقار معلوم ہوتا، جب گفتگو فرماتے تو دل ان کی طرف کھنچتا، دور سے دیکھو تو نور کا ٹکڑا، قریب سے دیکھو تو حسن و جمال کا آئینہ، بات میٹھی جیسے موتیوں کی لڑی، قد نہ ایسا پست کہ کمتر نظر آئے، نہ اتنا دراز کہ معیوب معلوم ہو، بلکہ ایک شاخ گل سے جو شاخوں کے درمیان ہو، زیبندہ نظر، والا قدر، ان کے ساتھی ایسے جو ہمہ وقت ان کے گرد و پیش رہتے ہیں، جب وہ کچھ کہتے ہیں تو یہ خاموش سنتے ہیں، جب حکم دیتے ہیں تو تعمیل کے لئے جھپٹتے ہیں، مخدوم و مطاع، نہ کوتاہ سخن اور نہ فضول گو۔"

۱۔ الوضاءة	حسن الوجہ
۲۔ ابلج	مشرق الوجہ
۳۔ الثجلتہ	عظم البطن و استرجائوہ

حضرت ادیب رائے پوری نے اس تاریخ ساز نثری قصیدے کے الفاظ کی شرح بھی دی ہے۔ یہ شرح دیوان حسانؓ بن ثابت الانصاری کے شارح محمد غوث نصر اللہ کی ہے اور بیروت سے شائع ہوئی ہے۔ میں بھی ادیب صاحب کے شکریہ کے ساتھ صاحبان ذوق کے مطالعہ کے لئے پیش کر رہا ہوں۔

۴۔ الصعلتہ	صغر الراس
۵۔ الوسیم	الحسن۔ القسیم۔ الجمیل
۶۔ الدئج	شدۃ سواد العین
۷۔ الوطف	طول شعر اشفاد العین
۸۔ السطح	الطول
۹۔ الصحل	مایشبہ البحتہ، والمراد انہ لیس بحاد الصوت
۱۰۔ کثاثتہ	ای لیست بدقیقتہ او طویلتہ
۱۱۔ الازج	الدقیق شعر الحاجبین۔ الاقران المتصل الحاجبین
۱۲۔ الفصل	الکلام البین۔ النزر۔ القلیل۔ الھذر۔ الکلام الکثیر
۱۳۔ الربعتہ	لا بالطویل ولا بالقصیر
۱۴۔ انضر	احسن
۱۵۔ یحفون بہ	یبالغون فی اکرامہ
۱۶۔ محفود	مخدوم
۱۷۔ محشود	المطاع
۱۸۔ المفند	الذی لا فائدۃ فی کلامہ لکبر اصابہ

☆۱ مشکوۃ النعت، ص ۳۹۲ تا ۳۹۸، ادیب رائے پوری بہ شکریہ محمد وقار خاں

☆۲ عربی میں نعتیہ کلام، ص ۳۰ تا ۳۲، عبداللہ عباس ندوی بشکریہ حمایت علی شاعر

امن لکھنوی گوپی ناتھ

ممتاز ادیب، شاعر، صحافی، مترجم اور سیاستداں جناب امن لکھنوی ۱۶ر ستمبر ۱۸۹۸ء کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد منشی مہادیو پرشاد سریواستوا صاحب لکھنؤ میونسپل بورڈ میں ملازم تھے اور ہندی، اردو، فارسی زبانوں میں اچھا درک رکھتے تھے اور تینوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ آسی تخلص تھا۔

امن صاحب نے گھر کے علمی و ادبی ماحول میں تعلیم و تربیت پائی۔ ۱۹۱۶ء میں الٰہ آباد یونیورسٹی سے دسویں درجہ کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۲۶ء میں علیگڑھ مسلم یونیورسٹی سے انٹر اور ۱۹۵۱ء میں پنجاب یونیورسٹی سے بی۔ اے کی سند حاصل کی۔ ۱۹۱۶ء میں لکھنؤ میں نقل نویس کی حیثیت سے تقرر ہوا پھر میونسپل بورڈ میں کلرک ہوئے۔ ۱۹۲۰ء میں مختاری کا امتحان پاس کیا اور ۱۹۳۰ء تک مختار عدالت رہے۔ ۱۹۳۳ء میں دہلی چلے گئے اور روزنامہ "تیج" سے وابستہ ہوگئے بعدؔ میں تیج ویکلی کے مدیر ہوگئے تھے۔ ملک آزاد ہونے کے بعد پریس افسر، ریاست دہلی کے وزیر ترقیات، ڈپٹی اسپیکر، دہلی پبلک ریلشنز کمیٹی کے چیرمین اور دہلی پبلک لائبریری بورڈ کے صدر رہے۔ امن صاحب جہد آزادی میں شریک رہے تھے۔ کئی مرتبہ قید و بند کی سختیاں بھی برداشت کی تھیں۔

امن صاحب کا دلپسند موضوع مذاہب کا تقابلی مطالعہ تھا۔ انہوں نے اخلاقی قدروں کے فروغ میں حصہ لیا۔ آپ کی زندگی خود عمل کا بہترین نمونہ تھی۔ ان کی نیک نفسی، منکسر المزاجی، انسانی ہمدردی اور ایمانداری کا ایک زمانہ معترف تھا۔ ان کی سماجی، ادبی اور سیاسی خدمات کے اعتراف میں حکومت ہند نے "پدم بھوشن" کے اعزاز سے نوازا تھا۔

امن صاحب کے والد کے علاوہ خاندان کے بیشتر بزرگ شعر و سخن کا ذوق رکھتے تھے۔ نامور شاعر مرزا محمد ہادی عزیزؔ لکھنوی (۱۸۸۲۔ ۱۹۳۵ء) آپ کے استاد تھے۔ امن صاحب نے جملہ اصناف سخن میں طبع آزمائی کی۔ وہ رنگِ قدیم کے دلدادہ تھے لیکن عصری تقاضوں کو بھی پیشِ نظر رکھتے تھے۔ ان کے کئی تراجم اور شعری مجموعے شائع ہوئے۔ "سیلِ عقیدت" آپ کے دینی کلام کا مجموعہ ہے جو زیر طبع ہے۔ جناب سید اختر الاسلام کی کوششوں کی بدولت میں ان کا نعتیہ کلام جو اسی مجموعے میں شامل ہے، حاصل کرنے میں کامیاب ہوا ہوں۔

اس ہمہ گیر شخصیت نے ۷ر جولائی ۱۹۸۳ء کو زخم جدائی دیا۔ ہدیۂ عقیدت ملاحظہ فرمایئے۔

فرازِ عرش سے احمدؐ برِ فرشِ زمیں آئے
مبارک اہلِ دنیا رحمت اللعالمینؐ آئے

فرشتوں سے کہیں بڑھکر ہے رتبہ ذاتِ انساں کا
جو کردارِ محمدؐ دیکھ لو تم کو یقیں آئے

رسولِ پاکؐ کا رتبہ کوئی انسان کیا سمجھے
ز سطحِ اولیں آئے بہ عہدِ آخریں آئے

یہ کیا کہنا یہاں آئے سکوں کی کھوج جسکو ہو
مناسب تو یہ کہنا ہے یہیں آئے یہیں آئے

رسولِ پاکؐ نے شرطِ سجود اے امنؔ یہ رکھی
کہ نخوت سر سے رخصت ہو جو سجدے میں جبیں آئے

☆ ☆ ☆

اے ہمہ تن اتقا
مظہرِ صدق و صفا
ہادئ راہ ہدیٰ
بر تو ہزاراں سلام

نکتہ رس لاجواب
یافتی مرسل خطاب
حاملِ عرشی کتاب
بر تو ہزاراں سلام

چارہ گرِ بے کساں
مصلحِ ہر زباں
ذاتِ خدارا نشاں
بر تو ہزاراں سلام

قبلہ و قبلہ نما
حق رس و حق آشنا
صلِّ علیٰ مرحبا
بر تو ہزاراں سلام

اے تو جمیل و جلیل
مورثِ دینِ خلیل
پیش کند جبرئیل
بر تو ہزاراں سلام

بانیٔ دینِ متیں
حامیٔ شرعِ مبیں
رہرو عرش بریں
بر تو ہزاراں سلام

اے کہ تو فخرِ اُمم
مخزنِ جود و کرم
باصد ادب می کنم
بر تو ہزاراں سلام

اُمّی و علم آشیاں
احمد حق ترجماں
امّن نہ گوید جُز آں
بر تو ہزاراں سلام

☆ ☆ ☆

ماخذ : تذکرہ شعراء اتر پردیش، سترہویں جلد ص ۴۵، ۴۸
ہفت روزہ "میرٹھ میلہ" ۲۷ر فروری ۱۹۹۵ء

امید، پنڈت رگھوناتھ سہائے

امید ۱۰ر دسمبر ۱۹۱۴ء کو دہڑو ضلع لدھیانہ میں پنڈت پچھمن داس کے یہاں پیدا ہوئے۔ ایم۔ اے کی سند حاصل کرنے کے بعد محکمہ تعمیرات سے منسلک ہوگئے۔ آپ کی شاعری کی ابتداء ۱۹۶۷ء میں ہوئی۔ آپ بسمل حیرتی کے حلقۂ تلمذ میں شامل ہیں۔ ۱۹۶۸ء سے ۱۹۷۷ء تک "حلقہ تشنگان ادب" کے جنرل سیکرٹری رہے اور "خمخانۂ ادب" نئی دلی کے ۱۹۷۷ء سے سیکرٹری ہیں۔ آپ وزارتِ تعمیرات کے سیکشن آفیسر کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ غزل کے علاوہ قصائد، نعت و سلام بھی لکھنے میں شہرت رکھتے ہیں۔ ☆۱

☆۱ نقوشِ داغ، ص ۲۰۱ مولف ساحر ہوشیار پوری بشکریہ ہیرا نند سوز

زمانہ ہے زیرِ پناہِ محمدؐ ہے ارض و سما بارگاہِ محمدؐ
شعورِ بشر جلوہ گاہِ محمدؐ خرد کی ہے معراج راہِ محمدؐ
وہاں پھوٹ نکلا ہے رحمت کا چشمہ جہاں پڑ گئی ہے نگاہِ محمدؐ
سحر، نورِ رخسار احمدؐ کا پرتو شبِ تار، زلفِ سیاہِ محمدؐ
ضیائے جبیں، نورِ خورشیدِ تاباں تجلیٔ انجم، نگاہِ محمدؐ
نقوشِ کفِ پا کی جلوہ گری ہے مدارِ ثریا ہے راہِ محمدؐ
محبت ہے شمشیر فتح زمانہ ہے خلق و محبت سپاہِ محمدؐ
مدینے کی گلیوں سے عرش بریں تک زمانے نے دیکھی ہے راہِ محمدؐ

مجازاتِ عالم میں امید رکھو
حقیقت نما ہے نگاہِ محمدؐ

☆ ☆ ☆

تجھے سمجھے، تجھے چاہا، تجھے جانا ہم نے ہم سے کافر بھی بڑے صاحبِ ایماں نکلے
مدحِ سرور کا یہ اعجاز تو دیکھو امید حشر میں نکلے تو کافر بھی مسلماں نکلے

☆ ☆ ☆

انجنا، ڈاکٹر انجنا سندھیر

ڈاکٹر انجنا سندھیر یکم ستمبر ۱۹۶۰ء کو رڑکی (یو۔ پی) بھارت میں پیدا ہوئیں۔ آپ رام پرشاد سندھیر کی صاحبزادی ہیں جو خود بھی شعر کہتے تھے۔ انجنا سندھیر صاحبہ کی مادری زبان پنجابی ہے لیکن موصوفہ کو اردو سے بے پناہ عشق ہے۔ آپ نے ہندی میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔ ایم۔ اے کے بعد پی ایچ ڈی کر چکی ہیں اور گجرات کے شہر احمد آباد میں مقیم ہیں۔ شاعری کے علاوہ آپ کی مصروفیات میں دوسری زبانوں سے اردو تراجم شامل ہیں۔ اس کے علاوہ انجنا صاحبہ ٹی وی پروڈیوسر اور دور درشن احمد آباد کے ایڈوائزری بورڈ کی ممبر ہیں۔ صحافت سے بھی تعلق قائم ہے۔ ایک ہندی اخبار کی ایڈیٹر اور ایک گجراتی اخبار کی کالم نگار ہیں۔ احمد آباد کے ہی ایک کالج میں لیکچرار ہیں۔ آپ کا مجموعہ غزلیات "موجِ سحر" تخلیق کار پبلشرز دہلی نے ۱۹۹۰ء میں شائع کیا ہے۔

میں بھی آنکھوں سے کبھی گنبدِ خضرا دیکھوں — آرزو ہے شہِ بطحا کا میں روضہ دیکھوں
پہلے مکّے میں رہوں، پھر میں مدینے جاؤں — کعبے کو دیکھ کے میں کعبے کا کعبہ دیکھوں
مجھ کو بھی اپنی غلامی کا شرف دو آقاؐ — خاکساروں میں مرا نام بھی لکھا دیکھوں
سر بہ سجدہ جہاں رہتے ہیں فرشتے ہر دم — میں بھی سرکارِ دوعالمؐ کا وہ روضہ دیکھوں
مجھ پہ بھی شاہِ دوعالم کی نظر ہو جائے — اوج پر اپنے مقدر کا ستارہ دیکھوں

☆ ا

☆ ☆ ☆

☆ ا "موجِ سحر" ص ۱۱ ڈاکٹر انجنا سندھیر

اندر جیت گاندھی

اِندر جیت گاندھی ڈسکہ ضلع سیالکوٹ (پاکستان) میں ۶ ر اکتوبر ۱۹۲۵ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد جناب ایل۔ ایم۔ گاندھی نے ابتدائی تعلیم کا اہتمام مشن ہائی اسکول ڈسکہ میں کیا۔ اعلیٰ تعلیم ڈی۔ اے۔ وی کالج اور سناتن دھرم کالج لاہور میں حاصل کی۔ تحریک آزادی میں سرگرم حصہ لیتے ہوئے دو بار گرفتار ہوئے۔ اپنے ماموں سنت رام عاجز کی رہنمائی میں ادبی و سیاسی تربیت پائی۔ تقسیم ہند سے پہلے اندر جیت گاندھی روزنامہ "سیالکوٹ" کے ویکلی ایڈیشن اور ہفت روزہ "وطن" بتوں کے مدیر رہے اور ملک کی تقسیم کے بعد ہفت روزہ "نئی دیہات" ہفت روزہ امرجوت۔ماہناموں "سکھ ساگر"۔ "مہک"۔ "بھانیہ پرکاش" اور "بھانیہ متر" کی ادارت کر چکے ہیں۔ صحافتی سماجی اور ادبی و ثقافتی سرگرمیوں میں پورے انہماک سے حصہ لیتے ہیں۔ بہت سی انجمنوں میں عہدیدار رہے ہیں۔ اور اب بھی خدمت علم و ادب کا سلسلہ جاری ہے۔

جناب اندر جیت گاندھی کی تصنیفات و تالیفات میں "پریم کے گیت"" "رنگیلے گیت" "شہید اعظم بھگت سنگھ"، "سپنے ٹوٹ گئے"" "غم روشن"" "رفیقِ انقلاب"" "نوائے عشق" "ذکر نانک" اور "نیا دیش بنگلہ دیش" شامل ہیں۔ اپنے مجموعۂ کلام کے علاوہ "آزادی اور اردو" ترتیب دے رہے ہیں۔ علامہ ڈاکٹر منوہر سہائے انور دہلوی آپ کی شاعری کی خصوصیات پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "اندر جیت گاندھی کے اشعار میں ان کے دل کی تڑپ دیکھ کر خیال پیدا ہوتا ہے کہ قدرت نے ان کو اسی کام کے لئے پیدا کیا ہے۔ شدّتِ احساس اور حدّتِ جذبات ان کی نظموں کی نمایاں خصوصیات ہیں۔"

جس نے بھی دل سے کی کبھی مدحت رسولؐ کی
سمجھو کہ اس کے دل میں ہے الفت رسولؐ کی

راس آئی اہلِ دیں کو قیادت رسولؐ کی
دل میں ہے ان کے عزت و حرمت رسولؐ کی

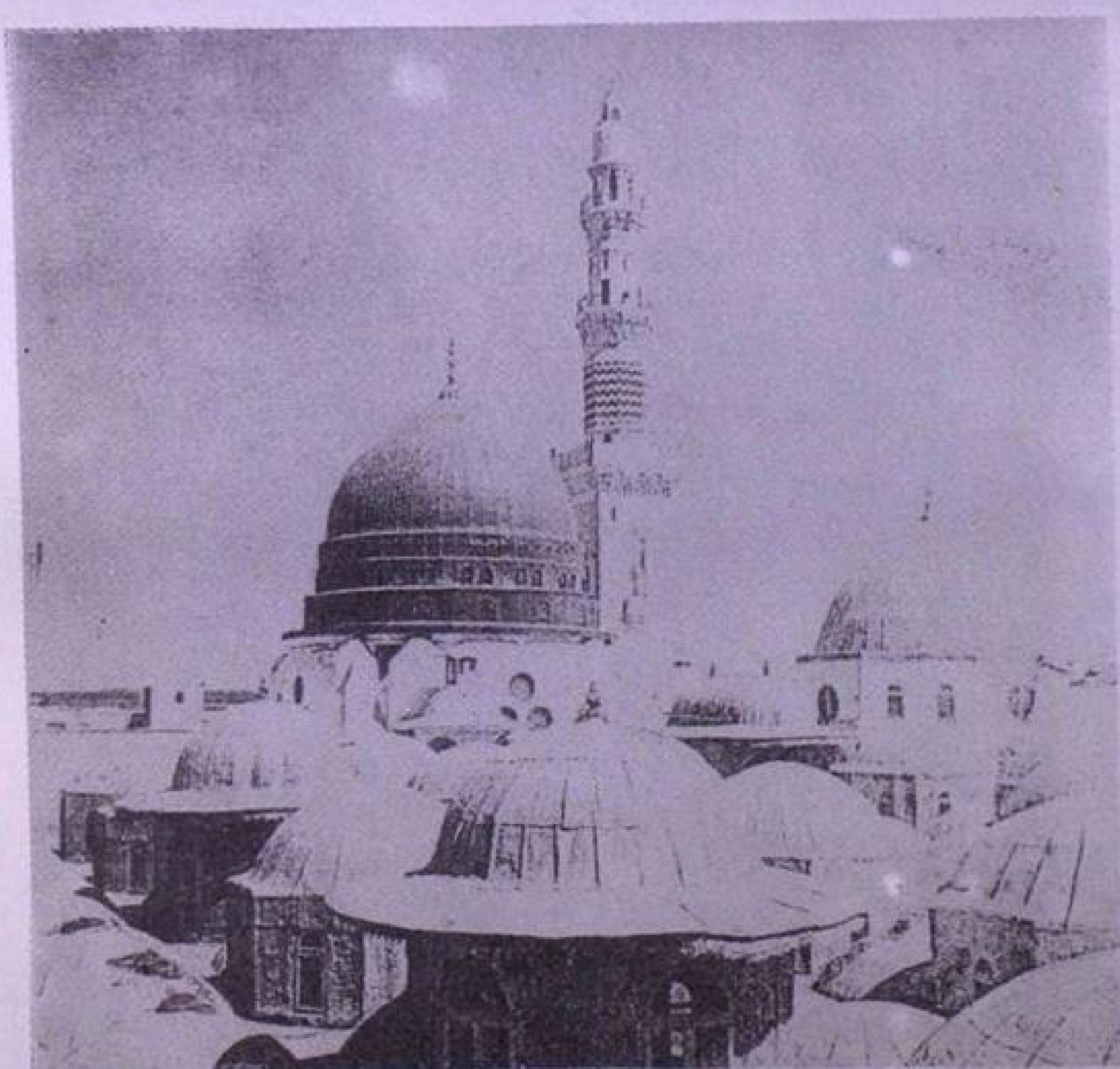
ہے فخر کی یہ بات کہ دنیا میں آج تک
ہر ذات سے بلند ہے عظمت رسولؐ کی

آتی ہے ان کے حسن عمل ہی کی بات یاد
آنکھوں میں جب بھی پھرتی ہے صورت رسولؐ کی

جو دل پہ سب کے ہو چکی ہے نقش دوستو
افضل تریں ہے سب سے وہ عظمت رسولؐ کی

دنیا سے مٹ سکے گی نہ گاندھی یہ حشر تک
زندہ رہے گی عظمت و عزت رسولؐ کی

☆ ☆ ☆



روضہ اقدس کی ایک قدیم تصویر

اننؔد، بوٹا رام

لالہ بوٹا رام جوڈیشنل تحصیل بوری ضلع لورا لائی (بلوچستان) میں نائب محرر تھے۔ انند تخلص کرتے تھے۔ یہ نعتیہ اشعار انہوں نے لورا لائی کے ماہانہ مشاعرہ منعقدہ ستمبر ۱۹۱۴ء میں پڑھے۔ اس مشاعرے کا مصرعۂ طرح تھا۔

میں ہوں مدّاحِ پیعمبرؐ مجھے پروا کیا ہے

اس مشاعرے کی روداد فتح چند نسیم (۱۸۹۴ - ۱۹۸۳ء) نے مرتّب کی جو اسسٹنٹ سیکرٹری مشاعرہ تھے۔ یہ رپورٹ "قندیلِ خیال" کے ستمبر ۱۹۱۴ء کے شمارے میں شائع ہوئی۔ ☆ ۱

بارِ عصیاں ہے اگر لاکھ مری گردن پر
میں ہوں مدّاحِ پیعمبرؐ مجھے پروا کیا ہے

مدح کچھ اس کی لکھوں میری یہ طاقت ہے کہاں
میں ہوں ناچیز بشر پھر میرا رتبہ کیا ہے

اہلِ محفل کو مبارک ہو یہ محفل اے آنند
دارِ فانی میں بجز میل کے رکھا کیا ہے
☆ ۲

☆ ☆ ☆

☆ ۱ بشکریہ - سعید گوہر - کوئٹہ

☆ ۲ ماہنامہ "قندیلِ خیال" ستمبر ۱۹۱۴ء ص ۷، ۸

اوج، راجیش کمار

ہدیۂ عقیدت

اعجازِ لطفِ خاص تری ہر نظر میں ہے　　اکسیر کا کمال تری خاکِ در میں ہے
تیرے ہی نور سے تو منور ہے زندگی　　تیری ہی یاد خانۂ قلب و جگر میں ہے
کھنچ کھنچ کے آ رہا ہے زمانہ ترے حضورؐ　　دیکھو تو کس بلا کی کشش بام و در میں ہے
منزل کی سمت بڑھتے ہیں اب خود بخود قدم　　کب یہ کمال اور کسی راہبر میں ہے
دنیائے آرزو تو فریب نگاہ تھی　　جو کیفِ دائمی ہے تری رہ گزر میں ہے
دل میں سما رہا ہے ترا نورِ باطنی!　　یہ بات کب تجلیٔ شمس و قمر میں ہے
مجھ کو ہے تیری ذات سے اک ربطِ مستقل　　وہ سلسلہ جو دامنِ شام و سحر میں ہے

اے اوجؔ شوقِ دید کا عالم نہ پوچھئے
بس انؐ کو دیکھتے رہیں سودا یہ سر میں ہے
☆ ۱

☆ ☆ ☆

☆ ۱ کلیِ تر، ص ۳۱ راجیش کمار اوج

ایکناتھ مہاراج

ایکناتھ مہاراج کا سنِ پیدائش ۱۵۳۳ء ہے۔ ہندو دھرم میں سنت سلسلہ کے معروف سنتوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ صوبہ مہاراشٹر میں ایکناتھ کے بھاروڑ (ایک صنفِ شاعری) کافی مشہور ہیں۔ "مراٹھی سنت کاویہ" یعنی مراٹھی صوفیانہ شاعری میں ایکناتھ کا کلام نہایت اہمیت کا حامل ہے اور اسلامی تہذیب و معاشرت سے متاثر ہے۔ غیر مسلم ہندوستانی شعراء (غیر اردو داں) میں ان کی نعت اولین کوشش ہے۔ ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط کی تصنیف "اردو۔ مراٹھی کے تہذیبی رشتے" میں شامل ہے جو زیرِ اشاعت ہے اور یہ انہی کے تلاش ہے جو پہلی بار منظرِ عام پر آ رہی ہے۔ ڈاکٹر یحییٰ نشیط محقق ہیں اور امراوتی یونیورسٹی مہاراشٹر میں اردو تحقیق کرنے والوں کے گائڈ بھی ہیں۔ ایکناتھ مہاراج کی یہ تاریخی نعت ان کے شکریہ کے ساتھ شاملِ اشاعت ہے۔

خیال کیا، مچھلی والے و لیکن
دریا و ڈھونڈے گووند محمدؐ

کھیل کھلانے آیا محمدؐ

دشرتھ ۔ رام رانا و لیکن
دیو چھڑاوے بند محمدؐ

کھیل کھلانے آیا محمدؐ

لنکا پتی راون مارا و لیکن
راجیہ دیا بھبشن محمدؐ

کھیل کھلانے آیا محمدؐ

کنس ماما کو ماریا و لیکن
راجیہ دیا مُ اگر سین محمدؐ

کھیل کھلانے آیا محمدؐ

آس کے مارے وہ کہے، و لیکن
ساتھ سہانا گو اَلنا محمدؐ

کھیل کھلانے آیا محمدؐ

ایوب، رشید ایوب

"الایوبیات" طبع نیویارک ص ۱۴، ۳۷ کے حوالے سے محمد عبدالغنی حسن نے اپنی تالیف "الشعر العربی فی المھجر" میں رشید ایوب کے یہ دو اشعار نقل کئے ہیں جو ماہنامہ "نعت" لاہور کی خصوصی اشاعت میں مدیر محترم راجا رشید محمود نے شائع کئے ہیں۔ ☆۱

اصل الموسیٰؑ و اعبد عیسیٰؑ
و اتلو السلام علی احمدؐ

ترجمہ : میں موسیٰ علیہ السلام پر صلوۃ پڑھتا ہوں، عیسیٰ علیہ السلام کی غلامی کا دم بھرتا ہوں اور جنابِ احمد صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجتا ہوں۔

فمن ما تری اعلی الوری کمحمدؐ
و ارفعھم مجدا و اسمی مناقبا

ترجمہ : دیکھو جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا دنیا میں کون ہے جن کی عظمت بھی ارفع ہے اور مناقب بھی بلند و بالا۔

☆۱ ماہنامہ نعت لاہور ص ۳۵۹، اشاعتِ خصوصی

آتش بہاولپوری، دیوی دیال

جناب دیوی دیال نے ۱۸ر نومبر ۱۹۱۵ء کو خیرپور سادات مظفرگڑھ میں پہلا سانس لیا۔ آپ کے والد جناب بھولا رام ۱۹۳۶ء میں کاروباری مصروفیات کی وجہ سے بہاولپور منتقل ہو گئے تھے جہاں ۱۹۴۷ء تک مقیم رہے۔ اسی وجہ سے آپ نے بہاولپوری لکھنا شروع کیا۔ ۱۹۵۳ء سے مستقل طور پر سونی پت (ہریانہ) میں رہائش پذیر ہیں۔ آپ نے ادیب فاضل اور منشی فاضل کی اسناد حاصل کی ہیں۔ کچھ عرصے ایک کالج میں لیکچرار بھی رہے ہیں۔ آپ شاعر کے ساتھ صحافی بھی ہیں۔ جناب آتش بہاولپوری نے اخبار "پیغام" جاری کیا جو تقسیم ہند کے بعد جالندھر سے شائع ہوتا رہا۔ آج کل ہفتہ وار اخبار "پیغام" سونی پت سے شائع کر رہے ہیں۔ موصوف "دیش بندھو" سونی پت اور "نیا جیون" فیروزپور کے مدیر بھی رہے ہیں۔ شاعری اور صحافت کے علاوہ مزدوروں کی رہنمائی بھی کرتے ہیں۔

جناب آتش بہاولپوری کا شمار ہریانہ (بھارت) کے ممتاز ادیبوں میں ہوتا ہے۔ علامہ سیماب اکبر آبادی (۱۸۸۰ - ۱۹۵۱ء) کے قابل قدر تلامذہ میں شمار کئے جاتے ہیں۔ آپ کی تصانیف میں "خلاصۂ تاریخ ادب" "نذرِ اقبال" اور شعری مجموعہ "شمع فروزاں" زیور طباعت سے آراستہ ہو چکے ہیں۔ ☆ ۱ ۲۹ر اکتوبر ۱۹۹۳ء کو اس دار فانی سے رخصت ہوئے۔

آج پھر سے قلب میں تازہ کریں یادِ نبیؐ
آج ہے آتش مبارک یوم میلادِ نبیؐ

ہادیٔ دیں، صاحبِ قرآں محمد مصطفیٰؐ
رہنمائے منزلِ عرفاں محمد مصطفیٰؐ

شوکت و شانِ رسالت تاجدار انبیاء
فخر امت، صاحبِ معراج، محبوبِ خدا

واقفِ اسرارِ پنہاں نکتہ دانِ معرفت
آشنائے عظمتِ توحید، شانِ معرفت

جن کی ذاتِ پاک ہے سرچشمۂ فیض و کرم
شانِ شاہاں، سیدِ ابرار، سرتاجِ امم

بے سہاروں کے سہارا بے نوا کے ہم نوا
پیکرِ صد رحمتِ حق، شافعِ روزِ جزا

روزِ روشن میں بدل ڈالا اندھیری رات کو
سارے عالم سے مٹا کر جہل کی ظلمات کو

وقف کر دیں جان و دل محبت کے لئے
التجا ان سے کریں ہم بھی شفاعت کے لئے

☆ ☆ ☆

☆ ۱ بساطِ فکر، ص ۱۵

آتش، ڈاکٹر رمیش پرشاد گرگ

جناب آتش ۲۳ر جولائی ۱۹۴۳ء کو بنارس میں پیدا ہوئے۔ والد منّی لال گرگ کئی زبانوں سے بخوبی واقف تھے۔ اردو سے محبت آتش کو وراثت میں ملی ہے۔ بحیثیت معالج اپنے حلقے میں مقبول و مشہور ہیں۔

جناب آتش کی پہلی تصنیف "ودیارتھی کا پریم اور سوتیلی ماں" ۱۹۵۸ء میں شائع ہوئی۔ جب طبیعت شاعری کی طرف مائل ہوئی تو اردو کے مشہور شاعر سلیمان آصف سے اصلاح لینی شروع کر دی۔ آپ کا کلام اور مضامین اخبارات و رسائل میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ موصوف غیر متعصب ذہن کے مالک ہیں اور اعلیٰ انسانی قدروں پر یقین رکھتے ہیں۔

جناب آتش نے سینکڑوں نعتیں لکھی ہیں جس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں۔ "مجھے اسلام کے پیشوا حضرت محمدؐ کی تعلیمات نے سب سے زیادہ متاثر کیا ہے، خاص طور سے مساوات، اخوّت، بھائی چارگی کا پیغام، نسل و رنگ کے جھگڑوں کا خاتمہ، پیغمبرؐ کی صلح پسندی اور حق گوئی کا مجھ پر بڑا اثر پڑا ہے۔" اپنی نعتیہ شاعری کے بارے میں فرماتے ہیں۔ "میری نعتیں دل کی ترجمان ہیں۔" نعتیہ مجموعہ "گلہائے عقیدت" زیرِ طبع ہے۔ آپ کی ایک اہم تصنیف "نکاح اور طلاق --- شریعت کی روشنی میں" شائع ہونے والی ہے۔

جناب آتش کا ایک چھوٹا سا مجموعہ غزلیات "داغ داغ" ۱۹۸۱ء میں شائع ہوا ہے۔ کئی اردو، ہندی ناول اور شعری مجموعے مکمل کر چکے ہیں۔ کئی منظوم تراجم پر مشتمل کتابوں کے مسودے بھی اشاعت کے منتظر ہیں۔ ☆ ا

الفت سرکارِ بطحیٰ چاہئے — اب سوا اس کے ہمیں کیا چاہئے

مال و زر لے کر کروں گا کیا بھلا — آپؐ کی سرکار کرنا چاہئے

عیشِ دنیا سے رہوں کیونکر نہ دور — مجھ کو عقبیٰ میرے شاہاؐ چاہئے

آپؐ کی الفت سند جنت کی ہے — یہ سند شاہِ مدینہؐ چاہئے

حوضِ کوثر پر پہنچنے کے لئے — آپؐ سے مضبوط رشتہ چاہئے

حشر میں دیدار ہو سرکار کا — بس یہی رکھنی تمنا چاہئے

آتشِ دوزخ سے آتش کو بچا — زندگی سکھ سے گزرنا چاہئے

☆ ☆ ☆

مدینے کی زمیں کیا دل نشیں معلوم ہوتی ہے
ہر اک شے اس کی دنیا سے حسیں معلوم ہوتی ہے

جہاں آرام فرما ہیں ہمارے سرورِ عالمؐ
حقیقت میں ہمیں جنت وہیں معلوم ہوتی ہے

فرشتے سر جھکاتے ہیں ادب سے اس جگہ آکر
یہاں کی خاک رحمت آفریں معلوم ہوتی ہے

مزارِ سرورِ کونینؐ کی رفعت کا کیا کہنا
جبینِ عرشِ اعظم خم یہیں معلوم ہوتی ہے

شرف حاصل ہو آتش کو غلامی کا شہِ بطحاؐ
شہنشاہی سے بھی یہ دلنشیں معلوم ہوتی ہے

☆ ☆ ☆

ہے اک نمونہ رحمتِ عالمؐ کی زندگی اللہ کے حبیبِ مکرّمؐ کی زندگی
چلنے لگے نبیؐ کی بتائی جو راہ پر جنت نشاں بنے گی کل عالم کی زندگی
کہتے تھے آپؐ جو وہی کرتے تھے خود سدا اک درس ہے رسولِ معظمؐ کی زندگی
پیغام ایکتا کا دیا آپؐ نے ہمیں الفت سکھاتی ہے شہِ عالمؐ کی زندگی
آتش ہمارے واسطے راہِ نجات ہے سرکارِ دو جہاںؐ شہِ عالم کی زندگی

☆ ا بتوسط : علام السندی ورانسی۔

آرزو سہارنپوری، سادھو رام

معزز ہندو چھتری گھرانے کے فرد چودھری کندن رام کے گھر ۱۸۹۹ء میں پیدا ہوئے۔ فارسی، اردو اور ہندی مقامی اساتذہ سے حاصل کی۔ تعلیم کے مختلف مراحل سے گزرتے ہوئے پنجاب انجینیرنگ کالج سے انجینیرنگ کا ڈپلومہ حاصل کیا۔ زندگی کا بیشتر حصہ سہارنپور سے باہر گزارا۔ آخری عمر میں زیادہ تر قیام کلکتہ میں رہا۔ علم دوست تھے اور ان کے تعلقات قلم سے وابستہ لوگوں سے ہی زیادہ تھے۔

آرزو سہارنپوری نے شاعری کا آغاز ۱۹۱۴ء سے کیا۔ ابتدائی مشق میں حکیم غلام مصطفیٰ حکیم سہارنپوری سے اور بعد میں شوکت علی خاں فانی بدایونی (۱۸۷۹۔ ۱۹۴۱ء) سے اصلاح لی۔ عرفان عباسی صاحب نے اپنے تذکرے میں ان کے کلام اور ہر دلعزیزی کے بارے میں لکھا ہے۔ "آرزو صاحب بڑے زودگو، قادرالکلام و کہنہ مشق شاعر تھے۔ انہوں نے غزل، نظم، نعت، سلام، مرثیہ وغیرہ تمام اصناف سخن پر جولانی طبع کے جوہر دکھائے ہیں اور خوب داد و تحسین وصول کی ہے۔۔۔ کہا جاتا ہے ملک کی کئی یونیورسٹیوں میں بھی ان کا کلام نصاب میں شامل تھا۔ ملک کے مشہور شاعر اور کلکتہ کی شعری محفلوں کی نمایاں شخصیت تھے۔ تمام عمر علمی و ادبی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے اور جہاں بھی رہے شعر و سخن کی محفلیں سجاتے رہے۔" جناب آرزو سہارنپوری کے مجموعہ ہائے کلام الہامِ سحر، ظہورِ قدسی اور حدیثِ آرزو مقبولیت حاصل کر چکے ہیں۔

آرزو سہارنپوری ۲۵ر دسمبر ۱۹۸۳ء کو محفلیں سونی کر کے رخصت ہو گئے۔ ان کے ادبی سرمائے میں نعتیہ کلام بھی کافی ہے۔ ☆ ۱

عطر گل ہائے طریقت ہے بنی ہاشم کا چاند — عالم علم شریعت ہے بنی ہاشم کا چاند
شاہکار دست قدرت ہے بنی ہاشم کا چاند — پیکر سادہ میں صناع حقیقی کا جمال

☆ ☆ ☆

ازل سے تا ابد ہے حسنِ جانانہ محمدؐ کا — دلِ فطرت ہے اک رنگیں جلوخانہ محمدؐ کا
کوئی ضد پر اگر آ جائے دیوانہ محمدؐ کا — بدل جائے نظامِ بزمِ گیتی آن واحد میں
سرِ محشر یہ کون آتا ہے دیوانہ محمدؐ کا — جہنم در بغل، کلمہ بلب، فردوس در دامن

بس اے آرزو کیا شرحِ تفسیرِ نبوت ہو
محمدؐ سے محمدؐ تک ہے افسانہ محمدؐ کا

☆ ۲

ازل ہی سے محمدؐ کی ثناخواں ہے زباں میری
بیاضِ صبحِ ہستی پر لکھی ہے داستاں میری

ترے محبوب کی مدح و ثنا مقصود ہے مجھ کو
دھلا دے آبِ کوثر سے کوئی یارب زباں میری

غلامِ حضرتِ خیرالوریٰؐ ہوں کیا نہیں میرا
فضائے لامکاں میری، بساطِ کن فکاں میری

کوئی آساں نہیں عشقِ محمدؐ میں قدم رکھنا
ہزاروں بار میرے جسم سے نکلی ہے جاں میری

مدینے کی ہر اک شے کو نظر سے سجدے کرتا ہوں
مجھے محسوس ہوتا ہے کہ منزل ہے یہاں میری

مرے ہر شعر سے ٹپکے گی لو عشقِ محمدؐ کی
فرشتے حشر میں دہرائیں گے جب داستاں میری

مرے اشعار میں اے آرزوؔ رنگِ عقیدت ہے
بہت کچھ حضرتِ حسانؓ سے ملتی ہے زباں میری

☆ ۳

☆ ☆ ☆

ہر تار میں پوشیدہ ہیں اسرارِ دوعالم   اللہ رے یہ وسعتِ دامانِ محمدؐ
دنیا میں لئے بیٹھا ہوں اک جنتِ دنیا   آنکھوں میں ہے تصویرِ گلستانِ محمدؐ

☆ ☆ ☆

شریعت بھی وہی ہے جو طریقت ہے مگر اے دل
وہ پردا ہے محمدؐ کا، یہ جلوہ ہے محمدؐ کا

ازل کیا ہے، ابد کیا ہے، کوئی پوچھے تو کہہ دیجے
وہ پرتو ہے محمدؐ کا، یہ سایہ ہے محمدؐ کا

☆ ☆ ☆

مجھے کاش سر تا بہ پا جذب کرلیں   الٰہی یہ نقش و نگارِ مدینہ
مری خاک کو بھی اڑا کر لئے جا   ٹھہر جا، ٹھہرجا غبارِ مدینہ

☆ ۴

☆ ☆ ☆

جب شاہ دو عالم ہوئے سلطانِ مدینہ   خود بڑھ کے مشیت ہوئی قربانِ مدینہ
ہوتا ہے گماں دیکھ کے ہر شے پہ تحیرّ   اس سمت سے گزرے نہ ہوں سلطانِ مدینہ
اے اہلِ حقیقت مجھے آنکھوں پہ بٹھاؤ   آیا ہوں میں طے کر کے بیابانِ مدینہ

☆ ۵

☆ ☆ ☆

مثنوی نعتیہ

مرحبا ساقیِ بزمِ انوار — صاحبِ معنی و کنزِ اسرار
تیری ہستی کا بیاں ہو کس سے — ذاتِ بیرنگ عیاں ہو کس سے
کتنی معصوم ہے تیری فطرت — نور ہی نور ہے تیری صورت
جس قدر دہر میں تصویریں ہیں — سب تیرے حسن کی تفسیریں ہیں
زینتِ کثرت و حدت تجھ سے — تجھ سے اے نورِ حقیقت تجھ سے
تیری ہستی کا جو عرفاں ہو جائے — سرِ توحید نمایاں ہو جائے
کس قدر ہے تیرا فیضِ انوار — ذرے ذرے میں ہیں خورشید ہزار
روشنیٔ دلِ وحدت تو ہے — نورِ قندیلِ حقیقت تو ہے
قلبِ ادراک معطّر تجھ سے — روحِ احساس منوّر تجھ سے
فرشِ عالم ترے دم سے آباد — آسماں تیرے قدم سے آباد
حسن سے تیرے دو عالم معمور — عرش تا فرش ہے سب نور ہی نور
نام تیرا جو زباں پر کبھی آئے — آسماں فرطِ ادب سے جھک جائے
دیدۂ عرش کا تارا تو ہے — اور مشیّت کا دلارا تو ہے
ختم فطرت کا ہے سب تجھ پہ کمال — روزِ اوّل سے نہیں تیری مثال
کچھ اشارہ جو ترا پاتی ہے — زلفِ کنُ خود ہی سلجھ جاتی ہے
ہادیٔ ہر دوسرا بھی تو — شافعِ روزِ جزا بھی تو
دلبرِ خالقِ کونین بھی تو ہے — مالکِ دفترِ دارین بھی تو ہے
ذاتِ اقدس تری ذاتِ احدی — مرتبہ تیرا یہ اللہ غنی
عارفِ غارِ حرا کہتے ہیں — تجھے محبوبِ خدا کہتے ہیں
جلوۂ دہر ہے مظہر تیرا — ایک عالم ہے مسخّر تیرا
سطحِ گیتی پہ جو انسان ہوئے — سب تیرے تابعِ فرمان ہوئے
تیرے احکام وہاں چلتے ہیں — پر فرشتوں کے جہاں جلتے ہیں
کہاں گنجائشِ ادراک وہاں — تیرے سایہ کی ہے پرواز جہاں
جسمِ اطہر کی تو کیا ہو تفسیر — پاؤں کی خاک ہے رشکِ اکسیر
دل فطرت میں ہے تری تصویر — سینۂ طور میں تیری تنویر
عکس تیرا جو ہے پیمانے میں — اور ہی رنگ ہے میخانے میں
اپنے آپے میں نہیں دیوانے — دیکھ کر نور بھرے پیمانے

عقل سرشار ہوتی جاتی ہے ۔۔۔ روح بیدار ہوتی جاتی ہے
ہے سروں پر جو ترا سایۂ ذات ۔۔۔ تیرے مستوں کو نہیں فکرِ نجات
ذات تیری ہے ازل سے بے عیب ۔۔۔ تیری سرکار بڑی ہے لاریب
فیض، ہے چار طرف عام تیرا ۔۔۔ ہے سخاوت میں بڑا نام تیرا
ترے ساغر سے جو سرشار ہوئے ۔۔۔ نام لے کر جو ترا پار ہوئے
صدقہ ان بادہ کشوں کا ساقی ۔۔۔ کھل نہ جائے مرا پردہ ساقی
مئے بیرنگ کی لذّت دیدے ۔۔۔ اپنے دیدار کی دولت دیدے
اک عجب عالمِ حیرانی ہے ۔۔۔ ہر طرف دور پریشانی ہے
کوئی مونس نہیں غم خوار نہیں ۔۔۔ جز ترے کوئی مددگار نہیں
راز افسانے بنے جاتے ہیں ۔۔۔ اپنے بیگانے بنے جاتے ہیں
گرچہ بدتر زسگ دنیا ہوں ۔۔۔ نام لیوا تو مگر تیرا ہوں
میں گنہگار ہوں مانا لیکن ۔۔۔ اور سیہ کار ہوں مانا لیکن
ایک ادنیٰ سا اشارہ کر دے ۔۔۔ میں ہوں قطرہ مجھے دریا کر دے
قلب ہو جائے منوّر میرا ۔۔۔ پھر چمک جائے مقدّر میرا
تو ہے گرتوں کو اٹھانے والا ۔۔۔ بگڑی قسمت کو بنانے والا
گلِ امّید کھلانے والا ۔۔۔ یعنی روتوں کو ہنسانے والا
تیری اک چشمِ عنایت ہو اگر ۔۔۔ سب بدل جائیں قضا اور قدر
روح میں دل میں اجالا کر دے ۔۔۔ ہر نفس شعلۂ سینا کر دے
مستِ صہبائے محبت کر دے ۔۔۔ یعنی سرشار حقیقت کر دے
دین و دنیا میں ہو عزّت میری ۔۔۔ تیرے سائے میں ہو جنّت میری

مجھے آسودۂ منزل کر دے
میں ہوں ناقص مجھے کامل کر دے
٥☆

☆ ۱ تذکرہ شعرائے اترپردیش، گیارہویں جلد، ص ۳۲، ۳۳

☆ ۲ نغمۂ ناقوس، ص ۶۴ جوہر دیوبندی ۱۹۸۵ء

☆ ۳ بشکریہ سید اختر الاسلام، میرٹھ و ڈاکٹر ضیاء الحق چودھری

☆ ۴، ۵ حرفِ آرزو، ص ۹۴، ڈی۔ اے بیرحسن قربان ۱۹۸۵ء سہارنپور، طالب پرنٹنگ پریس

☆۵ ایضاً۔ ص ۹۵ تا ۹۷

آزاد، جگن ناتھ

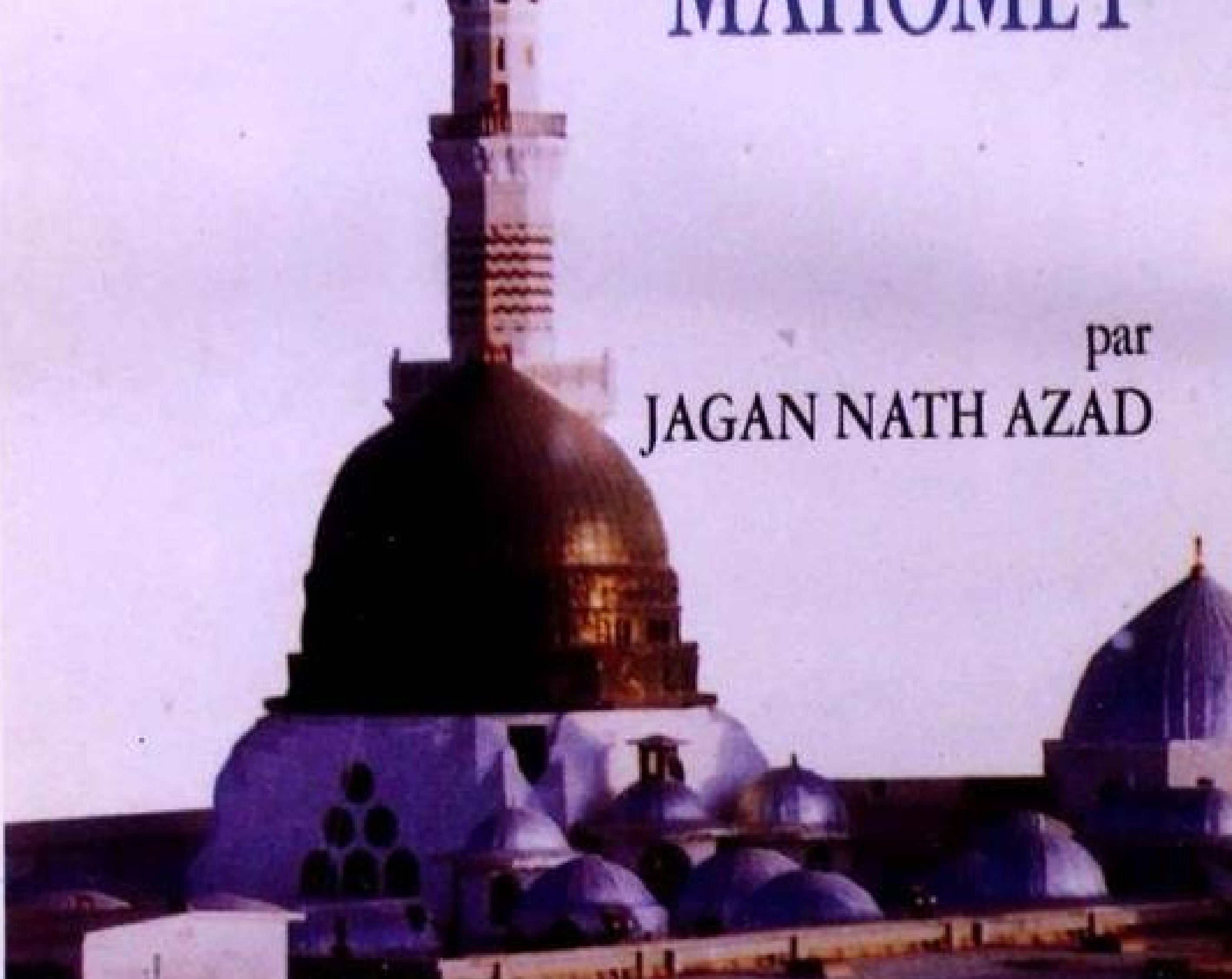
جناب جگن ناتھ آزاد ۵ ر دسمبر ۱۹۱۸ء کو عیسیٰ خیل ضلع میانوالی (پاکستان) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے نامور والد پروفیسر تلوک چند محروم کی زیر نگرانی حاصل کی۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور سے فارسی میں ایم۔ اے کیا اور اپنے وقت کے ممتاز صاحبان علم مولانا تاجور نجیب آبادی (۱۸۹۰۔ ۱۹۵۱ء)، ڈاکٹر شیخ محمد اقبال (۱۸۷۳ ۔ ۱۹۳۸ء)، ڈاکٹر سید عبداللہ (۱۹۰۶۔۱۹۸۶ء)، پروفیسر علیم الدین سالک (۱۹۰۰ ۔ ۱۹۷۳ء)، صوفی غلام مصطفیٰ تبسم (۱۸۹۹ ۔ ۱۹۷۸ء) اور سید عابد علی سے اکتساب فیض کیا۔ تقسیم ملک کے بعد دہلی میں رہائش اختیار کی اور یہاں مختلف سرکاری عہدوں پر مامور رہے۔ مارچ ۱۹۶۷ء میں پریس انفارمیشن بیورو میں ڈپٹی پرنسپل انفارمیشن آفیسر مقرر ہوئے۔ ۱۹۶۸ء میں اسی عہدے پر خدمات انجام دیتے ہوئے سری نگر آئے جہاں سے ۱۹۷۷ء میں ڈائریکٹر پبلک ریلیشنز گورنمنٹ آف انڈیا کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے۔ اسی سال آپ نے جموں یونیورسٹی کی پروفیسر اور صدر شعبہ اردو کی پیشکش قبول کی اور سات برس بعد سبکدوش ہوئے۔ سبکدوشی کے دوسرے ہی دن یونیورسٹی نے آپ کو پروفیسر ایمرٹس ایوارڈ پیش کیا۔ اسی دن سے تاحال جموں یونیورسٹی میں کام کر رہے ہیں۔

جناب آزاد کا خاص موضوع اقبال ہے۔ اقبال اور اقبالیات کے موضوع پر اردو اور انگریزی میں دس کتابیں لکھنے کے علاوہ اندرون و بیرون ملک کی متعدد یونیورسٹیوں میں لیکچر دے چکے ہیں۔ آپ نثر و نظم کی پینتالیس کتابوں کے مصنف و مولف ہیں۔ مختلف اعلیٰ تعلیمی اداروں کی دعوت پر روس، امریکہ، برطانیہ، کینیڈا، مصر، برما، نیپال، متحدہ عرب امارات اور مغربی یورپ کے ممالک کا کئی بار سفر کر چکے ہیں۔ متعدد مرتبہ پاکستان بھی تشریف لائے ہیں۔

جناب جگن ناتھ آزاد کو کئی ممالک اور علمی و ادبی اداروں کی طرف سے اعزازات بھی دیئے گئے ہیں جن میں قابل ذکر صدر پاکستان اقبال میڈل، پنجاب یونیورسٹی لاہور اقبال میڈل، شرومنی ساہتہ کار ایوارڈ پنجاب سرکار، اقبال اکیڈمی حیدرآباد اقبال ایوارڈ، غالب انسٹیٹیوٹ نئی دہلی غالب ایوارڈ اور جموں یونیورسٹی ایوارڈ ہیں۔

آزاد صاحب کے فن اور شخصیت پر تین کتابیں جگن ناتھ آزاد اور اس کی شاعری مصنفہ حمیدہ سلطان احمد، جگن ناتھ آزاد مصنفہ پرکاش ناتھ پنڈت اور جگن ناتھ آزاد۔۔ ایک مطالعہ مصنفہ محمد ایوب واقف شائع ہو چکی ہیں۔ اس کے علاوہ ماہنامہ "العطش" (جموں) اور سہ ماہی "لمحے لمحے" (بدایوں) کے جگن ناتھ آزاد نمبر اور سہ ماہی "پرواز ادب" (پٹیالہ) اور سہ ماہی "توازن" (مالیگاؤں) کے گوشۂ آزاد بھی شائع ہو چکے ہیں۔ متعدد جامعات میں جگن ناتھ آزاد پر تحقیقی مقالے بھی لکھے جا رہے ہیں جبکہ بہار یونیورسٹی مظفرپور اپنے ایک اسکالر رضوان اللہ اور بمبئی یونیورسٹی اپنے ایک اسکالر نجم الہدیٰ شیخ کو جگن ناتھ آزاد کے فکر و فن،

HOMMAGE
à
MAHOMET



par
JAGAN NATH AZAD

traduit de l'urdu
par
MUHAMMAD HAMIDULLAH

éditions Tougui

جگن ناتھ آزاد کی نعتوں کی فرانسیسی زبان میں محمد حمید اللہ کی ترجمہ کردہ کتاب کے سرورق کا عکس

سے متعلق تحقیقی مقالے لکھنے پر پی ایچ ڈی کی ڈگریاں تفویض کرچکی ہیں۔
جناب جگن ناتھ آزاد جموں یونیورسٹی کے لئے اقبال کی مبسوط سوانح حیات لکھ رہے ہیں جس کی تین جلدیں مکمل ہوچکی ہیں۔ مکمل سوانح حیات پانچ جلدوں پر مشتمل ہوگی۔ بلاشبہ موصوف اپنی خدمات کے حوالے سے ہمیشہ زندہ رہیں گے۔

سلام

سلام اس ذات اقدس پر سلام اس فخردوراں پر ہزاروں جس کے احسانات ہیں دنیائے امکاں پر
سلام اس پر جو حامی بن کے آیا غم نصیبوں کا رہا جو بیکسوں کا آسرا مشفق غریبوں کا
مددگار و معاون بے بسوں کا، زیردستوں کا ضعیفوں کا سہارا اور محسن حق پرستوں کا
سلام اس پر جو آیا رحمۃ اللعالمینؐ بن کر پیام دوست لے کر، صادق الوعد و امیں بن کر
سلام اس پر کہ جس کے نور سے پرنور ہے دنیا سلام اس پر کہ جس کے نطق سے مسحور ہے دنیا
سلام اس پر جلائی شمع عرفاں جس نے سینوں میں کیا حق کے لئے بیتاب سجدوں کو جبینوں میں
سلام اس پر بنایا جس نے دیوانوں کو فرزانہ مئے حکمت کا چھلکایا جہاں میں جس نے پیمانہ
بڑے چھوٹوں میں جس نے اک اخوت کی بنا ڈالی زمانہ سے تمیزِ بندہ و آقا مٹا ڈالی!
سلام اسپر فقیری میں نہاں تھی جسکی سلطانی رہی زیرِ قدم جس کے شکوہ و شان خاقانی
سلام اس پر جو ہے آسودہ زیر گنبد خضریٰ زمانہ آج بھی ہے جس کے در پہ ناصیہ فرسا
سلام اسپر کہ جس نے ظلم سہ سہ کردعائیں دیں وہ جس نے کھائے پتھر گالیاں اسپر دعائیں دیں

سلام اس ذات اقدس پر حیات جاودانی کا
سلام آزاد کا، آزاد کی رنگیں بیانی کا

☆ ا

☆ ☆ ☆

ولادت پاکؐ

آج کا دن تھا کہ جب نورِ معانی کے طفیل
تیرہ و تار زمیں مطلع انوار ہوئی

آج کا دن تھا کہ ظلمات سے ہو کر بیزار
زندگی جلوۂ پنہاں کی طلب گار ہوئی

آج کا دن تھا کہ جب بادِ بہاری کے سبب
خس و خاشاک کی دنیا گُل و گلزار ہوئی

آج کا دن تھا کہ آگاہِ حقیقت ہو کر
عقل ہر شعبدہ وہم سے بیزار ہوئی

آج کا دن تھا کہ توحید کا نغمہ سن کر
زندگی چونک اٹھی خواب سے بیدار ہوئی

آج کا دن تھا کہ خورشید حقیقت چمکا
دور عالم سے توہم کی شب تار ہوئی

روئے گیتی سے مٹی کہتر و مہتر کی تمیز
ایک پیغامِ مساوات ملا آج کے دن

اور صحراؤں کی دنیا میں بھٹکنے نہ دیا
کارواں! تجھ کو ملا راہنما آج کے دن

عالمِ قدس سے مہکی ہوئی آئی جو نسیم
غنچہ انساں کے مقدر کا کھلا آج کے دن

آب و گل ایک زمانے سے تھے مصروف دعا
ربِّ اکبر نے سنی ان کی دعا آج کے دن

اس طرح خاک کی تقدیر کا تارا چمکا
ذرۂ خاک تھا تاروں سے سوا آج کے دن

دیکھتی رہ گئی گردوں کی بلندی تجھ کو
خاکِ بطحا تجھے رتبہ وہ ملا آج کے دن

تیرہ و تار فضاؤں میں تجلی چمکی
کس کا اعجاز تھا یہ ایک بشر کا اعجاز

ہاں یہ اعجاز اسی صاحبِ اعجاز کا تھا
آج بھی محفلِ گیتی کا جو ہے چہرہ طراز

زندگانی کی ہر اک رمز سمجھنے والا
زندگانی کے ہر اک درد کا دانندۂ راز

ہر زمانے میں وہ انساں کو جگاتی ہی گئی
کبھی گونجی تھی جو صحرائے عرب میں آواز

تو نے انسان کو انسان سے آگاہ کیا
اے ترے نام سے پیدا مرے سینے میں گداز

"جوہر طبع من از وصف کمالت روشن
گوہر نظم من از نسبتِ ذاتت ممتاز"
(عرفی)☆ ۲

☆ ☆ ☆

خلیق آئے، کریم آئے، رؤف آئے رحیم آئے
کہا قرآن نے جس کو صاحبِ خُلقِ عظیم آئے

مبارک ہو زمانے کو کہ ختم المرسلینؐ آئے
سحابِ رحم بن کر رحمت اللعالمینؐ آئے
☆ ۳

☆ ☆ ☆

مجھے اک محسنِ انسانیت کا ذکر کرنا ہے
مجھے رنگِ عقیدت فکر کے خاکے میں بھرنا ہے
بشر سے کس طرح تورات کے وعدے ہوئے پورے
سحر کے، شام کے، دن رات کے وعدے ہوئے پورے
بشارت جس کی دی تھی ابنِ مریم نے زمانے کو
وہ ہستی کون تھی، کب آئی تھی محفل سجانے کو
وہ کیا ساماں تھے، جب اتری تھی رحمت دو جہانوں کی
بلندی مل گئی کیوں کر زمیں کو آسمانوں کی
نہ ہے تابِ سخن مجھ کو، نہ ہے تحریر کا یارا
میں ذرّہ ہوں، مرا موضوع خورشیدِ جہاں آرا
کہانی لکھ چکا ہوں گرچہ سورج چاند تاروں کی
بہت دہرا چکا ہوں داستاں رنگیں بہاروں کی
مگر وہ چاند، تارے، پھول، سورج سب ہیں جسمانی
جو اب موضوع ہے خورشید مرا، وہ ہے روحانی

یہ خورشیدِ ضمیر آرا ہے، خورشیدِ معانی ہے
اسی خورشید کی ذرّے کے لب پر اب کہانی ہے

عرب کی سرزمیں پر خیمہ زن گہرا اندھیرا تھا

جہاں تک کام کرتی تھی نظر، ظلمت کا ڈیرا تھا
قبیلوں میں یہاں تقسیم تھی انسان کی دنیا
فقط جنگ و جدل پر تھی فدا ارمان کی دنیا
بظاہر گرچہ تھے یہ دین ابراہیمؑ کے پیرو
بہ باطن تھے مگر سب اپنی ہی تنظیم کے پیرو
یہاں جتنے بھی سینے تھے، شجاعت کے ٹھکانے تھے
مگر اپنے ہی بھائی اس شجاعت کے نشانے تھے
یہاں مذہب کی عزت تھی، نہ تھی ایمان کی عزت
نہ ہو ایمان کی تو پھر کہاں انسان کی عزت
غرض اس سرزمیں کی تھی عجب ناگفتنی حالت
جو نظارہ تھا اس کا، وہی نظارہ عبرت

جہاں قرآن بن کر حرف کو جگمگانا تھا
وہ خطہ آج اک گہرے اندھیرے کا ٹھکانا تھا

عرب سے مختلف تھا گرچہ کچھ ایران کا عالم
یہاں بھی تھا مگر ناگفتنی ایمان کا عالم
شہنشاہی کی یاں بے نور شمعیں جھلملاتی تھیں
بھڑک اٹھتی تھیں وہ کچھ دیر جب بجھنے پہ آتی تھیں

یہ ان بجھتی ہوئی شمعوں کا تھا انداز نورانی
کہ ظلمت میں اضافہ کر رہی تھی ان کی تابانی

وہی یونان کہلاتا تھا جو تہذیب کی دنیا
وہی روئے زمیں پر آج تھا تخریب کی دنیا
یہ تحقیق و تجسس کا جہاں تھا آج ویرانہ
فلاطوں کی خرد، سقراط کی دانش تھی افسانہ

ارسطو کی طلاقت ایک گم گشتہ خزانہ تھی
سکندر کی شجاعت ایک پارینہ فسانہ تھی

بہت چمکا زمیں پر چین کی تہذیب کا تارا
مگر اب بجھ کے ٹھنڈا ہو چکا تھا یہ جہاں آرا

کبھی ہوتی رہی ہو گی یہاں تعظیمِ کنفوشس
دلوں سے ہو چکی تھی محو اب تکریمِ کنفوشس

غرض دنیا میں چاروں سمت اندھیرا ہی اندھیرا تھا
نشانِ نور گمُ تھا اور ظلمت کا بسیرا تھا
کہ دنیا کے افق پر دفعتہً سیلابِ نور آیا
جہانِ کفر و باطل میں صداقت کا ظہور آیا

حقیقت کی خبر دینے بشیر آیا، نذیر آیا
شہنشاہی نے جس کے پاؤں چومے، وہ فقیر آیا

بھٹکتی خلق کو رستہ دکھانے رہنما آیا
سفینے کو تباہی سے بچانے ناخدا آیا
مبارک ہو زمانہ کو، کہ ختم المرسلینؐ آیا
سحاب رحم بن کر رحمتہ للعالمینؐ آیا
خلیق آیا، کریم آیا، رؤف آیا، رحیم آیا
کہا قرآن نے جس کو صاحب خلقِ عظیم آیا
بشر بن کر زمانے کا جمالِ اولیں آیا
متاعِ صدق لے کر صادق الوعدو امیں آیا
وہ آیا فقر و فخری رتبہ ہے جس کی قناعت کا
وہ آیا جو معلم ہے جہاں میں دین فطرت کا
سراپا علم بن کر صاحبِ ام الکتاب آیا
زمین تشنہ لب کی زندگی بن کر سحاب آیا
تجلی عام فرماتا ہوا شمس الضحیٰ آیا
امام الانبیاء آیا، محمد مصطفیٰؐ آیا
محمد مصطفیٰؐ یعنی وہ محبوبِؐ خدا آیا
دلوں نے سر خوشی پائی کہ احمدؐ مجتبیٰ آیا
نوید جانفزا پائی یتیموں نے غریبوں نے
غلاموں، بے سہاروں، بیکسوں، آفت نصیبوں نے
پیام زندگی مل رہا تھا زیر دستوں کو
فضا آنکھیں دکھاتی پھر رہی تھی خود پرستوں کو
دلِ دنیا سے ہر ارمان اٹھتا تھا دعا بن کر

مسرت نعرہ زن تھی چار سو پیکِ صبا بن کر

سلام اے ظلِّ سبحانی، سلام اے نورِ یزدانی
سلام اے وقت کی تقدیر کے ماتھے کی تابانی
سلام اے نازش و فخر و وقارِ آدمِ فانی
سلام اے بزمِ تاریکِ جہاں میں شمعِ نورانی
☆ ۴

☆ ☆ ☆

جگن ناتھ آزاد کی نعتوں کے فرانسیسی ترجمے پر مشتمل کتاب کے پہلے دو صفحات کا عکس

01. Ce fut aujourd'hui que, par la lumière des significations
La sombre et obscure terre devint orient de lumière.

02. Ce fut aujourd'hui que repoussant les ténèbres
La vie chercha la splendeur cachée.

03. Ce fut aujourd'hui que sous le vent printanier,
Le monde couvert de déchets et d'ordures devint jardin et fleurs.

04. Ce fut aujourd'hui qu'instruite de la vérité,
L'intelligence se mit à refuser tout artifice jongleur de superstitions.

05. Ce fut aujourd'hui qu'en entendant le chant d'Unicité,
La vie se réveilla et sortit soudain du sommeil.

06. Ce fut aujourd'hui que se leva le soleil de la vérité,
Et que l'ombre épaisse de la superstition quitta le monde.

07. De la surface de la terre disparut la différence entre inférieur et supérieur :
Un message d'égalité fut reçu ce jour-là.

08. Tu n'as plus à errer dans le monde des déserts,
O caravane, tu as reçu un guide aujourd'hui.

09. Quand du monde de la sainteté souffla la brise parfumée,
Alors éclot le bourgeon du destin de l'homme.

10. Depuis longtemps étaient en prière l'eau et l'argile,
Aujourd'hui, le grand Dieu écouta leur supplication.

11. Ainsi brilla l'étoile du destin de la poussière,
Et l'atome de poussière s'éleva aujourd'hui au-dessus des étoiles.

12. La hauteur du firmament se figea de stupeur à ta vue
O poussière de Ba'thâ, qui reçut un tel rang aujourd'hui !

13. L'épiphanie brilla dans les atmosphères obscures et ténébreuses,
A qui dut-on ce miracle ? Ce fut le miracle d'un homme.

14. Oui ce fut le miracle de cet homme de miracle
Qui aujourd'hui encore est le principal dans l'assemblée des créatures.

15. Lui qui savait chacun des secrets de la vie,
Et des remèdes à chacune des peines de la vie.

16. A chaque époque elle réveilla les hommes,
La voix qui jadis avait retenti au désert d'Arabie.

17. C'est toi qui enseigna que l'homme connût l'homme,
O toi dont le nom seul crée l'effondrement dans mon cœur.

18. (Comme a dit le poète persan, Orfi)
La pierre précieuse de ma nature brille par la description de la perfection,
La perle de mon poème s'illustre en s'appliquant à ta personne.

آزاد سونی پتی، رادھا کرشن

نہاں بھی ہم سے رہے ہو رموز حق کی طرح
نظر بھی آئے ہو اکثر ہمیں مجاز میں تم

جناب آزاد سونی پتی ۱۶ر اکتوبر ۱۹۳۸ء کو صوبہ پنجاب (پاکستان) کے شہر کوٹ آدو ضلع مظفرگڑھ میں پیدا ہوئے۔ جناب سندر داس گرووَر کے صاحبزادے ہیں۔ آپ نے ادیب فاضل اور گریجویشن کے بعد ملازمت اختیار کی اور تقسیمِ ملک کے بعد سونی پت (ہریانہ) منتقل ہوگئے۔ شعری مزاج فطری طور پر رکھتے تھے۔ اول اول جناب جیرا داس فلک سے اصلاح لی اور اب محترم آتش بھاولپوری (پ ۱۹۱۵ء) سے مشورہ سخن کرتے ہیں۔ ☆ ا

جناب آزاد سونی پتی کا کلام رسائل و جرائد میں شائع ہوتا رہتا ہے۔ "دردِ مشترک" کے مصنف نے جن تین شعراء کو اپنی کتاب میں پیش کیا ہے ان میں آزاد صاحب بھی شامل ہیں۔ موصوف ادبی و ثقافتی سرگرمیوں میں بھی سرگرم حصہ لیتے ہیں۔ انجمن ترقی اردو (ہند) کی ہریانہ شاخ کے رکن اور ضلع سونی پت شاخ کے معتمدِ عمومی کی حیثیت سے بھی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

فروغِ دین و ایماں، عظمت و شانِ رسالت ہے
اسی کی ذات سے روشن جہاں میں شمعِ وحدت ہے
اسی کے دم سے دنیا میں عروجِ آدمیت ہے
محمدؐ مصطفیٰ سے مجھ کو بھی دل سے عقیدت ہے

پڑھایا درس اہلِ دہر کو اس نے اخوت کا
اسی کی ذاتِ اقدس نے دیا پیغام الفت کا
بجا ہے ہم اگر بھرتے ہیں دم اس کی عقیدت کا
محمدؐ مصطفیٰ سے مجھ کو بھی دل سے عقیدت ہے

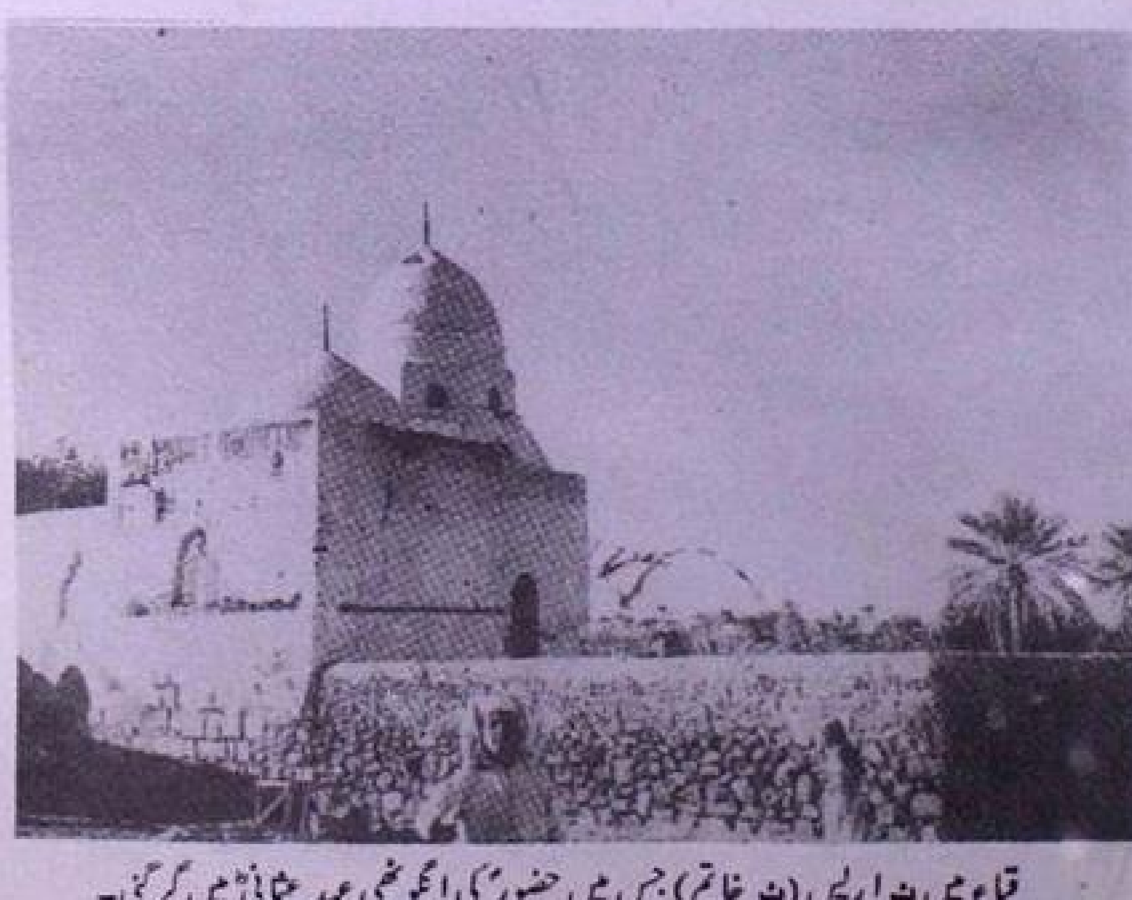
اسی نے ہی ہمیں جذبہ رضا و صبر کا بخشا
دکھایا ہے اسی نے صدقہ و خیرات کا رستا
زمانے میں کیا اس نے علم توحید کا اونچا
محمدؐ مصطفیٰ سے مجھ کو بھی دل سے عقیدت ہے

محمدؐ مصطفیٰؐ کے دین کو، ایمان کو سمجھا
دل و جاں سے شہِ ابرار کے فرمان کو سمجھا
کلامِ حق ہی میں نے مصحفِ قرآن کو سمجھا
محمدؐ مصطفیٰ سے مجھ کو بھی دل سے عقیدت ہے

سہارا بے کسوں کا، بے نواؤں کی نوا ہے وہؐ
پناہِ بے پناہاں، دردمندوں کی دوا ہے وہؐ
شہنشاہِ اممؐ ہے، تاجدارِ انبیاء ہے وہؐ
محمدؐ مصطفیٰؐ سے مجھ کو بھی دل سے عقیدت ہے

درِ محبوبِ یزداں کی گدائی پر ہوں میں نازاں
یقیں ہے ہو ہی جائیں گی مری سب مشکلیں آساں
شفاعت کا اسی کی ذاتِ اقدس سے ہوں میں خواہاں
محمدؐ مصطفیٰ سے مجھ کو بھی دل سے عقیدت ہے

☆ ☆ ☆



قباء میں بئر اریس (بئر خاتم) جس میں حضورؐ کی انگوٹھی عہد عثمانیؓ میں گر گئی۔

آسو' آسورام

آسو رام انیسویں صدی کے وسط یعنی ۱۸۵۴ء میں پیدا ہوئے۔ وہ مرزا قلیچ بیگ (۱۸۵۳ء۔۱۹۲۹ء)' محمد ہاشم مخلص (۱۸۶۰ء۔۱۹۱۴ء)' مولا تاج محمود امروٹی (م۔۱۹۲۹ء) اور شمس الدین بلبل (۱۸۵۷ء۔۱۹۱۹ء) جیسے ممتاز شعراء کے ہم عصر تھے۔ ان کے والد کا نام ڈانڈومل تھا جو ہالا قدیم کے رہنے والے تھے۔ ان کے سندھی کلام میں پروفیسر آفاق صدیقی کے مطابق زبان و بیان کی وہ خصوصیات نمایاں ہیں جو مولوی اللہ بخش ابوجھو اور کئی دوسرے پیشرو شعراء کے کلام سے عبارت رہی ہیں۔ آسو رام نے اپنی نعتیہ شاعری میں سندھی مولود کی روایت سے استفادہ کیا ہے۔ زبان عام فہم ہے۔ ان کا انتقال ۱۹۳۱ء میں ہوا۔ ☆۱

انڊر مِ طلب رک مومن
سدا اللهُ اڪبر جبي

انڊر سڄا من ماري
پڙهو صلواة ڪي ساري

لاتو سين لوڪ جو ملو
پڙهيو سين قلب مان ڪلمو

چوي آسو برائي سان
ورتم دامن سچائي سان

نه وچ نون بئي جي اوتاري
رسول اللهُ پيغمبر جبي

ڪريو سين غير سب دل مون
لٿي پلڪار محشر جبي

چڙ اٿندو پاڻ چلائي سان
رسول اللہ الوهي جي [۲]

مولود

ترجمہ : پروفیسر آفاق صدیقی

طلب اندر میں رکھ مومن
سدا اللہ اکبر کی

سمجھ کر اپنا من مارے نہ جا غیروں کے او تارے
پڑھیں صلوٰۃ کو سارے رسول اللہؐ پیعمبر کی

ہٹا دل سے ملمے کو بچا دنیا سے اپنے کو

پڑھے جو قلب کلمے کو اسے کیا فکر محشر کی

کہے آسو' برائی سے چھڑا لیں گے بھلائی سے
لگن ہے حق نمائی سے رسول اللہؐ انور کی

☆ ☆ ☆

☆۱ سندھی ادب کی مختصر تاریخ' ڈاکٹر عبدالمجید سندھی
بشکریہ ڈاکٹر عبدالجبار جونیجو

☆۲ سندھی میں نعتیہ شاعری- ص ۱۷۴' ۱۷۵

آشفتہ دہلوی، پنڈت امرناتھ

آشفتہ کشمیری الاصل تھے۔ دہلی میں پیدا ہوئے اور یہیں تعلیم و تربیت پائی۔ حضرت خدابخش تنویر کے شاگرد تھے۔ لاہور اور اس کے نواح میں بہ عہدۂ منصفی تعینات رہے۔ شاعری کا بیحد شوق تھا۔ اعلیٰ درجہ کے فارسی داں تھے۔ تذکرہ گلشن کشمیر میں انہیں امیرالشعراء کہہ کر پکارا گیا ہے۔ قادر الکلام شاعر تھے۔ ☆ ۱ خوش فکر اور خوش اخلاق آشفتہ کے اشعار سے مشتاقانِ سخن مسرور ہوتے تھے۔ ☆ ۲ ۱۸۵۳ء میں محمد حسین خاں تحسین مہتمم مطبع مصطفائی دہلی نے نامی گرامی شعرائے ہند سے حضرت حاجی جان محمد قدسیؒ (م ۱۰۵۶ھ) کی مشہور نعت کی تضمینیں کرا کر "خمسہائے غزل قدسیؒ" کے نام سے چھپوائی تھیں۔ ان سو سے زائد شعراء میں پنڈت امرناتھ آشفتہ بھی جلوہ گر ہیں۔ ☆ ۳ آپ کا ۱۸۸۵ء میں انتقال ہوا۔ ☆ ۴ آشفتہ صاحبِ دیوان تھے۔ ☆ ۵

نہ ہوا اور نہ ہوئے گا کوئی تمؐ سا نبیؐ   زیبِ کونین بہارِ چمنِ مطلبی
"مرحبا سیدِ مکی مدنی العربی   شافعِ روزِ جزا سرورِ عالی نسبی

دل و جاں باد فدایت کہ عجب خوش لقبی"

آپؐ کے نور سے روشن ہوئے دونوں عالم   ذرّہ خاکِ درِ پاک سے خورشید ہے کم
"من بے دل بجمالِ تو عجب حیرانم   رخ ہے آئینہ قدرت مجھے کعبے کی قسم

اللہ اللہ چہ جمال است بدیں بوالعجبی"

حشر میں آپؐ ہی کے ہاتھ سبھوں کی ہے نجات   ابرِ رحمت ہو تمہیں اے شہ عالی درجات
"ماہمہ تشنہ لبانیم و توئی آبِ حیات   ہوگی محشر میں زباں پر یہی ہر ایک کے بات

لطف فرما کہ زحد میگذرد تشنہ لبی"

صدقے ہے سنگِ درِ پاک پہ عرشِ اعظم   کوچہ حضرتؐ کا ہے صد رشک وہ باغِ ارم
"نسبتے خود بہ سگت کردم و بس منفعلم   آپؐ کا رتبۂ عالی ہے وہ یا شاہِ اممؐ

زانکہ نسبت بہ سگ کوئے تو شد بے ادبی"

شوقِ دیدار میں بیتاب ہوں دم پر ہے بنی   میری اے سیّدِ کونینؐ خبر لو جلدی
عرض قدسؔی کی ہے جو وہی آشفتہؔ کی بھی   "سیّدے انت حبیبی و طبیبِ قلبی

آمدہ سوئے تو قدسؔی پئے درماں طلبی"

☆ ۶

☆ ۱ سو د سراغ ص ۷۹، کالیداس گپتا رضا

☆ ۲ گلستانِ سخن جلد اول ص ۲۳۳، مرزا قادر بخش صابر دہلوی

☆ ۳ سو د سراغ ص ۸۰، کالیداس گپتا رضا

☆ ۴ موجِ گنگ، جوہر دیوبندی ص ۵۰

☆ ۵ ہندو شعراء، ص ۱۰، خواجہ عشرت لکھنوی

☆ ۶ سو د سراغ، کالیداس گپتا رضا، ص ۸۰، ۸۱، ۱۹۸۰ء ادارہ فن اور شخصیت بمبئی



مقامِ قربان میں عرس کا کنواں جس کے پانی سے حضورؐ کو غسل دیا گیا۔

آفتاب، حکیم سرون ناتھ

راجا رشید محمود نے حکیم سرون ناتھ آفتاب کے بارے میں محمد الدین فوق مصنف "تاریخ اقوام پونچھ" کے حوالے سے لکھا ہے کہ حکیم سرون ناتھ آفتاب، لالہ میاداس کے چھوٹے بیٹے ہیں۔ جنہوں نے ۱۹۲۸ء میں طبیہ کالج دہلی سے امتحان کامل طب و جراحت پاس کیا۔ کچھ عرصہ اسٹیٹ یونانی ڈسپنسری جموں کے انچارج رہے، پھر پونچھ آگئے۔ یہاں دور و نزدیک ان کی خدمات کا چرچا ہے۔ طبیب ہونے کے علاوہ اچھے ادیب اور شاعر بھی ہیں۔ پونچھ کے اخبار "آفتاب" کے ایڈیٹر و مالک ہیں۔ معراج النبیؐ کمیٹی پونچھ کی طرف سے بہترین نعت لکھنے کے صلے میں انہیں ایک تمغہ بھی مل چکا ہے۔ ان کے بزرگ لالہ ندھول چند ھوک میانی ضلع شاہ پور کی مشہور شخصیت تھے۔ ان کا تعمیر کردہ مندر و دھرم شالہ اب بھی وہاں موجود ہے۔ لالہ کرم چند، آفتاب کے دادا تھے۔ نمونۂ نعت دستیاب نہیں ہوا۔ ☆۱

☆۱ ماہنامہ نعت لاہور۔ ص ۲۷، نومبر ۱۹۹۵ء

آنند، پنڈت جگن ناتھ پرشاد

دشتِ فاراں تک جو میرِ کارواں پہنچا نہیں
معرفت کی منزلوں تک وہ جواں پہنچا نہیں
ایک قطرہ مل سکا اس کو نہ جامِ عشق سے
تشنہ لب جو تا درِ پیرِ مغاں پہنچا نہیں
دل سلگتا ہی رہا فرقت میں ان کی عمر بھر
گنبدِ خضرا تلک لیکن دھواں پہنچا نہیں
مدح حسن مصطفیٰؐ ہے ایک بحرِ بے کراں
اس کے ساحل تک کوئی شیریں بیاں پہنچا نہیں
نیک و بد کی ہے خبر تو واقفِ کونین ہے
ہے پہنچ تیری جہاں وہم و گماں پہنچا نہیں
کیا خطا ایسی ہوئی آنند جو محروم ہے
اب تک ان کے گوش تک شورِ فغاں پہنچا نہیں
☆۱

☆ ☆ ☆

☆۱ "کائنات" رحمت اللعالمین نمبر ص ۵۱۵ کراچی، نگراں پروفیسر وقار احمد زبیری

بابا بھاگو داس

بابا بھاگو داس ہندو نائی تھے۔ آپ کا وطن قصبہ نگرام تھا۔ آپ شاہجہاں کے عہد میں نگرام میں وارد ہونے والے ایک بزرگ جن کا نام مرزا محسن شاہؒ تھا' خاص عقیدت رکھتے تھے۔ مرزا صاحب نے قصبہ سے شمالی جانب آبادی سے ملحق تالاب بنام "دھرم تلاؤ" کے مشرقی اور جنوبی حصے کی جانب واقع کو ہاں شہتر کے انداز کے ٹیلے کو اپنی رہائش کے لئے پسند کیا تھا۔

مرزا محسن شاہؒ کے خورد و نوش کا سارا انظام بابا بھاگو داس کے ذمہ تھا۔ باورچی خانہ کے لئے گوشت کا انتظام بھی آپ ہی کرتے تھے۔ ہندو حضرات ان کی اس خدمت کو اچھی نظر سے نہ دیکھتے تھے۔ ایک بار ان لوگوں نے طے کیا کہ بھاگو داس کو رنگے ہاتھوں پکڑنا چاہئے۔ چنانچہ یہ لوگ راستے میں اس جگہ بیٹھ گئے جہاں سے وہ گوشت لے کر نکلتے تھے جب بابا بھاگو داس سامنے آئے تو ان لوگوں نے تلوار کھینچ کر بابا کو گھیر لیا اور مجبور کیا کہ وہ دونا کھول کر دکھلائیں کہ اس میں کیا ہے۔ بابا نے بہت منت سماجت کی لیکن یہ لوگ نہ مانے اور دونا کھول دیا۔ یہ لوگ اس وقت شرمندہ ہوئے جب انہوں نے دیکھا کہ دونا مختلف مٹھائیوں سے بھرا ہوا ہے۔ اس وقت بابا نے کہا

لوگ کٹم سب ہنست ہیں بھاگو بھئے بے دین
ایک بدھنانا ہنے جہ سے من لو لین

بادشاہ نے آپ کو ایک جاگیر مرحمت کی تھی جو نائی چک کے نام سے مشہور ہے۔ آپ نے ایک سو برس کی عمر پائی اور مرزا محسنؒ کے پائیں مزار اپنی وصیت کے مطابق دفن ہوئے۔

نعتیہ کلام

کیسے کرب آئے لیجاون ہار
کانپت ہے تب سے جیا ہمرو کون جتن لاگب پار
کیسے کرب آئے لیجاون ہار
نیر رہن پاوب ہم کیسے سسرے جانا ہے بارم بار
کیسے کرب آئے لیجاون ہار
ساج گون پیا لے کے چلے نہیں کوئی سکھی سنگ ہمار
کیسے کرب آئے لیجاون ہار
بھاگو داس سونچ مت کیجئو ہیں محمدؐ سب کو نباہن ہار
کیسے کرب آئے لیجاون ہار ☆۱

☆۱ سوغاتِ صنم خانہ' ڈاکٹر محمد اسمٰعیل آزاد فتحپوری

باصر کاشمیری' بابو شیام سندر

شیام سندر باصر کاشمیری کا نعتیہ کلام فانی مراد آبادی' خادم سوہدروی اور خالد بزمی صاحبان نے اپنی اپنی کتب و مضمون میں پیش کیا ہے۔ "نورِ سخن" اور ماہنامہ "نعت" لاہور میں بھی باصر کا کلام شاملِ اشاعت ہے۔

محمدؐ نے فرمائی مکہّ سے ہجرت نمایاں ہے یہ افتخارِ مدینہ
چلو چل کے بیٹھیں وہیں شیامؔ سندر کہ ارضِ وفا ہے دیارِ مدینہ

☆ ☆ ☆

دنیا کو تمؐ نے آکر پرنور کردیا ہے اور ظلمتوں کو یکسر کافور کردیا ہے
پیغامِ حق سنا کر مسرور کردیا ہے وحدت کی مے پلا کر مخمور کردیا ہے
فاراں کی چوٹیوں پر وہ آفتاب چمکا چشمِ فلک کو جس نے مسحور کر دیا ہے
غارِ حرا سے نکلیں یہ نور کی شعائیں تاریک وادیوں کو پر نور کردیا ہے

سندرؔ سے کیا رقم ہو وہ شان ہے تماریؐ
جس نے گدا گروں کو فغفور کردیا ہے

☆ ☆ ☆

اے رہنمائے اعظمؐ پیغبرِ معظمؐ!
سب کے دلوں کے محرم توؐ خوب جانتا ہے
تیراؐ ہی آسرا ہے

ادبار سے بچا لے افکار سے چھڑا لے
اے دو جہان والے تو جانِ مدعا ہے
تیراؐ ہی آسرا ہے

آفات اور بلائیں ڈر ہے کہ کھا نہ جائیں
دکھڑا کسے سنائیں دل تجھ کو ڈھونڈتا ہے
تیراؐ ہی آسرا ہے

باغ، بال کشن داس گرگ

۱۹۰۶ء میں پیدا ہوئے۔ حکیم ہنومان سہائے کے صاجزادے تھے۔ ان کے انتقال کے بعد باغ صاحب کے چچا بنگالی مل نے ان کی پرورش کی۔ بنگالی مل پیر سے اپاہج تھے۔ باغ صاحب کو بچپن سے ہی شاعری کا شوق تھا۔ اردو، فارسی اور عربی کی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی تھی۔ انہوں نے اپنے خاندانی پیشہ حکمت کو اختیار کیا۔ مست طبیعت کے انسان تھے۔ پرندوں کا بہت شوق رکھتے تھے۔ نہایت عمدہ نعت کہتے تھے۔ ساٹھ سال کی عمر میں رخصت ہوئے۔ فنِ شاعری میں آپ کو حضرت سید محمد علی شاہ میکش اکبر آبادی (پ ۱۹۰۵) سے شرفِ تلمذّ حاصل تھا۔

رہا کرتا ہے اس میں جلوۂ یکتا محمدؐ کا
میرا دل ہے ازل سے آئینہ خانہ محمدؐ کا

گلہ غم کا نہیں غم دینے والے یہ شکایت ہے
جو تجھ کو غم ہی دینا تھا تو غم دیتا محمدؐ کا

وہاں کی خاک کا ایک ایک ذرّہ جگمگاتا ہے
عرب کی وادیوں میں نور جب پھیلا محمدؐ کا

اگر تجھ کو محبت ہے جو تیرا عشق صادق ہے
تو آنکھیں بند کرکے کھینچ لے نقشہ محمدؐ کا

یہ فیضِ عشق ہر صورت میں اس کو دیکھتا ہوں میں
ہر اک صورت پہ ہوتا ہے مجھے دھوکا محمدؐ کا

☆ ☆ ☆

☆ ا تاریخ تحقیق و تذکرہ شعرائے برج پردیش، ص ۷۰۔ مقبول عرشی

باقیؔ، راجہ گردھاری پرشاد

گردھاری پرشاد نام، محبوب نواز ونت خطاب، باقیؔ تخلص۔ یکم رجب ۱۲۴۴ھ کو پیدا ہوئے والد زہری پرشاد اور ارائے دولت رائے جداعلیٰ تھے۔ فارسی تعلیم محمد علی عاشقؔ سے حاصل کی اور فارسی اشعار کی اصلاح بھی ان سے ہی لیتے تھے۔ اردو سخن گوئی میں حضرت فیضؔ کے شاگرد تھے۔ صدر سرشتہ داری فوج باقاعدہ پر سرافراز تھے۔ ۱۲۸۸ھ میں جمعیت نظام محبوب کا قیام ہوا تو اس کی سررشتہ داری بھی ان کو ملی۔ نواب سالار جنگ اوّل نے اتالیق و مقرب شاہی مقرر کیا۔ ۱۳۰۱ھ میں دربار حکمرانی کے وقت راجہ بہادر کا خطاب معہ لوازمات عطا کیا گیا۔ ۱۳۱۲ھ میں جشن سالگرہ کے موقع پر راجہ محبوب نواز ونت کے خطاب سے عزت افزائی ہوئی۔

راجہ گردھاری پرشاد کی پہلی بیوی سے چھ اور دوسری بیوی سے دس بچے ہوئے جن میں راجہ نرسنگھ راجؔ اور راجہ محبوب راج شامل ہیں۔ انہوں نے ۲۳ صفر ۱۳۱۴ھ کو انتقال کیا۔

راجہ صاحب خیراتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ عوامی فلاح و بہبود کے لئے ہمیشہ کوشاں رہے۔ غیر متعصب ذہن رکھتے تھے۔ بزرگانِ دین کے نیازات شاندار پیانہ پر کرتے تھے۔ رمضان المبارک میں روزہ داروں کے لئے افطار کا اہتمام بھی پوری دلچسپی کے ساتھ کراتے تھے۔ وضع کے پابند رہے۔ موسیقی، خطاطی اور بنوٹ میں مہارت رکھتے تھے۔

راجہ گردھاری پرشاد کی جملہ تصانیف کی تعداد اکتیس ہے جس میں فارسی نظم کی بیس، فارسی نثر کی تین اور اردو نظم و نثر کی چار کے علاوہ ہندی بھاشا کی چار کتابیں ہیں۔

فارسی نظم کی کتب پیرایۂ عروض، یادگارِ باقی، قصائدِ باقی، بہارِ عام، مثنوی ضائع بدائع، پرنس نامہ، تہنیاتِ باقی، ضرب الامثال، مکتوبات منظومہ، زمزمۂ باقی، بھاگوت شریف، راماین مسیحا، رباعیاتِ بابرکات، رباعیاتِ مناجات بارانِ رحمت، باقی نامہ، باغِ رزاق، مثنوی شمع منور، منشاتِ باقی، کنوز التواریخ، کلام متفرقات، فارسی نثرمیں افض النصح (فارسی کالغت)، نوشتۂ عاقبت (سفرنامہ) اور اردو نظم و نثر کی کتب بیتی چر تر، تحقیقات سیاق و سباق، بقائے باقی (دیوان اردو) درد باقی و درد ساقی اور خواجہ میر درد کی دو سو فارسی رباعیات کا اردو رباعیات میں ترجمے کے علاوہ ہندی بھاکا میں تیرتھ مال (بھجنوں کا ترجمہ)، شنھو پران، کیشو پران اور بھاگوت سار ہیں۔ راجہ گردھاری پرشاد باقیؔ نبی مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم سے گہری عقیدت رکھتے تھے۔ ان کا نعتیہ کلام پیشِ خدمت ہے۔ ☆☆

تُرا اوّل بہ اخفا آفریدند ازاں پس دین و دنیا آفریدند

پس از ذاتِ خدا اوّل خدارا جمالت اے خود آرا آفریدند

نخستیں شان و قدرت عرصہ دادند ازاں عرشِ معلّٰی آفریدند

ظہورِ عالم بالا ز پس گشت نخست آں قدِ بالا آفریدند

زعکسِ خندۂ دنداں نمایت بہم عقدِ ثریّا آفریدند

دو رخسارِ تُرا گلگو نہ دادند ازاں شمس و قمر را آفریدند

ز رُویت صبح عید خلق کردند ز مویت شامِ یلدا آفریدند

برتِ کعبہ ابروئے خوشت را برائے سجدۂ ما آفریدند

شد از سرمۂ مازاغ محتاج کہ چشمانِ تو سہلا آفریدند

نہالِ قامتت را سایہ زاں نیست ترا بے مثل و ہمتا آفریدند

زبہر آستان بے کس و زار تُرا ملجا و ماوا آفریدند

مَرا باقؔی ز بہرِ وصفِ آں گل
برنگِ مرغِ گویا آفریدند

☆ ۲

رباعیات

اندر رہِ نعت تو چہ پوید باقؔی
مضمونِ محامدت چہ جوید باقؔی

لولاک لما خلقت الافلاک بس است
زیں بیش چہ یارا کہ بگوید باقؔی

☆ ☆ ☆

ظاہر شدہ اعجاز تو بر ارض و سما
اذعانِ تو کردند بہ پست و بالا
انگشتِ تو شق نمود مہ را بہ فلک
در دستِ تو گویا شدہ سنگ خارا

☆ ☆ ☆

تو نورِ حقیقی بہ مجاز آمدہ ای
با زودی از رہِ دراز آمدہ ای
مانندِ نظر بہ چشمِ عالم بودے
گویم جانِ ترا کہ باز آمدہ ای
☆ ۳

☆ ☆ ☆

☆۱ مرقعِ سخن، حصہ اول، ص ۱۶۵ تا ۱۷۰، ڈاکٹر محی الدین قادری زور
☆۲ دردِ باقی، درد ساقی ص ۴۳، ۴۴
☆۳ ایضاً" ص ۱۳۲

بحر موجی 'دیا شنکر

جناب دیا شنکر بحر ۹ ر ستمبر ۱۹۱۱ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کا وطن داؤد گنج تحصیل علی گنج ضلع ایٹہ ہے۔ والد کا اسمِ گرامی بابو بھگوتی پرشاد ہے۔ کائستھ خاندان کی سکسینہ شاخ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اپنے استاد حضرت موج صدیقی کی نسبت سے اپنے کو بحر موجی لکھتے ہیں۔ اپنا وطن چھوڑ کر جھانسی میں سکونت اختیار کی اور یہاں ۱۹۳۳ء تک کے قیام کے دوران انٹر تک تعلیم حاصل کی۔ پھر کانپور منتقل ہو گئے اور یہاں کرائسٹ چرچ کالج سے بی۔ اے کیا اور یہیں ملازمت اختیار کر لی۔ ۱۹۳۱ء سے شعری ذوق جاری ہے۔ اتر پردیش کے جانے پہچانے شاعر ہیں۔ کہنہ مشقی آپ کے کلام سے ظاہر ہے۔ اتر پردیش اردو اکادمی لکھنؤ سے آپ کو وظیفہ بھی ملتا ہے۔

رسولِؐ خدا کی محبت ملی ہے مجھے دونوں عالم کی دولت ملی ہے
مدینے کی بستی کا عالم نہ پوچھو برستی ہوئی مجھ کو رحمت ملی ہے
نبیؐ کی محبت میں دیوانہ ہوں میں بمشکل مجھے یہ سعادت ملی ہے
خدا سے شرف ہمکلامی کا پائے بتاؤ کسے اتنی عظمت ملی ہے
جو مومن ہیں سایہ فگن ان کے سر پر خدائے دوعالم کی رحمت ملی ہے

کہیں ہوگی جنت مگر بحرؔ مجھ کو
دیارِ محمدؐ میں جنّت ملی ہے

☆ ☆ ☆

دلدادہ ہوں میں ہاشمی و مطلبی کا دیوانہ ہوں میں دل سے نبیؐ عربیؐ کا
یہ علم یہ حکمت یہ فراست یہ سخاوت شہرہ ہے جہاں میں شہ امی لقبی کا
سرکار کا ہر نقشِ قدم راہنما ہے یہ راستۂ خاص ہے جنّت طلبی کا
کیا سمجھیں گے اغیار ترا رتبہ والا کہہ دو کہ یہاں کام نہیں ذہن غبی کا
جس نے ہمیں توحید کے اسرار بتائے اے بحرؔ میں قائل نہ ہوں کیوں ایسے نبیؐ کا

☆ ☆ ☆

برق، بھگوان داس

ترے کرم ہی سے بگڑی ہوئی بنے گی بات
ترے کرم ہی سے مشکل ہر اک حل ہو گی

ترا کرم ہے تو سلجھے گی برقؔ ہر گتھی
نہیں ہے راہ جو ہموار آج، کل ہو گی

جناب بھگوان داس برق کا شمار بھارتی صوبہ ہریانہ کے بزرگ شعراء میں ہوتا ہے۔ ککی نو ضلع جھنگ (پاکستان) میں ۴ر فروری ۱۹۱۸ء کو پیدا ہوئے۔ منشی فاضل اور ادیب فاضل کے بعد درس و تدریس کو ذریعہ معاش و خدمت بنایا اور طویل عرصے تک ہریانہ کے محکمہ تعلیم سے وابستہ رہے۔ زمانہ طالب علمی سے ہی شاعری کا شوق رہا ہے۔ برق صاحب، مولوی اللہ دین مضطر کے شاگرد ہیں۔ اکثر رسائل و جرائد میں آپ کا کلام اہتمام سے شائع ہوتا ہے۔ شعری مجموعہ "معمارِ قوم" کے نام سے منظرعام پر آچکا ہے۔ روہتک میں سکونت پذیر ہیں۔ ☆ ا

رہا دل میں کوئی نہ غم یا محمدؐ — ہوا جب سے تیرا کرم یا محمدؐ
نہ دارا، نہ خسرو، نہ جم یا محمدؐ — تری خاک پائے مقدس کو پہنچے
ترے در پہ آئے ہیں ہم یا محمدؐ — ہمیں بھی تو عاشق سے اپنے ملا دے
کہاں سے وہ لاؤں قلم یا محمدؐ — ترا حسنِ سیرت جو تحریر کر دے
جہاں تیرا پہنچا قدم یا محمدؐ — لگے بھاگنے کفر و باطل وہاں سے

ترے در پہ جب آگئے برقؔ ۔ تو ۔ اب
ترے در پہ نکلے گا دم یا محمدؐ

☆ ☆ ☆

جب صدائیں کفر کی ایماں کو بہکانے لگیں — جب زمین و آسماں پر ظلمتیں چھانے لگیں
آدمی سے آدمیت جب تھی شرمانے لگی — جب عبادت بچھوؤں، سانپوں کی، کی جانے لگی

ہر بشر نے اپنا اپنا گھڑ لیا تھا اک خدا | منزلیں سب کی جدا تھیں سب کے رستے تھے جدا
جب بشر اللہ کی عظمت نہ تھا پہچانتا | اشرف المخلوق خود کو تھا نہیں کچھ جانتا
جب ستم ڈھانا غریبوں' بیکسوں پر تھا روا | جب کسی کا درد کوئی بھی نہیں تھا جانتا
جب ستم سہتی تھیں تو ماں کی ننھی بیٹیاں | عورتیں مردوں سے سمجھی جا رہی تھیں' بیٹیاں
آدمی میں آدمیت کا نہیں تھا جب نشاں | سڑ رہے تھے جب غلاظت سے زمین و آسماں
اپنے بچوں کو جلا دینے کا جب دستور تھا | جب بشر سے نورِ انسانی بہت ہی دور تھا
جب میرے اللہ نے دیکھا کہ ہر انسان اب | موت کا اپنی لگا کرنے ہے سب سامان اب
تب خدائے پاک نے بھیجا رسولؐ اللہ کو | تاکہ وہ پیغام دیں' جو ہیں قبول اللہ کو
راہ پر بھٹکے ہوئے لوگوں کو لانے کے لئے | جو نہیں انساں' انہیں انساں بنانے کے لئے
ہوگئیں دنیا میں جتنی ظلمتیں تھیں دور سب | ہوگئی دنیا خدا کے نور سے پُرنور سب
وہ رسولؐ اللہ تھے' اللہ کے معشوق تھے | جگمگا اٹھا جہاں اللہ کے اس نور سے
آدمیت آدمی کو تھی سکھائی آپؐ نے | راہ مولا کی بشر کو تھی دکھائی آپؐ نے

برحق پیغامِ خدا لے کر پیعمبر آگیا
ہم ترستے تھے خدا کو' اس کا دلبر آگیا

☆ ☆ ☆

☆ اسباطِ فکر' ص ۲۵ ساحر ہوشیارپوری' ناشر نقوی

برق، کنج بہاری لعل

کنج بہاری لعل کھتری تخلص برق خلف ہیرا لال تلمیذ حاتم بیگ مہر ساکن نائی منڈی آگرہ نے تحصیل علوم انگریزی و فارسی بمدرسہ مشن کالج و گورنمنٹ کالج، ۱۸۵۲ء سے ۱۸۶۱ء تک کی۔ سررشتہ ریل میں بمقام ٹونڈلہ تعینات رہے۔

جو محبوبِ خدا ٹھہرے، جو ختم الانبیاء ٹھہرے
وہ میرے پیشوا ٹھہرے، وہ میرے رہنما ٹھہرے

نہ کیوں لنگر کی پھر دریائے رحمت میں ولا ٹھہرے
جب اپنی کشتیٔ امت کے احمدؐ ناخدا ٹھہرے

ہوئی وسعت میں تنگی اس قدر صحرا نوردی سے
تلے اوپر ہمارے نقشِ پا کے نقشِ پا ٹھہرے

مجھے اے برقؔ کیا غم ہے بھلا روز قیامت کا
شفاعت کے لئے حامی مرے خیرالوریٰؐ ٹھہرے

☆ ۱

☆ ☆ ☆

☆ ۱ ماہنامہ "نعت" لاہور، ص ۷۸، اگست ۱۹۸۸ء
تذکرہ نعت گویانِ اردو، جلد دوم، ص ۳۹، ۴۰

بسمل الہ آبادی، سکھدیو پرشاد

جناب منشی بشیشور پرشاد سہنا کے گھر ۱۱ر نومبر ۱۸۸۹ء کو الہ آباد میں جناب سکھدیو پرشاد پیدا ہوئے جن کے جدِ امجد موضع بھوانی پور ضلع رائے بریلی سے بسلسلۂ تلاشِ معاش الہ آباد میں سکونت اختیار کر چکے تھے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد اردو، فارسی میں معقول استعداد حاصل کی۔ کائستھ پاٹ شالہ کالج و ماڈرن ہائی اسکول الہ آباد میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے داخلہ لیا مگر اپنی علمی استعداد کو ذاتی مطالعے سے آگے بڑھایا۔ میونسپل بورڈ الہ آباد میں بطور مشغلہ ملازمت کی۔ بسمل صاحب خوش مزاج، زود شناس اور بزلہ سنج تھے جس کی وجہ سے ہر محفل میں توجہ کا مرکز بن جاتے تھے۔

جناب بسمل الہ آبادی کو شعری ذوق بچپن سے ہی تھا۔ ۱۹۱۸ء میں آپ نے حضرت داغ دہلوی کے مشہور شاگرد حضرت نوح ناروی (۱۸۸۹ - ۱۹۶۰ء) کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیا۔ موصوف اپنے استاد سے بڑی عقیدت رکھتے تھے۔ پڑھنے کے ایک خاص انداز اور خوبصورت ترنم سے محفل پر چھا جانے کی بھرپور صلاحیت رکھتے تھے۔ آپ کا حلقہ تلامذہ بھی وسیع ہے۔ اردو کے فروغ میں آپ کی زندگی نصف صدی پر چھائی ہوئی ہے۔ جناب عرفان عباسی نے اپنے تذکرے میں بسمل الہ آبادی کے کلام پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے۔ "کہنہ مشق و زودگو شاعر تھے۔ انہوں نے جملہ اصنافِ سخن میں کامیاب طبع آزمائی کی۔ ان کا کلام زبان کی سلاست و صفائی، ترتیب و تسلسل، سادگی و بے ساختگی، فصاحت و لطافت، تاثیر و جذب، روانی و تغزل کی پاکیزگی کی خوبیوں سے مالامال ہے۔" ☆ ۱

جناب بسمل الہ آبادی اردو رسالہ "چاند" کی ترتیب میں شامل اور رسالہ "طوفان" الہ آباد کے معاون مدیر بھی رہے۔ آپ کے دیوان "جذباتِ بسمل" اور "افکارِ بسمل" کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ان کے دیباچے سر عبدالقادر (۱۸۷۴ - ۱۹۵۰ء) اور سر تیج بہادر سپرو (۱۸۷۵ - ۱۹۴۹ء) جیسے مشاہیر نے لکھے ہیں۔

جناب بسمل الہ آبادی خدمت ادب کرتے ہوئے ۲۴ر نومبر ۱۹۷۵ء کو ۸۶ سال کی عمر میں حرکت قلب بند ہو جانے کے سبب دارِ فانی سے رخصت ہو گئے۔ آپ نے ہی کہا تھا۔

ہر موج ہے اک پردۂ سازِ ہستی — کھلنے کو حبابوں سے ہے رازِ ہستی
کوشش نہ ابھرنے کی کرو اے بسمل — غرقابِ فنا ہوگا جہازِ ہستی

آنکھیں ہوں تو دیکھے کوئی رازِ ہستی — دل ہو تو سنے نغمۂ سازِ ہستی
کرتے ہیں وضو آبِ فنا سے بسمل — ہوتی ہے ادا آج نمازِ ہستی

آپ کی شاعری میں حمدیہ اور نعتیہ کلام بھی خاصی تعداد میں موجود ہے۔ نعتیہ کلام میں ان کے اسلوب اور طرزِ بیان کی جملہ خصوصیات موجود ہیں۔

واہ کیا آن ہے کیا شان رسول عربیؐ — تم پہ سو جی سے ہوں قربان رسول عربیؐ
خانۂ دل مرا جلوے سے منور ہو جائے — دو گھڑی تمؐ جو ہو مہمان رسول عربیؐ
اپنا جلوہ جو دکھا دو کبھی بھولے بسرے — پورے دل کے ہوں سب ارمان رسول عربیؐ
عرش پر جب شبِ معراج سواری پہنچی — حوریں تمؐ پر ہوئیں قربان رسول عربیؐ
حشر میں امتِ عاصی نے جو دیکھا تم کو — آگئی جان میں پھر جان رسول عربیؐ
میں نہ بھولوں گا نہ بھولوں گا میں انکو ہرگز — جو مرے سر پہ ہیں احسان رسول عربیؐ
زلفیں اپنی رخِ انور سے ہٹا دو للہ — کہ بہت میں ہوں پریشان رسول عربیؐ
لے لیا دل سے اگر نام مصیبت میں کبھی — مشکلیں ہوگئیں آسان رسول عربیؐ
یہی بسملؔ کی تمنا ہے مدینے جا کر — آپؐ کے در کا ہو دربان رسول عربیؐ
☆ ۲

☆ ☆ ☆

ہر وقت میسر ہو نظارہ تیرا — ملتا رہے گرتے کو سہارا تیرا
بسملؔ کا مددگار نہیں اور کوئی — کافی ہے اسے صرف سہارا تیرا
☆ ۳

☆ ۱ تذکرہ شعرائے اترپردیش' حصہ اول' ص ۷۶ عرفان عباسی
☆ ۲ ماہنامہ "کیلاش" ہوشیارپور اگست ۱۹۴۰ء
☆ ۳ تذکرہ شعرائے اترپردیش حصہ اول ص ۷۷' عرفان عباسی

بسنت گڑھ مہاراجوی، بسنت لال

کیوں رشکِ ارم ہو نہ وہ گلزارِ مدینہ جس باغ کے مختار ہوں سرکارِ مدینہؐ
ہر صبح ہے رنگین تو ہر شام ہے دلکش ہیں خلدِ بریں کوچہ و بازارِ مدینہ
ہر جلوۂ مستور نظر آئے نمایاں دیکھے نگہۂ شوق جو انوارِ مدینہ
کونین کو توقیر ہو کیا اس کی نظر میں مل جائے جسے رفعتِ دربارِ مدینہ

غربت پہ نثار اس کی بسنتؔ اہل زمانہ
حاصل ہو جسے دولت دیدارِ مدینہ

☆ ☆ ☆

زندگی اپنی ہو ایسی جو ہو شیدائے رسولؐ دل مدینہ میں ہو، دل میں ہو تمنائے رسولؐ
جس کے پینے سے کھلیں سربستہ اسرار حیات ساقیٔ تقدیر دے وہ جامِ صہبائے رسولؐ
وہ کلامِ حق ہے جو نکلے لبِ اعجاز سے ہے وہی منشا خدا کا، ہے جو منشائے رسولؐ
پا نہیں سکتے کبھی معراجِ ہستی کو بسنتؔ دشمنانِ اہلِ ایماں اور اعدائے رسولؐ

☆ ☆ ☆

اسے پھر دولت کونین کی حاجت نہیں رہتی
نگاہِ مصطفےٰؐ جس شخص پر اک بار ہو جائے

نہ ہو کیوں رشک صد گلشن زمیں وہ دشت و صحرا کی
جدھر بارانِ الطافِ نبیؐ اک بار ہو جائے

☆ ☆ ☆

بسمل حیرتی، خزاں چند

جناب خزاں چند ۱۰ر نومبر ۱۹۱۱ء کو رام نگر ضلع گوجرانوالہ (پاکستان) میں پیدا ہوئے۔ حضرت جوش ملیسانی (۱۸۸۲ء - ۱۹۷۶ء) سے آپ کو شرفِ تلمذ حاصل ہے۔ استاد کے فیضانِ توجہ سے ذہن کو پختگی اور بالیدگی ملی۔ آپ نے نثر و نظم میں قلم کو رواں رکھا۔ غزل، قطعہ، رباعی، گیت کے ساتھ طنز و مزاح، افسانہ، کہانی، لطیفہ، کہہ مکرنیاں اور افسانچے بھی تحریر کئے۔

جناب بسیم حیرتی کی شائع شدہ کتب بھی کافی ہیں۔ شعری مجموعوں میں "تنکے"، "شگوفے" اور "پھولوں کے چراغ" غزلیات اور تازہ کلام پر مشتمل ہیں۔ "شگوفے" پر محکمہ لسانیات حکومت پنجاب نے انعام بھی دیا ہے۔ "نقش در نقش" (اردو رباعیات) اور "لخت لخت" (اردو قطعات) پر مشتمل ہیں۔ "اپنے آپ کو اپنا خط" یہ بسیم صاحب کا شعری روزنامچہ ہے۔ "پھول ہی پھول" (نثری مجموعہ)، "چٹکیاں" (اردو افسانچے)، "چکوٹیاں" (اردو افسانچوں پر مشتمل چٹکیاں کا ہندی ایڈیشن)، "آج اکبر ہوتے" (طنزیہ و مزاحیہ قطعات) اور "روح منتقل" (دیگر زبانوں کے مروج محاورے) بھی شائع ہو چکے ہیں۔ "ہمارے رن بانکرے" (ہندی کے شجاعتی کارناموں پر مشتمل افسانچے) اور "نویں مکرنیاں" (نئے رنگ کی ہندی کہہ مکرنیاں) بھی قارئین تک پہنچائے ہیں۔ پنجابی زبان میں بھی آپ نے خوب طبع آزمائی کی ہے۔ پنجابی غزلوں پر مشتمل "غم دے سوہے" اور اسی زبان کے گیتوں کا مجموعہ "پنچھی ہو" بھی منظرِ عام پر آ چکے ہیں۔

جناب بسیم حیرتی نے نعت بھی پورے اخلاص کے ساتھ کہی ہے۔ آپ کی نعتیہ شاعری کے بارے میں سید حسن عباس گوپال پوری نے اپنے مضمون میں لکھا ہے۔ "ان کی شاعرانہ عظمت میں یہ بات خصوصی طور پر چار چاند لگانے میں پیش پیش ہے کہ وہ عاشقِ رسولؐ بھی ہیں اور انہوں نے اسلامی نظریات و عقائد کا پاس رکھتے ہوئے اپنے شعری زادِ راہ میں تصوف کی قوس و قزح بھی کھلائی ہے --- بسیم حیرتی صاحب کی یہ خوبی ہے کہ انہوں نے اسلام کے جالے میں پیغمبرِ آخرالزماںؐ کی تعریف و توصیف، مدح و ثناء، شمائل و خصائل، اخلاق و عادات اور تعلیم و تربیت کا انداز بیان کیا ہے۔" ☆ ۱۶ر مارچ ۱۹۸۴ء کو جہان فانی سے رخصت ہوئے۔

ہر دل کے ہیں ارمان رسولِ عربیؐ
ہر جان کے ہیں جان رسولِ عربیؐ

مجھ بندۂ بیکس کے بھی اے کاش بسیمؔ
ہو جائیں نگہبان رسولِ عربیؐ

عالم پہ منکشف ہوئے اسرارِ معرفت
جنبش میں آئے جب لبِ اظہارِ مصطفیٰ

مظلوم و بے مراد کی امیدِ آخری
دربار مصطفیٰ، درِ دربارِ مصطفیٰ

☆ ☆ ☆

رباعیات

تصویرِ محبت ہیں محمدؐ آقا　　تنویرِ رسالت ہیں محمدؐ آقا
سن لیں جو حقیقت کے تمنائی ہیں　　تفسیرِ حقیقت ہیں محمدؐ آقا

☆ ☆ ☆

آنکھوں میں لئے مستیٔ الہام رسولؐ　　امت کے بنے ساقیٔ گلفام رسولؐ
ہر چند پیمبر تھے مگر سر تا پا　　خود قادرِ مطلق کا تھے پیغام رسولؐ

☆ ☆ ☆

حاصل ہو ترے در کی جسے دربانی　　کچھ چیز نہیں اس کے لئے سلطانی
سلطان کی ثروت تو ہے آنی جانی　　ایمان کا سرمایہ ترا لافانی

☆ ۳

☆ ☆ ☆

☆ ۱ مضمون سید حسن عباس گوپال پوری، مطبوعہ ہفت روزہ "میرٹھ میلہ" ص ۳، ۱۱ر نومبر ۱۹۸۱ء

☆ ۲ "فروغ تجلی" کلکتہ ص ۲۷ مرتبہ محامد علیم حاذق رضوی

☆ ۳ بشکریہ سید اختر الاسلام - میرٹھ

بھگوان، رانا بھگوان داس

اردو و فارسی کے ممتاز ادیب و شاعر محترم رانا بھگوان داس ۲۹ دسمبر ۱۹۴۲ء کو نصیر آباد، لاڑکانہ (سندھ) میں پیدا ہوئے۔ رانا جیا مل کے بڑے بیٹے اور مشہور صوفی مشرب طبیب رانا پوہو رام کے پوتے ہیں جو ملتان سے منتقل ہو کر سندھ میں آباد ہو گئے تھے۔ سلسلۂ نسب مہاراجہ پرتھوی راج سے ملتا ہے، اسی لئے پرتھیانی راجپوت کہلاتے ہیں۔ ایم۔اے (معارف اسلامیہ) اور ایل۔ایل۔بی کے امتحانات پاس کر کے صوبائی ملازمتوں میں عدلیہ کے لئے منتخب ہوئے۔ حیدر آباد دکن کے ایک صاحب علم حضرت قادر علی نے علمی و ادبی آبیاری کی اور شعر و سخن میں سید محمد مہدی رئیس امروہوی (۱۹۱۴ - ۱۹۸۸) سے استفادہ کیا۔

محترم رانا بھگوان داس آج کل سندھ ہائی کورٹ کے جج ہیں۔ انتہائی مخلص، شفیق اور ادب دوست ہیں۔ اسلامی تعلیمات سے گہرا شغف اور محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت رکھتے ہیں۔ اسلامی موضوعات پر آپ نے نثر میں بھی بہت لکھا ہے۔ تصانیف میں مقالاتِ رانا بھگوان داس، تاریخِ تعمیرِ کعبہ، سوانح سرمد شہید، حیاتِ خسرو، نظم و نسق مغلیہ اور داستانِ سندھی زبان شائع ہو چکی ہیں۔

آپ نے نعتیں بھی خوب کہی ہیں، جو اکثر رسائل و جرائد میں شائع ہوئی ہیں۔

سوئے ارضِ محبوبؐ جاؤں گا یارو
میں تقدیر اپنی بناؤں گا یارو
کوئی مجھ کو روکے، مری جان لے لے
میں جاؤں گا، جاؤں گا، جاؤں گا یارو

نبیؐ مکرّم شنہشاہِ عالیؐ
بہ اوصف ذاتی و شانِ کمالی
خدا کا جو نائب ہوا ہے یہ انساں
یہ سب کچھ ہے تیری ستودہ خصالی

محمد مصطفیؐ ہو، زینتِ کون و مکاں تمؐ ہو
بعد جان و دلم قرباں کہ میری جانِ جاں تمؐ ہو
کہاں انساں، کہاں بھگواںؔ کہ سب ہے جلوہ جاناں
یہ سب پر دے تمہارے ہیں، اسی میں ضوفشاں تمؐ ہو

مقصدِ عرفاں شاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم
ارفع و اعلیٰ خلقِ معظم صلی اللہ علیہ وسلّم
کعبۂ عرفاں، نورِ دل و جاں، سیّدِ ذی شاں، راحتِ بھگواںؔ
ذاتِ مقدّس زینتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم

رونقِ کعبہ زینتِ منبر اللہ اکبر، اللہ اکبر
سرورِ عالمؐ ہادیٔ اکبرؐ اللہ اکبر، اللہ اکبر
ہادیٔ اعظمؐ، محسنِ اعظمؐ شاہِؐ رسولاں خواجۂ بھگواںؔ
ذاتِ مقدس طیبؔ واطہر اللہ اکبر، اللہ اکبر

بھوکن، بھوکن سرن

بھوکن سرن مراد آباد کے باشندے اور حضرت شوکت مراد آبادی کے شاگرد تھے۔ نعتیہ شعر ہے۔

تجھ سا دنیا میں نہ میں نے کوئی یکتا دیکھا
ایسا اللہ کے بندوں میں نہ بندہ دیکھا

☆ ☆ ☆

☆ ماہنامہ "حیاتِ اردو" مراد آباد، جون ۱۹۷۱ء

بی۔ڈی، بیگم سردار بوڑ سنگھ

بی۔ڈی صاحبہ سکھ خواتین شاعرات میں نمایاں ہیں۔ آپ کے شوہر سردار بوڑ سنگھ بیرؔ بھی مشہور شاعر ہیں ان کے متعدد شعری مجموعے شائع ہو چکے ہیں جن میں پیام زندگی، پیام بیداری، نور و سرور، پیامِ حقیقت، نعرۂ حق، آوازِ حقیقت، عزم، چشمۂ زندگی اور پیغام کافی مقبول ہوئے۔ ☆ ۱

بی۔ڈی صاحبہ خوش فکر شاعرہ تھیں آپ فارسی میں بھی کہتی تھیں۔ فانی مراد آبادی نے آپ کی نعت کے یہ چار اشعار پیش کیے ہیں۔

وقتِ بیداری است اے دل زود کن بیدار شو
دور کن اندازِ غفلت چابک و ہشیار شو

خواہرانِ ملک اکنوں حامیانِ علم اند
تو ہمیں بہرِ خدا کوشان و خدمت گار شو

فرقہ نسواں چرا در ہند خواری و ذلیل
زود کن با حکمِ یزداں حاکم و سردار شو

آرزوئے جلوہ دلدار گر بیؔ۔ ڈی ترا ست
عرض من دارم نثارِ احمدؐ مختار شو

☆ ۲

☆ ☆ ☆

☆ ۱ اردو ادب میں سکھوں کا حصہ، ص ۳۲

☆ ۲ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام، ص ۱۵۶

بیاس جی

یہاں نہ میں کچھ بات راکھوں ویدپرانت ست مت بھاکوں
پرکھ سس دس سندرم ہوئی تہ کے بعد نہ پائے کوئی
دیس عرب میں بھرکتا سہائی سو تھل بھرم گت سنو کھک رائی
سنبھو ست تا کر ہوئی سندرم او پدیش تنہ سوئی
سمّت بکرم کی دو چھنگا مہا کوک تس تس چت پرتنگا
راج پنت بھنو پربت دکھاوے اپنی مت سب کو سمجھاوے
چترم سندرم مت چاری تنگی بنس ہوئی بھنو بھاری
تب لگ جو سندرم چہہ کوئی بناء محمدؐ پار نہ ہوئی
تب ہووے سنگ لنگ اوتارا مہدی کہیں سکل سنسارا

پھر سندرم سما نہیں ہوئی
تلسیؔ بچن ست مت گوئی

☆ ☆ ☆

بیتاب علی پوری، راما نند

جناب بیتاب علی پوری ۱۷ ر مارچ ۱۹۳۲ء کو ڈاکٹر آسانند کے گھر علی پور ضلع مظفر گڑھ (پاکستان) میں تولد ہوئے۔ تقسیمِ ملک کے بعد پانی پت منتقل ہوئے اور پھر سونی پت میں مستقل طور پر سکونت اختیار کی۔ آپ بی۔ اے اور ادیب فاضل کی اسناد حاصل کر چکے ہیں۔ ہومیو پیتھک ڈاکٹر ہیں۔ دورانِ تعلیم شاعری کا شوق پیدا ہوا۔ ابتدا میں حضرت جوش ملسیانی اور شہید علی پوری سے اصلاح سخن حاصل کی اور اب جے رام داس فلک اور غلام حسین رئیس نیازی (پ ۱۹۲۰ء) سے مشورہ سخن کرتے ہیں۔ غنچہ و گل، بیتابیاں اور سوغات آپ کی غزلیات کے مجموعے ہیں۔ سفینہ، لہریں اور دردِ مشترک کے مؤلف ہیں۔ ہومیو پیتھک پر بھی ایک منظوم کتاب پیش کر چکے ہیں جو فخرالدین میموریل سوسائٹی کے مالی تعاون سے شائع ہوئی ہے۔ آپ متعدد سماجی و ادبی اداروں سے بھی وابستہ ہیں۔ ☆ ۱

یہی پیغام دیتی ہیں ہوائیں — مہک اٹھیں نبیؐ سے سب فضائیں
نبیؐ سے حق کی ہر تحریر واضح — نبیؐ سے قوم کی تقدیر واضح
نبیؐ سے ابتدا کا نور مانو — نبیؐ سے انتہا کا نور مانو
نبی کی دین ہے کردار اپنا — نبیؐ ہے کارواں سالار اپنا
نبیؐ سے جب بندھ گئی آس اپنی — کہاں باقی رہی پھر پیاس اپنی
نبیؐ سے راستے روشن ہوئے ہیں — یہ سارے سلسلے روشن ہوئے ہیں
نبیؐ سے ذہن میں ہے نور آیا — شعور و فکر اس سے جگمگایا
نبیؐ ہیں ارتقاء کے نور ہمدم — نبیؐ ہیں کبریا کے نور ہمدم
نبیؐ پیغام بر ہے بس احد کا — دلِ بیتاب بھی ہے اس کا صدقہ

☆ ☆ ☆

☆ ۱ بساطِ فکر ص ۳۹ مرتبین ساحر ہوشیار پوری، ناشر نقوی

بیدار، کرپال سنگھ

تحصیل ننکانہ صاحب ضلع شیخوپورہ کے ایک مختصر گاؤں کھنگراں والا میں ۲۰ دسمبر ۱۹۱۶ء کو پیدا ہوئے۔ ان کا خاندان گل جاٹوں کا تھا جو اپنی قوم میں ممتاز طبقہ خیال کیا جاتا تھا۔ ان کے والد سردار خوشحال سنگھ خاصے بڑے زمیندار تھے اور یہ گاؤں اور اس کے اردگرد ساری اراضی انہیں کی ملکیت تھی۔

بیدار صاحب کے خاندان میں علم وادب کی کوئی روایت نہیں تھی مگر ان کے والد نے اپنے بیٹے کو تعلیم دلانے کا فیصلہ کیا۔ لاہور کے سینٹرل ماڈل اسکول سے میٹرک، دیال سنگھ کالج سے بی، اے اور ۱۹۳۹ء میں پنجاب یونیورسٹی سے فارسی میں ایم، اے کیا۔ اور اسی سال میں سکھ نیشنل کالج لاہور میں فارسی، اردو کے مدرس مقرر ہوئے۔

۱۹۴۷ء میں ترک وطن کرکے پٹیالہ چلے گئے۔ یہاں ابتدا میں پریشانی کا دور گزارا۔ بعد میں کچھ حالات بہتر ہوئے۔ ۱۹۵۷ء میں مالیر کوٹلہ میں میونسپل کمیٹی کے اگزیکٹو افسر مقرر ہوئے مگر جلد اپنی طبیعت کی وجہ سے مستعفی ہوگئے۔ ۱۹۶۷ء میں پنجابی یونیورسٹی پٹیالہ کے شعبہ فارسی سے منسلک ہوگئے۔ آخری ایام زیادہ تر علالت میں گزرے اور ۱۹۷۷ء میں حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے رحلت ہوگئی۔

ابتدائی مشق کے زمانے میں کلام پر نند کشور اخگر فیروز پوری (۱۹۰۱ - ۱۹۶۷ء) سے بذریعہ خط و کتابت اصلاح لی بعد میں پنڈت میلہ رام وفا (۱۸۹۴ - ۱۹۸۰ء) اور پنڈت لبھو رام جوش ملسیانی (۱۸۸۴ - ۱۹۷۶ء) سے بھی کچھ مشورہ رہا لیکن آخر میں شمس العلماء مولانا احسان اللہ خاں تاجور نجیب آبادی (۱۸۹۰ - ۱۹۵۱ء) کی شاگردی اختیار کرلی۔ ۱۹۶۵ء میں پنجاب سرکار نے "ادیب اعلیٰ" کا اعزاز عطا کیا۔ ان کا مجموعہ کلام "صیغر خیال" ان کی زندگی میں شائع نہ ہو سکا۔ ☆۱

اے کہ تجھ سے صبحِ عالم کو درخشانی ملی
ساغرِ خورشید کو صہبائے نورانی ملی

اے کہ انوارِ حقیقت سے بنا پیکر ترا
حیرتِ آئینہ تخلیق ہے جوہر ترا

اے کہ تیری ذات سے پیدا نشانِ زندگی
اے کہ تیری زندگی سرِّ نہانِ زندگی

اے کہ تجھ پر آشکارا رازہائے کائنات
تیری ہستی ابتداء و انتہائے کائنات

اے کہ تیرے رخ کی تابش سے فضا پرنور ہے
تیری خاکِ پا کا ہر ذرّہ حریفِ طور ہے

ضوفشاں تیری محبت ہے دلوں میں اس طرح
عکسِ انجم مضطرب آبِ رواں میں جس طرح

اس قدر تیری کرامت کی فراوانی ہوئی
بیکسوں کو دولتِ پرویز ارزانی ہوئی

حاکم و محکوم کو تو نے برابر کر دیا
ذرّہ' ناچیز کو ہمدوشِ اختر کر دیا

تیری پراسرار ہستی کا بیاں ہو کس طرح
تجھ میں جو اعجاز مخفی ہے' عیاں ہو کس طرح

آسمانی عظمت و تقدیس کا مظہر ہے تو
مختصر یہ ہے خدا کا خاص پیغمبر ہے تو

☆۲

☆ ☆ ☆

☆۲ نعت کائنات' ص ۶۵۸' راجا رشید محمود

☆۱ تذکرہ معاصرین' جلد چہارم' ص ۲۸۰ - ۲۸۳' مالک رام

بیدل سرحدی، منوہر لعل آہوجہ

بیدل سرحدی یعنی منوہر لعل آہوجہ، شمال مغربی سرحدی صوبہ (پاکستان) کے شہر ڈیرہ اسماعیل خاں میں ۱۰ر نومبر ۱۹۳۰ء کو دنیا میں تشریف لائے۔ آپ نے جامعہ اردو علیگڑھ سے ادیب کامل و معلم الاردو کے علاوہ آگرہ سے انگریزی میں ایم اے کیا ہے۔ نثرنگاری کا آغاز ۱۹۵۰ء سے کیا۔ تحقیق و تنقید کے ساتھ افسانہ نگاری کو بھی جاری رکھا۔ محکمہ ٹیلی فونز میں ٹیکنیکل سپروائزر کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے ہوئے ادب سے وابستگی کو قائم رکھا اور ۱۹۵۶ء سے شعری اصنافِ سخن میں طبع آزمائی شروع کی۔ آپ غزل، قطعات اور رباعیات کے کئی مجموعے ترتیب دے چکے ہیں۔

جناب بیدل سرحدی نے تقریباً ایک سال سحاب سخن مولانا ابر احسنی گنوری اور مابعد حضرت خموش سرحدی (پ ۱۹۲۱ء) سے شرفِ تلمّذ حاصل کیا۔ اب ریٹائرڈ زندگی میں خدمتِ علم و ادب ہی واحد مصروفیت ہے۔

ہر مصیبت سے بچا لے مجھ کو شاہِ انبیاءؐ
پاس تو اپنے بلا لے مجھ کو شاہِ انبیاءؐ

نیند کا عالم ہے گو کہنے کو میں بیدار ہوں
بے سہارا ہوں، اکیلا ہوں بہت لاچار ہوں
جی نہیں لگتا ہے دنیا میں بہت بیزار ہوں
ہر گھڑی بس آفتوں سے برسرپیکار ہوں

ڈوبنے کو ہوں بچا لے مجھ کو شاہِ انبیاءؐ
پاس تو اپنے بلا لے مجھ کو شاہِ انبیاءؐ

لگ رہا ہے ڈر تلاطم خیز لہروں سے مجھے
دشت و صحرا کے جھلتے سنگ ریزوں سے مجھے
جھانکتی ہے زندگی غم کے جھروکوں سے مجھے
ڈر سا لگتا ہے قضا کے اب سوالوں سے مجھے

اپنے قدموں میں بٹھا لے مجھ کو شاہِ انبیاءؐ
پاس تو اپنے بلا لے مجھ کو شاہِ انبیاءؐ

ہوں بہت بیکس پکاروں کس کو اب تیرے سوا
کون سنتا ہے جہاں میں اب غریبوں کی صدا
کس سے جا کر اب کرے بیدلؔ ترا، شکوہ گلا
تیری خاکِ پا ہوں مالک بخش دے میری خطا

اپنے دامن میں چھپا لے مجھ کو شاہِ انبیاءؐ
پاس تو اپنے بلا لے مجھ کو شاہِ انبیاءؐ

☆ ☆ ☆

بیر، پنڈت مہابیر

مجھ کو دیدار محمدؐ کا جو حاصل ہوتا　پھر جہاں میں نہ کوئی میرے مقابل ہوتا
حوریں خدمت کو نہ ملتیں تو نہ جنت ملتی　میں جو حضرتؐ کی رسالت کا نہ قائل ہوتا
خواب ہی میں کبھی شکل اپنی دکھائی ہوتی　یا نبیؐ آپ کا دیدار تو حاصل ہوتا

سامنے حق کے قیامت میں نہ عزت ہوتی
بیرؔ اگر امتِ احمدؐ میں نہ داخل ہوتا
☆ ۱

☆ ☆ ☆

☆ ۱ ماہنامہ "پیامِ یار" لکھنؤ اکتوبر ۱۹۰۲ء

بیکراں عالمی، شیو برن لال ورما

باب رحمت کھلا ہے چلے آیئے
بزمِ خیر الوریٰ ہے چلے آیئے

دونوں عالم کی راحت کا سامان ہے
جلوۂ مصطفیٰ ہے چلے آیئے

☆ ☆ ☆

جب سے پابندِ حکم نبیؐ ہوگئے
ہم تو کچھ بھی نہ تھے آدمی ہوگئے

ذرّۂ خاکِ پائے نبیؐ بن کے ہم
اس جہاں کے لئے روشنی ہوگئے

بیکس، رمیش چند

رمیش چند پانی پت میں مقیم ہیں۔ وکالت کر رہے ہیں۔ آپ کی نعت کے یہ دو اشعار جناب سید اختر الاسلام کے ہفت روزہ سے دستیاب ہوئے ہیں۔

کیا ٹوٹے ہوئے دل کی صدا لے جاؤں
کیا درد کی تصویر بنا لے جاؤں

دربارِ محمدؐ میں ہے بیکسؔ کی طلب
میں سوچتا ہوں نذر میں کیا لے جاؤں
☆ ۱

☆ ۱ ہفت روزہ "میرٹھ میلہ" ص ۳، ۱۴ اگست ۱۹۹۵ء

بکل امرتسری، برج گوپی ناتھ

یا خدا تعریف میں کس کی ہوں میں رطب اللساں
چٹکیاں لیتا ہے کیوں دل میں مرا طرزِ بیاں

اے زبان کلک اب آتا ہے وقتِ امتحاں
آج دکھلانے کو ہے جوہر مری طبع رواں

آج لب پر ذکرِ محبوبؐ خدا آنے کو ہے!
ناز کا پھر وقت اے بختِ رسا آنے کو ہے

اک جہالت کی گھٹا تھی چار سو چھائی ہوئی
ہر طرف خلقِ خدا پھرتی تھی گھبرائی ہوئی

شاخ دینداری کی تھی بیطرح مرجھائی ہوئی
لہلہا اٹھی تری جب جلوہ آرائی ہوئی

تیرے دم سے ہوگئیں تاریکیاں سب منتشر
پا گئی راحت ترے آنے سے چشمِ منتظر

کیوں نہ ہم بھی اس جہاں کا پیشوا مانیں تجھے
کیوں نہ راہ حق میں اپنا رہنما جانیں تجھے

نور سے تیرےؐ اندھیرے میں درخشانی ہوئی
تیرےؐ آگے آبرو کفّار کی پانی ہوئی

☆ ۱

☆ ☆ ☆

☆ ۱ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام، ص ۱۱۰ فانی مراد آبادی

بیکل امرتسری کے ایک نعتیہ مسدس کے چار بند دیکھئے جو مختلف کتب میں ملتے ہیں۔

یا خدا تعریف میں کس کی ہوں میں رطب اللساں
چٹکیاں لیتا ہے کیوں دل میں مرا طرز بیاں
اے زبان کلک اب آتا ہے وقت امتحاں
آج دکھلانے کو ہے جوہر مری طبع رواں
آج لب پر ذکر محبوب خداؐ آنے کو ہے
ناز کا پھر وقت اے بخت رسا آنے کو ہے

اے رسول پاکؐ ! اے پیغمبرؐ عالی وقار
چشم باطن بیں نے دیکھی تجھؐ میں شان کرد گار
تیرےؐ دم سے گل نظر آئے رہ عرفاں کے خار
خوبیوں کا ہو تریؐ کیونکہ بھلا ہم سے شمار
نور سے تیرےؐ اندھیرے میں درخشانی ہوئی
تیرےؐ آگے آبرو کفار کی پانی ہوئی

اک جہالت کی گھٹا تھی چار سو چھائی ہوئی
ہر طرف خلق خدا پھرتی تھی گھبرائی ہوئی
شاخ دینداری کی تھی بے طرح مرجھائی ہوئی
لہلہا اٹھی تریؐ جب جلوہ آرائی ہوئی
تیرےؐ دم سے ہوگئیں تاریکیاں سب منتشر
پاگئی راحت ترےؐ آنے سے چشم منتظر

کیوں نہ ہم بھی اس جہاں کا پیشوا مانیں تجھےؐ
کیوں نہ راہ حق میں اپنا راہنما جانیں تجھےؐ
دیکھنے کو دے خدا آنکھیں تو پہچانے تجھےؐ
حق کی ہے بیکل صدا، شمس الضحیٰ مانیں تجھےؐ
گو مسلمانوں کا ایک پیغمبر اعظم ہے توؐ
اپنی آنکھوں میں بھی اک اوتار سے کب کم ہے توؐ

بنی نرائن

مہاراجہ لکشمی نرائن کے فرزند اور رائے کھم نرائن رند کے بھائی تھے۔ لاہور میں رہتے تھے۔ "دیوانِ جہاں" کے مصنف ہیں۔ جس میں شعرائے اردو کے کلام کا انتخاب پیش کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے دیباچہ میں انہوں نے اپنے خیالات بھی لکھے ہیں۔ وہ اپنے وطن میں خوشی اور آرام سے وقت گزار رہے تھے۔ حالات میں تبدیلی آئی اور انہوں نے کلکتہ کا رخ کیا۔ وہاں بھی قسمت نے ساتھ نہیں دیا۔ بارہ برس شدید مشکلات کا شکار رہے۔ آخرش حیدر بخش قابل کی خاص توجہ سے ان کی ملاقات ہندوستانی زبان داں روبک سے ہوئی۔ جنہوں نے بنی نرائن کو اپنی ملازمت میں لے لیا۔ اسی عرصہ میں "دیوانِ جہاں" ترتیب دی۔

بنی نرائن نے ایک اور کتاب "قصہ شاہ درویش" لکھی۔ جس کا مضمون فارسی قصہ نظم ہلالی کا ہے۔ اس کا نام بھی یہی ہے۔ طبقات شعرائے ہند کے مولف کریم الدین (۱۸۲۲۔ ۱۸۷۹ء) نے بنی نرائن کو عالم تسلیم کیا ہے۔ دیوان جہاں کے اول حصہ میں درج ذیل نعتیہ اشعار ملتے ہیں۔ ☆ ۱

کر آغازِ سخن حمدِ خدا سے　　پھر اس کے بعد نعتِ مصطفیٰؐ سے

خدا خالق ہے ہم ہیں آفریدہ　　نبی جتنے ہیں سب ہیں برگزیدہ

محمدؐ پر ہوئی ختم رسالت　　علیؓ ہے مالک ملکِ ولادت

ہمیشہ یاد تو ان کو کیا کر　　انہیں کا ساغر الفت پیا کر

الٰہی تیرے بندے جتنے ہیں خاص　　جناب انکی میں رکھتا ہوں میں اخلاص

مجھے تو اس وسیلے سے شب و روز
غموں پر رکھ مظفر اور فیروز
☆ ۲

☆ ☆ ☆

☆ ۱ طبقات شعرائے ہند، ص ۳۱۰، کریم الدین

☆ ۲ دیوانِ جہاں، بنی نرائن، مرتب کلیم الدین احمد

پردیسی جی برہمچاری

پریم کی بنسی بجائی سیّدِ ابرارؐ نے
پاپ کی کایا مٹائی سیّدِ ابرارؐ نے

شُدر پاپی شُدھ ہو کر بن گئے بالکل پوتر
وہ سُدھر بنسی بجائی سیّدِ ابرارؐ نے

پاپ میں ڈوبے تھے جو ان کو ڈبویا پریم میں
خود ہی بگڑی بنائی سیّدِ ابرارؐ نے

ہوگیا ہر ہر میں ہر ہر ہوگیا جی دھیان میں
کچھ عجب شکتی دکھائی سیّدِ ابرارؐ نے

اے پیارے دھرم سے سمبندھ پردیسی کرو
ہے یہی شکشا سکھائی سیّدِ ابرارؐ نے

☆ ☆ ☆

پرشاد حیدرآبادی، راجہ پرشورام

راجہ پرشورام ۱۹۲۴ء میں حیدرآباد میں پیدا ہوئے۔ آپ مہاراجہ سرکشن پرشاد کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ ۱۹۴۴ء میں آپ نے بنگلور میں سکونت اختیار کرلی۔ ایک کمپنی میں پبلسٹی آفیسر کے فرائض سنبھالے ہوئے ہیں۔ پرشاد تخلص فرماتے ہیں۔ بچپن سے ہی اردو اور فارسی شاعری سے دلچسپی تھی۔ ۱۹۵۸ء سے باقاعدہ خود بھی شعر کہنے لگے۔ غزل سے کہیں زیادہ نعتیں کہتے ہیں۔ نبی الخاتمؐ سے بیحد عقیدت رکھتے ہیں۔ ابتدا میں حضرت شوق بنگلوری (پ ۱۹۰۲ء) سے مشورۂ سخن کیا اب ایک عرصے سے حضرت علیم بسمل حیدرآبادی (پ ۱۰ر دسمبر ۱۹۲۹ء) کو اپنا کلام دکھاتے ہیں۔

جس دن سے نگاہوں میں تصویرِ محمدؐ ہے	پنہاں دلِ مضطر میں تنویرِ محمدؐ ہے
خورشید و قمر تارے یہ غنچہ و گل سارے	ہر شے میں دوعالم کی تنویرِ محمدؐ ہے
ہم نے تو یہ سمجھا ہے ہم نے تو یہ جانا ہے	قرآن حقیقت میں تفسیرِ محمدؐ ہے

پرشاد فدائی ہے سرکارِ دوعالمؐ کا
ہر شعر میں پوشیدہ توقیرِ محمدؐ ہے

☆ ۱

☆ ☆ ☆

میرا عشق کوئی دکھاوٹ نہیں ہے	محمدؐ سے نسبت بناوٹ نہیں ہے
چلا جا رہا ہوں میں سوئے مدینہ	رہِ مصطفیٰؐ میں رکاوٹ نہیں ہے
میرا دل منور ہے نورِ نبیؐ سے	حقیقت ہے اس میں بناوٹ نہیں ہے
نبیؐ کے تصور کا ہے یہ کرشمہ	میرے ذہن و دل میں تھکاوٹ نہیں ہے

جو پرشاد ٹپکے ہیں ہجرِ نبیؐ میں
ان اشکوں میں کوئی ملاوٹ نہیں ہے

☆ ۲

☆ ☆ ☆

☆ ۱ تجلیات، مرتبہ علیم بسمل حیدرآبادی، ص ۸۸، ۸۹۔ بشکریہ انظار افسر

☆ ۲ تجلیات، مرتبہ علیم بسمل حیدرآبادی، ص ۸۷، ۸۸

پرویزؔ، پرکاش ناتھ

جناب پرکاش ناتھ پرویزؔ ۲۵ر اکتوبر ۱۹۳۰ء کو قصبہ راداس ضلع امرتسر میں لالہ رام جی داس پتھریہ کے گھر پیدا ہوئے۔ ☆ ۱ ۱۹۴۷ء میں میٹرک اور ۱۹۵۳ء میں پنجاب یونیورسٹی (بھارت) سے ادیب فاضل اور اسی یونیورسٹی سے ۱۹۶۰ء میں ایم۔ اے (اردو) کے امتحانات فرسٹ ڈویژن میں پاس کئے۔ بی اے میں اختیاری مضمون کے طور پر فارسی پڑھی۔ آپ کے بڑے بھائی پرشوتم لال ضیاء (۱۹۱۷ - ۱۹۵۹ء) فارسی کے پروفیسر رہے ہیں جن کی اپنی لائبریری میں گرانمایہ کتب اور رسائل و جرائد کا بڑا ذخیرہ موجود تھا۔ پروفیسر صاحب کو مطالعے کا بیحد شوق تھا جس نے شعرگوئی کی طرف مائل کیا۔ آپ نے پہلا شعر ۱۹۴۴ء میں یعنی چودہ سال کی عمر میں کہا۔ ۱۹۵۲ء میں حضرت علامہ ابراحسنی گنوری سے شرفِ تلمذ حاصل کیا۔

جناب پرکاش ناتھ پرویزؔ کے قطعات کا مجموعہ "شفق زار" ۱۹۵۹ء اور منظومات و غزلیات کا انتخاب "جادۂ منزل" ۱۹۶۲ء میں شائع ہوچکے ہیں۔ موصوف اپنے شاعرانہ مزاج کے بارے میں فرماتے ہیں۔ "میں کلاسیکی اور ترقی پسند ادب کا احترام کرتا ہوں لیکن جدیدیت کا بھی مخالف نہیں ہوں۔ جدیدیت ہر دور کے شعری مزاج میں شامل رہی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ہماری شاعری ولی کے رنگ و آہنگ سے آگے نہ بڑھتی لیکن جدیدیت کے نام پر بعض نئے فنکار بے راہ روی کا شکار ہوتے جارہے ہیں۔" ☆ ۲ پرویزؔ صاحب اگرچہ حساب کتاب کے شعبے سے تعلق رکھتے ہیں مگر خوش فکر شاعروں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ خود فرماتے ہیں۔ "مجھے یہ دیکھ کر حیرت بھی ہوتی ہے اور مسرت بھی کہ میں نے آڈٹ ایسے غیر شاعرانہ ماحول میں رہ کر بھی اپنی شاعری کی شمع کو فروزاں رکھا ہے۔" ☆ ۳

خیال افروز ہے نامِ محمدؐ — بہت افضل ہے پیغامِ محمدؐ
رہے گا تا ابد سرشار و بے خود — ملا جس رند کو جامِ محمدؐ
دل و جاں کیوں نہ ہوں مرہونِ منت — دل و جاں پر ہے اکرامِ محمدؐ
ہوا عرفانِ ہست و بود اس کو — سنا جس دل نے پیغامِ محمدؐ
فرازِ زندگی کا ہے یہ زینہ — جسے کہتے ہیں الہامِ محمدؐ
مٹا دی تیرگی قلب و نظر کی — تجلی پاش ہے جامِ محمدؐ

محمدؐ روحِ انوارِ دوعالم
محمدؐ ہست سردارِ دوعالم

☆ ☆ ☆

آباد اخوت سے ہے میخانہ نبیؐ کا — لبریزِ مئے عشق ہے پیمانہ نبیؐ کا
کس شان سے امت کو دیا درسِ محبت — اللہ رے وہ اندازِ حکیمانہ نبیؐ کا
فرزانگیِ وقت نہ کیوں اس پہ فدا ہو — جو بھی دل و جاں سے ہوا دیوانہ نبیؐ کا
بھولیں گے نہ اربابِ وفا حسنِ کرم کو — تھا سب کے لئے رنگ کریمانہ نبیؐ کا
برحق ہے نبیؐ کو جو کہیں شمع مدینہ — پرویزؔ ہوا جاتا ہے پروانہ نبیؐ کا
☆۵

☆ ☆ ☆

☆ ۱ صدائے شوالک' ڈاکٹر نریش' جی۔ ایس۔ بھانیہ عارف ص ۲۹
☆ ۲ تعارف بقلم خود' پرکاش ناتھ پرویز' ماہنامہ "بیسویں صدی" جولائی ۱۹۷۳ء
☆ ۳ تعارف بقلم خود' پرکاش ناتھ پرویز' ماہنامہ "بیسویں صدی" جولائی ۱۹۷۳ء
☆ ۴ عرفانِ محبت پرکاش ناتھ پرویز ص ۱۳۵ بشکریہ شاداب ذکی بدایونی
☆ ۵ عرفانِ محبت پرکاش ناتھ پرویز ص ۱۴۴

پنڈت ہر کشن لعل

پنڈت ہر کشن لعل نعت بڑے اہتمام سے کہتے تھے۔ آپ مہاراجہ پرتاپ سنگھ والئے کشمیر کے مہتم خزانہ تھے۔

اے سرورِ پیغمبراںؐ ! اے صاحبِ ہر این و آں
بہ ہر نفس، بہ ہر زباں توئی شفیعِ عاصیاں

صلِّ علیٰ محمدؐ

مشکل زما ثنائے تو! کہ دو جہاں برائے تو
لولاک زیرِ پائے تو فرشتگاں فدائے تو

صلِّ علیٰ محمدؐ

محبوب ذاتِ کبریا نشانِ شانِ مصطفیٰؐ
رفیع تر، صبح و مسا ز تو وقار انبیاء

صلِّ علیٰ محمدؐ

واری مقام بالیقیں! قرینِ رب العالمیں
منم بہ خاطرِ حزیں ز اعمالِ زیست شرگمیں

صلِّ علیٰ محمدؐ

جاگیر چشم و سرشوی شفیع من اگر شوی
در عمر راہبر شوی بہ حشر چارہ گر شوی

صلِّ علیٰ محمدؐ

☆ ۱

☆ ☆ ☆

☆ ۱ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام، ص ۸۱

پیم چند

نام اور تخلص پیم چند، قوم کے کائستھ تھے۔ راجا رشید محمود نے "کتب خانہ آصفیہ کے اردو مخطوطات" جلد اول اور "جنوبی و شمالی ہند کی تاریخی مثنویاں۔ تحقیقی و تنقیدی مطالعہ" کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ پیم چند نواب نظام علی خاں آصف جاہ ثانی (۱۱۷۳ھ - ۱۲۱۸ھ) کے عہد کے غیر معروف شاعر تھے۔ حالات زندگی پر کسی تذکرہ نویس نے روشنی نہیں ڈالی۔ ان کی ایک مثنوی کے مطالعے سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ دیوگڑھ کے قلعہ دار برہان شاہ کے متوسلین میں سے تھے۔ جب مثنوی (ربیع الثانی ۱۲۱۴ھ) مکمل ہوئی تو اس وقت یہ ناگپور میں تھے۔ یہ مثنوی شاہنامہ کا ترجمہ ہے اور اس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ جامع عثمانیہ حیدر آباد دکن اور ایک سالار اور جنگ میوزم میں موجود ہے۔ اس مثنوی کی ابتدا قدیم رنگ کی مثنویوں کی طرح حمد و نعت سے ہوئی ہے۔ کندن لال کندن لکھتے ہیں کہ "ایک ہندو شاعر کا حمد و نعت لکھنا حیران کن بات نہیں۔ اس سے پہلے اور بعد میں بھی ہندو شاعر حسب روایت حمد و نعت لکھتے رہے ہیں"۔ نمونہ کلام دستیاب نہیں ہوا۔ ☆۱

☆۱ ماہنامہ نعت لاہور۔ نومبر ۱۹۹۵ء ص ۸۳

تارا لاہوری، تارا چند

تارا چند لاہور کے رہنے والے تھے۔ آپ نے ۱۹۰۹ء میں وفات پائی۔ ڈاکٹر محمد اسمٰعیل آزاد نے تحریر کیا ہے۔ "ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شیفتگی کی حد تک عقیدت تھی۔ موصوف دلکش انداز میں سوز دروں کے اظہار پر مکمل دسترس رکھتے تھے۔" ☆۱

☆۱ اردو شاعری میں نعت، حصہ دوم، ص ۲۴۰

ہیں جہاں میں گو بظاہر مائلِ زنّار ہم دل سے ہیں مفتون حسنِ احمدؐ مختار ہم
لکھ رہے ہیں ہم دُرِ دندانِ احمدؐ کی ثنا ڈھیر گوہر کا لگاتے ہیں سرِبازار ہم
اس تمنّا میں درِ دیدہ سدا رہتے ہیں وا شاہدِ مقصود کا دیکھیں کہیں دیدار ہم
☆ ۱

☆ ☆ ☆

نہیں تھا جز خدا کچھ پہلے اے تارا محمدؐ سے ہوا ہے انتظامِ دو جہاں سارا محمدؐ سے
ملک بیتاب مجھ کو دیکھ کر کہتے ہیں فرقت میں محبت کتنی رکھتا ہے یہ بے چارا محمدؐ سے
تعلق حرصِ دنیاوی کا یارب دور ہو جائے نہیں یہ ملنے دیتا نفسِ امارا، محمدؐ سے
خدا کرتا ہے لعنت اور فرشتے کرتے ہیں لعنت جو کوئی دشمنی رکھتا ہے اے تارا محمدؐ سے
☆ ۲

☆ ☆ ☆

خالی رہے نہ جامِ عنایت سے یہ غلام — ہے اتنی عرض مالکِ کوثرؐ کے سامنے

یہ وصفِ مصطفیٰؐ کبھی خالی نہ جائے گا — مل جائے گا صلہ مجھے داور کے سامنے

تارا غزل نہ ہر کس و ناکس کو تو دکھا — لے چل مگر رفیق سخنور کے سامنے

☆ ۳

☆ ☆ ☆

غبار اس روضۂ اقدس کا ماتھے پہ لگاؤں گا — گزر اپنا مدینہ میں اگر مثلِ صبا ہوگا

کوئی اس روضۂ اقدس کا بتلا دے اگر رستہ — بھلا ہوگا، بھلا ہوگا، بھلا ہوگا، بھلا ہوگا

عبادت جان کر حکمِ پیمبر کی اطاعت کر — خدا کے حکم سے خالی نہ حکمِ مصطفیٰؐ ہوگا

میں مدّاحِ محمدؐ ہوں، میں مدّاحِ محمدؐ ہوں
عدو میرا جو ہوگا، وہ عدوئے مصطفیٰؐ ہوگا

☆ ۴

☆ ☆ ☆

☆ ۱ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام، ص ۱۴۴ فانی مراد آبادی

☆ ۲ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام، ص ۱۰۳ فانی مراد آبادی

☆ ۳ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام، ص ۴۸ فانی مراد آبادی

☆ ۴ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام، ص ۱۲۴ فانی مراد آبادی

تبسم علی پوری، بھگت لچھمن داس

آپ بھگت حکم چند کے گھر تحصیل علی پور ضلع مظفر گڑھ میں ۱۹۱۶ء میں پیدا ہوئے۔ حضرت جوش ملیح آبادی (۱۸۹۸ - ۱۹۸۲ء) کے شاگرد تھے۔ تقسیمِ ہند کے بعد سونی پت صوبہ ہریانہ بھارت منتقل ہوگئے تھے۔ فارسی، اردو اور انگریزی زبانوں پر اچھی دسترس رکھتے تھے۔ سونی پت سے آپ کی سرپرستی میں ایک ہفت وار اخبار "روشنی" شائع ہوتا رہا ہے۔ اچھے شاعروں میں شمار کیے جاتے تھے۔ آپ کے دو دیوان "برقِ تبسم" اور "عزمِ جواں" بالترتیب ۱۹۷۵ء اور ۱۹۷۶ء میں شائع ہو چکے ہیں۔ آپ نے ۲ر جنوری ۱۹۸۵ء کو انتقال کیا۔ ☆ ۱

والیٔ کون و مکاں اَب آیئے، آجایئے
بادشاہِ دو جہاں اب آیئے، آجایئے

مائلِ آہ و فغاں ہے دیر سے انسانیت
اے امین و پاسباں، اب آیئے، آجایئے

دل ترستے ہیں کہیں سے معرفت کی مے ملے
ساقیٔ بزمِ مغاں، اب آیئے، آجایئے

بھول بیٹھے ہیں تبسم ہم صراطِ مستقیم
ہادیٔ گوہر فشاں، اب آیئے، آجایئے
☆ ۲

☆ ☆ ☆

☆ ۱ نغمۂ ناقوس، ص ۹۳

☆ ۲ ہفت وار "روشنی" ۵ر فروری ۱۹۶۷ء

تبّع بن حسّان

تبّع بن حسّان بن تبان یمن میں حمیر بادشاہوں سے تھے۔ بعض نے آپ کا نام "مرثد" لکھا ہے۔ وہ چھوٹے بادشاہوں میں سے تھے اور آخری بادشاہ تھے۔ وہ عبد کلال کے بعد بادشاہ بنے تھے۔ ☆ ۱

آپ نے یثرب پہنچ کر اوس اور خزرج و یہود سے جنگ کی تھی۔ اہل یثرب دن میں لڑتے اور رات کو تبع کی مہمانی کرتے۔ تین راتیں اسی طرح گزر گئیں۔ تبع شرمندہ ہوا اور اس نے صلح کی درخواست کی۔ معاہدہ صلح کے طے کرنے کی غرض سے اُجَیحہ بن الحلاج اوسی اور بنیامین قرظی مامور ہوئے۔ اجیحہ نے تبع سے عرض کیا کہ ہم تو آپ ہی کی قوم میں سے ہیں۔ ہم سے کیوں جنگ کی گئی۔ بنیامین یہودی نے کہا کہ آپ اس شہر کو فتح نہیں کرسکتے۔ تبع نے کہا۔۔ کیوں؟ کہا یہ شہر ایک نبی کی فرودگاہ ہے جو قریش سے ہوگا۔ تبع نے اس پر یہ شعر پڑھا۔

اَلقیٰ اِلَیَّ نَصِیحَتہٗ کَیْ اَز دُجِر
عَن قَریَۃٍ مَحجُورۃٌ بِمُحَمَّدٍ

اس کے بعد یہ اشعار تصنیف کئے۔

شَھِدتُ عَلیٰ اَحمَدَ اَنَّہٗ
رَسُولٌ مِنَ اللہِ بَارِیٔ النَّسَمٖ

فَلَو مُدَّ عُمری اِلیٰ عُمرِہٖ
لَکُنتُ وَزِیرًا لَہٗ وَ ابنَ عَمّ

☆ ۲

☆ ☆ ☆

تبع کی بادشاہت ۷۸ سال رہی۔

☆ ۱ الأعلام۔ جلد دوم، ص ۶۴۔ خیرالدین الزرکلی

☆ ۲ رحمت اللعالمین۔ جلد دوم، قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری، ص ۳۰۱

تسلیم بدایونی، منشی رام سہائے

منشی رام سہائے علی گڑھ کے رہنے والے تھے اور کائستھ قوم کی سکسینہ شاخ سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۸۵۰ء میں آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ ایک عرصہ تک بدایوں میں ڈپٹی کلکٹر رہے اسی وجہ سے بدایونی کہلائے۔ مرزا حاتم علی بیگ مہر (۱۸۸۴ء۔ ۱۹۷۹ء) سے آپ کو شرف تلمذ حاصل تھا جن کی ولادت بھی علی گڑھ میں ہوئی تھی۔ رام سہائے تسلیم کے دو دیوان "غنچۂ مراد" اور "نغمۂ آرزو" زیور طباعت سے آراستہ ہو چکے ہیں۔ اول الذکر بدایوں سے ۱۳۰۳ھ میں شائع ہوا۔ دونوں شعری مجموعوں میں سے ایک "دیوان تسلیم" کے نام سے انجمن ترقی اردو کراچی کے کتب خانہ خاص میں موجود ہے لیکن اس کے ابتدائی صفحات نہیں ہیں۔ اسی مجموعے سے آپ کا نعتیہ شعر لیا گیا ہے۔

آپ اس زمانے کے کہنہ مشق شاعر تھے۔ ۱۹۳۰ء میں آپ کا انتقال ہوا۔ ☆۱

جن و ملک بشر جو ہوئے اس پہ جبہ سا
ہر اک سمجھ گیا ترے نقشِ قدم کا راز
☆ ۲

☆ ۱ تاریخ شعرائے روہیلکھنڈ، جلد اول، ص ۳۳۳، شایاں بریلوی
تذکرہ غیر مسلم شعرائے بدایوں، ص ۴۲، شاداب ذکی بدایونی
تذکرہ شعرائے بدایوں، جلد اول، ص ۲۰۴، شہید بدایونی
تذکرہ ماہ و سال، ص ۳۰۱، مالک رام

☆ ۲ "دیوانِ تسلیم"، ص ۳۰، منشی رام سہائے

تصور، شیو شنکر سہائے

کیا اسؐ نے دنیا میں آکر اجالا زمانے کو تاریکیوں سے نکالا
وہ امّی لقب ہادیٔ دینِ برحق اخوّت کا سب کو سبق دینے والا
دلوں میں محبت کا جادو جگا کر دلوں سے کدورت کا فتنہ نکالا
رسولؐ خدا خاتم الانبیاء ہے کلامِ خدا کو یہاں لانے والا
تصوؔر مجسم دعا بن گیا ہے
نگاہِ کرم کی طلب کرنے والا
☆ ۱

☆ ☆ ☆

☆ ۱ ہفت روزہ "میرٹھ میلہ" میرٹھ، ۶ر اپریل ۱۹۹۲ء

تفتہ، منشی ہرگوپال

چوں سر محشر ز محشر عرصہ برخود تنگ دید
تفتہؔ گریاں آمد و دامانِ پیغمبر گرفت

جناب منشی ہرگوپال تفتہ ۱۷۹۹ء میں تولد ہوئے۔ آپ کے والد موتی لال نے ابتدائی تعلیم کا انتظام گھر پر ہی کیا۔ فارسی کا شوق شروع سے ہی تھا۔ انگریزی محکمہ بندوبست میں قانون گو رہے لیکن شاعری کے شوق میں نوکری کو خیرباد کہہ دیا۔ کچھ عرصے جے پور میں بھی ملازمت کی۔

جناب ہرگوپال نے ابتدا میں رامی تخلص رکھا۔ اوائل مشق میں مرزا محمد حسن قتیل (۱۷۵۸ - ۱۸۱۸ء) کی شاگردی اختیار کی۔ جناب قتیل کی وفات ۱۲۳۳ھ کے کئی سال بعد مرزا غالب سے شرفِ تلمذ حاصل کیا جنھوں نے تخلص تفتہ رکھا۔ آپ مرزا غالب کے محبوب شاگردوں میں تھے۔ تفتہ نے تمام عمر فارسی میں شعر کہے۔ ☆ ۱

جناب ہرگوپال تفتہ نے چار دیوان یادگار چھوڑے ہیں۔ پہلا، دوسرا اور چوتھا دیوان بالترتیب آگرہ، لاہور اور آگرہ میں چھپا جبکہ تیسرے دیوان کے بارے میں معلوم نہ ہو سکا اس کا ذکر "تذکرہ صبح گلشن" ☆ ۲ اور "تذکرہ روز روشن" ☆ ۳ میں موجود ہے۔

جناب تفتہ نے سعدیؒ کی بوستان کے تتبع میں ایک مثنوی لکھی جس کا نام انہوں نے اپنے استاد کے مشورے سے "سنبلستان" رکھا تھا۔ یہ مثنوی ۱۲۷۷ھ میں مکمل ہوئی۔ اس میں حمد الٰہی کے بعد اپنے موحّد ہونے کا اقرار کیا گیا ہے اور اس کے بعد درج نعت کے اشعار ملتے ہیں۔

جناب ہرگوپال تفتہ نے ستمبر ۱۸۷۹ء (۱۵ شعبان ۱۲۹۶ھ) میں بعارضہ تپ وبائی سکندر آباد میں وفات پائی۔ مولوی ممتاز احمد تھانوی نے ہجری تاریخ کہی۔

سال نقلش با دل زار از خرد
من شنیدم "بے سر و پا شد سخن"

۱۲۹۶ھ

محمدؐ فرستاد و رحمت نمود　　محمدؐ طریقِ شریعت نمود
محمدؐ فرستادۂ آں کہ بست　　دل اندر محمدؐ ز روزِ الست
امام رسل، اشرف انبیاء　　مقدم نشینِ صف انبیاء

ہمہ خلق و شفقت، ہمہ عدل و داد　　تو گوئی کہ از غایت اتحاد
خدا جملہ حرف محمدؐ نمود　　خدائی و غیر از خدائی کہ بود
باں دلکشی نقشِ او برکشید　　کہ از نقش دیگر قلم در کشید
کند امتِ خویش را محترم　　بود روز محشر شفیع الامم
مرا روز محشر سیہ باد رُو　　اگر در شفاعت کنم جز باد
عقیدت کہ با او مرا بودہ است　　کہ ابودہ است و کجا بودہ است
زمانیکہ نامش بگیرد کسے　　بش گیرم از ذوق و بوسم بسے
چنانست شیریں کہ بنود مرا　　ز نامِ محمدؐ لب از ہم جدا
ازیں پس من و بارگاہ رفیع　　بوجہے کہ دارم محمدؐ شفیع
بہ عنقش ہمہ عمرم آید بسر　　بود محو او سر بسر دل دگر
دم مرگِ گر دو رخم سوے او　　کہ فرض است کردن سوئے قبلہ رو
پس از نعتِ او ازمنِ کامجو　　درود از سرِ صدق برآلِ او

درودِ خدا بردہ وود امام
نجی محمد علیہ السّلام

☆ ۴

☆ ☆ ☆

☆ ۱ تلامذۂ غالب، مالک رام ص ۱۱۶ ـ ۱۲۲
☆ ۲ تذکرۂ روز روشن، مولوی محمد مظفر حسین صبا، مطبع شاہجہانی بھوپال ۱۲۹۷ھ
☆ ۳ تذکرۂ صبح گلشن، سید حسن علی خاں، مطبع شاہجہانی بھوپال ۱۲۹۵ھ
☆ ۴ مثنوی "سنبلستان" سے ماخوذ (۱۲۷۷ھ)

تلو زیبا امرتسری، برجو ہن لال

پنڈت برجو ہن لال زیبا امرتسر کے رہنے والے تھے۔ آپ ہندو کالج امرتسر میں پروفیسر رہے ہیں۔

گلزارِ وحدت حضرت محمدؐ انوارِ رحمت حضرت محمدؐ
اللہ روحِ کون و مکاں ہے روحِ نبوّت حضرت محمدؐ
نقشِ دوئی کو مٹا کر ہی اٹھے مشتاقِ وحدت حضرت محمدؐ
کہتے تھے ہمسائے کر محبت تھے نیک نیّت حضرت محمدؐ

ہے دل میں حسرت زیباؔ تو یہ ہے
دکھلائیں صورت حضرت محمدؐ
☆ ۱

☆ ☆ ☆

سبق دنیا کو وحدت کا دیا حضرت محمدؐ نے
دوئی کو دور ہر دل سے کیا حضرتؐ محمدؐ نے

اٹھا کر پردۂ بیگانگی ہر دل کے چہرے سے
انہیں رنگ آشنائی کا دیا حضرتؐ محمدؐ نے

وہ حسرت اور پریشانی وہ وحشت اور پشیمانی
گریباں چاک تھا آ کر سیا حضرت محمدؐ نے

سبق پاکیزگی کا اور نیکی کا دیا سب کو
بڑا احسان دنیا پر کیا حضرت محمدؐ نے

شریکِ دردِ مظلوماں، انیسِ حالِ محروماں
دل اک عالم کا ہاتھوں میں لیا حضرت محمدؐ نے

☆ ۱ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام، ص ۱۳۸

تلسی داس

عام طور سے آپ کا یہی نام مشہور ہے مگر تذکروں سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آپ کا خود اختیار کردہ نام ہے۔ ناطق مالوی کا خیال ہے کہ "بہ اعتبار قیاس ان کا نام تلا رام ہے کیونکہ آتما رام پدر بزرگوار گوشائیں جی کے چار لڑکے تھے۔ گنپت، مہیش، تلا رام اور منگل منجملہ ان کے تلسی داس ہی تلا رام تصور کئے گئے ہیں۔" انہوں نے نام کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا ہے۔" تلسی داس کے نام سے اپنے آپ کو روشناس کرانا خود تلسی داس جی کا اس بناء پر تھا کہ اپنے گروہری داس کے نام سے ایک قسم کی ظاہری نسبت قائم رہے۔" تلسی داس کی تاریخ پیدائش کسی تذکرے میں نہیں پائی جاتی۔ آپ کے چیلوں کی چوتھی پشت میں شب لال جی بنارسی نوریسی نے سمبت ۱۵۸۹ء بکرمی بتائی ہے۔ شیام سندر نے ایک حوالہ سے ۱۵۵۴ء بکرمی بیان کی ہے۔ سمبت ۱۶۸۰ء بکرمی میں ان کا رخصت ہونا ایک دوہے سے مانا گیا ہے۔

تلسی داس کی پرورش گودھری داس یا ہری نرسنگھ داس جی نے کی۔ انہوں نے اکبر و جہانگیر کا زمانہ پایا۔ وہ صاحب علم اور باخبر لوگوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ آپ کو سنسکرت زبان پر عبور حاصل تھا۔ اسی زبان میں ایک مستقل رسالہ "اکت گرنتھ" لکھا جو علم جوتش سے متعلق ہے۔

آپ کی تصانیف میں متعدد کتابیں ہیں جن میں زیادہ قابل ذکر رام چرتر مانس (رامائن)، گیتا دلی، دوہا دلی، بند پتر کا، کرشنا دلی، رام لتا، پاربتی منگل، جانکی منگل اور ہنومان بھایک ہیں۔ ان میں سے رامائن نے لطف زبان، حسن معانی اور مظاہرہ فنی کے اعتبار سے جو شہرت حاصل کی ہے وہ آج تک بھاشا کی کسی دوسری کتاب کو حاصل نہیں ہوئی۔ ان کو زبان پر مکمل دسترس حاصل تھی۔ وہ کہتے تھے کہ تمام عبادتوں کا مقصد ایک ہی ہے جو طریقہ مرغوب ہو اختیار کر۔ رام (خدا) مندر اور مسجد کی قید سے بے نیاز ہے۔ وہ تو دلوں میں بسنے والا ہے۔ ☆ ۱ نعت کا یہ شعر تلسی داس کی رحمت دوعالمؐ سے عقیدت و احترام کا مظہر ہے۔

تلسی! بے درا کاش میں نبیؐ گئے کس دائے   جیسے چچ، اچچ میں نکس جات ہے پائے!

شیشے سے پار ہوتی ہے جیسے نگاہ تیز!   یوں چرخ سے، براق پیمبرؐ گزر گیا

☆ ۲

یوسف عزیز سلیمان"

☆ ۱ "نگار" کراچی فروری، مارچ ۱۹۸۴ء، ص ۱۰۹، ۱۱۹

☆ ۲ ادبِ عزیز، ص ۵۶۷ عزیز سلیمانی

تمنا ابنالوی، رام کشن

محمدؐ کا عالم میں ڈنکا بجا ہے — محمدؐ ہر اک دل پہ فرماں روا ہے
محمدؐ کا کتنا بڑا مرتبہ ہے — محمدؐ ہے جس کا اسی کا خدا ہے
زباں پر فقط مصطفیٰؐ مصطفیٰؐ ہے — مرا دل مدینے کی جانب لگا ہے
محمدؐ ہے ایمان و دیں کا محافظ — محمدؐ رہِ راست کا رہنما ہے
محمدؐ پہ جو کوئی ایمان لایا — درِ باغِ جنت اسی پر کھلا ہے
نہیں بحرِ عصیاں کی موجوں کا ڈر کچھ — محمدؐ اگر ناؤ کا ناخدا ہے

"جسے وہؐ کہے گا" "اسے بخش دوں گا"
تمنّا یہ فرمانِ ربّ العلا ہے
☆۱

☆ ☆ ☆

☆۱ بشکریہ : سید اخترالاسلام، میرٹھ

تمنا سیتاپوری، ہری اونکار پرشاد سہنا

میری قسمت میں جو لکھی یہ سعادت ہوتی
مجھ کو بھی روضۂ اقدس کی زیارت ہوتی

کیسے انسان کو جینے کا سلیقہ آتا
انؐ سے پائی نہ جو دنیا نے ہدایت ہوتی

وہؐ اگر آ کے بتاتے نہ جہاں میں تو کبھی
اپنی -- انساں کو نہ معلوم حقیقت ہوتی

آپؐ جیسا نہیں دنیا میں کوئی بااخلاق
آپؐ سے کیوں نہ زمانے کو محبت ہوتی

بالیقیں تجھ پہ تمنّا وہ کرم فرماتے
گر تجھے دل سے گناہوں پہ ندامت ہوتی

☆ ☆ ☆

محبوبِ الٰہی ہو، مقصودِ دوعالم ہو
تمؐ شافعِ محشر ہو، تمؐ عرش کی زینت ہو

ادنیٰ سا تمہارا اک خادم ہے تمنّا بھی
اس پر بھی میرے آقاؐ اک نظرِ عنایت ہو

☆ ☆ ☆

تمنا لکھنوی، منشی رام سہائے

منشی رام سہائے لکھنؤ کے رہنے والے تھے۔ والد کا نام منشی پورن چند تھا۔ ۱۸۵۴ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا منشی الیشری پرشاد شعاعؔ اور پردادا منشی اودے راج مطلعؔ فارسی کے مستند شاعر تھے۔ تمناؔ نے اپنے کلام پر زیادہ تر اصلاح اپنے ماموں شنکر دیال فرحتؔ (م۔ ۱۸۸۸ء) سے لی۔ آپ نے قریب دو سو کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں زیادہ تر مذہبی ہیں۔ ۱۹۳۲ء میں راہی ملک عدم ہوئے۔ ☆۱

تمنا لکھنوی کی ایک تاریخی مثنوی "یادگارِ بھوپال" نومبر ۱۸۷۷ء میں تصنیف ہوئی۔ یہ مختصر مثنوی صرف چودہ صفحات پر مشتمل ہے۔ انہوں نے یہ مثنوی ۱۸۷۷ء میں عید کے دن نواب شاہجہاں بیگم والئی بھوپال کی خدمت میں پیش کی تھی۔ کندن لال کندنؔ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ مثنوی کی ابتدا حمد و نعت سے ہوئی ہے۔ ☆۲ ان کا نعتیہ کلام دستیاب نہیں۔

☆۱ موجِ گنگ، ص ۱۰۲

☆۲ جنوبی و شمالی ہند کی تاریخی مثنویاں، ص ۲۲۲

☆۳ تلامذۂ غالب، ص ۱۰۵

تمیز لکھنوی، گنگا سہائے

ہر دم تصوّرِ شہِؐ والا جناب ہو
لب پہ ہمیشہ ذکرِ رسالت مآبؐ ہو

ثانی تمہارا دونوں جہاں میں نہیں کوئی
یارب حصولِ عشقِ رسالتؐ مآب ہو

فضل و کرم سے آپؐ کے یاشاہِ دوسرا
مضمونِ نعت عمدہ ہو اور لاجواب ہو

مطلع غزل کا مطلعِ انوارِ حق بنے
ہر بیت اس کی بیتِ خدا کا جواب ہو

حامی ہو جس کا روزِ ازل سے حبیبِ حق
کیا خوف پھر تمیزؔ اسے روزِ حساب ہو

☆ ☆ ☆

ثاقب بریلوی، منشی کشن لال

کائستھ گھرانے کے فرد منشی پچھمی نرائن کن موضع صالح نگر (بریلی) کے گھر مولوی عبدالعزیز خاں بریلوی کے مطابق ۱۹۰۶ء میں پیدا ہوئے۔ شایاں بریلوی نے سال ولادت ۱۹۱۴ء لکھا ہے۔ رام بہادر جویا بریلوی (پ ۱۸۷۵ء) اور بلدیو پرشاد سوزن (پ ۱۸۸۸ء) سے اپنے کلام پر اصلاح لی۔ آپ نے سیاسی مضامین زیادہ نظم کئے ہیں۔ کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ نعت کا مطلع ہی مل سکا ہے۔

یہ ہے شان اور عز و جاہِ نبیؐ
کہ تھا عرش بھی جلوہ گاہِ نبیؐ
☆ ۱

☆ ☆ ☆

☆ ۱ تاریخ روہیلکھنڈ مع تاریخ بریلی، ص ۲۸۵
تاریخ شعرائے روہیلکھنڈ، جلد دوم، ص ۱۳۳۷

جان، جان رابرٹ

جان تخلص اور والد کا نام جنرل سر ابراہام کے سی بی تھا جنھوں نے برصغیر میں اعلیٰ فوجی خدمات انجام دیں۔ جان رابرٹ نے ایک مسلم خاتون شہزادی بیگم سے شادی کی جو نواب رمضان علی خاں کی نواسی تھیں۔ جان رابرٹ نے شادی کے بعد اسلام قبول کر لیا تھا۔ انھوں نے باقی زندگی ایک صالح مسلمان کی طرح گزاری۔

جان رابرٹ اردو کو مادری زبان کی طرح بولتے تھے۔ سخن سنج اور نکتہ ور تھے۔ انھوں نے غزل کے علاوہ نعت اور سلام میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔

آپ نے ۱۲ر مئی ۱۸۹۲ء کو انتقال کیا۔ ☆ ۱

ہے عرش پہ قوسین کی جا جائے محمدؐ — رشکِ یدِ بیضا ہے کفِ پائے محمدؐ

عیسیٰ سے ہے بڑھ کر لبِ گویائے محمدؐ — یوسف سے ہے بڑھ کر رخِ زیبائے محمدؐ

والشمس تھے رخسار تو واللیل تھیں زلفیں — اک نور کا سورہ تھا سراپائے محمدؐ

اندھیر ہوا کفر کا سب دور جہاں سے — روشن ہوا عالم جو یہاں آئے محمدؐ

عصیاں سے بَری ہو کے قیامت میں اٹھے گا — بیشک ہے بہشتی جو ہے شیدائے محمدؐ

☆ ☆ ☆

☆ ۱ اردو کے یورپین شعراء، شفقت رضوی ص ۴۰

جاوید وششٹ، شیو پرشاد

ادبی دنیا کی اہم شخصیت شیو پرشاد وششٹ کا تخلص جاوید ہے۔ پنڈت رام چندر جی وششٹ کے گھر ۵ ر جون ۱۹۲۰ء کو موضع فتح پور تحصیل بلب گڑھ ضلع فرید آباد (ہریانہ) میں پیدا ہوئے۔ آپ نے دہلی یونیورسٹی سے ۱۹۵۰ء میں ایم۔ اے (اردو) اور ۱۹۷۸ء میں جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی سے پی۔ ایچ۔ ڈی کیا۔ پینتیس سال دلی کالج کے شعبہ اردو سے وابستہ رہے۔ آپ کو مولوی عبدالحق مرحوم (۱۸۷۰ - ۱۹۶۱ء) کی شاگردی اور حضرت شیم کرہانی (۱۹۱۳ - ۱۹۷۵ء) سے تلمّذ کا شرف حاصل ہے۔

جناب جاوید وششٹ دکنی ادب کے ماہرین میں شمار کئے جاتے ہیں۔ دکنیات سے متعلق آپ کی آٹھ مطبوعات بالترتیب قصہ حسن و دل (ملا وجہی) ۱۹۶۵ء، غزال رعنا (محمد قلی کی غزلیات کا انتخاب) ۱۹۶۸ء، روپ رس (محمد قلی کی رومانی شاعری کا انتخاب) ۱۹۷۱ء، ملا وجہی کے انشائیے ۱۹۷۲ء، سب رس کا قصہ حسن و دل (ملا وجہی) ۱۹۷۳ء، ملا وجہی ۱۹۸۴ء، محمد قلی اور نبیؐ کا صدقہ ۱۹۸۷ء اور بحر المعانی (دکنی لغت) ۱۹۸۷ء شائع ہو چکی ہیں۔ اس کے علاوہ دو شعری مجموعے "شعلۂ تشنگی" ۱۹۶۳ء اور "ایک تبسم ایک نظر" ۱۹۷۷ء میں منظرعام پر آئے۔ محفل سخن ۱۹۸۵ء مولانا آزاد فکر و نظر کے آئینے میں ۱۹۸۷ء اور گلدستہ ۱۹۹۰ء کے مولف بھی ہیں۔ انشائیہ پچیسی ۱۹۸۵ء اور لوک گیتوں پر مشتمل آپ کی کتاب ہریانوی برج کے میگھ ملہار ۱۹۸۶ء بھی آپ کی تصانیف ہیں۔ ان گرانقدر کتب کے علاوہ آپ کی تحریر کردہ آٹھ کتابوں کے مسودات طباعت کے لئے تیار ہیں۔

جناب جاوید وششٹ کو کئی ادبی انعامات و اعزازات سے نوازا جاچکا ہے۔ ہریانہ اردو اکادمی کے فاؤنڈر سیکرٹری ہیں۔ تصنیف و تالیف اور تخلیق و تحقیق میں جناب جاوید وششٹ نے تاریخی خدمات انجام دی ہیں جو ہر دور میں یاد رکھی جائیں گی۔

اک برہمنِ ہند تجھے پیار کرے ہے ۔۔۔ چوٹی سے ہمالہ کی نمسکار کرے ہے
جو برہم کو جانے اسے کہتے ہیں برہمن ۔۔۔ کچھ جان کے اپنا تجھےؐ آدھار کرے ہے
کاشی میں بھی کعبے کی زیارت اسے حاصل ۔۔۔ تیریؐ ہی محبت یہ چمکار کرے ہے
ہے دھیان میں اس کے شبِ معراج کا منظر ۔۔۔ وہ موند کے آنکھیں ترا‌ؐ دیدار کرے ہے
محرم ہے تیرےؐ فیض سے توحیدِ خدا کا ۔۔۔ کثرت کے ہر اک رنگ کا ستکار کرے ہے

ہے عرشِ بریں تیرےؐ لئے صاحبِ لولاک قرآں تریؐ عظمت ہی کا اظہار کرے ہے

تو صاحبِ یٰسین، تو ہی صاحبِ طاہا قرآن ہے شاہد کہ خدا پیار کرے ہے

بے تیغ و سناں ایک فقط کلمۂ حق سے تو قیصر و کسریٰ کو نگوں سار کرے ہے

ہے غارِ حرا نورِ عبادت سے منور فاراں کی سحر نور کا اقرار کرے ہے

رحمت ہے دوعالم کے لئے تیریؐ تجلّی تجھؐ پر ہی بھروسا یہ گنہگار کرے ہے

ہے اور ہی عالم میں ترا عاشقِ جاویدؔ
تیری ہی محبت ہے جو سرشار کرے ہے

☆ ۱

☆ ☆ ☆

جاویدؔ برہمن کے من میں جو دھن سمائی پیغمبرِؐ خدا کی اس نے کتھا سنائی

فاراں کی چوٹیوں پر وہ صبح جگمگائی دنیا میں روشنی کا پیغام لے کے آئی

پیغامِ نورِ وحدت، پیغام نورِ واحد پیغامِ حق پرستی، پیغامِ حق نمائی

غارِ حرا میں اتری ایمان کی تجلّی توحید کا اجالا لے کر کتاب آئی

اک نور کا ہے عالم، آئے نظر تو کیسے؟
سرچشمۂ تجلّی ہے ظلِّ مصطفائی

☆ ۲

☆ ☆ ☆

بشر کے سوئے ہوئے دل جگا دیئے تو نے اندھیری رات میں دیپک جلا دیئے تو نے

سماج میں کوئی زردار ہو، نہ مفلس ہو کچھ ایسے طرزِ معیشت سکھا دیئے تو نے

بڑی مہیب تھیں باطل کی آندھیاں، پھر بھی جہاں میں حق کے دیئے جگمگا دیئے تو نے

کسے نصیب ترے دل کی وسعتیں شاہا! رقیب کے لئے دامن بچھا دیئے تو نے

☆ ۳

☆ ☆ ☆

جاوید وششٹ

سرورِ[٣] کائنات سے

(نعت شریف)

بشر کے سوئے ہوئے دل جگا دیے تُو نے ، اندھیری رات میں دیپک جلا دیے تُو نے
بٹھا کے ایک ہی صف میں خدا کے بندوں کو ، سب امتیازِ من و تُو مٹا دیے تُو نے
سماج میں کوئی زردار ہو ، نہ مفلس ہو ، کچھ ایسے طرزِ معیشت سکھا دیے تُو نے
اسی سے احمدِ[٢] بے میم تجھ کو کہتے ہیں ، دُوئی کے جتنے تھے پردے اُٹھا دیے تُو نے
نشانِ فقر ملے فاطمہ[٢] کی چادر میں ، نہ جانے کتنے ستارے بنا دیے تُو نے
عطا کیا جو عبادت کا درجہ محنت کو ، حیاتِ نو کے شگوفے کھلا دیے تُو نے
بڑھائی سارے زمانے میں شانِ مزدوری ، جو ہاتھ جانبِ تیشہ بڑھا دیے تُو نے
بجائے تیغ ترے ہاتھ میں رہا قرآں ، جہادِ حق کے نئے رخ دکھا دیے تُو نے
بڑی مہیب تھیں باطل کی آندھیاں پھر بھی ، جہاں میں حق کے دیے جگمگا دیے تُو نے
ذرا ہلائی جو انگلی تو اک اشارے میں ، فلک پہ چاند کے ٹکڑے بنا دیے تُو نے
بس ایک ضرب سے باطل کو پاش پاش کیا ، غرورِ لات و ہُبَل تُو نے ڈھا دیے تُو نے
کسے نصیب ترے دل کی وسعتیں شاہا ! رقیب کے لیے دامن بچھا دیے تُو نے
پہنچ سکے نہ فرشتے بھی جس بلندی پر ، قدم وہاں سے بھی آگے بڑھا دیے تُو نے

اُتر سکے گا نہ تا زیست نشۂ جاوید
مے ولا کے وہ ساغر پلا دیے تُو نے

جاوید وششٹ

☆ ١ ہفت روزہ "اردو مورچہ" نئی دہلی ص ٤٣ رحمت اللعالمین نمبر ١٤ تا ٢٨ ر اکتوبر ١٩٨٩ء
☆ ٢، ٣ بشکریہ محترم جاوید وششٹ

نہاں صلی اللہ علیہ وسلم

جرجیس و صاحب، جارج فان توم

جارج فان توم مشہور اردو شاعر تھے۔ ۱۸۰۹ء میں کپتان برنارڈ فان توم کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ نے فارسی، عربی اور فن عروض کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی تھی اور فارسی و اردو دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ صاحب و جرجیس تخلص کرتے تھے۔

جارج فان توم مراد آباد میں ۲ / جنوری ۱۸۷۹ء کو انتقال کر گئے۔ انہیں بریلی کالج، بریلی کے احاطہ میں دفن کیا گیا۔ ☆ ۱

برائے صدق عقیدت ہمیں بس ست دلیل — اگر بہ چشم ارادت نظر کنی صاحب

زنورِ پاک کہ شد بخش آن بر آل خلیلؑ — فروغِ داد جہاں را بہ نیّرِ اعظم

ضیائے دیدۂ اسحاقؑ و نورِ اسماعیلؑ — یکے مسیح مطہر، دگر محمدؐ پاک

ز بارگاہ علی حضرت خدائے جلیلؑ — بوعدہ ہائے مبارک کہ شد بہ ابراہیمؑ

رسد نجات ز دیگر بآل اسرائیل — شود شفیع یکے بہرحال اسماعیلؑ

ہمیں دو نیر کونین مقبل اند و کفیل — غرضکہ بہر نجات نبی ابراہیمؑ

کہ ہست موسیٰ و عیسیٰ زیک گروہ و قبیل — ز موسوی نہ بود مطلبم جد ازیں بحث

بریں کہ گفتہ شدہ ہست راست راست دلیل — ظہور مہدی و عیسیٰ بآخر دنیا

اگر بچشم عداوت نظر کند تجہیل — رہ سلوک ہمیں است طبق تنزیلات

☆ ۲

☆ ☆ ☆

☆ ۱ موجِ گنگ، ص ۴۱۹

تذکرۂ ماہ و سال، ص ۲۳۶

ماہنامہ "آجکل" دہلی، جنوری ۱۹۵۲ء

☆ ۲ ماہنامہ "خاتونِ پاکستان" کراچی رسولؐ نمبر کا دوسرا حصہ ص ۱۵۱، مدیر شفیق بریلوی

جذب' پنڈت راگھوندر راؤ

۲۰ راپریل ۱۸۹۴ء کو گنگاوتی ضلع رائچور' کرناٹک میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد پنڈت رام راؤ تھے۔ دو سال کی عمر میں عالپور ضلع محبوب نگر' تلنگانہ' آندھرا پردیش کی ایک متمول برہمن بیوہ شریمتی سیتا بائی نے انہیں گود لے لیا تھا جہاں ان کی تعلیم و تربیت اہتمام سے ہوئی۔ ہفت زبان تھے۔ کامیاب وکالت کرتے تھے۔ ۱۹۴۸ء میں وہ عالپور سے حیدر آباد منتقل ہو گئے۔ مولانا احمد حسن شوکت میرٹھی (م ۱۹۲۲ء) سے اصلاح لیتے تھے۔ انہوں نے غلام محمد عرف ترک علی شاہ ترکی (م۔ ۱۹۱۹ء) اور سید نظیر حسن سخا دہلوی (م ۱۹۳۳ء) سے بھی استفادہ کیا' بعد میں امجد حسین امجد حیدر آبادی (م ۱۹۱۶ء) اور شیام موہن لال جگر بریلوی (پ ۱۸۹۰ء) سے بھی رجوع کیا۔ جذب رباعی میں خاص شہرت رکھتے تھے۔ آندھرا اردو مجلس نے انہیں "خیامِ آندھرا" کا لقب دیا تھا۔ ان کی غزلیات کا مجموعہ "سازِ غزل" ۱۹۷۲ء میں چھپ چکا ہے۔ رباعیات کے پانچ مجموعے رباعیاتِ جذب' ارمغانِ جذب' صد پارۂ جذب' تحفۂ جذب اور آہنگِ جذب کے نام سے شائع ہوئے ہیں۔ احساساتِ جذب اور معلوماتِ جذب ان کے سنسکرت' تلگو اور کنڈی کے منظوم تراجم اور ایک نثری تصنیف بھی منظرعام پر آچکی ہیں۔ ان کا ایک اور کارنامہ جنوبی ہند کے شعراء کا ضخیم تذکرہ "خمخانۂ کہن" ہے۔ جو انہوں نے ۱۳۷۱ھ میں مکمل کیا تھا۔ یہ ابھی طبع نہیں ہوا ہے۔ ۲۸ ر ستمبر ۱۹۷۳ء کو اس دار فانی سے رخصت ہوئے۔ ☆ ۱

لکھتا ہوں ثنائے رخِ نیکوئے محمدؐ ہے روکشِ خورشیدِ فلک روئے محمدؐ

اوصاف محمدؐ کے ہوں ظاہر' نہیں ممکن ہے غیرتِ خورشیدِ فلک روئے محمدؐ

معراج میں سب چیزیں انہیں دیکھ رہی تھیں پر حق کے سوا تھا نہ وہاں روئے محمدؐ

حورانِ جناں سب ہوئیں قرباں شبِ معراج دیکھا جو نہالِ قدِ دل جوئے محمدؐ

اس جذبِ دل افگار کو رؤیا میں کسی شب یارب تو دکھا دے رخِ نیکوئے محمدؐ

☆ ۲

☆ ☆ ☆

☆ ۱ تذکرۂ معاصرین' جلد دوم' ص ۱۹۳ - ۱۹۵ - مالک رام
تاریخ شعرائے روھیلکھنڈ' جلد دوم ص ۱۲۱۲

☆ ۲ ماہنامہ "آئینہ" لاہور۔ اکتوبر ۱۹۶۰ء ص"

جست سیرامپوری، بولائی جست

ہے نورِ خدا آبگینے کے اندر
خدا مل گیا ہے مدینہ کے اندر

وہ خوشبو سنو خلد میں بھی نہیں ہے
جو خوشبو ملی ہے پسینے کے اندر

خدا بھی ملے گا نبیؐ بھی ملیں گے
کمی کچھ نہیں ہے مدینے کے اندر

مرے دل کی تنویر کیا پوچھتے ہو
ہے نورِ نبیؐ اس نگینے کے اندر

کسی شے کی اے جستؔ حاجت نہیں ہے
نبیؐ کی محبت ہے سینے کے اندر

☆ ☆ ☆

جوان سندیلوی، منّی لال

۱۸۸۹ء میں سندیلہ ضلع ہردوئی میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد گلاب رام شاہ تجارت پیشہ تھے۔ آٹھویں درجہ تک ہی تعلیم حاصل کر سکے تھے کہ والد کے ساتھ لکھنؤ آگئے۔ ذاتی طور پر اردو اور فارسی کا مطالعہ جاری رکھا اور مہارت حاصل کی۔ جوآن سندیلوی نے ۱۹۰۵ء میں شاعری کا آغاز کیا ابتدا میں میر منصب علی ہنر سندیلوی (م ۔ ۱۹۱۹ء) سے مشورہ کرتے رہے ان کے انتقال کے بعد انور حسین آرزو لکھنوی (م ۔ ۱۹۵۱ء) کے حلقۂ تلامذہ میں شامل ہوگئے۔ اپنے استاد کے کلکتہ منتقل ہونے کی وجہ سے خود بھی وہیں جا بسے اور تجارت کو ہی ذریعہ معاش رکھا۔ ۱۹۶۱ء میں واپس لکھنؤ آگئے اور یہیں ۲۵ ر جنوری ۱۹۷۴ء کو اپنے مکان میں انتقال کر گئے۔

جوان سندیلوی کے کئی مجموعے شائع ہوئے۔ جن میں کلیاتِ جوان حصہ اول عرف حسین چراغاں ۱۹۶۳ء، کلیات جوان حصہ دوم عرف شوخ غنچہ ۱۹۶۴ء، کلیاتِ جوان حصہ سوم عرف چراغِ قاف ۱۹۶۶ء، رباعیاتِ جوان، خوشرنگ پھول، فریاد و جواب فریاد وغیرہ شامل ہیں۔ انھوں نے چار مرثیے بھی کہے تھے۔ ہندی اور اردو میں بچوں کے لئے آپ نے لکھا۔ جوان سندیلوی خوش خلق، وضعدار اور منسکر المزاج شخصیت کے حامل تھے۔ ☆ ۱

سرِ میت اگر چھیڑو گے افسانہ محمدؐ کا — کفن کو پھاڑ کر اٹھّے گا دیوانہ محمدؐ کا

عطا کرتا ہے وہ قدرت چراغ حسن کا جلوہ — پروں سے پہلے اڑتا ہے پروانہ محمدؐ کا

بدل دیتا ہے سیّاروں کی گردش عشقِ پیغبر — مقدّر سے دبے کس طرح دیوانہ محمدؐ کا

مسلمانوں کو جانے دو یہ کفاروں کا عالم ہے — کہ اب تو چھین کر پیتے ہیں پیمانہ محمدؐ کا

جوآں جس وقت پہنچو گے تو آجاؤ گے حیرت میں
ابھی دیکھا نہیں ہے تم نے میخانہ محمدؐ کا
☆ ۲

☆ ☆ ☆

معراج

آج کیا ہے جو سجاوٹ ہے سر چرخِ بریں
چاندنی رات بھی دلکش ہے، ستارے بھی حسیں
نور ہی نور ہے ظلمت کا کہیں نام نہیں
قابلِ دید ہے گلزارِ جناں کی تزئین

حکم خالق ہے فرشتے سبھی ہشیار رہیں
میرے محبوبؐ کی تعظیم کو تیار رہیں

یہ ہے وہ رات کہ جس رات کو جبریلِ امیں
لے کے پیغامِ خدا آئے محمدؐ کے قریں
اور اس طرح عرض کی اے خاتمِ عرفاں کے نگیں
ہے طلب آپ کی دنیا سے سرِعرش بریں

اور راتوں سے ہے عظمت میں سوا آج کی رات
ہوگی مشہور دوعالم میں یہ معراج کی رات

ہفت گردوں کو فرشتوں نے سجا رکھا ہے
ذوقِ دیدار نگاہوں میں چھپا رکھا ہے
راستہ آپ کے جانے کا بنا رکھا ہے
حوصلہ چشمِ تمنّا کا بڑھا رکھا ہے

صدقہ ہو حکم ہے یہ بادِ بہاری کے لئے
ایک بُراق ہے حضرتؐ کی سواری کے لئے

مرے ہمراہ سوئے چرخ سدھاریں حضرت
خود کو چلنے کے لئے جلد سنواریں حضرت
لوٹ کر حسنِ حقیقی کی بہاریں حضرت
ناؤ ڈوبی ہوئی امّت کی ابھاریں حضرت

عاصیوں پر بھی عنایت کی نظر ہو جائے
ظلمتِ شام سپیدۂ سحر ہو جائے

سنتے ہی حکمِ خدا ہوگئے تیار نبیؐ
کھل اٹھی فرطِ مسرت سے تمنّا کی کلی
باغِ عالم سے سوئے چرخ سواری جو بڑھی
پیشوائی کے لئے حسن کی بجلی چمکی

نظرِ شوق چلی ساتھ، مگر جا نہ سکی
یوں روانہ ہوئے حضرت کہ صبا پا نہ سکی

نور ہی نور سرِ چرخ نظر آتا ہے
خود خدا جس کا ہے طالب وہ بشر آتا ہے
بحرِ عرفانِ محبت کا گہر آتا ہے
آج اللہ کا مہمان ادھر آتا ہے

سب ہیں بے چین پیمبر کی زیارت کے لئے
جاتے ہیں عرش پہ امّت کی شفاعت کے لئے

خلوتِ طالب و مطلوب کا نہ پوچھو احوال
خاک ہو جائیں اگر آئیں یہاں وہم و خیال
ہو تصور کا گزر یہ بھی ہے اک امر محال
اس طرف خوف ادھر دوست کے لہجے میں سوال

یہ ہے وہ راز کہ جو ذہن میں آنے کا نہیں
جز نبیؐ کوئی جو آں عرش پہ جانے کا نہیں
☆ ۳

☆ ☆ ☆

☆ ۱ تذکرہ معاصرین حصہ سوم، ص ۲۴، ۲۵

☆ ۲ بشکریہ : ندیم صدیقی بمبئی

☆ ۳ بشکریہ : سید عبدالمنان احمد القادری السیفی۔ ہالینڈ

جوش بدایونی، رادھا رمن

جناب رادھا رمن جوش بدایونی اس عالم رنگ و نور میں گنگارام کے گھر ۱۹ ر جولائی ۱۹۰۸ء میں تشریف لائے جو سب انسپکٹر پولیس تھے۔ یہ ایک تعلیم یافتہ اور آسودہ حال گھرانہ تھا۔ کائستھ رسم و رواج کے مطابق پانچ سال کی عمر سے تعلیم کا آغاز کیا گیا۔ ۱۹۲۱ء میں والد کے رخصت ہو جانے کی وجہ سے تعلیم کا سلسلہ منقطع ہوا لیکن حصول علم کی کوششیں جاری رکھیں اور ۱۹۲۷ء میں آپ نے فارسی مضمون کے ساتھ میٹرک کیا جس کے ایک سال بعد ہی کلکٹریٹ بدایوں میں ملازمت اختیار کر لی جہاں ۵۸ سال کی عمر تک خدمات انجام دیتے ہوئے ۱۹۶۶ء میں ناظر صدر کی پوسٹ سے ریٹائر ہوئے۔

جناب جوش بدایونی نے ۱۹۳۹ء سے شاعری کا آغاز کیا۔ ابتدائی کلام لکشمی نرائن جوہر بدایونی (پ۔ ۱۸۹۳ء) کو دکھایا بعد میں جناب رام بہادر لعل جویا آنولوی (پ ۱۸۷۵) سے شرفِ تلمذ حاصل کیا۔ مطالعہ، مشاہدہ اور ادبی صحبتوں نے آپ کے شعور کی تربیت میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ آپ فرمایا کرتے ہیں کہ سیماب اکبر آبادی، تولا بدایونی، جام نوائی، فانی بدایونی، فوق سبزواری، انجم فوقی بدایونی اور آفتاب احمد جوہر جیسے اساتذہ کی قربتوں نے جو فیض بخشا ہے وہ استادی شاگردی سے حاصل نہیں ہوا۔

جناب جوش بدایونی کے دو مجموعے "بادۂ تاثرات" (منظومات) اور "کیفِ سرمدی" (نعت و مناقب) اشاعت کے لئے تیار ہیں جبکہ مجموعہ غزلیات "آتشِ خاموش" منظرِ عام پر آچکا ہے۔ ☆ ا

رسالت ختم ہے جس پر، وہ محبوب خدا تم ہو
شہنشاہِ نبوّت، اختتام الانبیاء تم ہو

نبوّت جس پہ نازاں ہے وہ فخرالانبیاء تم ہو
کہ ختم المرسلیں کوئی نہیں ہے دوسرا، تم ہو

تمی جادہ، تمی منزل، تمی منعم، تمی آقا
اگر مانگوں تو کیا مانگوں اثر تم ہو، دعا تم ہو

رموزِ شانِ محبوبی خدا جانے کہ تم جانو
کہیں سے ابتداء تم ہو، کہیں پر انتہا تم ہو

جہاں سے بھی جہاں تک یہ بساطِ بزمِ امکاں ہے
زمانہ التجا ہے اور جوابِ التجا تم ہو

یہ سچ ہے جوشؔ شرمندہ ہے، عصیاں کار ہے لیکن
اسے کیا خوف ہو جب شافعِ روزِ جزا تم ہو

☆ ☆ ☆

ذاتِ نبیؐ ہے دسترسِ فکر و فن سے دور
محبوبیت کے راز کو رکھ حسنِ ظن سے دور

بعد از خدائے پاک، مقامِ رسولؐ ہے
حق بات یہ ہے خدشۂ دار و رسن سے دور

طیبہ کی ارض پاک کے صدقے کہ ہم یہاں
ہیں ہر بلائے گردشِ چرخِ کہن سے دور

آرام گاہِ سیدؐ عالی مقام کی
ملنے جبیں پہ خاک ہر اک سوئے ظن سے دور

ہم سے گناہ گار بھی فیضِ نبیؐ سے جوشؔ
دامانِ عافیت میں ہیں رنج و محن سے دور

☆ ☆ ☆

وہ جامِ بادہ، وحدت پیا مدینے میں
اتر گیا نشۂ ماسوا مدینے میں

مئے طہور، سرورِ حیات، غم سے نجات
خدا کا شکر کہ سب کچھ ملا مدینے میں

کبھی طوافِ حرم خواب میں کیا اے جوشؔ
کبھی خیال نے پہنچا دیا مدینے میں

☆ ☆ ☆

☆ ۱ آتشِ خاموش، ص ۲۷-۳۰

جوہر بجنوری' چندر پرکاش

معجزے ہیں یہ تمہارے نام کے پھر گئے رخ گردش ایام کے
ہے نام محمدؐ سے مجھے حسنِ عقیدت اب کفر مرا کفر نہیں' حاصلِ دیں ہے

جناب چندر پرکاش جوہر ۱۷ ر فروری ۱۹۲۳ء کو بجنور کے ایک معزز گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد پنڈت رام چند اسکول ٹیچر تھے۔ ۱۹۴۲ء میں آپ نے ہائی اسکول کا امتحان پاس کیا۔ معاشی مجبوریوں نے سلسلہ تعلیم منقطع کر دیا لیکن ذاتی مشاہدے اور مطالعے سے اپنے ذہن کو منور کرتے رہے۔ دوسری جنگ عظیم ۱۹۴۳ء کے دوران ملازمت کے سلسلے میں میرٹھ میں قیام کیا۔ یہاں کی ادبی فضا سے متاثر ہوئے۔ آپ کی نگاہ انتخاب جناب اظہار حسین خاں پر ٹھہری جو ادبی دنیا میں اظہار رامپوری (۱۸۹۹ - ۱۹۷۱ء) کے نام سے مشہور تھے۔ آپ ان کے حلقہ تلامذہ میں شامل ہو گئے۔ ۱۹۴۸ء سے الہ آباد میں سکونت رکھتے ہیں۔

جناب جوہر بجنوری ۱۹۴۰ء سے باقاعدہ شعر کہہ رہے ہیں۔ مختلف شعری اصناف سخن میں طبع آزمائی فرماتے ہیں مگر غزل کو محبوب رکھتے ہیں۔ آپ ادب برائے زندگی کے قائل ہیں ہر چند کہ آپ کی شاعری کی بنیاد روایت کی اعلیٰ قدروں پر قائم ہے لیکن بامقصد جدیدیت کے بھی پرستار ہیں۔ ۱۹۶۸ء میں "ادبستان" قائم ہوئی۔ آپ بھی اس کے بانی ارکان میں شامل ہیں۔ ۱۹۸۶ء میں آپ کا پہلا مجموعہ "اوراقِ گل" منظرعام پر آیا ہے۔ غزلیات کا دوسرا مجموعۂ نعتوں کا ایک مجموعہ اور "مکاتیبِ تسکین" زیرِ ترتیب ہیں۔

جناب جوہر بجنوری کی شاعرانہ خصوصیات پر غلام ربانی تاباں (پ ۱۹۱۴ء) فرماتے ہیں۔ "وہ غزل اہتمام سے کہتے بھی ہیں اور پڑھتے بھی ہیں۔ موجودہ دور میں یہ دونوں باتیں بڑی اہمیت رکھتی ہیں کہ ہمارے اکثر نوجوان غزل گو شعراء تن آسانی کا شکار ہیں اور غزل پڑھنے والوں کی ایک بڑی تعداد ایسی ہے جس نے غزل سرائی اور غزل گائیکی کا فرق مٹا دیا ہے۔ جوہر بجنوری ان دونوں باتوں سے بچے ہیں۔ اس لئے میں ان کی قدر کرتا ہوں۔ ☆ ۱ جناب تسکین قریشی مرحوم (۱۸۹۹ - ۱۹۷۱ء) نے ۱۹۵۷ء میں جوہر بجنوری کے نام اپنے ایک مکتوب میں لکھا ہے۔ "آپ کی غزل بہت خوب ہے۔ آپ کہتے ہی اچھا ہیں۔ متانت اور شائستگی اگر غزل میں نہ ہو تو میں اس کو ذہنی عیاشی سمجھتا ہوں۔" ☆ ۲ جناب جگن ناتھ آزاد (پ ۱۹۱۸ء) تحریر فرماتے ہیں۔ "جوہر بجنوری کی غزل روایت کے احترام کی ایک خوبصورت مثال ہے لیکن روایت کا احترام اپنی حدوں میں رہا ہے اور یہی جوہر صاحب کی غزل کا حسن ہے۔" ☆ ۳

جناب جوہر بجنوری نے اپنی شاعری میں روحانیت کو بھی ملحوظ رکھا ہے اور رحمتِ دوعالم کی آفاقی شخصیت کے سیرت و کردار کو شاندار الفاظ میں خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔

خم جس کی فضیلت پہ دوعالم کی جبیں ہے   سجدہ گہ کونین وہ طیبہ کی زمیں ہے

دنیا کا عقیدہ بھی ہے اپنا بھی یقیں ہے   جو بات ہے طیبہ میں کہیں اور نہیں ہے

اے خاکِ مدینہ ترے اعجاز کے صدقے   ہے عرش نشیں جو بھی یہاں فرش نشیں ہے

کیوں گلشنِ طیبہ میں کروں خواہشِ جنت   کیا خلدِ بریں اس کے سوا، اور کہیں ہے

جوہر کوئی عالم ہو، ازل ہو کہ ابد ہو   ہر حال میں دل سرورِ عالمؐ کے قریں ہے

☆ ۴

☆ ☆ ☆

اللہ رے عروجِ شبستانِ محمدؐ   ہے عرش بریں زینۂ ایوانِ محمدؐ

لو مل ہی گیا حشر میں بخشش کا سہارا   ہاتھ آ ہی گیا گوشۂ دامانِ محمدؐ

ہے ذاتِ نبیؐ باعثِ تکوینِ دوعالم   کونین کی ہر شے پہ ہے احسانِ محمدؐ

کونین ہے اک کوچۂ محبوبِ دوعالم   فردوس ہے اک گوشۂ دامانِ محمدؐ

ہر ایک کا حصہ نہیں نعتِ نبیؐ جوہر   اللہ جسے بخش دے عرفانِ محمدؐ

☆ ☆ ☆

خدا کے بعد کیا حکمِ نبیؐ سے ہو نہیں سکتا
جو ہو سکتا ہے انؐ سے وہ کسی سے ہو نہیں سکتا

کہاں یہ دن کی تاریکی کہاں طیبہ کے وہ جلوے
مقابل تیرگی کا روشنی سے ہو نہیں سکتا

ثنائے سرورِ کونینؐ اور اشعار میں جوہر
یہ ایسا کام ہے جو شاعری سے ہو نہیں سکتا

☆ ۵

☆ ☆ ☆

☆ ۱ اوراقِ گل، قلب اول   ☆ ۲ اوراقِ گل، ص ۲۳   ☆ ۳ اوراقِ گل، ص ۳۱

☆ ۴ اوراق گل ص ۳۵   ☆ ۵ ماہنامہ "آستانہ" دہلی ص ۳۵ جولائی ۱۹۶۳ء صاحبزادہ محمد مستحسن فاروقی

☆ ۶ ہفت روزہ "اردو مورچہ" رحمت اللعالمین نمبر ص ۳۱، ۱۴ تا ۲۸ اکتوبر ۱۹۸۹ء دہلی۔ مدیر علی صدیقی

جوہر بلگرامی، شنکر سہائے

ضلع ہردوئی کے قصبہ بلگرام کے ایک معزز اور خوشحال گھرانے کے فرد بابو بندا پرشاد سیریواستوا کے گھر ۱۱ر فروری ۱۸۹۰ء کو پیدا ہونے والے فرزند ادبی دنیا میں جوہر بلگرامی کے نام سے پہچانے گئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے خاندان کے بزرگوں سے حاصل کی۔ کیننگ کالج لکھنؤ سے بی۔ اے اور الہ آباد سے ایل ایل بی کی اسناد حاصل کیں۔ حیدر آباد دکن میں مصنف کی حیثیت سے خدمت کی اور ایک عرصے تک ناظم دیوانی و فوجداری کے فرائض سنبھالے رہے۔ وطن واپس آکر وکالت کا پیشہ اختیار کیا اور آخر دم تک اس سے وابستگی برقرار رکھی۔

جوہر بلگرامی کے شعری ذوق کا اندازہ کم سنی میں ہی ہوگیا تھا۔ بزرگوں اور دوستوں کی حوصلہ افزائی، اساتذہ کے کلام کے مطالعہ اور ادبی صحبتوں سے کلام میں پختگی آتی گئی۔ آپ نے منشی محمود عثمانی حمد بلگرامی (پ ۱۸۵۸ء) کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیا۔ تمام اصنافِ شعری میں طبع آزمائی کی۔ اپنے استاد کا بہت احترام کرتے تھے۔ اردو ادب کا یہ جوہرِ قابل ۸۱ سال کی عمر پاکر ۱۰ر اکتوبر ۱۹۷۱ء کو رخصت ہوا۔

یوں تو دنیا میں بہت سے ہوئے مولا والے پر تری شان ہی کچھ اور تھی بطحا والے
تجھ کو معراج ہوئی اور وہ غش کھا کے گرے تابِ نظارہ کہاں رکھتے تھے سینا والے
تو وہ مخلوق کہ خالق تری تخلیق پہ خوش بعد مولیٰ تجھے کیوں مانیں نہ مولیٰ والے
☆ ۱

☆ ☆ ☆

آئے گا سوا نیزے پہ جب نیّرِ اعظم
ہم ہوں گے تہہِ دامنِ سلطانِ مدینہ
☆ ۲

☆ ☆ ☆

☆ ۱، ۲ تذکرہ شعرائے اترپردیش، حصہ چہارم، ص نمبر ۱۳۱ عرفان عباسی

ایس۔ ایم۔ جوہر حیدر آبادی

تو ہے چاند، من پہ چکور ہے، مرے من کے سونے گگن میں آ
تیری یاد باغ و بہار ہے، تو بہار ہے تو چمن میں آ

مرا عشق ہوگیا مشک زا نہ چھپائے سے کبھی چھپ سکا
ترے جلوے اب رہیں کیوں نہاں مری آرزو کی کرن میں آ

ہوں جگر کے سوز سے میں تپاں، ترے ہجر میں ہوں شرر فشاں
کبھی بن کے ابر کرم تو چھا، مری تشنگی کے تو بن میں آ

تری جستجو نے تھکا دیا، ہو نگاہِ لطف ادھر ذرا
میں چراغ پچھلے پہر کا ہوں، مری خستگی کی تھکن میں آ

تری مدح میں عمر تمام ہو، ہو سحر کا وقت کہ شام ہو
تری ہر ادا سے ثنا کروں، مری فکر میں مرے من میں آ
☆ ۱

☆ ☆ ☆

☆ ۱ ہفت روزہ "میرٹھ میلہ" میرٹھ، یکم اکتوبر ۱۹۹۰ء

جوہر دیو بندی، بدھ پرکاش گپتا

جناب بدھ پرکاش خلف شری کشوری لال، جوہر دیوبندی کے نام سے ادبی دنیا میں شہرت رکھتے ہیں۔ آپ کی ولادت ۲ر اکتوبر ۱۹۱۲ء کو قصبہ دیوبند ضلع سہارنپور (بھارت) میں ہوئی۔ گیارہ سال کی عمر میں سایۂ عاطفت سے محروم ہوگئے، لیکن خاندان کے بزرگوں نے بڑے ناز و نعم سے پرورش کی۔ ۱۹۳۲ء میں ہائی اسکول کا امتحان دیا اور یہیں سلسلہ تعلیم ختم کر دیا اور خوشحال گھرانے کے فرد ہونے کی وجہ سے تجارت میں منہمک ہوگئے۔ آپ سیاست میں بھی حصہ لیتے رہے ہیں۔ ۱۹۳۷ء میں بابو شمبو دیال بھٹناگر سرشار سہارنپوری (۱۹۰۰ء - ۱۹۶۵ء) سے شرف نیاز حاصل ہوا اور انہیں کی رہنمائی میں باقاعدہ شاعری کا آغاز کیا۔ سرشار صاحب کے انتقال کے بعد آپ کو ان کا جانشین قرار دیا گیا۔

جناب جوہر دیوبندی کی پانچ کتابیں بالترتیب جوہرِ سخن ۱۹۶۵ء نقشِ معتبر ۱۹۷۷ء، موج گنگ ۱۹۸۳ء، نغمہ ناقوس ۱۹۸۵ء اور کلیاتِ جوہر ۱۹۸۸ء شائع ہو چکی ہیں۔ اول الذکر دو کتابیں اور آخری کتاب شعری مجموعے ہیں۔ "موجِ گنگ" ابتدائے شاعری سے انیسویں صدی تک کے شعرائے ہنود کا تذکرہ ہے جس میں ۸۸۰ شعراء شامل کئے گئے ہیں۔ چند انگریز شعرائے اردو اس کے علاوہ ہیں۔ اس تحقیقی کارنامے پر ۱۹۸۵ء میں آنر کمیٹی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے آپ کو ڈاکٹر آف لٹریچر کی اعزازی سند تفویض کی۔ "نغمۂ ناقوس" ۱۹۰۱ء سے ۱۹۲۵ء تک کے ۱۸۲ شعرائے اہلِ ہنود کا تذکرہ ہے۔ نثر میں تحقیق و تنقید کے ساتھ ساتھ جناب جوہر دیوبندی کو تمام اصنافِ شعری پر بھی عبور حاصل ہے۔ حمد و نعت، سلام و منقبت، رباعی و قطعہ، غزل و نظم، خمریات و رزمیات، طنز و مزاح اور تضمین میں بھی ان کا کلام فکر و شعور اور زبان و ادب پر ان کی دسترس کا آئینہ دار ہے۔

سرِ عرشِ اعظم جو آئے محمدؐ
سجی بزمِ یزداں برائے محمدؐ

زمیں تا فلک ہے ضیائے محمدؐ
محمدؐ کے جلوؤں کا عالم نہ پوچھو

یہی ہے وہ غارِ حرائے محمدؐ
کھلے تھے جہاں رازہائے مشیّت

کہ بیٹھا ہوں زیرِ ردائے محمدؐ
جلائے گا کیا مجھ کو خورشیدِ محشر

فضا میں جو گونجی صدائے محمدؐ
لرزنے لگی کفر و باطل کی دنیا

فقط ہیں نشاناتِ پائے محمدؐ
یہ خورشید کیا ہے، یہ مہتاب کیا ہے

رقم ہو چکے وصف قرآں میں جو ہر
بشر کیا کرے گا ثنائے محمدؐ

☆ ۱

تضمین بر نعت حضرت داغ دہلوی

جو دیکھوں تو دیکھوں میں روئے محمدؐ
پیوں تو پیوں میں سبوئے محمدؐ
خدا دے تو دے آرزوئے محمدؐ
سنوں تو سنوں گفتگوئے محمدؐ

کریں چشم و دل جستجوئے محمدؐ

ہیں دنیائے دل کے وہ مہرِ منوّر
مری زندگی کے محمدؐ ہیں رہبر
کھلے گی مری آنکھ جب روزِ محشر
ہیں اقلیمِ ہستی کے وہ میری قیصر

کھنچے گی مری روح سوئے محمدؐ

ہر اک شے کو جوبن نیا ہو میسّر
نظر آئے ہر سو بہاروں کا منظر
خوشی سے ابل جائیں تسنیم و کوثر
ہو شاداب طوبیٰ کی ہر شاخ یکسر

جو مل جائے آبِ وضوئے محمدؐ

کہوں کیوں نہ ان کو جہاں کی ضیا میں
کہوں کیوں نہ ان کو سراپا وفا میں
کہوں کیوں نہ ہر بار صلِّ علیٰ میں
کہوں کیوں نہ ان کو حبیبِؐ خدا میں

تصور میں پھرتا ہے روئے محمدؐ

نہ حوروں سے نسبت نہ جنت سے مطلب   محمدؐ ہی میرے ہیں ایمان و مذہب
تمنا ہے میری کروں سیرِ یثرب   بنیں دستِ مژگاں مرے پاؤں یارب

کروں طے ان آنکھوں سے کوئے محمدؐ

وہ کرتا تھا روحوں پہ جو حکمرانی   وہ دلدوز تھی جس کی معجز بیانی
شریعت کی کرتا تھا جو پاسبانی   بھریں خضر بھی سامنے جس کے پانی

زہے عزت و آبروئے محمدؐ

رہے مجھ پہ سایہ ہمیشہ نبیؐ کا   مزہ زندگی کا نہ ہو میری پھیکا
نہ جوہر ہو محتاج یارب کسی کا   الٰہی نہ ہو داغ کا بال بیکا

رگِ جاں بنے تارِ موئے محمدؐ

☆ ۲

☆ ☆ ☆

☆ ۱ کلیاتِ جوہر، ص ۱۴۷ جوہر دیوبندی ۱۹۸۸ء

☆ ۲ کلیاتِ جوہر، ص ۱۲۰، ۱۲۱ جوہر دیوبندی ۱۹۸۸ء

جوہر، جواہر سنگھ

اگرچہ جواہر سنگھ جوہر نام کی دو شخصیتیں ہیں مگر شاملِ تذکرہ نعتیہ شعر غالباً "خواجہ محمد وزیر، وزیر لکھنوی (م ۱۸۵۵ء) اور مرزا ناطق کے شاگرد جواہر سنگھ جوہر کا ہے۔ بدھ پرکاش جوہر دیوبندی کے تذکرے "موجِ گنگ" میں شامل ان کے اشعار سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہی یہ مزاج رکھتے تھے۔ دو اشعار دیکھئے ۔

کسی کو ہے اس کے فروغِ شمعِ وحدت کی نظر
ایک موسیٰ ہی تھا پروانہ تجلی گاہ کا

☆ ☆ ☆

نہ کوئی رہا ہے نہ کوئی رہے گا
فقط ایک نامِ نکوئی رہے گا

☆۱

ان کے بارے میں عبدالغفور نساخ نے لکھا ہے "جوہر تخلص --- جواہر سنگھ ولد بختاور سنگھ راقم --- باشندہ لکھنؤ --- شاگرد خواجہ وزیر و مرزا ناطق --- فارسی گو --- دیوان نظر سے گذرا۔ ☆۲ سید محسن علی لکھنوی نے اپنے تذکرے "سراپا سخن" میں تحریر کیا ہے "جوہر، منشی جواہر سنگھ --- سررشتہ دار بخشی گری دفتر دیوان بادشاہ ہیں۔ ولد رائے بختاور سنگھ راقم بن رائے بہاری لال برادر عم زاد رائے صاحب رام پسر راجا پورن چند کے اور خواہر زادے بخشی الملک راجا لال جی بہادر کے، قوم کائستھ --- باشندہ لکھنؤ۔ صاحب دیوان فارسی اور ریختہ مع قصائد" ☆۳ بدھ پرکاش جوہر دیوبندی نے اپنے تذکرے میں ان کا سالِ ولادت ۱۸۲۴ء بتایا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ پانچ دیوان اور دیگر تصنیفات آپ کی یادگار ہیں۔ انہوں نے سالِ وفات ۱۸۸۰ء بتایا ہے ☆۴ بگر مالک رام نے تذکرہ "ماہ و سال" میں انتقال کا سال ۱۹۱۳ء (۱۳۱۱ھ) لکھا ہے اور صفدر لکھنوی کا مصرعۂ تاریخِ وفات بھی نقل کیا ہے اس لئے یہی قابلِ اعتبار ہے۔ مصرعہ ۔

ہمہ زماں ہمہ زباں صلی اللہ علیہ وسلم

جوہر از اسپ بیفتاد ور رواں داد رواں ☆۵

جوہر دیوبندی کے دیئے ہوئے سالِ ولادت اور مالک رام کے لکھے ہوئے سالِ وفات کے حساب سے ان کی عمر ۸۹ سال قرار پاتی ہے۔ جوہر کے کلام و مزاج کے بارے میں محمد عبداللہ قریشی نے تحریر کیا ہے کہ "زبان کی خوبی اور سلاست کے علاوہ کلام میں تصوف غالب ہے۔ اکثر جگہ مسئلہ واحدۃ الوجود کو تغزل کے مقبول رنگ میں بیان کیا ہے۔" ☆۶

نعتیہ شعر یہ ہے۔

قصور اے شیخِ دیں ثابت نہیں منصور و سرمد کا
انا الحق حسنِ سنت ہے انا بے میم احمدؐ کا

☆۱ موجِ گنگ، ص ۱۱۸۔ جوہر دیوبندی

☆۲ سخن شعراء، ص ۱۱۸۔ عبدالغفور نساخ

☆۳ تذکرہ سراپا سخن، ص ۳۴۔ مرتبہ ڈاکٹر اقتدار احسن

☆۴ موجِ گنگ، ص ۱۱۷۔ جوہر دیوبندی

☆۵ تذکرۂ ماہ و سال، ص ۱۲۱، مالک رام

☆۶ نقوش، غزل نمبر، ص ۱۰۷، محمد طفیل

جوہری، پرکاش نرائن سکسینہ

پرکاش نرائن سکسینہ، جوہری جے پور کے رہنے والے ہیں۔ ۱۵ اگست ۱۹۳۵ء کو پیدا ہوئے۔ بی اے، ایل ایل بی ہیں۔ آپ نے شاعری کا آغاز ۱۹۴۶ء میں کیا۔ صاحب "سخنورانِ جے پور" نے لکھا ہے "نعت، سلام، منقبت، غزل و نظم آپ کے اصنافِ سخن ہیں"۔ موصوف نے ان کے نعتیہ کلام کا نمونہ نہیں دیا۔ ☆۱

☆۱ سخنورانِ جے پور، ص ۳۷

جوہری، لالہ مکند لعل

لالہ مکند لعل قصبہ کاکوری کے باشندہ تھے۔ حیدر آباد دکن میں کسی محکمہ میں نائب مددگار رہے۔ ☆ ۱ آپ کا دیوان "تحفہ جوہری" حیدر آباد دکن سے ہی ۱۳۰۷ھ میں شائع ہوا۔ اسی مجموعے کے ابتدائی صفحات میں یہ دو نعتیہ اشعار ملے ہیں۔

لبِ جاں بخش پر مہرِ نبوت خال کو سمجھے
ہوا اب مصطفیٰؐ کا عشق تھا پہلے جو عیسیٰؑ کا

جو تجھ پر مرتے ہیں وہ زندۂ جاوید ہوتے ہیں
ترا تو اک کرشمہ ہے جو تھا اعجاز عیسیٰؑ کا

☆ ۲

☆ ۱ موجِ گنگ، ص ۱۲۱۔ جوہر دیوبندی

☆ ۲ تحفۂ جوہری، ص ۲۔ لالہ مکند لعل جوہری

چاند مظفر نگری، پرکاش چند

پرکاش چند چاندؔ دسمبر ۱۹۱۴ء میں صوبہ پنجاب کے قصبہ جلال پور کے سوہتی خاندان میں پیدا ہوئے۔ انقلابِ زمانہ نے انہیں مظفر نگر میں بودوباش پر مجبور کیا۔ یہاں وہ کاروبار کرنے لگے۔ ابتدا میں پنجابی زبان کو طبعِ رواں کی جولانگاہ بنایا۔ افسانے اور گیت لکھے پھر اردو کی طرف ملتفت ہوئے حضرت نظیر الحسن نظیرؔ کھتولوی سے فیض حاصل کیا۔ ۱۹۴۸ء میں "صبحِ وطن" کے نام سے ایک اردو ماہنامہ جاری کیا چند ماہ بعد یہ رسالہ بند ہوگیا۔ آخر عمر میں کوٹہ (راجستھان) منتقل ہوگئے تھے اور وہیں انتقال ہوا۔ کریم الاحسانی نے اپنے تذکرے میں لکھا ہے "چاند صاحب اپنے وسیع المشربی، کشادہ دلی اور بے تعصبی کی بنا پر مقبول اور محبوبِ عوام رہے۔ انہوں نے نعت شریف، منقبت، غزل، نظم، قطعات اور رباعیات سبھی اصنافِ سخن پر طبع آزمائی کی"۔ صاحبِ دیوان شاعر تھے۔ ان کی نعت حاصل نہ ہو سکی۔ ☆۱

☆۱ دیدہ و شنیدہ، ص ۵۹۲، ۵۹۳

چاند، مہیندر پرتاپ

بچا نہ کچھ بھی نگاہوں کو، منتہا کے سوا
جھکا یہ سر نہ کہیں، ان کے نقشِ پا کے سوا
☆ ۱

جناب مہیندر پرتاپ چاند یکم اگست ۱۹۳۵ء کو کروڑی لال عیسن ضلع مظفرگڑھ (پاکستان) میں پیدا ہوئے۔ تقسیم ہند کے بعد کوروکیشتر میں سکونت اختیار کی۔ ادیب فاضل اور ایم۔ اے (اردو اور لائبریری سائنس) کی اسناد حاصل کیں اور ملازمت سے منسلک ہوگئے۔ موصوف کوروکیشتر یونیورسٹی میں ڈپٹی لائبریرین کے علاوہ اردو اور فارسی کے استاد ہیں۔ شاعری کا ذوق طالب علمی کے زمانے سے ہے۔ حضرت قیس جالندھری (پ ۱۹۰۴ء) کے حلقہ تلامذہ میں شامل ہیں۔

جناب مہیندر پرتاپ چاند کا قلم نظم و نثر دونوں میں رواں ہے اور جملہ اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کرتے ہیں۔ آپ کا مجموعۂ کلام "حرفِ راز" ۱۹۷۴ء میں شائع ہوا۔ ہندی رسم الخط میں دوسرا مجموعہ کلام "زخم آرزوؤں کے" ۱۹۸۳ء میں منظرعام پر آیا۔ آپ نے خواجہ الطاف حسین حالی کی غزلیات کا انتخاب بھی شائع کیا ہے۔ لائبریری سائنس کے موضوع پر بھی انگریزی میں ایک کتاب لکھ چکے ہیں۔ "حرف آشنا" زیر ترتیب ہے۔ ماہنامہ "محافظ" لدھیانہ کے سرپرست اور پندرہ روزہ "ہوشیار" کے مدیر رہ چکے ہیں۔ "بزم سخن" کوروکیشتر یونیورسٹی کے طویل عرصے سے سیکرٹری بھی ہیں۔ ہریانہ کے شعراء کے تذکرہ کے مرتبین نے آپ کی شاعری کے بارے میں یہ رائے دی ہے۔ "آپ کے کلام میں داخلیت کا عنصر نمایاں ہے۔ احساس واظہار میں ہم آہنگی قاری کو متاثر کرتی ہے۔" ☆ ۲

دل نشیں ہے پیام احمدؐ کا — حرزِ جاں ہے کلام احمدؐ کا
مہر، الفت، وفا، مروّت، رحم — خنجرِ بے نیام احمدؐ کا
حق میں اعدا کے بھی دعائیں دیں — خاص ہے لطفِ عام احمدؐ کا
عرش ہے ان کے در پہ سر بہ سجود — دیکھئے تو مقامِ احمدؐ کا
کیوں نہ اس کا غلام ہو ہر شاہ — ہوگیا ہو جو غلام احمدؐ کا
میرے دل میں ہے، میرے لب پر بھی — یاد احمدؐ کی، نام احمدؐ کا
پرسشِ روزِ حشر کا کیا ڈر؟ — کیا نہیں میں غلام احمدؐ کا؟
چشمہ آبِ حیات کا ہے یہ — یا ہے اے چاند! جام احمدؐ کا
☆ ۳

☆ ۱ بساطِ فکر، ص ۲۸۱
☆ ۲ بساطِ فکر، ص ۲۷۷
☆ ۳ پندرہ روزہ "نوائے وطن" انبالہ، ۱۰ر اکتوبر ۱۹۸۹ء

چرخ چنیوٹی

جلوہ ہوا ہے جب سے میسّر رسولؐ کا ‏ رہتا ہے نامِ پاک، زباں پر رسولؐ کا
دونوں جہاں کی وسعتیں اس کو ہوئیں نصیب ‏ جس کو ملا بفیضِ خدا، در رسولؐ کا
ہر قوم فیضیاب ہے ان کے پیام سے ‏ ہے فیضِ عام سب پہ برابر رسولؐ کا
خود کو سنوارے گی اعمالِ نیک سے ‏ احسان زیست پر ہے سراسر رسولؐ کا
اے چرخ دل کی ظلمتیں مٹنے لگیں تمام ‏ نظروں میں ہے جمال منور رسولؐ کا

☆ ☆ ☆

روشن ہے زمیں، روشن ہے فلک، ہر بزم میں ایک اجالا ہے
محبوبِ خدا کی آمد پر ہر نقشِ جہاں دوبالا ہے

دنیا بھی تریؐ، عقبیٰ بھی ترا، ایماں بھی ترا، مذہب بھی ترا
ہے خاتمہ تجھؐ پہ رسالت کا، اللہ کا تو متوالا ہے

ڈوبا ہوا عرفاں کی لے میں ہے احمدِ مرسل کا جلوہ
حق نے اسی جلوے کو گویا، خود اپنے نور میں ڈھالا ہے

کوثر میں نہا کر نکلا ہے چاند اور ستاروں کا عالم
آمد پہ تریؐ فطرت نکھری، ہر چیز کا حسن دوبالا ہے

اے چرخ نہیں کچھ فکر مجھے، گزرے ہیں گناہوں میں لمحے
محشر میں وہی ضامن ہے مرا، دنیا میں جس نے سنبھالا ہے

☆ ☆ ☆

چمن، چمن لال

ایڈیٹر "طمانچہ" لاہور چمن لال چمنؔ کا نعتیہ کلام فانی مراد آبادی نے پیش کیا ہے۔ ایک مخمّس کے پہلے دو بند یہ ہیں۔

وہ خاتمِ پیغمبراںؐ وہ شاہ، شاہِ شہاںؐ
وہ غم گسارِ بے کساں روح و روانِ عاشقاں
محبوبِ ربِّ دوجہاں

وہ جس کے آنے سے کِھلی دل کے گلستاں کی کلی
پھر پھولنے پھلنے لگی جو شاخ تھی سوکھی ہوئی
ٹوٹی ہوئی، پھوٹی ہوئی

چھٹیو داس

بابا چھنیو داس قوم کے بڑھئی اور موضع سدھیان ڈاکخانہ جگدیس لور ضلع سلطان پور کے رہنے والے تھے۔ خود فرماتے ہیں۔

جگدیس پور کے پورب اوُر ہے اک سدھیاوان گرام
وہی وطن ہے چھنّیو داس کا جپت ہے ہَر کا نام

آپ نے بھجن' ٹھمریاں ' لاونی' برج کی ہولی' چوماسہ' بارہ ماسہ' کبت وغیرہ ہندی اصناف سخن میں طبع آزمائی کی۔ ہندی میں اچھی دستگاہ رکھتے تھے۔ ان کا کلام محبت اور سوز سے بھرپور ہے۔ وہ مُردوں کو جلانا اچھا نہیں سمجھتے تھے اسی لئے انہوں نے وصیت کی تھی کہ مجھے دفن کیا جائے۔ چنانچہ ان کے انتقال کے بعد خود ان کے باغ میں ان کو دفن کیا گیا۔
نمونہ کلام :

نام محمدؐ آس بڑی اب تیرے نام کی ٹیک پڑی ہے

جھانجھر ناوندی گہری اوگاہ آتھاہ میں آن پھنسی ہے
کھیون ہار بنا پتوار کھان لے کھَونُ گھنوں کی سَری ہے

نام محمدؐ آس بڑی اب تیرے نام کی ٹیک پڑی ہے

چاہو تو پار اتارو ترے نگیچ نہ یہ بات بڑی ہے
چھنّو داس کی عرضی یہی اب پار کرو ناؤ میری اڑی ہے

نام محمدؐ آس بڑی اب تیرے نام کی ٹیک پڑی ہے

☆ ☆ ☆

حامی بریلوی، بشن نرائن

خلف پنڈت دیبی پرشاد صادق بریلوی (۱۸۲۴ - ۱۹۲۱ء) ولادت تقریباً ۱۸۹۶ء۔ آپ نے درسی تعلیم مولوی حامد علی بریلوی سے حاصل کی۔ انٹرنس تک انگریزی تعلیم حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ اپنے والد کے کتب خانہ سے خوب فیض حاصل کیا۔ آپ بمبئی میں راجہ بنی لال خلف راجہ شیولال کے پرائیویٹ سیکرٹری تھے۔ مولوی عبدالعزیز خاں بریلوی نے "تاریخ روہیل کھنڈ مع تاریخ بریلی" میں تحریر کیا۔ "صحیح المذاق، کلام بلند مرتبہ، صاحبِ دیوان۔ نظم و نثر کے پختہ کار۔" عمدہ اور پاکیزہ جذبات کا آئینہ ان کا نعتیہ کلام ہے۔ ☆ ۱

ہو کس سے بیاں، منزلت و شانِ محمدؐ　　ہے آپ خداوند ثناخوانِ محمدؐ

ہو کیوں نہ بشر تابعِ فرمانِ محمدؐ　　فردوس میں جائیں گے غلامانِ محمدؐ

عاصی تپشِ مہرِ قیامت سے ڈریں کیوں　　کافی ہے انہیں سایۂ دامانِ محمدؐ

پائیں گے اگر حکم تو محشر میں فرشتے　　آنکھوں سے بجا لائیں گے فرمانِ محمدؐ

از بسکہ گنہگار ہوں محشر میں الٰہی　　چھوٹے نہ مرے ہاتھ سے دامانِ محمدؐ

اب تک ہے گرفتار اسی پیچ میں سنبل　　دیکھی تھی کبھی زلفِ پریشانِ محمدؐ

رضواں بھی اشاروں میں بتائینگے کہ وہ ہے　　ڈھونڈیں گے جو ہم حشر میں ایوانِ محمدؐ

دیکھیں گی رخِ پاک جو فردوس میں حوریں　　ہو جائیں گی سو جان سے قربانِ محمدؐ

بخشیں مجھے توفیق اگر نعت کی حامیؔ!
بھولوں نہ کبھی عمر بھر احسانِ محمدؐ
☆ ۲

☆ ☆ ☆

☆ ۱ تاریخ روہیل کھنڈ مع تاریخ بریلی، ص ۲۸۷
تاریخ شعرائے روہیلکھنڈ، جلد دوم ص ۱۳۳۲
ہندو شعراء، ص ۴۹

☆ ۲ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام، ص ۹۷ فانی مراد آبادی

حرماں بریلوی، منشی مکٹ بہاری لال

محلہ بھوڑ بریلی کے رہنے والے تھے۔ رگھبیر سہائے برؔیاں جہاں آبادی اور حضرت آخترؔ نگینوی کے شاگرد رہے۔ جناب شایاں بریلوی نے اپنے تذکرے میں لکھا ہے۔ "حرماں بریلوی کی نعت گوئی میں شہرت تھی۔" صرف دو اشعار ہی دستیاب ہوئے ہیں۔

بارِ عصیاں سے مرا سر نہیں اٹھتا سرِحشر
تیری امید شفاعت مجھے لے آئی ہے

میں گدا اس شہِ بطحا کا ہوں جس کے در پر
بھیک لینے کے لئے خلقِ خدا آئی ہے
☆ ۱

☆ ☆ ☆

☆ ۱ تاریخ شعرائے روہیلکھنڈ، جلد دوم، ص ۱۳۳۷

حضرت بدایونی، پنڈت دھرم نرائن

پنڈت دھرم نرائن ایک باکمال شاعر تھے۔ مولوی عبدالحمید تحسینؔ بدایونی شاگرد مولوی علی امجد حسین امجدؔ بدایونی (م ۱۹۲۰ء) سے شرفِ تلمذ رکھتے تھے۔ ان کا شمار مندر کے بڑے پنڈتوں میں ہوتا تھا۔ ایک دیوان "دیوانِ حضرت" (بدایوں ۱۹۰۰ء) یادگار ہے جو صرف غزلیات پر مشتمل ہے اس دیوان کی کتابت مولانا قمرالحسن قمرؔ بدایونی (۱۸۷۶ء - ۱۹۴۱ء) نے کی تھی جن کی متعدّد تصانیف مشہور ہیں۔ حضرت بدایونی کا نعت کی طرف خصوصی رجحان تھا اور بہت عمدہ نعتیں کہتے تھے۔ شمسؔ بدایونی نے ان کے صرف دو شعر پیش کئے ہیں۔ ☆ ۱

حمدِ خدا کے بعد ہی نعتِ حضورؐ ہو
ایسا ضرور چاہئے ایسا ضرور ہو

☆ ☆ ☆

تمہیں ہم کیا کہیں تم ہی بتاؤ اپنے رتبے کو
تمہارا چھوٹا بھائی جب نصیری کا خدا ٹھہرا

☆ ☆ ☆

☆ ۱ حقائق و بصائر، ص ۴۸، شمس بدایونی ۱۹۸۶ء
تذکرہ شعرائے بدایوں، ص ۲۸۲ جلد دوم، شہید بدایونی ۱۹۸۷ء

حقیر آستانی، کیشور چندر سین

کلاسیکی رچاؤ کے شاعر ڈاکٹر کیشور چندر سین قصبہ میانی تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا (پاکستان) میں پیدا ہوئے۔ آپ نے بمبئی یونیورسٹی سے معاشیات میں ایم۔ اے کیا۔ جناب حقیر آستانی نے اپنی خداداد صلاحیتوں سے دورانِ تعلیم کئی اعزازات حاصل کئے۔ آپ بمبئی یونیورسٹی سے گولڈ میڈلسٹ ہیں۔ سینٹ زیویرس کالج کے زمانہ طالب علمی میں ڈاکٹر سر محمد اقبال اردو اسکالرشپ کے علاوہ کئی انعامات حاصل کئے۔ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے امریکہ کا سفر کیا اور اپنے مضمون میں پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ آپ معاشیات پر متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔

جناب حقیر آستانی نے سات سال بمبئی یونیورسٹی میں بحیثیت پروفیسر اور دو برس شکاگو میں وزیٹنگ پروفیسر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ پانچ سال وسکونسن یونیورسٹی امریکہ میں ریسرچ اسکالر بھی رہے۔ گیارہ سال تک ایشین ڈولپمنٹ بینک (منیلا) میں سینئر ایگزیکٹیو کے عہدے پر خدمات انجام دیں اور وفات تک عالمی بینک میں کنسلٹینٹ رہے۔ مختصر علالت کے بعد اپریل ۱۹۸۹ء میں راہیٔ ملکِ عدم ہوگئے۔

جناب حقیر آستانی اردو کے علاوہ انگریزی میں بھی نظمیں لکھتے تھے۔ "افکارِ گریزاں" اور "خبط و ضبط" آپ کی شعری مجموعے ہیں۔ آپ کی شاملِ اشاعت نعت "افکارِ گریزاں" سے ماخوذ ہے۔ اس کا عنوان اگرچہ نعت نہیں ہے۔ مگر نفسِ مضمون کے لحاظ سے خالصتاً نعتیہ رنگ ہے۔

تماشہ گر تماشائی تماشہ تمھی سے ہے
کہ اب ہو داور کون و مکاں اب لامکاں تم ہو

مقرر ہی نہ ہوں جیسے حدیں سیلِ تلوّن کی
ابھی تم ذرّہ خاکی ابھی دونوں جہاں تم ہو

مسیحائی مسیحوں کی فقیروں کی زبوں حالی
غرورِ مہ و شاں تم ہو نیازِ مے کشاں تم ہو

ذرا بھی جس کی شدت میں کمی بیشی نہیں ہوتی
اس ابدی پیاس کے مختار تم پیرِ مغاں تم ہو

ہمارے درمیاں پردہ نہ واجب ہے نہ ممکن ہے
کہ سب کے راز تم، ہمراز تم ہو، رازداں تم ہو

اسے افسوس ماضی، فکرِ فردا، آج کا غم کیا
کہ جس کے حال پر اے جانِ جاناں مہرباں تم ہو

چلو مانا حقیر بے نوا تم ہیچ ہو لیکن
کبھی رعبِ قلم تم ہو کبھی زورِ بیاں تم ہو
☆ ۱

☆ ☆ ☆

☆ ۱ افکارِ گریزاں، حقیر آستانی

حمید، سندر لال

سندر لال حمید کا وطن قصبہ تلہر ضلع شاہجہاں پور ہے۔ آپ کے کلام کا بیشتر حصہ بقول محمد محفوظ الرحمٰن نعت ہی میں ہے۔ آپ کائستھ ہیں اور تعلیمی اسناد کے اعتبار سے بی اے، ایل ایل بی ہیں۔

اک رام سنیہی ہی گیانی گرو کل مجھ کو ملا تھا یاروں میں
وہ نین وشیلے پریم بھرے دلدار تھا وہ دلداروں میں

وہ سندر چہرہ نور بھرا وہ رام سروپی متوالا
دلدار تھا وہ دلداروں میں، سردار تھا وہ سرداروں میں

لولاک لما کا تاج دھرے وہ کملی والا من موہن
توحید کی مایا ہاتھوں میں، کہتا تھا ناداروں میں

کیوں لوبھ کی مایا نے جی ہائے تمہارا موہ لیا
تم باغ ارم کو چھوڑ یہاں پھرتے ہو کیوں خاروں میں

سب مایا اس مالک کی جو خالق ہے ہر کا یا کا
تم اس کے ہوتے اپنا سر کیوں دھرتے ہو بیچاروں میں

وہ سورج بنسی غار حرا سے آیا اتم نگری میں
تھی کرپا آپ نراین جی کی مکتی کے اظہاروں میں

وہ جگت گیانی من موہن تھا واقف مہر کے رازوں سے
گن گیان کو لے کر آیا تھا وہ غفلت کے بیماروں میں

میں سیس نواؤں چرنن لاگوں نام محمدؐ جس کا ہے
شدر اوویش کئے سب داخل جس نے ہر کے پیاروں میں

آنند کے گر سکھلائے گینو اوگھٹ گھٹ میں ہتلائے گینو
تھا وہ گیانی لاثانی پرمیشر کے اوتاروں میں

ہم داس رہیں گے مرتے دم تک یاروں اس گر گیانی کے
ہیں روپ سروپ محمدؐ کے یاں قدرت کے آثاروں میں

تم لے لے اس کا نام حمید اپدیش کرو اس نگری میں
یہ گیان دھرم کی آن نہیں جا کر چھپنا غاروں میں
☆ ۱

☆ ☆

☆ ۱ ہندو شعراء دربارِ رسولؐ میں' ص ۷ محمد محفوظ الرحمن

خار امرتسری، جگن ناتھ

نہیں یہ بے سبب غرقِ ضیا معلوم ہوتے ہیں
ترے جلووں سے ذرے آشنا معلوم ہوتے ہیں

محمد مصطفیٰ واقف ہیں انوارِ الٰہی سے
ارے توبہ کہیں بت بھی خدا معلوم ہوتے ہیں

جنہیں جبریلؑ و رضوانِ درِ فردوس کہتے ہیں
یہ سب کوئے محمدؐ کے گدا معلوم ہوتے ہیں

مریضِ عشقِ احمدؐ ہوں خدارا جلد پہنچا دو
بیابانِ عرب دار الشفا معلوم ہوتے ہیں

محبت میں جو تیری جی رہے ہیں اے عرب والے
وہ اپنی زندگانی سے خفا معلوم ہوتے ہیں

نہیں کچھ ایک خارِ خستہ ہی پر منحصر کوئی
ترےؐ عاشق زمانے سے جدا معلوم ہوتے ہیں

☆ ☆ ☆

خار دہلوی، پنڈت رتن موہن ناتھ زتشی

پنڈت موصوف ۱۵ر جنوری ۱۹۱۶ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ آپ ادبی دنیا کی ایک اہم شخصیت اور حضرت داغ دہلوی (۱۸۳۱ - ۱۹۰۵ء) کے شاگرد پنڈت تربھون ناتھ زتشی زار دہلوی (پ ۱۸۷۱ء) کی یادگار ہیں جو شمالی ہندوستان کے سربر آوردہ کشمیری برہمن علماء کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ خار صاحب کی تعلیم و تربیت دلّی میں ہوئی۔ لکھنؤ یونیورسٹی سے بی کام کے بعد سنٹرل سیکرٹریٹ میں ملازمت اختیار کی اور جنوری ۱۹۷۴ء میں منسٹری آف ورکس اینڈ ہاؤسنگ میں انڈر سیکرٹری کے عہدے سے سبکدوش ہوئے۔

خار دہلوی نے ابتداء میں اپنے والد سے اصلاح لی بعدازاں حضرت داغ دہلوی کے داماد اور جانشین نواب مرزا سراج الدین احمد خاں سائل دہلوی (۱۸۶۸ - ۱۹۴۵ء) کے باقاعدہ شاگرد ہوئے۔ آپ کا پہلا مجموعہ "خلش" ۱۹۷۹ء میں شائع ہوا اور سات سال بعد "خارزار" منظرعام پر آیا۔ "خارزار" کے نام میں دونوں نامور باپ بیٹے کے تخلص بھی یکجا ہیں یعنی خار اور زار۔

ڈاکٹر مغیث الدین فریدی نے دوسرے مجموعے کے بارے میں اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔ "خار دہلوی کے اشعار کا مطالعہ آج کے دور میں اس لئے اہم ہے کہ اس آئینے میں ہمیں دہلی کی تہذیب، شرافت اور شاعری کی ایسی تصویریں ملتی ہیں جن کی مدد کے بغیر نئی نسل تقسیم سے پہلے کی دہلی کے ادبی ماحول کا صحیح اندازہ نہیں کر سکتی۔"

دنیا تو کیا ہے دین کی دولت ترےؐ نثار
جانِ عزیز، ختمِ رسالت ترےؐ نثار

محشر میں تو کرے گا شفاعت، ترےؐ نثار
محبوبِ حق ہے تو، تری امت، ترےؐ نثار

تجھؐ کو ملا ہے سرورِ کونین کا لقب
دونوں جہاں کی عظمت و حرمت ترےؐ نثار

از بس کلامِ پاک کا تجھؐ پر ہوا نزول
بیشک فصاحت اور بلاغت ترےؐ نثار

حاصل جسے ہو قربِ تراؐ ہے وہ خوش نصیب
دنیا کے عیش، عشرتِ جنت ترےؐ نثار

پھر اہلِ شر نے سر پہ اٹھایا ہے آسماں
آ، ہے بشر کو تیری ضرورت، ترےؐ نثار

بغض و حسد، نفاق اٹھائے ہوئے ہیں سر
دے آ کے صلحِ کُل کی بشارت، ترےؐ نثار

خیرالبشرؐ، جہان میں قحط الرجال ہے
آ، دم بخود ہے خود بشریت، ترےؐ نثار

دنیا کی باگ ڈور ہے اہلِ ہوس کے ہاتھ
آ کر سنبھال اپنی امامت، ترےؐ نثار

لایا ہے خارؔ چمن کے عقیدت کے چند پھول
ہے آج تیراؐ جشنِ ولادت، ترےؐ نثار
☆ ۱

☆ ☆ ☆

☆ ۱ خارزار، خار دہلوی، ص ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۹۸۶ء

خستہ دہلوی، منشی جیالال

منشی جیالال کے کوائف میں جوہر دیوبندی نے اپنے تذکرے "موجِ گنگ" میں صرف یہی بتایا ہے کہ وہ دفتر میونسپل کمیٹی میں ملازم تھے۔ ڈاکٹر محمد اسمٰعیل آزاد نے اپنی تصنیف میں ان کا نام پنڈت گینش لال تحریر کیا ہے۔ خستہ کی نعتیہ شاعری کے حوالے سے انہوں نے اپنے تحقیقی مقالے میں تحریر کیا ہے کہ "خستہ دہلوی کی شخصیت غیر مسلم نعت گویوں میں اس لئے لائقِ ذکر ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت میں تلمیحاتی اندازِ بیان کو خاص اہمیت دی ہے۔ اور ایک ایک تلمیح سے پورے پورے واقعہ کے اختصار کا کام لیا ہے۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ واقعاتی بیان سے ان اوصاف کا استخراج کیا گیا ہے جو واقعات میں روح، خلاصہ اور حاصل کا درجہ رکھتے ہیں۔ ان کی نعتوں میں ہندوستانی عناصر نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ نعتیہ کاوشوں میں جاری و ساری اصلاحی اور مصلحانہ رنگ نے مقصدیت اور افادیت کے عنصر کو غالب کر دیا ہے۔" ☆ ۱

بادۂ عصیاں سے کل ملک عرب مخمور تھا — سوجھتا اس کو نہ تھا زنہار راہِ ارتقاء
اس فدائے دوجہاں کا دیکھئے لطف و کرم — ریت کے ذرّوں کو عالم میں کیا جلوہ نما
کاشفِ اسرارِ وحدت یا محمد مصطفیٰ — آن کر تو نے عرب کا پار بیڑا کر دیا
ہادی برحق کہوں یا تجھ کو نورِ معرفت — پارۂ وحدت کا سمجھوں تجھ کو سچا رہنما
یا مجسّم نورِ قدرت کی تھی اک تصویر تو — یا مکمل تھا تو اک اظہارِ شانِ کبریا
ناز ہے اہلِ عرب کو ہی نہ تیری ذات پر — حشر تک تجھ پہ کرے گا فخر سارا ایشیاء
جاہلوں اور وحشیوں کو لایا راہِ راست پر — آفریں ہمت پہ تیری یا محمد مصطفیٰ
بزم میں دریائے الفت رزم میں جنگی جواں — الغرض ہر اک ہنر میں تھا ترا رتبہ بڑا
جنگِ خندق اور پیکارِ احد سے ہے عیاں! — تری جرأت اور دلیری اور ترا جود و عطا

التجا امت سے تیری یہ دلِ خستہؔ کی ہے
"کام وہ ایسا کرے ہو ملک کا جس سے بھلا"
☆ ۲

☆ ☆ ☆

☆ ۱ اردو شاعری میں نعت، حصہ دوم، ص ۲۵۵، ۲۵۶، محمد اسمٰعیل آزاد فتحپوری

☆ ۲ ہندو شعراء کا کلام، ص ۱۳۹ فانی مراد آبادی

خطیب سرحدی، رگھوناتھ

خطیب سرحدی ایک خوش بیان شاعر تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات و صفات سے واقف تھے۔ اسی لئے آپ کو رحمتِ عالمؐ سے بڑی عقیدت و محبت تھی۔ آپ کی نعت کے بعض اشعار جذبہ اور عقیدت کا بہترین مظہر ہیں۔

مبارک عطائے خدائے دوعالم
نبی اشرف اور بناءِ فخرِ آدم

ندادم بہ دم از برعرشِ اعظم
سلام٘ علیکم نبیِّ مکرّم

وہ ہیں اور، ہے مغفرت کا جنہیں غم
ہمارے نبیؐ ہیں شفیعِ دوعالم

غلامانِ حضرت کو کیا تشنہ کامی
وہاں جامِ کوثر یہاں چاہِ زم زم

محبت ہی لائی ہے اس در پہ ورنہ
رگھوناتھ اور وصفِ شاہِؐ دوعالمؐ

☆ ☆ ☆

خنجر، ڈاکٹر دیانند سکسینہ

جہاں میں کتنے رسول آئے نہ آیا عظیم تم سا
فہیم تم سا، علیم تم سا، نعیم تم سا، حکیم تم سا

ہزار ڈھونڈا۔ تمام دیکھا۔ کسی نے لیکن کہی نہ پایا
حسین تم سا، امین تم سا، خطیب تم سا، وسیم تم سا

دیار لوح و قلم سے اب تک قسم خدا کی کوئی نہ آیا
ادیب تم سا، مجیب تم سا، خطیب تم سا، کلیم تم سا

چراغ ایماں جلا کے دیکھا، کہیں بھی کوئی نظر نہ آیا
حمید تم سا، مجید تم سا، وحید تم سا، تمیم تم سا

فلک کی گردش سے کیوں ڈرے وہ کہ جس نے پایا ہو زندگی میں
عمیق تم سا، شفیق تم سا، عتیق تم سا، کریم تم سا

ورودِ آدم سے تا بہ ایں دم۔ میزاں میں میری کوئی نہ اترا
عدیل تم سا، خلیل تم سا، جلیل تم سا حلیم تم سا

تلاش کر کر کے تھک چکی ہے، نگاہِ خنجر نہ پا سکی ہے
خبیر تم سا، بشیر تم سا، قدیر تم سا، سلیم تم سا

☆ ☆ ☆

جو علم کا مخزن ہے، اخلاق کا دریا ہے
تو نے بھی فلک ایسا انسان کہیں دیکھا ہے

صحرا میں کھلائے ہیں گلزار شریعت کے
وحدت کے چراغوں کو آندھی میں جلایا ہے

خنداں دہلوی، کشن لال

معزز کائستھ گھرانے کے فرد بھگوان داس کے گھر ۲۵ مئی ۱۹۱۴ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے صاحب علم والد اردو کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ آپ نے علامہ گوپی ناتھ امنؔ (۱۸۹۸۔ ۱۹۸۳ء) کی شاگردی اختیار کی۔ علامہ نے ہی ان کا تخلص تجویز کیا تھا۔

خنداں دہلوی مشہور شاعرِ طنز و مزاح گزرے ہیں۔ ان کا مجموعۂ کلام "گلِ خنداں" ۱۹۸۶ء میں طبع ہوا جس کے آراء نگار ناقدین ادب میں مالک رام، گوپی ناتھ امن، ڈاکٹر خلیق انجم، کنور مہیندر سنگھ بیدی سحرؔ، رفعت سروش اور سید شریف الحسن نقوی شامل ہیں۔ انہوں نے نعت بھی اپنے رنگ میں کہی ہے۔ سبحان اللہ۔

تھیں جو رسمیں تمام اوّل جلول　　کر گئی ختم سب کو ذاتِ رسولؐ

تھا ابوجہل ایسا ہٹ دھرمی　　شرعِ احمدؐ نہ کر سکا وہ قبول

تھے جو کیچڑ اچھالنے والے　　پڑ گئی خود انھیں کے سر پر دھول

دیکھ کر روشنی رسالت کی　　ہوئے ناراض مردِ نا معقول

ساتھ دیتے وہ کیا محمدؐ کا　　مانتے تھے حصول کو جو اصول

ہوئے آمادہ بدشگالی پر　　جہلا جب نہ ہو سکے مقبول

تھی عقیدت جو ذاتِ احمدؐ سے
شعر خنداںؔ کے ہوگئے مقبول
☆ ۱

☆ ☆ ☆

☆ ۱ گلِ خنداں، ص ۹۱ خنداں دہلوی

خنداں، منشی کندن لال

خنداں مشہور شاعر مولوی نجم الدین عباسی بدایونی (۱۸۶۸ء ۔ ۱۹۴۰ء) کے تلامذہ میں شامل تھے۔ ایک شعر ہی مل سکا ہے۔

تو زمانے سے نرالہ ہے ترا ثانی نہیں
صانعِ قدرت بھی شیدا ہے تری تصویر کا
☆ ۱

☆ ☆ ☆

☆ ۱ تاریخ شعرائے روہیلکھنڈ' جلد اول' ص ۴۴۹

داس فیروز آبادی

انیسِ غم بے کساں ہیں محمدؐ
مسیحائے دردِ نہاں ہیں محمدؐ

جدھر دیکھیے گا عیاں ہیں محمدؐ
یہاں ہیں محمدؐ وہاں ہیں محمدؐ

کلامِ محمدؐ کلامِ خدا ہے
کہ برحق خدا کی زباں ہیں محمدؐ

یہ آواز آتی ہے اب لامکاں سے
مکیں ہیں محمدؐ مکاں ہیں محمدؐ

مجھے ناز ہے داسؔ قسمت پہ اپنی
کہ مجھ پہ بہت مہرباں ہیں محمدؐ

☆ ☆ ☆

داغ بسوانی، سدھ پرشاد پانڈے

سدھ پرشاد پانڈے نام۔ داغ تخلص۔ قصبہ بسوان ضلع سیتاپور مسکن۔ خوشحال و زمین دار برہمن خاندان کے فرد پنڈت بیج ناتھ پرشاد پانڈے کے گھر ۱۹۱۶ء میں پیدا ہوئے۔ نازو نعم میں پرورش پائی۔ ایم۔ اے، بی۔ اے (آنرز) اور ایل۔ ایل۔ بی تھے۔ قومی، سیاسی اور سماجی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ بحیثیت انسان نہایت ہمدرد، خلیق، ہنس مکھ، بے تکلف، زندہ دل اور وسیع المشرب تھے۔

زمانہ طالب علمی میں داغ صاحب کو فارسی کے استاد محمد عظیم واثق اور اردو کے استاد باسط علی باسط بسوانی (۱۸۷۷۔ ۱۹۳۸) جیسے معروف شعراء سے فیض یاب ہونے کا موقع ملا۔ باسط صاحب اپنے زمانے کے مشہور شاعر حضرت محمد افتخار علی صدیقی جگر بسوانی (۱۸۷۱۔ ۱۹۵۸) تلمیذ حضرت امیر مینائی کے ممتاز شاگردوں میں تھے۔ باسط صاحب کے توسط سے داغ صاحب نے جگر صاحب تک رسائی حاصل کرلی اور ان کے حلقۂ تلامذہ میں شامل ہوگئے۔

داغ صاحب ہندی کے بھی اچھے شاعر تھے۔ سدھی تخلص کرتے تھے اور ہندی مشاعروں میں بھی داد حاصل کرتے تھے۔ داغ صاحب نے جملہ اصناف شاعری پر طبع آزمائی کی۔ عرفان عباسی نے تذکرہ شعرا سے قصباتِ اودھ میں لکھا ہے کہ "آخر میں نعت گوئی کی طرف خاص رجحان تھا اور اچھی نعتیں کہتے تھے" داغ صاحب کا کوئی مجموعہ شائع نہ ہوا اور سارا کلام غیر مطبوعہ ہونے کے سبب کوئی نعت دستیاب نہیں ہوئی۔ آپ کا انتقال یکم اپریل ۱۹۸۲ء کو ہوا اور آخری رسوم کانپور میں ادا کی گئیں۔ ☆۱

☆۱ آپ تھے، حصہ دوم، ص ۱۰۶ تا ۱۰۷

دانش، شنبھو دیال

آپ نے ریاست جھالرا پاٹن میں بحیثیت جج شاندار خدمات انجام دیں۔ تذکرہ نگار محمد محفوظ الرحمٰن نے اپنے تذکرے میں آپ کے بارے میں تحریر فرمایا ہے۔ "آپ کا دل رسولِ خدا حضرت محمد مصطفیٰؐ کی محبت سے لبریز ہے اور اکثر اس فرطِ الفت میں آپ نظم فرمایا کرتے ہیں۔" ☆ ۱ درج ذیل نظم میں آپ کے حسنِ عقیدت کی عکاسی ہے۔ دانش نے یہ نظم مولوی محمد علی کی خدمت میں ارسال کی تھی جسے انہوں نے اخبار "ہمدرد" مورخہ ۱۶ رمضان المبارک ۱۳۴۳ھ میں شائع کیا تھا۔

ایک دن حضرت محمد مصطفیٰؐ — بانیٔ اسلام فخرِ انبیاء
پھر رہے تھے جنگلوں میں گھومتے — پھرتے پھرتے آپؐ جب کچھ تھک گئے
تو وہیں پر ایک جھاڑی کے تلے — بے تکلف بے غل و غش سو گئے
ہمرکابی میں کوئی حاضر نہ تھا — کوئی نوکر تھا نہ کوئی آشنا
آدمی کا تو وہاں مذکور کیا — آپؐ کے ہمراہ سایہ تک نہ تھا
تھی فقط اک ذاتِ اقدس آپؐ کی — سایہ افگن یا خدا کی شان تھی
اتفاقاً ایک دشمن آپؐ کا — چلتے پھرتے اس طرف کو آ گیا
اس نے جب دیکھا انہیں غافل پڑا — تو وہ اپنے دل میں بیحد خوش ہوا
کھینچ لی تلوار فوراً میان سے — مستعد تھا قتل کرنے کے لئے
اتنے ہی میں یہ خیال آیا اسے — کیا اسے یوں قتل کرنا چاہئے
ایک غافل آدمی کو مارنا — کیا شجاعت کا یہی ہے مقتضیٰ
سوچ کر یہ کر دیا بیدار انہیں — اور عالی ہمتی کے جوش میں
اس طرح للکار کر کہنے لگا — لے بتا اب کون حامی ہے ترا
کون تجھ کو اب بچانے آئے گا — لے بلا، ہے وہ محافظ کون سا

میں بھی دیکھوں کون ہے وہ غمگسار ۔۔۔ کون سا آتا ہے بن کر جاں نثار
دیکھ اب جوہر مری تلوار کا ۔۔۔ اب کئے دیتا ہوں تیرا خاتمہ
سن کے اتنی بات شاہؐ بحر و بر ۔۔۔ کانپ اٹھے غصہ میں مثلِ شیر نر
تند لہجے میں کہا اے بدیقین ۔۔۔ میرا حامی ہے وہ ربّ العالمین
جس نے لفظ کن سے یہ سارا جہان ۔۔۔ یہ بیاباں یہ زمیں یہ آسمان
یہ کروڑوں آدمی پیدا کئے ۔۔۔ چاند سورج حکم سے جس کے بنے
پتے پتے سے عیاں جس کا جمال ۔۔۔ ذرّہ ذرّہ میں نہاں حسنِ کمال
تو مجھے اور قتل کر ڈالے بھلا ۔۔۔ تیری یہ تلوار اور میرا گلا
تیری کیا بنیاد اور کیا ہستی تری ۔۔۔ کیا شجاعت کیا جوانمردی تری
مجھ کو اے نافہم تو سمجھا ہے کیا ۔۔۔ ہوش میں آ ہوش میں، بکتا ہے کیا
وار کر رکھتا ہے کچھ ہمت اگر ۔۔۔ لے اڑا موجود ہے یہ میرا سر
جب یہ استقلال دیکھا آپؐ کا ۔۔۔ دل پہ دشمن کے اثر ایسا پڑا
چھا گیا اس پر وہ رعبِ احمدیؐ ۔۔۔ اپنے آپ کی نہ کچھ سدھ بدھ رہی
ہاتھ سے تلوار فوراً گر پڑی ۔۔۔ مارے ڈر کے اس کی گگھی بندھ گئی
بس ادھر تلوار کا گرنا ہوا ۔۔۔ تھی ادھر مٹھی میں حضرتؐ کے قضا
اور فرمایا کہ اے غفلت شعار ۔۔۔ تو نے دیکھی رحمتِ پروردگار
تجھ کو جس شے پر نہایت ناز تھا ۔۔۔ جس کے برتے پر یہ دم خم تھا ترا
دیکھ وہ قبضے میں کس کے آگئی ۔۔۔ مردنی چہرہ پر کس کے چھا گئی
اب بتا کٹنے پہ ہے کس کا گلا ۔۔۔ کس پہ ہوگا وار اس شمشیر کا
اب کہاں وہ لن ترانی ہے تری ۔۔۔ وہ جوانمردی کہاں جاتی رہی

تو بتا اب تیرا حامی کون ہے
تیرا اس جنگل میں ساتھی کون ہے
بول اے کمبخت بت کیوں بن گیا
دیکھ کر تلوار کو کیوں کانپ اٹھا
کیوں ذرا سا منہ نکل آیا ترا
موت سے پہلے ہی تو کیوں مرمٹا
تو، بھی منہ سے کیوں نہیں کہتا وہی
سن چکا ہے مرے منہ سے جو ابھی
پھینک کر تلوار فرمایا یہ لے
اور کہہ اپنے دلِ پر درد سے
مجھ کو بھی ہے اب اسی کا آسرا
اب وہی مری مدد کو آئے گا
بن رہا تھا جو ابھی تیری سپر
تھا بھروسہ تجھ کو جس کی ذات پر
اس نے دیکھی جب یہ عالی ہمتی
اور یہ تقریرِ آنحضرتؐ سنی
ہوگئی اس کی تو کچھ حالت ہی اور
ہوگئی اس کی تو کیفیت ہی اور
کیا کہوں کیا اس کا حالِ زار تھا
رو رہا تھا انؐ کے قدموں پر پڑا
☆ ۲

☆ ☆ ☆

☆ ۱ ہندو شعراء دربارِ رسولؐ میں، ص ۷
☆ ۲ ہندو شعراء دربارِ رسولؐ میں، ص ۸

درد، جگدیش مہتہ

ڈاکٹر جگدیش مہتہ کا آبائی وطن ساہو والا ضلع سیالکوٹ (پاکستان) ہے جہاں آپ ۱۹۱۸ء میں پیدا ہوئے۔ تقسیم ہند کے بعد ترک وطن کر کے دہلی میں سکونت اختیار کی۔ حضرت منوّر لکھنوی کے تلامذہ میں شامل ہیں۔ موصوف ماہنامہ "حقیقت بیانی" دہلی کے سرپرست اور کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ اب کئی سال سے کینیڈا میں مقیم ہیں اور علم و ادب کی گرانقدر خدمات انجام دے رہے ہیں۔

اب عمر کا لنگر ٹوٹ گیا ہو مجھ پہ نظر یا شاہِ عرب
اعمال پہ پردۂ ظلمت ہے لو میری خبر یا شاہِ عرب

گو لطف نہیں ہے جینے میں، جیتا ہوں مگر یا شاہِ عرب
ہے خوف سے لرزاں جسم مرا اور شق ہے جگر یا شاہِ عرب

گو داغ ہوں عظمتِ انساں پر، مدہوشِ شرابِ عصیاں ہوں
سیرت میں اگرچہ شیطاں ہوں، پر ہوں تو بشر یا شاہِ عرب

کس طرح اٹھاؤں دستِ دعا، ہوں خوف سے لرزاں میرے خدا
الفت ہی سے اپنی دور کرو یہ خوف و خطر یا شاہِ عرب

اب دل ہے دردؔ کا وقفِ الم وحشت بھی نہ جانے کیوں ہے اسے
شب ساری گزری غفلت میں، ہے وقت سحر یا شاہِ عرب
☆ ۱

☆ ☆ ☆

☆ ۱ بشکریہ : سید اختر الاسلام، میرٹھ

دل، منوہر لال

منوہر لال دل ولد جوونداس آنند کی پیدائش جموں میں ۲۷ر جنوری ۱۹۱۲ء کو ہوئی۔ آپ نے زمانۂ طالب علمی میں ہی شعر کہنا شروع کر دیا تھا۔ حضرت آثر لکھنوی (۱۸۸۵۔۱۹۶۷ء) اور ڈاکٹر بشیر محمد خاں متین شیرانی کی صحبت میں شوقِ سخن کو تقویت ملی۔ ۱۹۳۸ء میں آپ نے "بزمِ سخن" جموں کی بنیاد ڈالی جو بعد میں "بزمِ اردو" جموں کے نام سے سرگرم عمل رہی۔ اس بزم کے زیرِ اہتمام سالانہ مشاعرہ منعقد ہوتا تھا۔ ۱۹۵۲ء کے سالانہ مشاعرے میں حضرت جوش ملسیانی سے نیاز حاصل ہوا اور آپ ان کے حلقۂ تلمذ میں شامل ہو گئے۔ اسٹیٹ بینک آف انڈیا جموں کے اعلیٰ عہدے سے ریٹائر ہونے کے بعد مستقل طور پر جموں میں ہی مقیم ہیں۔ جناب دل نے جملہ اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔ آپ کا مجموعۂ کلام "نقدِ دل" ۱۹۷۳ء میں شائع ہوا تھا۔ ☆ ۱

آقا جو محمدؐ ہے عرب اور عجم کا ۔۔۔ بے مثل نمونہ ہے مروت کا کرم کا
حاصل ہے جنہیں تیرےؐ غلاموں کی غلامی ۔۔۔ لیتے نہیں وہ نام کبھی قیصر و جم کا
کہتے ہیں جسے اہلِ جہاں احمد مرسلؐ ۔۔۔ دریا ہے وہ الفت کا وہ منبع ہے کرم کا
جلوے سے ترےؐ تیرگی دہر ہوئی گم ۔۔۔ دنیا کا عجب اختر تقدیر ہے چمکا
جس قوم کی جانب ہے تریؐ چشم عنایت ۔۔۔ اس کو نہیں ارماں کوئی دینار و درم کا
فردوسِ نظر ہے ترے مسکن کی زیارت ۔۔۔ روضہ تراؐ دنیا میں بدل باغِ ارم کا

کیا دلؔ سے بیاں ہو تیرےؐ اخلاق کی توصیف
عالم ہوا مداح ترےؐ لطف و کرم کا
☆ ۲

☆ ☆ ☆

☆ ۱ نقوشِ داغ، ص ۲۰۸، مولف ساحر ہوشیار پوری۔ بشکریہ : ہیرانند سوز

☆ ۲ ماہنامہ "کیلاش" ہوشیارپور، ص ۲۴، اگست ۱۹۴۰ء

دھرما مراؤ

مراؤ یا مرائی اودھ میں ہندوؤں کی ذات ہے جو ترکاریوں کی کاشت کرتی اور ان کا بیوپار کرتی ہے۔ دھرما مراؤ اسی ذات کے ایک فرد تھے۔ آپ قصبہ سلون ضلع رائے بریلی کے متصل کسی دیہات کے رہنے والے تھے۔ آپ صوفی منش تھے۔ موصوف اکثر و بیشتر حضرت مولانا شاہ کریم عطا سجادہ نشیں سلون کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ حضرت کے فیضان صحبت نے دھرما کی ریاضت میں چار چاند لگا دیئے تھے۔ دھرما پر شاہ صاحب کے فیض صحبت سے حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آشکارا ہو گئی تھی۔ اس کا اندازہ آپ کے نعتیہ کلام سے ہوتا ہے۔

پیا اک بیر دیکھو نین کی کور

پیا اک بیر دیکھو نینن کی کورُ

نین پسار دیکھا سب جگ تمہیں ہو دوسرا ہنن ہور

پیا اک بیر دیکھو نینن کی کور

کب دی ہو درشن پیا محمدؐ موہے یہی سن دن گورؐ

جاکو چاہو پیا، وہی سہاگن دھرما کاہو کیسر نہور

پیا اک بیر دیکھو نینن کی کور

☆ ۱

☆ ☆ ☆

☆ ؎ (غور)

☆ ۱ ماہنامہ خاتونِ پاکستان کراچی، رسولؐ نمبر ۱۳۸۳ھ ص ۳۳۱ مدیر شفیق بریلوی

ڈاکٹر دھرمیندر ناتھ

پروفیسر دھرمیندر ناتھ مشہور شاعر حضرت امن لکھنوی کے صاحبزادے ہیں۔ ۲۴ر اپریل ۱۹۳۴ء کو آپ کی ولادت ہوئی۔ ابتدائی تعلیم جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں حاصل کی۔ لکھنؤ یونیورسٹی سے شعبہ سیاسیات میں ایم اے، پی ایچ ڈی کیا اور پبلک ایڈمنسٹریشن میں ڈپلومہ حاصل کیا۔ دلی یونیورسٹی کے ایک کالج میں شعبہ سیاسیات کے صدر رہے۔ اردو صحافت سے بھی وابستگی رہی۔ آپ یونیورسٹی کے پبلک ایڈمنسٹریشن کے پی ایچ ڈی اسکالرز کے گائڈ رہے۔ اردو، ہندی اور انگریزی کے اخبارات و رسائل میں مختلف موضوعات پر مضامین بھی لکھتے رہے ہیں۔ دلّی کے اسٹیٹ کمشنر اسکاؤٹس ہیں۔ کئی علمی اداروں اور تنظیموں سے بھی وابستہ ہیں۔ ریڈیو اور ٹی وی کے پروگراموں میں حصہ لیتے رہے ہیں۔ بیرونی ملکوں میں بین الاقوامی کانفرنسوں میں نمائندگی کرچکے ہیں۔

شاعری کا ذوق ورثہ میں ملا ہے۔ آپ ایک خوش فکر شاعر ہیں۔ حمدیہ، نعتیہ اور منقبتی کلام مشاعروں اور جلسوں میں پیش کرتے رہے ہیں۔ اپنے چچا محترم گرسرن لال ادیب لکھنوی سے شرف تلمّذ رکھتے ہیں۔

کون تیرہ بخت ہے اب نوحہ خوانِ زندگی
نورِ حق سے جب منور ہو جہانِ زندگی

بڑھ گئی دونوں جہاں میں عزوشانِ زندگی
نامِ احمدؐ جب ہوا وردِ زبانِ زندگی

السلام اے تاجدارِ انبیاء ختمِ رسل
اے حبیبِ کبریاؐ اے پاسبانِ زندگی

رحمت اللعالمین، شاہِ امم، ہادیِ خلق
محسن انسانیت اے راز دانِ زندگی

تیرے ہی باعث ہوئی تخلیق ساری کائنات
سیّدِ لولاک میرِ کاروانِ زندگی

اہلِ دنیا کو ملا تجھ سے کلام اللہ کا
روشناس حق ہوئے دیدہ ورانِ زندگی

احمد مختار نے بخشا مئے عرفاں کا جام
ہوگئے سرشار جس سے تشنگان زندگی

کج کلاہوں کی تمنا ہے بنیں تیرے غلام
تیری چوکھٹ کی غلامی میں ہے شانِ زندگی

اے مکین گنبدِ خضریٰ کرم فرمایئے
ہے ابھی درپیش مجھ کو امتحانِ زندگی

دافعِ ظلمت مدد، اے شافعِ محشر مدد
ہے نئے عنواں سے عرض اب داستانِ زندگی

☆ ☆ ☆

صاحبِ دل ہیں ثناخوانِ رسولِ عربیؐ
دل ہی کیا جو نہ ہو قربانِ رسولِ عربیؐ

رہبرِ عقل ہے فرمانِ رسولِ عربیؐ
ہادیٔ قلب ہے ایمانِ رسولِ عربیؐ

حق کا پیغام دیا کوہِ صفا پر جاکر
حکمِ اللہ تھا اعلانِ رسولِ عربیؐ

عرش پر دھوم ہے محبوبِ خدا آتے ہیں
شب معراج ہے کیا شانِ رسولِ عربیؐ

اسکی چوکھٹ کی گدائی کہاں شاہوں کو نصیب
جبکہ جبریل ہوں دربانِ رسولِ عربیؐ

دل میں ممکن ہی کہاں کوئی تمنا رہ جائے
قلب میں جبکہ ہو ارمانِ رسولِ عربیؐ

حشر میں ہم سے گنہ گاروں کی قسمت دیکھیں
سر پہ ہے سایۂ دامانِ رسولِ عربیؐ

☆ ☆ ☆

☆ ہفت روزہ "میرٹھ میلہ" ۲۷ر فروری ۱۹۹۵ء

دیا بریلوی، نارائن داس ٹنڈن

بریلی کے محلہ بہاری پور کے ایک تجارت پیشہ کھتری گھرانے کے فرد بہاری سرن ٹنڈن (م ۱۹۲۴ء) کے گھر ۱۹۰۱ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کی تعلیم کی ابتدا فارسی اور اردو سے ہوئی۔ مڈل تک پہنچ کر سلسلہ تعلیم منقطع ہوگیا۔ اپنے معلم منشی رگھوبر پرشاد کے مشورہ پر بریلی کے ممتاز شاعر بلدیو پرشاد سوزن بریلوی (۱۸۸۸۔ ۱۹۶۰ء) کے حلقۂ تلامذہ میں شامل ہوگئے اور آخر تک انہیں سے وابستہ رہے۔ دیا صاحب اپنے والد کے اکلوتے بیٹے تھے والد کے انتقال کے بعد گھر اور کاروبار کی ساری ذمہ داری ان پر آپڑی جس کی وجہ سے شاعری کا سلسلہ جاری نہ رہ سکا۔ چھ سات سال بعد ماتا پرشاد استھانا زیب بریلوی کے اصرار پر پھر شعر و شاعری کی طرف راغب ہوئے۔ آپ کا مجموعۂ کلام "شامِ بہاراں" ۱۹۶۷ء میں عبدالباری آسی اکاڈمی لکھنؤ نے شائع کیا جس میں نعت، غزل، نظم، قطعہ وغیرہ اصناف کا کلام شامل ہے۔

دیا بریلوی فالج کے ایک شدید حملہ میں ۱۶ر دسمبر ۱۹۷۰ء کو رخصت ہوئے۔

کوئی مجھ سے پوچھے وقارِ مدینہ ہے اکسیرِ ہر غم غبارِ مدینہ
مرے غم کا حامی مرے غم کا درماں بنا اور رہا غم گسارِ مدینہ
مجھے جلد لے چل نصیب شگفتہ کہ دل ہے مرا بے قرارِ مدینہ
خطائیں مری بخش دے جانِ امت کہ میں بھی تو ہوں خاکسارِ مدینہ
دیاؔ راہِ حق میں ہوں ہم گامزن سب یہی ہے یہی افتخارِ مدینہ
☆ ۱

☆ ☆ ☆

☆ ۱ تذکرۂ شعرائے اتر پردیش، حصہ دوم ص ۱۱۷ عرفان عباسی

دیوان بیکانیری، دیوان چند

دیوان چند ۱۳ر نومبر ۱۹۳۳ء کو ڈیرہ اسمٰعیل خاں (پاکستان) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ٹیکن رام تقسیمِ ہند کے وقت بھارت چلے گئے تھے۔ دیوان صاحب نے ۱۹۷۰ء سے شاعری کا آغاز کیا۔ شمس الدین ساحلؔ کی شاگردی میں ہیں۔ تجارت ذریعہ معاش ہے۔ ☆ ۱

رحمت کا تھا نزول بعنوانِ محمدؐ　　ہوئے تھے فیض یاب قدردانِ محمدؐ
انگلی کے اک اشارے سے ٹکڑے قمر ہوا　　جرأت نہ تھی کہ ٹال دے فرمانِ محمدؐ
بے شک وہ شخص نارِ جہنم سے بچ گیا　　آیا جو زیرِ سایۂ دامانِ محمدؐ
اللہ رے یہ حلقۂ اسلام کی وسعت　　دنیا میں ہر جگہ ہیں غلامانِ محمدؐ
کچھ دوستوں کا فیض تھا کچھ جذبۂ دل تھا　　دیوانؔ بھی ہوگیا ہے ثناخوانِ محمدؐ
☆ ۲

☆ ☆ ☆

خوفِ خدا سے اشک جو آنکھوں میں آگئے　　بگڑی بنا گئے میری بگڑی بنا گئے
جن کے دلوں میں عشقِ محمدؐ تھا موجزن　　پرچم وہ حق کا لے کے زمانے پہ چھاگئے
دونوں جہاں میں ضامنِ امن و امان ہیں　　دیوانؔ جو راستے ہمیں آقا بتا گئے

☆ ☆ ☆

سب نبیوں کا سردار نبیؐ ہم کو ملا ہے　　یہ خالقِ کونین کی بے مثل عطا ہے
دشمن کو دعا دے کوئی ایسا بھی ہوا ہے　　ہاں ہاں مرے سرکار نے ایسا ہی کیا ہے
کیوں اس پہ گرجتے ہیں یہ مندر کے پجاری　　دیوانؔ تو دیوانۂ محبوبِ خدا ہے
☆ ۳

☆ ☆ ☆

☆ ۱ غزل گو، ص ۶۳

☆ ۲ ہفت روزہ "میرٹھ میلہ" میرٹھ ۲۵ر اگست ۱۹۹۳ء

☆ ۳ ہفت روزہ "میرٹھ میلہ" میرٹھ ۱۲ر ستمبر ۱۹۹۳ء

دیوانہ ' وید دیوانہ

وید دیوانہ پنجاب (بھارت) کے شہر چنڈی گڑھ میں مقیم اور بزم ادب چنڈی گڑھ کے جنرل سیکرٹری ہیں۔ نعتیہ کلام دیکھئے جو آپ نے ارسال کیا ہے۔

مسلماں یہ نہ سوچیں' بس مسلمانوں کے آقا ہیں
وہ سب کے رہنما ہیں' سارے انسانوں کے آقا ہیں

مرے آقا کی ٹھوکر پر رہے ہیں قیصر و کسریٰ
مجھے ہے ناز آقا مرے سلطانوں کے آقا ہیں

جو دولت کا پجاری ہے' وہ اس کے ہو نہیں سکتے
وہ ہم جیسے غریبوں کے پریشانوں کے آقا ہیں

کئی فاقوں سے ہوں پھر بھی نہ مہمانوں پہ آنچ آئے
یہ کیسی میزبانی' کیسے مہمانوں کے آقا ہیں

خدا نے جن کو مختار دوعالمؐ کی سند بخشی
وہ اے دیوانہ ہم جیسے ثناخوانوں کے آقا ہیں

☆ ☆ ☆

ہم خیالوں میں عجب راہ گزر سے گزرے
ایک بوچھاڑ تھی جلوؤں کی جدھر سے گزرے

میں جو چوکھٹ پہ پہنچ جاؤں تو پھر سر نہ اٹھے
کوئی گزرے بھی ادھر تو مرے سر سے گزرے

کئی بار ان کی اچانک بھی مجھے یاد آئی
کئی لمحات مہکتے ہوئے گھر سے گزرے

بس یہی آخری خواہش ہے مدینے والے
کاش اک بار مدینہ بھی نظر سے گزرے

ہر طرف ہوں گے مدینے میں ترے نقش قدم
وید دیوانہ جو گزرے تو کدھر سے گزرے

☆ ☆ ☆

ذکی، دامودر ٹھاکور

بزرگ شاعر جناب دامودر ذکی ٹھاکور ۲۰ر اپریل ۱۹۰۳ء کو بمقام کورنگل ضلع گلبرگہ میں شیورام پنت کے گھر میں پیدا ہوئے۔ آپ کے اجداد دیسمکھ تھے۔ پانچ سال کی عمر میں سایہ عاطفت سر سے اٹھ گیا۔ اس لئے آپ کی تربیت چچا باجی راؤ کی زیر نگرانی ہوئی۔ پانچویں جماعت میں زیر تعلیم تھے کہ مولوی اسماعیل شریف ازل کے تلامذہ میں شامل ہوگئے اور دو سال تک فنِ عروض سیکھتے رہے اس کے بعد حبیب اللہ ذکا سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ تعلیم کے اختتام پر سررشتائے تعلیمات سے منسلک ہوگئے اور اسی دوران لاہور سے منشی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ جناب دامودر ذکی کی اردو پر دسترس دیکھ کر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ان کی مادری زبان مرہٹی ہے۔

جناب دامودر ذکی کو تقریباً ہر صنف سخن پر عبور حاصل ہے۔ موصوف کو تاریخ گوئی پر بھی مہارت حاصل ہے۔ ۱۹۶۶ء میں پہلا شعری مجموعہ "سفینۂ ذکی" شائع ہوا جس کے آراء نگاروں میں مولانا عبدالماجد دریا آبادی، محمد احمد اللہ قدیری، ڈاکٹر غیاث صدیقی اور رائے محبوب نارائن شامل ہیں۔ ۱۹۷۱ء میں ان کا دوسرا مجموعہ کلام "اِرج" منظرعام پر آیا ہے جس میں "حرف عقیدت" کے عنوان سے محترم حسن الدین احمد کا مقدمہ شامل ہے۔ اس شعری مجموعے میں پندرہ نعتیں اور پانچ نعتیہ قطعات شامل ہیں۔ آپ کی نعتیہ شاعری پر گفتگو کرتے ہوئے محترم حسن الدین احمد فرماتے ہیں۔ "نعت گوئی میں بھی ذکی کا مقام بلند اور قابل قدر ہے۔ ان کے نعتیہ اشعار سے عقیدت و احترام کا پورا پورا اظہار ہوتا ہے۔" حضرت مولانا عبدالماجد دریا آبادی (۱۸۹۲ - ۱۹۷۷ء) فرماتے ہیں کہ "ایسے سرمست مداحِ نبیؐ کو غیر مسلم کس زبان سے کہوں؟" جناب دامودر ذکی ٹھاکور کی شخصی خصوصیات کا احاطہ کرتے ہوئے وہ رقمطراز ہیں۔ "ان کی پاک سیرت، ان کی عاجزی وانکساری، ان کی وضعداری، ان کی انسان دوستی اور حق پرستی ان کی شخصیت میں نمایاں ہیں۔" ☆ ۱ شاید یہ انہیں اوصاف کا عطیہ ہے کہ وہ رسالت مآبؐ سے گہری عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ آپ نے ۱۸ر اکتوبر ۱۹۷۶ء کو اپنے وطن میں ہی وفات پائی۔

جو وراثتاً" تھا مجھے ملا، وہ گنہ سرشت مزاج تھا
میں تو "آدمی" تھا ہوئی خطا، تو بچا کہ عفو شعار ہے

نہ کرے دوا کوئی درد کی، کہ یہ درد ہے کرمِ نبیؐ
ہو دراز درد کی زندگی، مرے پیار کا یہ وقار ہے

اے ہوائے دامنِ سروری! ہوئی ناگزیر مدد تیری
مرے دل کے آئینے پر ابھی تو طرح طرح کا غبار ہے

ترا نام لے کے اٹھا ہوں میں، مری شام ہے نہ کوئی ہے شب
مرے دن کے آٹھوں پہر میں نورِ طلوعِ صبحِ بہار ہے

تجھے دل سے جس نے بھلا دیا وہ یہاں کبھی نہ پنپ سکا
کوئی درد و غم میں ہے مبتلا کوئی بے کسی کا شکار ہے

چنے میں نے نعت کے پھول ہیں جو برائے نذرِ رسولؐ ہیں
انہیں گر ذکیؔ وہ قبول ہیں تو یہ بندہ شکر گزار ہے

☆ ☆ ☆

کعبہ تیراؐ ہے، مدینہ تراؐ، کیا کیا تیراؐ
دونوں عالم ہیں ترےؐ، عرش معلیٰ تیراؐ

تجھ کو رب کہہ دوں تو کافر ہوں، جو بندہ؟ گستاخ
کس لطافت سے مزیّن ہے سراپا تیراؐ

آ کے آباد ہو کونین کی دولت اس میں
دل میں گھر کر لے کسی کے جو بھروسا تیراؐ

نظر آتے ہیں یہیں سے مری منزل کے چراغ
زہے تقدیر ملا، نقشِ کفِ پا تیراؐ

تو کہاں! بارگہہ سرورِ کونین کہاں!
نہیں آسان ذکیؔ سامنے آنا، تیرا

☆ ☆ ☆

خدا جانے ہے کیا روئے محمدؐ ہے رب کا سایہ گیسوئے محمدؐ
مجھے آ جائے گی بوئے محمدؐ کوئی خاکِ مدینہ ہی سہی، دے
میسّر ہے یہاں کوئے محمدؐ بہت اچھا ہوا، جنت سے نکلے
خدائی پر ہے قابوئے محمدؐ کسی کو بخش دینا بات ہی کیا
ذرا اب دیکھ لو سوئے محمدؐ ذکیؔ دنیا تو تم نے خوب دیکھی

☆ ☆ ☆

اگر ہر چلنے والی سانس میں یادِ نبیؐ ہوگی
تو دل کی دھڑکنوں میں زندگی ہی زندگی ہوگی

پناہِ سایۂ سیرت میں جاری بندگی ہوگی
تو اپنے سامنے جلوہ بدوش اک آگہی ہوگی

نہیں منزل کی خواہش ہم سفر یادِ محمدؐ ہے
کہ میں چاہوں اگر تو سامنے منزل مری ہوگی

جہاں کچھ بھی کہے تم اپنا دیوانہ بنا ڈالو
سرِ فہرستِ دانا یاں مری دیوانگی ہوگی

ذکیؔ دامن جھٹک کر جاؤں گا رحمت کے سائے میں
کفِ افسوس ملتی حشر میں تر دامنی ہوگی

الٰہی کرم تیرا بے انتہا ہے کہ توفیقِ ذکرِ حبیبِ خدا ہے
جو بے گانہ تجھ سے ہے، کچھ بھی نہیں وہ وہ سب کچھ ہے جس کو ترا آسرا ہے
مبارک اے دل! نعمتِ جاودانی نبیؐ کی محبت بہ فضلِ خدا ہے
ترے غم کی قیمت کہاں جانے کوئی دُرِ بے بہا ہے جو آنسو بہا ہے

ذکرِ جمیل پر اب مائل مری زباں ہے
کر فضل یا الٰہی! یہ وقتِ امتحاں ہے

دل دے دیا ہے ربّ نے یادِ نبیؐ کی خاطر
اور مدحِ مصطفیٰؐ کو بخشی گئی زباں ہے

بجلی چمک کر ہے دیکھتی چمن میں
ذکرِ نبیؐ سے خالی کس کس کا آشیاں ہے

ہر دم ترا تصور، ہر دم خیال تیرا
جس زندگی کو ہوگا وہ زیست جاوداں ہے

دنیا کو خیر چھوڑو مل جائے گا ذکی ربّ
وہ سرورِ دو عالمؐ گر تم پہ مہرباں ہے

آپؐ کی مدح میں گم آپ کا سودائی ہے
خوب سودا ہے کہ اک نعمت حق پائی ہے
وہ ہیں محبوبؐ خدا، اور میں ! کیا عرض کروں

فلک کو ڈر ہے، بجلی کو خطر، صیاد کو ہیبت
کہ تیرےؐ صحنِ گلشن کے عنادل خاص ہوتے ہیں

نبیؐ کے چاہنے والوں کا عالم خاص ہوتا ہے
نگاہیں خاص ہوتی ہیں ذکی! دل خاص ہوتے ہیں

☆ ☆ ☆

نہ عرش کی مجھے خواہش نہ خلد جانے کی ملے جو خاک محمدؐ کے آستانے کی
ترس رہا ہے زمانہ پھر اس کی نظروں کو بدل کے چھوڑ دی جس نے ہوا زمانے کی

☆ ☆ ☆

ترا در مل گیا، سب کچھ یہیں ہے اب آگے اور کیا ہے، کچھ نہیں ہے
جہنّم پر ہے ویرانی سی چھائی شفاعت عام ہے کچھ شک نہیں ہے

☆ ☆ ☆

الٰہی کرم تیرا بے انتہا ہے
کہ توفیقِ ذکر حبیبؐ خدا ہے

☆ ☆ ☆

اپنا سکے نہ گر تو سرکارؐ کے قرینے
اے بدنصیب جینے! پھر کیوں چلا ہے جینے

☆ ☆ ☆

جو طبیعت مری آئی تو کہاں آئی ہے
کوئی دیوانہ ہے سرکارِ دوعالمؐ کا وہاں
جس جگہ حشر میں رحمت کی گھٹا چھائی ہے
کائنات آپؐ کے دیدار کو ہے جی اٹھی
اور اس جینے پہ حیران مسیحائی ہے
میں ہوں سرکارِ دوعالمؐ کا ذکیؔ مدح سرا
زہے تقدیر یہ دولت مرے ہاتھ آئی ہے

☆ ا ارج 'دامودر ذکی ٹھاکر ص ھ 'وا۱۹۷ء



عرفات کے میدان میں خیموں کا شہر ایک دن کے لئے آباد ہوتا ہے۔ وقوف عرفات حج کا اہم ترین رکن ہے۔

راجا بلوان سنگھ

مہاراجہ بلوان سنگھ راجا خوش فکر شاعر تھے۔ مہاراجہ چیت سنگھ والئی بنارس کے فرزند تھے۔ گوالیار میں ۱۷۹۹ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد انگریزوں سے برسرپیکار رہے تھے لیکن انہیں ۱۷۸۱ء میں شکست ہوگئی تھی۔ جس کے بعد انہوں نے گوالیار میں پناہ لی تھی۔ اپنے بہادر باپ کی وفات کے بعد راجہ بلوان سنگھ چالیس سال تک آگرے میں رہے جہاں وہ پہلے نظیر اکبر آبادی (۱۷۳۵ - ۱۸۳۰ء) اور پھر مرزا حاتم علی مہر لکھنوی (۱۸۱۴ - ۱۸۷۹ء) کے شاگرد ہوئے۔ ☆ ۱ مہر لکھنوی مرزا غالب کے مکتوب الیہ تھے۔ ☆ ۲ مہاراجہ بلوان سنگھ کا دیوان "گلِ ریاض" ۱۸۵۳ء میں مکمل ہوا تھا۔

راجہ بلوان سنگھ نے آگرہ میں بعمر ۷۲ سال ۲۲ دسمبر ۱۸۷۱ء کو وفات پائی۔

ھُوالاوّل ھُوالآخر کا مطلب نورِ احمدؐ ہے
اسی پر ابتداء ٹھہرے، اسی پر انتہا ٹھہرے

الٰہی ذرہ، خاکِ نجف ہوں، بو ترابی ہوں
کوئی پرجا، کوئی راجا، کوئی ظلِّ ہما ٹھہرے

☆ ۱ موجِ گنگ، ص ۱۵۸ جوہر دیوبندی، مختصر تاریخ ادب اردو، ص ۳۰۸ محمود بریلوی

☆ ۲ قصیدہ نگارانِ اترپردیش، ص ۳۰۵ علی جواد زیدی

رباعی

کیا چیز تھی نورِ مصطفیٰ سے پہلے　　بے شبہ یہ تھے سب انبیاء سے پہلے
بعد ان کے نبوت ہے اسی طرح محال　　جس طرح نہ تھی کوئی خدا سے پہلے
☆۳

☆۳ رثائی ادب میں ہندوؤں کا حصہ، ص ۸۷، جعفر حسین خاں جونپوری

راجارام

سخنورانِ گجرات کے مولّف ظہیرالدین مدنی تحریر فرماتے ہیں کہ انہیں سورت کے ایک قدیم کتب خانے میں چند اوراقِ پریشاں مل گئے۔ یہ شاعر گم نام راجارام کا مجموعہ کلام تھا۔ جس کے ابتدائی اور درمیانی اوراق گم ہیں۔ بزرگوں کی زبانی روایات کے مطابق شاعر کا وطن سورت گجرات تھا اور یہ مخفی طور پر مسلمان ہو گیا تھا۔ راز مخفی نہ رہا اور جب راجارام کا انتقال ہوا تو اس کے مسلمان دوستوں نے تجہیز و تکفین کے بعد خواجہ سید جمال الدینؒ کی خانقاہ میں دفن کیا۔ ☆۱

اے راجا رام مت کر راز فاش
ہے بے شک وہ بہشتی مردِ خامش

☆ ☆ ☆

حسن ہے یار کوں خدا کا فیض
عشق ہے مجھ کوں مصطفیٰؐ کا فیض

☆ ☆ ☆

مجھے کیا خوف راجا عاقبت کا
محمدؐ کا وسیلہ کوں لیا ہوں

☆ ☆ ☆

حشر کا غم نہ کر توں راجا رام
شافعِ حشر ہے نبیؐ کی آل

☆ ☆ ☆

اے راجا رام کر ترک دوئی کو
توں دین مصطفیٰؐ کوں رہنما کر
☆۲

☆ ☆ ☆

☆۱ سخنوران گجرات، ص ۹۳، ظہیرالدین مدنی ☆۲ سہ ماہی "اردو" دہلی، ص ۶۔ جنوری ۱۹۴۴ء

راجیندر، راجیندر لال ملہوترہ

شام بہار ٹرسٹ انبالہ کے سالانہ عالمی مشاعرے کے حوالے سے راجیندر ملہوترہ ایک جانی پہچانی شخصیت ہیں آپ کا نام راجیندر لال ملہوترہ ہے۔ آپ جہلم (پاکستان) میں پیدا ہوئے۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے گریجویشن کیا اور اپنے والد کے ساتھ مل کر سگریٹ کی ایجنسی سنبھالی جو صرف جہلم تک محدود تھی لیکن آپ کے شریکِ کار ہونے کے بعد یہ ایجنسی گجرات اور گوجرانوالہ تک پہنچ گئی۔ اس وقت آپ کی زرعی زمین بھی جہلم میں تھی جس پر ڈبلیو۔ ڈی۔ ایچ۔ او۔ ولز والے تمباکو کاشت کرتے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد ملہوترہ صاحب بھارت ہجرت کرتے وقت یہ تمام زمین ڈبلیو۔ ڈی۔ ایچ۔ او۔ ولز کے نام کر گئے۔ بعد میں یہ پاکستان ٹوبیکو کمپنی کے نام سے معروف ہوئی۔

بھارت منتقل ہونے کے بعد ملہوترہ صاحب نے دہلی میں دو تین سال مختلف کاروبار کئے مگر مطمئن نہ ہوئے اور انبالہ چلے گئے۔ وہاں آپ نے بھارت کی انڈیا ٹوبیکو کمپنی سے جو پہلے امپیریل ٹوبیکو کمپنی کے نام سے تھی، انبالہ کے لئے ایجنسی کی درخواست کی۔ انڈیا ٹوبیکو کمپنی نے آپ کی سابقہ خدمات کو سامنے رکھتے ہوئے یہ درخواست بخوشی قبول کرلی۔ اَب آپ پورے صوبہ ہریانہ کے لئے انڈیا ٹوبیکو کمپنی کے ہول سیل ڈیلر ہیں۔

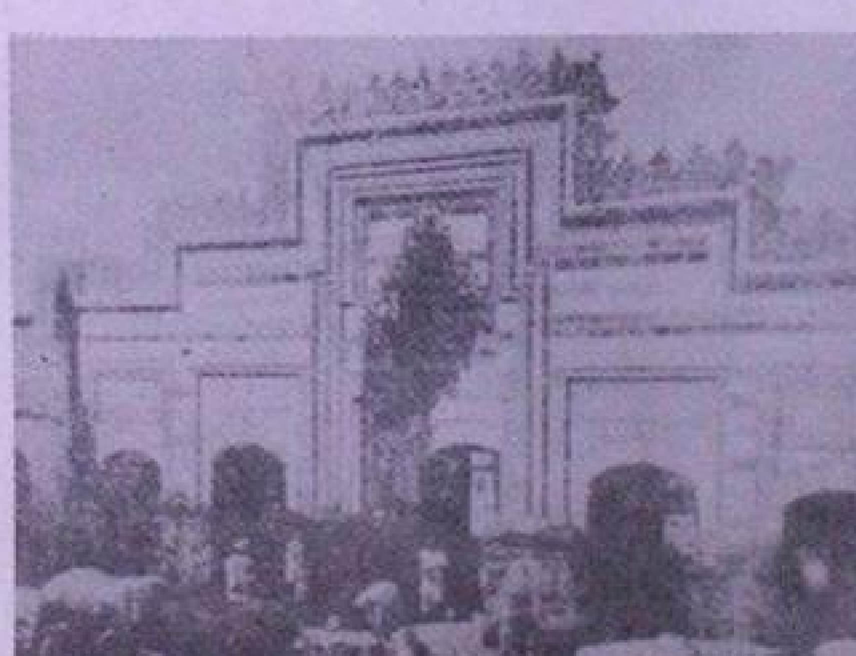
ملہوترہ صاحب نے ۱۹۵۵ء میں اردو ادب کی طرف توجہ دی اور مشاعروں کی سرپرستی شروع کی جو ۱۹۷۵ء تک جاری رہی اس دوران مختلف علمی و ادبی اداروں کی سرپرستی بھی کرتے رہے تاکہ اردو ادب کا چراغ جلتا رہے۔ موصوف کو اردو سے بہت محبت ہے۔ آپ نے تعلیم بھی اردو میں حاصل کی ہے۔ فارسی میں بھی درک رکھتے ہیں۔

۱۹۷۶ء میں آپ نے سالانہ مشاعرے کی بنیاد ڈالی اور اس مقصد کے لئے شام بہار ٹرسٹ انبالہ کا پلیٹ فارم تشکیل دیا جس کے زیرِ اہتمام دوسرا بڑا سالانہ مشاعرہ انبالہ میں ہوتا ہے۔ اس مشاعرے میں پاک و ہند کے نمائندہ شعراء کے علاوہ مشرقِ وسطیٰ اور یورپی ممالک کے شعراء شریک ہوتے ہیں۔ ملہوترہ صاحب کاروباری مصروفیات کی وجہ سے شاعری کی طرف کم توجہ دیتے ہیں۔ میں نے محترم ڈاکٹر شاہد الوری کے توسط سے آپ کی نعت حاصل کی ہے۔ ☆ا

ہے سرورِ عالم نام ترا　　امت پہ کرم ہے عام ترا
دل میرا خوش ہو جاتا ہے　　جب آتا ہے پیغام ترا
یہ کس کو خبر ہے انؐ کے سوا　　کیا ہو جائے انجام ترا
ہم تیریؐ مالا جپتے ہیں　　ہے سب سے انوکھا نام ترا
تو سب پہ کرم فرماتا ہے　　محبوبِ خدا ہے نام ترا
تو سب سے انوکھا ہے آقاؐ　　ہے چرچا صبح و شام ترا

ہے روزِ ازل سے نورِ خدا
راجیندر پر انعام ترا

☆۱ بہ شکریہ ڈاکٹر شاہد الوری۔ کراچی



مسجد حرام کا باب الصفا (۱۳۲۶ھ)

راحت پیلی بھیتی، رامیشور ناتھ

منشی الفت رائے کے صاحبزادے جناب رامیشور ناتھ ۱۹۲۲ء میں محلہ فیل خانہ ضلع پیلی بھیت میں پیدا ہوئے۔ مڈل کے بعد درس و تدریس کے شعبہ سے وابستہ ہوئے۔ فنِ شاعری میں جناب احمد سعید خاں (۱۹۲۴ء تا ۱۹۸۸ء) اور جناب احمد رحمانی سے باقاعدہ فیض حاصل کیا۔ ۱۹۶۸ء میں اس جہان فانی سے رخصت ہوئے۔ ☆ ا

رحمتوں کا انؐ کی اپنے سر پہ سایا دیکھ کر — خوش ہوئے عاصی شفاعت کا سہارا دیکھ کر
اللہ اللہ اس رخ روشن کی جلوہ ریزیاں — آئینہ حیران ہے روئے مصطفاؐ دیکھ کر
منزل مقصود کی جانب اشارہ کر دیا — خضر بن کر اپنے رہرو کو بھٹکتا دیکھ کر
اسکی نظروں میں مہ و انجم کے جلوے ہیچ ہیں — جس کی آنکھیں آئی ہوں آقاؐ کا روضا دیکھ کر
روئے رنگیں پر ہزاروں گلستاں قربان ہیں — کیا کوئی دیکھے چمن میں تیراؐ چہرا دیکھ کر
عرصہ محشر میں آقاؐ کر رہے ہیں سروری — اُمتی مسرور ہیں مولیٰ کو اپنا دیکھ کر

ہم نے راحت یہ سنا ہے ان کی رحمت عام ہے
لاج رکھ لیتے ہیں اپنے در کا منگتا دیکھ کر
☆ ۲

☆ ☆ ☆

جب تمہارے قدم نہیں ہوں گے — اپنے سجدے رقم نہیں ہوں گے
روزِ محشر گناہگاروں میں — کیسے کہدیں کہ ہم نہیں ہوں گے

☆ ☆ ☆

میں گناہگار ہوں بالیقیں، ہوں کئے پہ اپنے میں شرمگیں
دے پناہ رحمتِ عالمیں کہ قریب روزِ شمار ہے

☆ ☆ ☆

☆ ا بشکریہ محترم آفاق جعفری

☆ ۲ گلدستہ بزم ادب پیلی بھیت ۱۹۵۶ء مرتبہ گرجا شنکر یار

راحت کاکوروی' بھگونت رائے

لالہ بھگونت رائے راحت کاکوروی کے والد منشی دین دیال تھے۔ آپ کو سید آغا حسن امانت لکھنوی (۱۸۱۵ - ۱۸۵۸ء) سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ راحت صاحب کی تمام مثنیوں کی تعداد آٹھ ہے جن میں نل دمن (۱۹۲۸ء)' زہرہ و بہرام (۱۹۳۱ء)' نگارستان راحت (۱۸۵۱ء)' بوستان راحت (۱۸۶۷ء) اور سوزِ عاشقانہ زیادہ مقبول ہیں۔ آپ کو ہندو شاستروں سے بھی کما حقہ واقفیت تھی اور علومِ اسلامیہ کے بھی فاضل تھے۔ فارسی کے بڑے عالموں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ ۱۸۸۴ء میں دنیا کو خیرباد کہہ گئے۔ ☆ ۱

ہر صفحہ پہ بعدِ حمد اکثر — لکھا کرے مدحتِ پیمبرؐ
اے ساقیٔ بزمِ حق پرستاں — دے نور فروز شمعِ عرفاں
دے رحم سے وہ شرابِ احمرؐ — جس مئے میں ہو لطفِ آبِ کوثر
وہ سرورِ خیل انبیاء ہے — وہ راہِ یقیں کا پیشوا ہے
کون اس کے سوا ہے صاحبِ تاج — حاصل ہو جسے فلک پہ معراج
ہر شے سے فزوں ہے اس کی عزت — محبوبِ خدا ہے فی الحقیقت
یاں قولِ تراب کا بجا ہے — احمدؐ سے خدا نہیں جدا ہے
القصہ نبیؐ ہے فخرِ آدم — ہے جس کی صفت کتاب عالم
☆ ۲

بہر زماں بہر زباں صلی اللہ علیہ وسلم

رسولِؐ خدا سرورِ ملک دیں — امام الہدیٰ آبروئے زمیں
احد کا ہے احمدؐ سے جلوہ عیاں — فقط میم موہوم ہے درمیاں
امینِ خدا و امامِ رسل — کرے ہمسری اس سے کیا عقل کل
حبیبِ خدا سرورِ کائناتؐ — شفیع امم خضرِ راہِ نجات
حقیقت میں مقبول معبود ہے — ثنا جس کی قرآں میں موجود ہے
ثنائے محمدؐ کا پایاں نہیں — سماتا ہے کوزے میں دریا کہیں
نہیں وزنِ اعمال کا مجھ کو ڈر — کہ ہیں میرے پلّہ میں خیرالبشرؐ
یقیں ہے کہ رحمت سے روز جزا — گنہ میرے خالق سے بخشائے گا

☆ ۳

☆ ☆ ☆

☆ ۱ مختصر تاریخِ ادب اردو' ص ۳۱۰ محمود بریلوی
موجِ گنگ' ص ۱۶۰ جوہر دیوبندی
سوو سراغ' ص ۷۶ کالیداس گپتا رضا

☆ ۲ مثنوی "نگارستانِ راحت" مصنفہ ۱۲۶۴ھ مطبوعہ ۱۲۸۳ھ

☆ ۳ مثنوی "بوستانِ راحت" مطبوعہ ۱۸۸۰ء نولکشور

راز لائلپوری، دھنپت رائے تھاپر

کھلتا ہوا گل جوش کے گلزار کا ہوں — ممنونِ کرم اختر فنکار کا ہوں
ہے داغ کے مکتب سے تعلق اے راز — خادم بہ سخن ساحر و سرشار کا ہوں

جناب راز لائلپوری ۱۴ر جولائی ۱۹۲۰ء کو لائلپور (پاکستان) کے ایک متمول گھرانے کے فرد شری جے۔ آر۔ تھاپر کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ مجاہدِ آزادی دیوان چند تھاپر کے برادرِ خورد ہیں۔ میٹرک تک تعلیم حاصل کی اور اردو میں ادیب کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۴۷ء میں دہلی منتقل ہوئے۔ آپ کو لائلپور، منٹگمری، لاہور اور بمبئی میں حضرت سرشار سیلانی (۱۹۱۴۔ ۱۹۶۹ء) کی سرپرستی حاصل رہی۔ ان کے انتقال کے بعد حضرت ساحر ہوشیار پوری (پ ۱۹۱۳ء) کے آگے زانوئے ادب تہہ کیا اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ راز صاحب شہریارِ سخن پروفیسر بخشی اختر امرتسری کے مخلصانہ مشوروں کو بھی اپنے لئے باعثِ فخر قرار دیتے ہیں۔

جناب راز لائلپوری کی شعری خصوصیات پر سید اختر الاسلام نے اپنی مضمون میں لکھا ہے۔ "راز صاحب قدامت کے ساتھ ہی جدت ادا میں بھی مہارت رکھتے ہیں۔ جدید لفظ سازی کا انھیں امام کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ وہ اپنے پیکرِ خیال کو موزوں ترین الفاظ اور برمحل تراکیب سے مزین کرتے ہیں جس سے ان کی جدید اقدار اور عصری حسیت کی بھی نقاب کشائی ہوتی ہے۔" ☆ ۱

جناب راز لائلپوری کی پہلی تصنیف "نورِ صداقت" (منظومات) ہندی لپی میں ۱۹۷۹ء میں شائع ہوئی۔ دو شعری مجموعے "آئینہ راز ۱۹۸۱ء اور "راز و نیاز" ۱۹۸۵ء میں منظرعام پر آئے۔ ان دونوں کتابوں کو اترپردیش اردو اکادمی نے انعام سے نوازا۔ آپ کا چوتھا شعری مجموعہ "کائنات راز" ۱۹۸۹ء میں قارئین تک پہنچا جس کے آراء نگاروں میں ساحر ہوشیارپوری، گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی، پنڈت رتن پنڈوری اور شاہد الوری شامل ہیں۔

عاشق نہیں ہوں حسنِ جہانِ خراب کا　　شیدا ہوں دل سے میں تو رسالت مآبؐ کا
ہے داستان آپ کی ہر اک کتاب میں　　ہے درج ہر جریدہ فسانہ جناب کا
کچھ آرزوئے ساغرِ کوثر نہیں رہی　　جب سے پیا ہے جام نبیؐ کی شراب کا
ذکرِ نبیؐ کو سن کے کھل اٹھتا ہے ایسے دل　　کھلتا ہے جیسے پھول چمن میں گلاب کا
جب خاطیوں کی پشت و شفاعت پہ ہیں نبیؐ　　پھر خوف کچھ نہیں ہے کسی کو حساب کا
اب کیا کرے گی زلف شکن در شکن اسیر　　یہ دل اسیر ازل سے ہے اس زلف تاب کا
میری نظر میں سچا مسلماں ہے رازؔ وہ
ہر لفظ جس کو یاد ہے قرآں کے باب کا

☆ ۲

مخزنِ لطف ترا دربار　　معدنِ جود تری سرکار
بندہ نوازی تیرا شعار　　دنیا تیری وظیفہ خوار

حشر میں تیری بخشش عام
کملی والے تجھ پہ سلام

اے مرے آقا ایک نظر　　اے مرے مولا ایک نظر
قبلہ و کعبہ ایک نظر　　ملجا و ماوا ایک نظر

ایک نظر ہے سو انعام
کملی والے تجھ پہ سلام

مادرِ ہند کی ہوں اولاد　　قیدِ تعصب سے آزاد
سر آنکھوں پہ ترا ارشاد　　دل میں تیری مبارک یاد

لب پر تیرا مقدس نام
کملی والے تجھ پہ سلام

شمعِ حقیقت جلوہ دکھا قاصدِ رحمت مژدہ سنا
ابرِ عنایت مینہ برسا ساقیٔ وحدت جام پلا

ارض و سما میں تیرا نام
کملی والے تجھ پہ سلام

اللہ اللہ، شان ظہور فرشِ زمیں اک چادرِ نور
زلفِ سیاہ شبِ دیجور چہرہ زیبا جلوۂ طور

ناز حسیناں، گرد خرام
کملی والے تجھ پہ سلام
☆ ۳

☆ ☆ ☆

☆ ۱ ہفت روزہ "میرٹھ میلہ" مدیر سید اختر الاسلام ۱۸ جون تا یکم جولائی ۱۹۸۷ء
☆ ۲ کائناتِ راز، راز لائلپوری، ص ۱۵
☆ ۳ کائناتِ راز، راز لائلپوری، ص ۱۳، ۱۴

رام پیاری

لکھنؤ سے تعلق رکھتی ہیں۔ فانی مراد آبادی نے ان کا نعتیہ کلام پیش کیا ہے۔

دل سے تم عزّت محمدؐ کی کرو اے ہندوو!　　غور اک انسان کی تعلیمِ الفت پہ کرو

جن کے دل میں عزّت و عظمت محمدؐ کی نہیں　　کر نہیں سکتے بزرگوں کی وہ عزّت بالیقیں

ہندو و مسلم کو یکساں یہ میرا پیغام ہے　　غور سے دونوں پڑھیں دانائی اس کا نام ہے

☆ ☆ ☆

رام جی لال گوندھر

ازل سے تھا رتبہ تیرا سب سے عالی
تیری ذات کہ تھی وہ رحمت خدا کی

کریں تیری توصیف کیوں کر بیاں ہم
کہیں کس طرح سارے رازِ نہاں ہم

نہیں تجھ سے برتر ہوئے اس جہاں میں
تو ہے سب سے اشرف زمیں و زماں میں

ہے مشہور عالم میں بس نام تیرا
جہاں سارا لاریب ہے رام تیرا

کیا راز وحدت کا اظہار تو نے
زمانے کا بیڑا کیا پار تو نے

جہالت کا پردہ اٹھایا ہے تو نے
کہ خورشیدِ عرفاں دکھایا ہے تو نے

رہے جب تلک مہر دنیا میں روشن
دکھائے ہمیں جب تلک چاند روشن

زمانے کی آنکھوں کا تارا رہے تو
حرارت کا عالم کی پارا رہے تو

☆ ☆ ☆

رام کانپوری ثم لاہوری، ڈاکٹر لالہ بیلی رام

اسد نظامی نے اپنے مضمون "حضورؐ کی بارگاہ میں غیر مسلم شعراء کا نذرانہ عقیدت" میں ڈاکٹر لالہ بیلی رام کانپوری ثم لاہوری کے تین اشعار دیئے ہیں۔

اگر مل جائے محبوبِؐ خدا کا آستاں مجھ کو
تو میں سمجھوں گا، گویا مل گیا سارا جہاں مجھ کو

وہ ظلمت ہے غمِ گیسوئے احمدؐ میں یہاں مجھ کو
کہ کفرستان سے کچھ کم نہیں ہندوستاں مجھ کو

خدایا! رامؔ کی دائم دعا ہے تیری رحمت سے
کتابِ نعتِ احمدؐ روز و شب ہو برزباں مجھ کو
☆ ۱

☆ ۱ ہفت روزہ "الہام" بہاولپور، نعت نمبر۔ ۷ ر دسمبر ۱۹۸۲ء۔ ص ۱۳۰

رام کشمیری، لالہ بیلی رام

لالہ بیلی رام کشمیری تھے۔ غیر مسلموں کی نعتیہ شاعری کے حوالے سے اکثر کتابوں کے ان کا نعتیہ کلام ملتا ہے۔ جن میں "ہندو شعراء کا نعتیہ کلام اور "ہندو شعراء کا نذرانۂ عقیدت" شامل ہیں۔

آپؐ وہ ہیں، کبریا کے دل میں ہے گھر آپؐ کا
آپؐ اس کے پیارے ہیں اور وہ ہے دلبر آپؐ کا

رات ہو، دن ہو، سحر ہو، شام ہو یا دوپہر
منتظر رہتا ہے سائل کے لئے در آپؐ کا

جو ہمارے پاس ہے، وہ آپؐ کا ہے یا نبیؐ
جان شیریں آپؐ کی، دل آپؐ کا، سر آپؐ کا

گر تمنا ہے کوئی تو ہے یہی دل میں مرے
رات دن دیکھا کروں روئے منور آپؐ کا

رآم کو چاہے زمانہ چھوڑ دے پروا نہیں
رآم سے لیکن نہ چھوٹے گا نبیؐ! در آپؐ کا

☆ ☆ ☆

رام، ماہلا رام

ڈاکٹر ماہلا رام منٹگمری (ساہیوال) کے باشندہ تھے۔ آپ کو شاعری میں جناب طبیبؔ میرٹھی سے شرفِ تلمذ حاصل تھا۔ ☆ ا

سرِ محشر مزے لے لے کر ہر اک سے کہوں گا
میں سودائی محمدؐ کا ہوں دیوانہ محمدؐ کا

اسے کیا خوف ہے اے رامؔ دشمن کی شرارت کا
جسے تقدیر سے ہو جائے یارانہ محمدؐ کا

☆ ☆ ☆

☆ ا موجِ گنگ، ص ۱۶۴

☆ ۲ سوغاتِ صنم خانہ (غیر مطبوعہ)، ڈاکٹر اسمٰعیل آزاد

رائے، اروڑہ رائے

ممتاز مورخ محمد دین کلیم فرماتے ہیں کہ گذشتہ صدی کی آخری چوتھائی تک لاہور میں مشاعروں کا بہت زور تھا جن میں مسلمانوں کے علاوہ ہنود بھی شرکت کرتے تھے۔ ان میں سے چار مشاعروں میں پڑھے گئے نعتیہ کلام کو منشی محمد دین فوق ☆۱ نے ایک کتابی شکل میں شائع کرایا جس کا نام "دیوان نعتیہ لاہور" تھا۔ اس میں لاہور کے چار ہندو شعراء کا کلام بھی درج ہے۔ جن میں اروڑہ رائے بھی شامل ہیں۔ ۱۹۰۳ء کے لگ بھگ رائے کا انتقال ہوا۔ ☆۲

جان و دل سے ہیں فدائے احمدؐ مختار ہم
دیکھئے دیکھیں گے اس سرور کا کب دربار ہم

جلوۂ حسنِ نبیؐ جاری ہے مثلِ بحرِ فیض
یا خدا پائیں گے کب اس سے درِ شہوار ہم

گیسوئے مشکین احمدؐ سے ہو پر جس کا دماغ
کیوں نہ عقبیٰ میں رہیں گے اس کے خدمت گار ہم

مجھ کو اب خوفِ جہنم کا تو کچھ خطرہ نہیں
کیوں کہ رکھتے ہیں رسولؐ اللہ حامی کار ہم

ہیں ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ رکن دیں
بے شبہ چاروں سے کر سکتے نہیں انکار ہم

☆ ☆ ☆

☆۱ منشی محمد الدین فوق ۱۸۸۷ء میں موضع کوٹلی ہرزائن میں پیدا ہوئے جو سیالکوٹ کے قریب ہے۔ آبائی وطن کشمیر تھا مگر کاروبار کے سلسلہ میں لاہور میں رہتے تھے۔ آپ ایک کامیاب اخبار نویس، مایہ ناز مورخ اور قادر الکلام شاعر تھے۔ آپ نے بے شمار کتابیں تصنیف کیں۔ ۱۴ ستمبر ۱۹۴۵ء کو لاہور میں انتقال ہوا۔ (نقوش، غزل نمبر، ص ۱۷۷)

☆۲ ہفت روزہ "استقلال" لاہور، ص ۲۹، ۴ مئی تا ۱۰ مئی ۱۹۸۲ (مضمون "لاہور کے غیر مسلم نعت گو" از محمد دین کلیم)

ربطؔ، بالا پرشاد

بالا پرشاد ربطؔ کے بارے میں پروفیسر شفقت رضوی نے اپنے مضمون "ہندو شاعروں کے کلام پر فکرِ اسلامی کے اثرات" میں تحریر کیا ہے کہ شعرائے عہد متوسطین میں بالا پرشاد ربطؔ بھی ہیں، جن کے اجداد کا تعلق لکھنؤ سے تھا لیکن وہ حیدر آباد دکن میں سکونت پذیر ہوگئے تھے اور وہاں کے مسلمانوں کی معاشرتی زندگی سے متاثر تھے۔ ☆۱

تصویر اگر شمع رسالتؐ کی لکھوں میں
خامہ سے نکل جلوۂ شق القمر آوے
☆۲

☆ ☆ ☆

☆۱ سہ ماہی "اردو" کراچی، جولائی تا ستمبر ۱۹۸۳ء، ص ۱۱۰

☆۲ اردو میں نعت گوئی، ص ۵۶۸ ڈاکٹر ریاض مجید

رتن پنڈوروی، رلا رام

نظر کے سامنے وہ راہگزر ہے   در فردوس وا ہے اور میں ہوں
کہاں لایا ہے مجھ کو جوش وحشت   نظر میں نقش پا ہے اور میں ہوں
☆ ۱

بزرگ شاعر و ادیب پنڈت رلا رام ۷ ر جولائی ۱۹۰۷ء کو پنڈروی ڈاکخانہ گھان میں پنڈت متھرا داس کھٹ شاستری کے ہاں تولد ہوئے۔ آپ حضرت دل شاہجہانپوری (۱۸۷۵۔ ۱۹۵۹ء) کے شاگرد ہیں۔ چند سال پہلے شاگردانِ دل نے ایک قرارداد کے ذریعہ آپ کو جانشین دل قرار دیا ہے۔

جناب رتن پنڈوری نظم و نثر پر مکمل عبور رکھتے ہیں۔ آپ کے چھ شعری مجموعے فرش نظر، بہشت نظر، انداز نظر، پیام نظر، آخری نظر اور رباعیات رتن شائع ہو چکے ہیں۔ موصوف کی شعری و نثری قواعد کی بھی کئی کتابیں طالبانِ علم تک پہنچ چکی ہیں جن میں دستور القواعد اردو ۱۹۳۶ء، رہنمائے ادب ۱۹۴۰ء، معاون الادب ۱۹۴۵ء، لطائف الادب ۱۹۷۰ء اور "فنِ تاریخ گوئی" شامل ہیں۔ آپ کی ایک اور ضخیم کتاب "گلشن اردو" ۱۹۷۱ء میں شملہ سے شائع ہوئی جو سات سو صفحات پر مشتمل ہے۔ محترم رتن پنڈوری کی "ہندی کے مسلمان شعراء" کے نام سے ایک اہم کتاب منظرعام پر آئی ہے۔ جس میں مسلمان شعرائے ہندی کی سوانح مع تصاویر ترتیب دی گئی ہیں۔ "نو رتن" کو کتب خانہ انجمن ترقی اردو دہلی نے ۱۹۵۳ء میں شائع کیا اس میں آپ کے ادبی، فنی، تحقیقی اور تنقیدی مضامین یکجا ہیں۔ یہ کتاب پنجاب یونیورسٹی (بھارت) کے امتحان ادیب کے کورس میں کئی سال شامل رہی ہے۔

حضرت رتن پنڈوری کی تصانیف پر مختلف سرکاری ادبی اکادمیوں کی جانب سے ایوارڈ دیئے گئے ہیں۔ "کلدرپن" چنڈی گڑھ کی جانب سے "ابوالبلاغت" کا خطاب اکیس سو روپے کی تھیلی کے ساتھ پیش کیا گیا۔ یونین لٹریری ایڈمنسٹریشن کی طرف سے بھی مناسب رقم پیش کی گئی۔ حکومت پنجاب (بھارت) نے آپ کو "راج کوی" تسلیم کرتے ہوئے اکیاون سو روپے کی تھیلی پیش کی، مان پتر اور خلعت بھی عطا کی گئی۔

آپ نے پٹھان کوٹ میں ۴ ر نومبر ۱۹۹۰ء کو وفات پائی۔

آیا ہے لب پہ نام رسولِ کریمؐ کا
جلوہ تڑپ اٹھا ہے ریاضِ نعیم کا

برسا جو ابر آپ کے لطفِ عمیم کا
گلزار بن کے کھِل گیا شعلہ جحیم کا

بحرِ عدن میں لاکھ ہوں لولوئے شاہوار
کچھ رنگ روپ اور ہے دُرِّ یتیم کا

اے اہلِ بزم جانبِ بطحا چلا ہوں میں
پیغام لے کر آیا ہے جھونکا نسیم کا

خلدِ بریں جچے مری نظروں میں کس طرح
دیکھا ہے ایک پھول ریاضِ نعیم کا

اللہ رے خاک بیتِ مقدس کا مرتبہ
مسجود ذرہ ذرہ ہے عرشِ عظیم کا

حسنِ ازل نے بھی شہِ والا کی داد دی
اعجاز جب عیاں ہوا ماہ دونیم کا

وحدت کو ناز کیوں نہ ہو احمدؐ کی ذات پر
سمجھایا جس نے راز الف لام میم کا

شافع اگر حضورؐ رسالت مآب ہوں
پھر کیوں نہ فیض عام ہو ربِّ کریم کا

کیوں کر بیاں ہو مدحتِ خیرالبشرؐ، رتن
ہے تنگ قافیہ مری طبعِ سلیم کا

☆۲

☆ ☆ ☆

☆ ۱ ماہنامہ "غریب" گورکھپور ص ۱۲۸ اپریل ۱۹۳۲ء

☆ ۲ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام' فانی مرادآبادی ص ۹۲

ماہنامہ "اسباق" پونا۔ سال اولین نمبر۔ ص ۳۳

رشی پٹیالوی، بام دیو

بام دیو رشی خلف جناب رام چند مصرا کی پیدائش بسی کلاں ضلع ہوشیارپور پنجاب میں ۲۶ر جنوری ۱۹۱۷ء کو ہوئی۔ بی۔اے تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد پٹیالہ میں ملازمت سے منسلک ہو گئے۔ یہاں ادبی ذوق پروان چڑھا۔ لٹریری لیگ کے سیکریٹری منتخب ہوئے۔ آپ نے ابتداء میں نسیم نور محلی (پ ۱۹۱۳ء) سے اصلاح لی بعد میں حضرت جوش ملسیانی کے شاگردی میں آ گئے۔ ۱۹۵۷ء سے ۱۹۶۷ء تک آپ بزم ادب چنڈی گڑھ کے جنرل سیکریٹری رہے۔ انجمن ترقی اردو ہند کی پنجاب شاخ کے اور پنجاب اردو کاس بورڈ کے ممبر بھی رہے۔ آپ کی تصانیف جائزے (نظمیں ۱۹۶۶ء)، آتشِ نغمہ (۱۹۷۶ء)، ریگِ رواں (غزلیات ۱۹۷۲ء)، لہو پکارے گا آستیں کا (نظمیں ۱۹۷۶ء)، پرتوِ جمہور (نظمیں ۱۹۷۸ء)، ریاض نسیم (۱۹۷۸ء)، پھول ان کی مسکانوں کے (۱۹۷۹ء)، روشنی کتنی (۱۹۷۹ء)، چھڑ گئی جو بات ان کی (غزلیات ۱۹۸۰ء)، اور شفق رنگ آنسو (۱۹۸۱ء) میں شائع ہو چکی ہیں۔ آپ کو ان میں بیشتر مجموعوں پر یو۔پی اردو اکادمی اور بہار اردو اکادمی کی طرف سے انعامات دیئے گئے۔ آپ کا کلام رسائل و جرائد کی زینت ہوتا ہے اور مختلف مشاعروں اور سیمنار وغیرہ میں شرکت کرتے رہتے ہیں۔ ☆۱

نور جس کا وادیٔ سینا میں ہے　　مہر و مہ کی جان ہے جس کا جمال
جس کا چرچا عالمِ بالا میں ہے　　جس کی قدرت ہے کمالِ لازوال

☆ ☆ ☆

جس کی پروردہ ہیں سب چھوٹے بڑے　　جس کی رحمت سے ہے دنیا فیضیاب
ایک ہیں جس کے لئے اچھے برے　　جس کی بخشش کا نہیں کوئی حساب

☆ ☆ ☆

جس کو کہتے ہیں فنا نا آشنا جس کی فطرت میں خلل ممکن نہیں
خالق کون و مکاں، ارض و سما جس کی ہستی کا بدل ممکن نہیں

☆ ☆ ☆

پاس رہنے پر بھی ہے جو دور تر جس کے ہر جلوے میں اک اعجاز ہے
دل میں رہ کر بھی نہیں آتا نظر جس کا چھپنا بھی مجسّم راز ہے

☆ ☆ ☆

اے محمدؐ! اے مکرّم! اے کریم میں نے اس جلوے کو دیکھا آپ میں
اے جمیل و پیکر حق - اے رحیم خلق ہے شانِ معلیٰ آپ میں

☆ ☆ ☆

آپ کی تعریف کوئی کیا کرے آپ کی تعریف ہوسکتی نہیں
مجھ سے بے بس، مجھ سے بے مقدور سے آپ کی توصیف ہوسکتی نہیں

☆ ☆ ☆

اے رسولؐ اللہ! اے صلِّ علیٰ آپؐ نے ادنیٰ کو اعلیٰ کر دیا
ہر طرف ہے آپ سے نور و ضیا آپ نے دل میں اجالا کر دیا
☆ ۲

☆ ☆ ☆

☆ ۱ نقوشِ داغ، ص ۲۳۹، مولف : ساحر ہوشیارپوری، بشکریہ : ہیرانند سوز
☆ ۲ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام، ص ۷۴، ۷۵

رشی، کیولکرشن

حادثہ کیوں زوال کو سمجھو
اپنے ماضی سے حال کو سمجھو

اسی شعر سے پتہ چلتا ہے کہ جناب کیولکرشن رشی طبعاً" مفکر شخصیت کے مالک ہیں۔ آپ موضع پسنانوالہ ضلع گورداسپور (پنجاب) میں ۱۲ ر اکتوبر ۱۹۳۸ء کو پیدا ہوئے۔ علم حیوانات میں ایم۔ اے کرنے کے بعد ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ آج کل کوروکیشتر یونیورسٹی (بھارت) میں اسی شعبہ کے مدرس ہیں۔ تحقیق کے سلسلے میں کئی ممالک کا دورہ کر چکے ہیں۔ متعدد ملکی و غیرملکی تحقیقی رسائل میں اپنے مضمون سے متعلق مضامین لکھتے رہتے ہیں۔ ہندی اور انگریزی سے بھی گہرا تعلق رکھتے ہیں۔ شعری ذوق ابتدائی عمر سے ہی تھا مگر تخلیق شعر و سخن کی طرف ۱۹۷۸ء میں راغب ہوئے۔ آپ کا شوق تحریر بنام "تحریرِ شوق" منظرعام پر آچکا ہے جو ہریانہ اردو اکادمی چنڈی گڑھ کی معاونت سے شائع ہوا ہے۔

ڈاکٹر رشی کو مشہور شاعر حضرت ساحر سیالکوٹی (م ۱۹۸۴ء) سے شرفِ تلمذ حاصل ہے۔ "بساطِ فکر" کے مرتبین نے آپ کے شاعرانہ مزاج و اسلوب کے بارے میں تحریر کیا ہے۔ "آپ کے کلام میں دبستانِ داغ کے تغزل کی خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ پروازِ فکر اور اظہار میں ایجاز و اختصار کے محاسن لائق ستائش ہیں۔" ☆ ا

خدا کی ہے آنکھوں کا تارا محمدؐ
ہمیں جان و دل سے ہے پیارا محمدؐ

تو آکر بنا ہے سہارا محمدؐ
کوئی جب بھی دل سے پکارا "محمدؐ"

ہمارا "محمدؐ" تمہارا محمدؐ
نہیں امتیاز اس کو بندوں میں کوئی

ہے اک روشنی کا منارا محمدؐ
جہالت کی گمراہ کن تیرگی میں

کیا ہے یہ تو نے اشارا محمدؐ
محبت ہی انسانیت کی بنا ہے

نہیں جُز ترے اب گزارا محمدؐ
مگر دیکھ، آمادہ شر ہیں بندے

ان اشعار سے اے رشیؔ یہ عیاں ہے
کہ ہے کس قدر تجھ کو پیارا محمدؐ

☆ ☆ ☆

☆ ا بساطِ فکر، ص ۲۹۷

رشید خوری

مسیحی شاعر رشید خوری کا ایک نعتیہ شعر راجا رشید محمود صاحب کے ماہنامہ "نعت" کے حوالے سے نقل کر رہا ہوں۔

عید البریہ عید المولد النبویؐ
فی المشرقین لہ و المغربین دوی

ترجمہ : عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کائنات کی عید ہے۔ مشرق و مغرب میں اسی کی دھوم ہے۔

ماخذ : ماہنامہ نعت لاہور، خصوصی اشاعت ۳۵۹

رضا، کالیداس گپتا

محترم کالی داس گپتا رضا کا تعلق مکندپور ضلع جالندھر کے اگروال خاندان سے ہے۔ آپ کی تاریخ ولادت ۲۵ ر اگست ۱۹۲۵ء ہے۔ آپ نے اردو اور فارسی میں پنجاب یونیورسٹی سے ادیب فاضل اور منشی فاضل کیا، انگریزی کیمرج یونیورسٹی کے سینئر سرٹیفکیٹ تک پڑھی مگر رضا صاحب کا مطالعہ بہت وسیع ہے۔ بینکنگ سے وابستہ ہیں۔ رضا صاحب کو شاعری کا شوق ۱۹۳۹ء سے ہوا۔ ۱۹۴۹ء میں مشرقی افریقہ چلے گئے اور وہیں لالاجپت رائے گپتا کی صاجزادی ساوتری دیوی سے ۱۹۵۶ء میں شادی ہوئی۔ ۱۹۷۰ء میں وطن واپس ہوئے اور اس کے ساتھ ہی اردو تحقیق کا شوق ہوا۔ ☆ ا۔ موصوف ماہر غالبیات ہیں اور ایک قیمتی ذاتی کتب خانہ کے مالک بھی، جس میں دس ہزار سے زائد کتب موجود ہیں۔ رضا صاحب کا ذخیرہ غالبیات شاید دنیا میں سب سے بڑا غالب کلکشن ہے۔

جناب کالی داس گپتا رضا نے حضرت جوشؔ ملسیانی سے فیض حاصل کیا۔ آپ کے شائع شدہ شعری مجموعے بالترتیب شعلۂ خاموش (۱۹۶۸ء)، شورشِ پنہاں (۱۹۷۰ء)، شاخِ گل (۱۹۷۴ء)، اجالے (نعتیہ ۱۹۷۵ء)، دی سائیلنٹ فلم (انگریزی ۱۹۷۵ء)، شعور غم (۱۹۷۹ء) اور شعاعِ جاوید (رباعیات ۱۹۸۰ء) ہیں۔ غالب کے حوالے سے ان کے کام کی قدر و قیمت کا اندازہ ان کتب سے لگایا جاسکتا ہے۔ متعلقاتِ غالب (مضامین ۱۹۷۸ء)، دعائے صباح (غالب کی ایک منظوم فارسی مثنوی ۱۹۷۷ء)، غالبیات چند عنوانات (مضامین ۱۹۸۲ء)، انتخاب آتش و غالب از چکبست (۱۹۸۰ء)، دیوانِ غالب کامل تاریخی ترتیب سے (۱۹۸۸ء)، غالبیات، چند شخصی و غیر شخصی حوالے (۱۹۸۹)، پنج آہنگ میں مکاتیب غالب (۱۹۸۹ء)، غالب درون خانہ (۱۹۸۹ء)، آبِ حیات میں ترجمہ غالب کے علاوہ دیوان غالب عکسی (۱۸۴۱ء) اور (۱۸۶۲ء) شامل ہیں۔ آپ کی دیگر تصانیف میں منشورات جوش ملسیانی (۱۹۷۷ء)، مکتوبات جوش ملسیانی بنام رضا (۱۹۷۶ء)، ہندوستانی مشرقی افریقہ میں (۱۹۷۷ء)، چکبست اور باقیات چکبست (۱۹۷۹ء)، سہو و سراغ (۱۹۸۰ء)، مقالات چکبست (۱۹۸۳ء)، کلیاتِ چکبست (۱۹۸۱ء) اور شمعِ عرفاں (۱۹۸۸ء) قابل ذکر ہیں۔ بہت سی کتابیں زیر طبع ہیں۔ رسائل و اخبارات میں شائع ہونے والے مضامین اور غزلیات بھی بے شمار ہیں۔

جناب کالی داس گپتا کے فکر و فن پر سہ ماہی "تناظر" دہلی نے سات سو سے زائد صفحات پر رضا نمبر ۱۹۸۵ء میں شائع کیا ہے جس میں پاک و ہند کے اہم ادیبوں نے ان کی علمی، تحقیقی اور شعری کارناموں کا تنقیدی جائزہ لیا ہے۔ ڈاکٹر راہی قریشی نے کرناٹک یونیورسٹی سے "کالی داس گپتا رضا --- حیات اور کارنامے" مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے۔ ۱۹۸۸ء میں ڈاکٹر تاراچرن رستوگی نے آپ کے علمی کارناموں پر کتاب لکھی جو ۲۰۸ صفحات پر

مشتمل ہے۔ ایسی ہی ایک کتاب ۱۹۸۰ء میں ظفر ادیب ترتیب دے چکے ہیں جو ۲۴۲ صفحات پر محیط ہے۔

افریقہ میں قیام کے دوران رضا صاحب نے کافی نعتیں کہیں جن میں سے بیشتر ترکِ سکونت کی وجہ سے ضائع ہو گئیں، جتنا بھی نعتیہ کلام محفوظ رہ سکا وہ آپ کے نعتیہ مجموعے "اجالے" میں شائع ہوا ہے۔ اس کتاب کے پیش لفظ کو آپ نے اس جملہ پر ختم کیا ہے۔ "تمنا ہے میرا یہ حقیر سا مجموعہ جس پر میرا دل و جاں نثار ہے قاری کے لئے باعث تسکینِ دل و جاں ہو۔" ☆ ۲۔ رسالت مآب سے اس گہری عقیدت و محبت کا عکاس ان کا نعتیہ کلام ہے جس میں لہجے کی تر و تازگی اور زبان و بیان کی سادگی و روانی کے ساتھ قلبی محسوسات عیاں ہیں۔

ساکھ میخانۂ احمدؐ کی ہے کتنی اچھی جام اچھے ہیں، خم اچھے ہیں، صراحی اچھی
جام و مینا سے نہیں ہم کو سروکار مگر آپؐ کے نام پہ آ جائے تو مستی اچھی
واسطے آپؐ کے جھیلوں تو ستم بھی اچھا عشق میں آپؐ کے آئے تو بلا بھی اچھی
کوئی مسلک ہی نہیں سیرتِ حضرتؐ کے سوا نیک، مقبول، خوش اسلوب، انوکھی اچھی

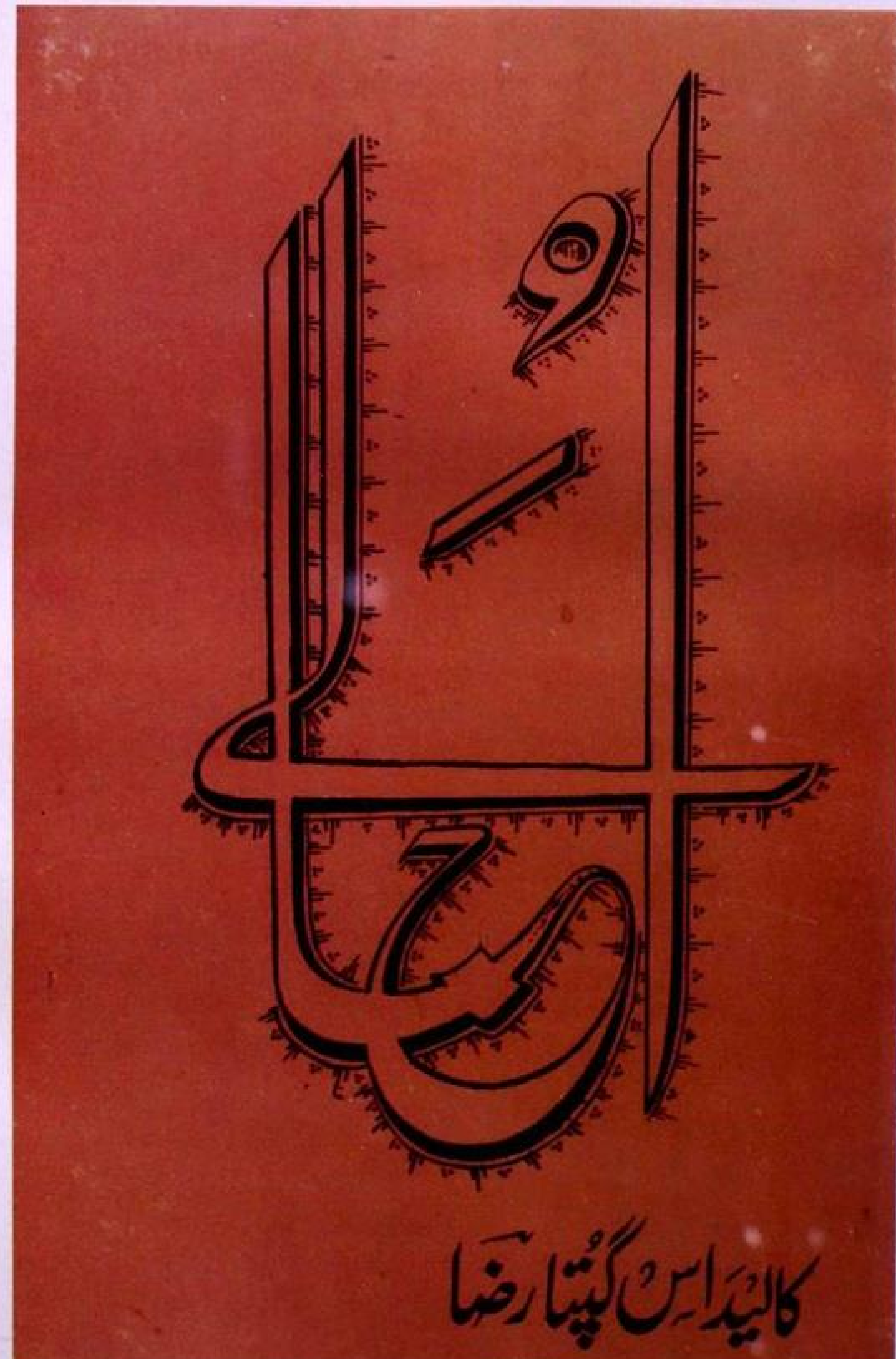
نعت کے بدلے رضا آج سنائی جو غزل
واقعی یہ تمہیں میلاد میں سوجھی، اچھی
☆۳

☆ ☆ ☆

عرش سے لائے پیمبر وہ پیامِ زندگی
بڑھ گیا جس سے وقار و احترامِ زندگی

قلبِ انساں سے نکالا موت کا خوف آپؐ نے
زندگی کو آپؐ نے بخشا مقامِ زندگی

اب کہاں بے تابیٔ دل ظلمتِ دل اب کہاں
نورِ قرآنی سے ہے لبریز جامِ زندگی



کالیداس گپتا رضا کے نعتیہ مجموعۂ کلام "اُجالے" کے سرِ ورق کا عکس

ارض پر جب سے کلامِ پاک کا چرچا ہوا
عرش پر پہنچا ہے اس دن سے خرامِ زندگی

آپؐ کی باتوں پہ قرباں، آپؐ کے دم پر نثار
کر دیا مایوس دل کو ہم کلامِ زندگی
☆ ۴

☆ ☆ ☆

دوست اور دشمن پہ یکساں مہرباں توؐ ہی تو ہے
ریگ زارِ زیست میں جوئے رواں توؐ ہی تو ہے

کیوں نہ ملتا ہم زمین والوں کو منزل کا سراغ
آسماں پر شاہراہِ کہکشاں توؐ ہی تو ہے

آنکھ جس کی ہے تمنائی وہ صورت ہے تریؐ
گوش جس کے منتظر وہ داستاں توؐ ہی تو ہے

ڈوبتے انساں کی نظریں اور کس جانب اٹھیں
جو لگا دے، پار وہ سیلِ رواں توؐ ہی تو ہے

طائرِ بے بال و پر، بے آشیاں میں ہی تو ہوں
اوجِ پرواز و سکونِ آشیاں توؐ ہی تو ہے

بے قراروں کو ہے تیراؐ آسرا بعد خدا
روحِ دل توؐ ہی تو ہے تسکینِ جاں توؐ ہی تو ہے

☆ ☆ ☆

رباعی

ہر طور سے اس راز کو کھولا ہم نے
سو پلڑوں میں اک بات کو تولا ہم نے
تحریر وہیں پائیں محمدؐ کی صفات
جس گوشۂ دل کو بھی ٹٹولا ہم نے
☆ ۵

☆ ☆ ☆

قطعات

جو ہے اللہ کا بندہ وہ سب کا ہے، ہمارا ہے
خدا کا جو نہیں ہوتا، ہمارا ہو نہیں سکتا
خدا کی بارگہ میں بے پیعمبر کب رسائی ہے
محمدؐ سے بڑا کوئی سہارا ہو نہیں سکتا
☆ ۶

☆ ☆ ☆

دم بھرتے ہیں احمدؐ کا زردار بھی، مسکیں بھی
کنجشک گزیدہ بھی، شہباز بھی شاہیں بھی
جس طور سے بھی دیکھا احمدؐ ہی کو سب پایا
انسان بھی، ہادی بھی، سرکار بھی، آئیں بھی
☆ ۷

☆ ☆ ☆

ولادت رسول ﷺ

زمیں پہ روشنی نہیں فلک پہ روشنی نہیں
سبب ضرور اس کا ہے کسی کو آگہی نہیں

محبتیں کہیں نہیں، عداوتوں کا زور ہے
اذیتوں کا زور ہے، ضلالتوں کا زور ہے

نہ غنچے میں چٹک رہی، نہ پھول عطر بیز ہے
خزاں کے ظلم و جور سے چمن ہی نالہ ریز ہے

اجڑ چکی ہیں دوستی و آشتی کی محفلیں
معمّہ بن کے رہ گئی ہیں زندگی کی منزلیں

نہ غم کدوں کی ہے کمی نہ میکدوں کی ہے کمی
مصیبتیں ہزار ہیں، مسرّتوں کی ہے کمی

سب اپنے اپنے تنگدل قبیلوں میں بٹے ہوئے
ہیں سب کے دل عداوتوں کے زہر سے پھٹے ہوئے

کسی نے اٹھ کے لذّتوں سے دامن اپنا بھر لیا
کسی نے تیرِ عشق سے جگر میں چھید کر لیا

تصورِ حیات پل گیا الم کی گود میں
ابد کی نیند سو چلا بشر عدم کی گود میں

ادب کی خام کاریاں، نظر کی خامکاریاں
غرض شمار کیا کریں بشر کی خامکاریاں

زمانہ ہو گیا، اسی ڈگر پہ کائنات ہے
اندھیری رات ہے یہاں، وہاں اندھیری رات ہے

مگر یہ آج کیا ہوا کہ ظلمتیں ہی چھٹ گئیں
بساطِ غم الٹ گی مصیبتیں پلٹ گئیں

مگر یہ آج کیا ہوا، سکوں سا دل کو ہوگیا
کہاں گئیں رعونتیں، کہاں غرور سوگیا

مگر یہ آج کیا ہوا، ہوا میں گدگدی سی ہے
سموم میں اثر نہیں فضا میں زندگی سی ہے

مگر یہ آج کیا ہوا کہ سہل ہو گئی حیات
خرد کو راز مل گیا نظر نے کہدی دل کی بات

مگر یہ آج کیا ہوا طبیعتوں میں ڈر نہیں
کسی بھی کاروبار میں حسود کا گزر نہیں

مگر یہ آج کیا ہوا سرشتِ کائنات کو
کہ اوج بخشنے لگی تصورِ حیات کو

مگر یہ آج کیا ہوا کہ ضو سے زیست بھر گئی
ضیائے مہرِ زندگی ہر اک طرف بکھر گئی

یہ سب کو ایک جان سا بنا لیا گیا ہے کیوں
یہ سب کو ایک تار میں پرو دیا گیا ہے کیوں

رگِ حیات میں یہ کیا قرار سا اتر گیا
چمن کا رنگ رنگیلی فضا میں کیسا بھر گیا

شگفتہ ہے کلی کلی حسین پھول پھول ہے
یہ روزِ بے مثال ہے ولادتِ رسولؐ ہے

☆ ۱ سہ ماہی "تناظر" دہلی، رضا نمبر ص ۶۵۹ مدیر بلراج ورما
☆ ۲ اجالے، کالی داس گپتا رضا ص ۱۳ دستیاب بشکریہ علام السندی ورانسی
☆ ۳ "اجالے" کالیداس گپتا رضا، اکتوبر ۸۵ء ص ۳۰ - ۳۱ ودل پبلکیشنز بمبئی
☆ ۴ "اجالے" کالیداس گپتا رضا، اکتوبر ۸۵ء ص ۳۲ - ۳۳ ودل پبلکیشنز بمبئی
☆ ۵ "اجالے" کالیداس گپتا رضا، اکتوبر ۸۵ء ص ۱۷، ودل پبلکیشنز بمبئی
☆ ۶ "اجالے" کالیداس گپتا رضا، اکتوبر ۸۵ء ص ۱۹، ودل پبلکیشنز بمبئی ۔
☆ ۷ "اجالے" کالیداس گپتا رضا، اکتوبر ۸۵ء ص ۲۰، ودل پبلکیشنز بمبئی

رعنا بلسوی، جسونت رائے سکسینہ

قدیم شرافت و تہذیب کے علم بردار جسونت رائے سکسینہ ۱۶ر اگست ۱۹۱۸ء کو سیتاپور میں پیدا ہوئے جہاں ان کے جد امجد منشی کلیان رائے سکسینہ کوتوال تھے۔ منشی کلیان رائے عربی و فارسی کے جیّد عالم اور خوش فکر شاعر منشی تربینی سہائے ثمر کے چھوٹے بھائی تھے۔ رعنا بلسوی کے والد کا نام بسنت رائے سکسینہ تھا۔ محکمۂ پولیس میں ملازم تھے۔ وہ بھی شاعر تھے اور مخمور تخلص کرتے تھے اور معروف شاعر سرور جہاں آبادی کے شاگرد تھے۔

رعنا صاحب نے ابتدائی تعلیم والد سے حاصل کی۔ چھ سات سال کی عمر میں مقامی طور پر مکتبی تعلیم کا آغاز ہوا اور اردو و فارسی زبانوں پر اچھا درک ہوگیا تو انگریزی تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے۔ ۱۹۳۶ء میں چندوسی کالج سے انٹرمیجیٹ کے امتحان میں کامیابی حاصل کی اور یہیں سلسلہ ختم ہوگیا۔ ۱۹۳۸ء میں محکمہ ریلویز میں بحیثیت اسٹیشن ماسٹر تقرر ہوا جہاں ۱۹۵۷ء میں سبکدوش ہوئے۔

رعنا صاحب نے ابتداء میں تاج صدیقی امروہوی تلمیذ رسا رامپوری سے اصلاح لی بعد میں کہنہ مشق شاعر حضرت سیماب اکبر آبادی کے دامنِ تلمذ سے وابستہ ہوگئے۔ رعنا بلسوی کی شاعرانہ خصوصیات کے بارے میں ممتاز تذکرہ نگار عرفان عباسی نے لکھا ہے "رعنا صاحب نہایت رسا ذہن اور حاضر طبیعت والے پرگو و خوش کلام شاعر تھے۔ جملہ اصناف شاعری پر طبع آزمائی کرتے تھے لیکن غزل اور رباعی ان کے محبوب اصناف تھے۔۔۔۔۔ ان کے کلام میں زبان و بیان کی صفائی، متانت و شائستگی، شیرینی و گھلاوٹ، لطیف احساسات و جذبات کی ترجمانی اور سرمستی و سرشاری کی خوبیاں موجود ہیں۔" ☆۱

رعنا صاحب ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد کچھ دن بدایوں میں رہے اور پھر اپنے بیٹے کے پاس شوگر فیکٹری نوشہرہ، ضلع بدایوں چلے گئے اور آخر وقت تک وہیں رہے۔ ۱۰ر فروری ۱۹۸۲ء کو انجمن شعر و سخن سے رخصت ہوئے۔

رعنا بلسوی کی ایک نعت "معلوماتِ اسلام" آگرہ میں شائع ہوئی تھی جو جناب غوث میاں نے فراہم کی ہے۔ یہ نعت۔ ان کے شکریہ کے ساتھ شاملِ اشاعت ہے۔ واضح رہے کہ یہ نعت رعنا صاحب نے جھانسی کے جلسہ سیرت النبیؐ میں سنائی تھی۔

سلامِ نو بہ اندازِ ادب منزل سے کہتا ہے
پیامِ فوج دجلہ سطوتِ ساحل سے کہتا ہے

رہین سازا عربی ہے میری نغمہ و پیرائی
عقیدت کس قدر ہے یہ مہِ کامل سے کہتا ہے

ہے رسم کعبہ اور قانون بت خانہ میں گنجائش
جو سچی بات ہے رعنا وہی محفل سے کہتا ہے

یہ بزم خاص ہے ڈوبی ہوئی رنگِ عقیدت میں
نہیں چلتی کسی مذہب کی پیری کچھ محبت میں

یہاں بیتاب ہو کر ساز سے نغمے نکلتے ہیں
جگر کے داغ سے اکثر چراغِ کعبہ جلتے ہیں

کوئی پیغمبرِ عالی بڑی مدت میں ہوتا ہے
تصور آفرینش کا دلِ فطرت میں ہوتا ہے

مبارک ہے وہ امت درس آزادی جہاں ارزاں
عرب سے تا عجم جس کے غلامی نام سے لرزاں

محبت آئینہ جس کا حقیقت جس کی زیبائش
حلیمہ کے گلوں سے جس کے گیسو کی ہو آرائش

جبینِ غیر بھی جھکنے کو جس کا آستاں ڈھونڈے
چراغِ ماہ لیکر جس کو برسوں آسماں ڈھونڈے

وہ ہستی جو برنگ ذرہ پامالِ محبت ہو
گلوں سے خون جب ٹپکے تو دل میں دردِ امت ہو

حرا کی وادیٔ بیرنگ جو شاداب کر جائے
شرابِ معرفت سے قوم کا پیمانہ بھر جائے

طلوعِ صبح سے پہلے دکھا دے راہ منزل کو
بیاضِ شوق سے جو محو کر دے حرفِ مشکل کو

چراغِ زندگی جس کا فروغِ شامِ مستقبل
زبانِ خشک سے دے جائے جو پیغامِ مستقبل

خوشا قسمت اگر ہر قوم ایسا ناخدا پائے
جو محشر میں چلا آئے درِ فردوس کھل جائے

جناب پاک میں جس کی محبت پھول برسائے
اذانِ کعبہ سننے کو جہاں بت خانہ خود آئے
☆۲

☆۱ تذکرہ شعرائے اترپردیش، جلد پنجم، ص ۱۶۲ تا ۱۶۴
تذکرہ شعرائے بدایوں، جلد اول، ص ۳۳۸
☆۲ ماہنامہ "معلوماتِ اسلام" آگرہ، ص ۳، جنوری ۱۹۴۰ء، بہ شکریہ غوث میاں

رمزؔ، سدانند بہاری لال

منشی سدانند بہاری لال کا نام شایاں بریلوی نے برج بہاری لال لکھا ہے۔ آپ مراد آباد کے رہنے والے تھے۔ ۱۹۱۶ء میں آپ کی مشق سخن کی مدت بارہ پندرہ سال تھی۔ ☆ ۱

مرے آقاؐ مرے مولاؐ مرے اللہ کے ولی
ہے تلے آپؐ کے قدموں ہی کے جنت میری

اہلِ بیت آپ کے ہوں میری بھی حامیٔ حشر
ہووے مقبول عبادت و اطاعت میری

☆ ۱ تاریخ شعرائے روہیلکھنڈ جلد چہارم ص ۳۳۰۰

روشن، شکن چندر

ہفت روزہ "میرٹھ میلہ" میں شکن چندر روشن کا صرف ایک ہی نعتیہ بند شائع ہوا ہے اور ان کے نام کے ساتھ کرنال لکھا ہے یا تو روشن کرنال کے رہنے والے ہیں یا کرنال میں مقیم ہیں۔

جس کے قدموں کے اشارے پہ رہا تاجِ کلاہ
جو فقیری میں رہا جنّ و بشر کا بادشاہ

فیضِ قدرت سے ہوئی جس کو عطا ایسی نگاہ
جس کے آگے ماند ہے یہ روشنیٔ مہر و ماہ

جس نے اخلاص و وفا کا بول بالا کر دیا
جس نے عالم کے اندھیروں میں اجالا کر دیا
☆ ۱

☆ ۱ ہفت روزہ "میرٹھ میلہ" میرٹھ، ص ۲، ۱۴ر ستمبر ۱۹۹۵ء

رونق دہلوی' پیارے لال

پی کے کھل جاتے ہیں اسرارِ نہانی رونق
اور کیا شغل ہو جام مئے وحدت کے سوا

جناب پیارے لال رونق کانستھ ماتھر تھے۔ آپ کے والد کا اسم گرامی جے نرائن ہے۔ روشن پورہ دلّی کے رہنے والے تھے۔ اپنی پہلی غزل مرزا داغ دہلوی (۱۸۳۱ - ۱۹۰۵ء) کے پاس حیدر آباد دکن اصلاح کے لئے بھیجی جس کے جواب میں حضرت داغ نے لکھا کہ دہلی میں مولانا عبدالرحمٰن راسخ (۱۸۶۳ - ۱۹۰۷ء) کو اپنا کلام دکھا لیا کرو۔ اس مشورہ پر عمل کرتے ہوئے آپ نے مولانا راسخ کی شاگردی اختیار کر لی اور فرمانبرداری اور وفا شعاری کے ذریعہ اپنے استاد کے قابل اعتماد تلامذہ میں اہم مقام حاصل کر لیا۔ جناب رونق دہلوی اس مشاعرے کا اہتمام بھی پوری دلچسپی سے کرتے تھے جو کنور بدری پرشاد فروغ کے مکان پر ہوتا تھا۔

مولانا امداد صابری (۱۹۱۴ - ۱۹۸۸ء) نے پیارے لال رونق دہلوی کی ذاتی زندگی اور شعری خصوصیات پر اظہار خیال کرتے ہوئے تحریر کیا ہے۔ "محنتی' جفاکش' خلیق اور بامروت انسان تھے۔ باہر سے جو شعراء دہلی آتے وہ ان کے حسن اخلاق کی تعریف کرتے' تجارت کی طرف مائل تھے۔ ظروف کا کاروبار کرتے تھے۔ ذہین اور زود گو تھے۔" ☆ ۱

جناب رونق دہلوی نے دو دیوان ۱۹۱۵ء میں مرتب کئے تھے۔ جن میں ایک "رونق سخن" طبع ہوگیا تھا۔ آپ کے شاگردوں میں منشی قیصر' شیدا اور فروغ ہم مشق تھے۔

نبیؐ کی فضیلت

تمؐ وہ ہو حق نے بنایا جن کو شاہِ انبیاء	تمؐ وہ ہو بالا ہے سب نبیوں میں جنکا مرتبہ
تمؐ وہ ہو جن کو شرف معراج کا حاصل ہوا	تمؐ وہ ہو عرش بریں زینہ ہے جنکے بام کا

نیّرِ برج شرف ہو آسمانِ معرفت
منکشف تمؐ سے ہوا رازِ نہانِ معرفت

تمؐ وہ ہو جن کے سبب توقیر ہے اسلام کی	جلوہ شان احد تصویر ہے اسلام کی!
ہر طرف پھیلی ہوئی تنویر ہے اسلام کی	تم سے ہی چمکی ہوئی تقدیر ہے اسلام کی

تم نے احکام شریعت کا دکھا کر آئینہ
ہر دلِ تاریک میں اک نور پیدا کر دیا

ہادیٔ دین متیں ہو تم محمد مصطفیٰؐ باعثِ صد فخر و ملت رہنما و پیشوا
لکھ دیا حق میں تمہارےؐ حق نے لولاک لما تمؐ نہ ہوتے تو نہ بنتے یہ کبھی ارض و سما

تمؐ سے قائم ہے جہاں میں یہ جہانِ بیکراں
اس سے پہلے نام کو بھی کچھ نہ تھا نام و نشاں

تمؐ وہ ہو چرخِ رسالت کے درخشاں آفتاب نورِ عالم تاب کا جس کے نہیں کوئی جواب
دیکھ کر بزمِ جہاں میں رنگِ حسنِ انتخاب شرم سے خورشیدِ محشر ہے لئے منہ پہ نقاب

تمؐ وہ ہو ظلمت مٹا دی دم میں کفر و شرک کی
مشعلِ توحید کی سب کو دکھا کر روشنی

حق تو یہ ہے حق پرستی کا بتا کر راستہ کر دیا باطل پرستان جہاں کو حق نما
ذاتِ اقدس ہے تمہاریؐ مظہرِ صدق و صفا بن گئے ناآشنا بھی رازِ وحدت آشنا

تھا وجودِ پاک تلقینِ ریاضت کے لئے
تمؐ یہاں آئے تھے امت کی شفاعت کے لئے

ہو سکے وصفِ حمیدہ کا تمہارےؐ کیا بیاں کھل نہیں سکتی ہے توصیف رونق کی زباں
خوبیٔ ذاتِ مقدس ہے زمانے پر عیاں ہیں فدا سب آپؐ کی شان رسالت پر یہاں

تمؐ شہ ہر دوسرا ہو یا حبیب کبریا
تمؐ سا پیدا ہی نبیؐ کوئی نہ ہوگا دوسرا

☆ ۲

☆ ☆ ☆

کلمۂ صلِّ علیٰ وردِ زباں رکھتا ہوں خواب میں دیکھ لیا ہے قدِ بالا تیراؐ
عفو ہو جائیں محشر میں خطائیں ساری داورِ حشر کو دوں گا میں حوالا تیراؐ
لے اڑی آج صبا سوئے مدینہ دلِ زار ناتوانی نے بڑا کام نکالا تیرا
لے خبر جلد مری۔ ناز سے سونے والے ہوگیا فرشِ زمیں چاہنے والا تیراؐ

دل جو رونق تھا بڑے نازوں کا پالا تیرا ہوگیا شوق میں وہ آج نثارِ احمدؐ

☆ ۳

☆ ☆ ☆

عاشق ہوں اس جناب رسالت مآبؐ کا کونین ایک ذرہ ہے جس کی جناب کا
دم میں براق پر سرِعرش بریں گئے تھا معجزہ یہ آپؐ کے پائے رکاب کا
ہجرِ نبیؐ میں دیکھی ہے دل کی کہیں تڑپ برق تپاں ہے رنگ مرے اضطراب کا
دے جائے لطف دل کو مرے کیف سرمدی کر دیں جو مست دے کے وہ ساغر شراب کا

رونق سخن کو میرے نہ حاصل ہو کیوں شرف
مداح ہوں جنابِ رسالت مآبؐ کا

☆۴

دی دادِ سخن مجھ کو ہر اک پیرو صبی نے اعزاز بڑھایا ہے مرا نعتِ نبیؐ نے
تقدیر کو پیٹوں کہ میں قسمت کو الٰہی! محروم رکھا کعبہ سے راحت طلبی نے
پہنچا ہی دیا مجھ کو لبِ کوثر و تسنیم کچھ مضطربی نے مری کچھ تشنہ لبی نے
رہتا ہے مری آنکھوں میں کونین کا جلوہ بخشا ہے مجھے نور وہ دیدارِ نبیؐ نے

صد شکر کہ رونق مری امید بر آئی
بلوایا ہے روضہ پہ مجھے آج نبیؐ نے

☆ ۵

نظر آئے نہ جلوہ ہر گھڑی کیونکر محمدؐ کا ازل سے ہے دل و دیدہ میں اپنے گھر محمدؐ کا
قلم لاؤں پر جبریل بن کر شاخِ طوبیٰ سے رقم ہو جب کہیں وصفِ رخِ انور محمدؐ کا

نظر آتی ہے جو صورت سمجھتا ہوں نبیؐ آئے
ہوا کرتا ہے دھوکا خواب میں اکثر محمدؐ کا

بہر زماں بہر زباں صلی اللہ علیہ وسلم

نہ ڈر تردامنی کا ہے نہ کچھ خوفِ معاصی ہے　　بھروسہ ہے پئے بخشش سرِ محشر محمدؐ کا
کھنچا آئینہ دل پر مرے اک نقشِ صد حیرت　　نظر آیا جو عکسِ عارضِ انور محمدؐ کا

نہ پوچھو یہ سرِ عرش بریں کس شان سے پہنچے
شبِ معراج تھا کچھ اور کروفر محمدؐ کا

نشاں مخلوق کا ہوتا نہ بنتی یہ کبھی دنیا　　نہ آتا صورتِ انساں میں گر پیکر محمدؐ کا
کہے کیونکر نہ محبوب دوعالمؐ پھر جہاں سارا　　کہ خود ہی عاشق صادق ہے جب داور محمدؐ کا

بجھے گی تشنگانِ آرزو کی پیاس جنت میں
نظر آئے گا جلوہ جب لبِ کوثر محمدؐ کا

یہ وہ ذاتِ مقدس ہے رسالت ختم ہے جس پر　　ہوا ہے اور نہ ہوگا اب کوئی ہمسر محمدؐ کا
نہ ہو کیوں قدر رونق درہم داغِ محبت کی　　کہ ہے بیٹھا ہوا سکّہ مرے دل پر محمدؐ کا

☆ ٦

☆ ☆ ☆

وہ حسن ہے ٹھہرنا نظر کا محال ہے　　دیکھے رخِ نبیؐ کے تاب جمال ہے

میں اور مری زباں سے توصیفِ شاہ دیں　　بخشا ہوا حضورؐ کا حسنِ مقال ہے

رنگ فنا ہے جلوۂ آئینۂ بقا　　یہ عالمِ ثبات فقط اک خیال ہے

تڑپا رہی ہے کاوشِ ہجر نبیؐ مجھے　　بیٹھا ہوا جگر پہ وہ تیرِ کمال ہے

بے خود بنا دیا ہے تمنائے دید نے　　یہ فرطِ محویت مرا شوق وصال ہے

کیا پوچھتے ہو حسرت دیدارِ مصطفیٰؐ　　کہہ دیں گی آرزوئیں جو اس دل کا حال ہے

ہر وقت ہے طلب تو اسی کی ہے اک طلب　　کوئی سوال ہے تو اسی کا سوال ہے

دل پر کھنچی ہوئی ہے جو تصویرِ مصطفیٰؐ　　رونق یہ اک کرشمۂ رنگِ خیال ہے

☆ ٧

☆ ☆ ☆

گوشہ الٹ گیا تھا یہ کس کے نقاب کا　　اب تک ہے زرد شرم سے منہ آفتاب کا
رونق اسے سمجھتے ہیں مومن جہاں میں ہم　　جو دل سے معتقد ہے رسالت مآبؐ کا

☆ ٨

☆ ☆ ☆

بہر زماں بہر زباں صلی اللہ علیہ وسلم

نظر آئے نہ جلوہ ہر گھڑی کیونکر محمدؐ کا
ازل سے ہے دل و دیدہ میں اپنے گھر محمدؐ کا

قلم لاؤں پرِ جبریل بن کر شاخ طوبیٰ سے
رقم ہو جب کہیں وصفِ رخِ انور محمدؐ کا

نہ ڈر تر دامنی کا ہے نہ کچھ خوفِ معاصی ہے
بھروسہ ہے پئے بخشش سرِ محشر محمدؐ کا

بجھے گی تشنگانِ آرزو کی پیاس جنت میں
نظر آئے گا جلوہ جب لبِ کوثر محمدؐ کا

نہ ہو کیوں قدر رونق در ہم داغ محبت کی
کہ ہے بیٹھا ہوا سکہ مرے دل پر محمدؐ کا

☆ ۹

☆ ☆ ☆

شانِ نبوت

ستارہ اوج پر کیونکر نہ ہو شانِ نبوت کا
فلک منظر ہے رتبہ تیرے احکامِ شریعت کا

کھلا تجھ سے جہاں میں راز سربستہ حقیقت کا
دکھایا حسن کثرت میں ہے جلوہ تو نے وحدت کا

نہ تجھ سا پیشوائے دیں اگر پیدا یہاں ہوتا
نہ بنیادِ زمیں ہوتی، نہ قائم آسماں ہوتا

جہاں میں تو نے چمکایا ہے وہ آئینہ قرآں کا
کہ جس سے ہر طرف پھیلا ہوا ہے نور ایماں کا

ضیائے دیں ہے بہر چشمِ عالم بابِ عرفاں کا
دلوں میں تو نے جلوہ بھر دیا توحید یزداں کا

جلائی بزمِ امکاں میں وہ مشعل حق پرستی کی
ہوئی روشن حقیقت جس سے تیری پاک ہستی کی

تجھےؐ ختم الرسل کہتے ہیں، شاہِ انبیاء توؐ ہے
جناب سرورِ عالم محمد مصطفےٰؐ تو ہے

یہ حق ہے نائبِ حق ہے حبیبِ کبریا توؐ ہے
ہمارا پیشوائے دیں، ہمارا رہنما توؐ ہے

ہوئی ہے دم قدم سے تیرے مذہب کی فراوانی
تجھی سے ہے یہاں قائم یہ بنیادِ مسلمانی

نہ ہوتا کیوں زمانہ معتقد تیریؐ رسالت کا
چلایا ہر طرف توؐ نے یہاں سکہ شریعت کا

ہوا عامل ہر اک لیکر سبق قرآں کی آیت کا
چلن ہر سو ہوا تجھؐ سے عبادت کا ریاضت کا

جبھی تجھ کو شمعِ دو جہاں حق نے بنایا ہے
کلامِ پاک میں نامِ محمدؐ صاف آیا ہے

☆ ١٠

☆ ١ تاریخ صحافت اردو' امداد صابری جلد چہارم ص ٧٥٢ ' ٧٥٣
☆ ٢ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام' فانی مراد آبادی ص ٢٥' ٢٦
☆ ٣ نقوش رسولؐ نمبر مدیر محمد طفیل' ص ٦٧٣
☆ ٤ نعت نمبر ماہنامہ "کیلاش" ہوشیار پور ص ٧ اگست ١٩٤٠ء مدیر ایم پی چورسیا
ہندو شعراء کا نعتیہ کلام' فانی مراد آبادی ص ٥٩
☆ ٥ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام' فانی مراد آبادی ص ٦٨' ٦٩
☆ ٦ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام' فانی مراد آبادی ص ١٠٨
☆ ٧ ماہنامہ "پندرہویں صدی" کراچی ص ١٧ اگست ١٩٨٥ء
☆ ٨ ماہنامہ "کیلاش" ہوشیار پور ص ٨ اگست ١٩٤٠ء (نعت نمبر)
☆ ٩ اوج' نعت نمبر' حصہ دوم' ص ٦٩٣
☆ ١٠ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام ص ١٠٢

روی پرکاش بھاردواج

بلا سے میں ہوں اچھا یا برا ہوں
میں اپنی زندگی کا آئینہ ہوں

پنڈت سیتہ نارائین بھاردواج کے صاحبزادے جناب روی پرکاش بھاردواج ۲۰ ر اگست ۱۹۲۸ء کو گوڑ گاؤں (ہریانہ) میں پیدا ہوئے۔ آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے میٹرک پاس کیا اور مختلف تجارتی اداروں میں خدمات انجام دیں۔ موصوف کو محترم کنور مہیندر سنگھ بیدی سحر (پ ۱۹۰۹ء) سے شرفِ تلمّذ حاصل ہے۔ آپ کا مجموعہ کلام "روی کی کرنیں" ۱۹۷۱ء میں شائع ہوا اس موقع پر ۱۶ ر مئی ۱۹۷۱ء کو بھارت کے تاریخی شہر جودھپور میں جشن روی منایا گیا۔

جناب روی پرکاش بھاردواج کے دوہوں کا مجموعہ "روی کے گوہر پارے" زیرِ کتابت ہے جس میں سات سو دوہے شامل ہیں۔ غزلیات کا مجموعہ "روی کی تجلیاں" قطعات کا مجموعہ اور غزلیات کا مکمل دیوان زیرِ ترتیب ہیں۔ آپ بزم چکبست جودھپور اور اردو لٹریچر کلب گوڑ گانوہ کے بانی بھی ہیں۔ آپ نے اردو ادب کی خدمت کے لئے خود کو وقف کر رکھا ہے۔ ☆۱

توڑ کر سنسار کے رشتے، زمانہ چھوڑ کر
آگیا ہوں آپؐ کے سائے میں دنیا چھوڑ کر

آگیا ہوں آپؐ کی چوکھٹ پہ سجدے کے لئے
سوئے جنت بھی نہ جاؤں گا یہ سجدہ چھوڑ کر

آپؐ کے جلوے میں ہیں سارے جہاں کی نعمتیں
کون سے جلوے کو دیکھوں میں یہ جلوہ چھوڑ کر

ہر نفس نغمہ سرا ہے یا محمدؐ یا نبیؐ
گنگناؤں کون سا نغمہ یہ نغمہ چھوڑ کر

گرتے پڑتے آ ہی پہنچا ہوں مدینے تک رؔوی
یہ نہ جاؤں گا کہیں بھی اب مدینہ چھوڑ کر

☆ ☆ ☆

آپؐ کی صورت کے آگے آئینہ ہے شرمسار
کیوں نہ ہو پھر آپؐ کی صورت سے انسانوں کو پیار

میں گناہوں کی تلافی کے لئے اے مصطفیٰؐ
کر رہا ہوں آپؐ کے قدموں میں اپنی جاں نثار

ماسوائے آپؐ کی رحمت کے اس دنیا میں اور
کوئی ہمدم ہے نہ ساتھی ہے نہ کوئی غمگسار

گا رہا ہوں دل محمدؐ کے ترانے صبح و شام
وہ ترانہ جس ترانے کا نہ پایا کوئی ساز

کاش یہ توفیق دیں حضرت محمدؐ اے رؔوی
نعت روزانہ لکھوں میں اور گاؤں بار بار

☆ ☆ ☆

☆ ا بساطِ فکر، ص ۱۰۶

رویندر جین

آپؐ کی شان عجب شان رسولِ اکرمؐ
آپؐ اللہ کے مہمان رسولِ اکرمؐ

روز اول کے ہیں عنوان رسولِ اکرمؐ
اور محشر کے ہیں سلطان رسولِ اکرمؐ

آپؐ تکمیلِ مساوات امین و صادق
آپؐ ہیں افضل الانسان رسولِ اکرمؐ

آپؐ کے ماننے والوں میں ضروری تو نہیں
صرف شامل ہوں مسلمان رسولِ اکرمؐ

آپؐ ہی کی تو بدولت ہے میسّر ہم کو
وہ جسے کہتے ہیں قرآن رسولِ اکرمؐ

آپؐ اکرام ہی اکرام عطائے اوّل
آپؐ احسان ہی احسان رسولِ اکرمؐ

آپؐ کا ذکر ہے وہ ذکر کہ جس کو سن کر
پختہ ہو جاتا ہے ایمان رسولِ اکرمؐ

☆ ☆ ☆

ریکھا، کماری ریکھا شرما

اردو غزل کی ممتاز شاعرہ کماری ریکھا شرما سہارنپور میں مقیم ہیں۔ آپ اپنے والد کی بڑی صاحبزادی ہیں۔ برہمن خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔ خوبصورت ترنم میں اپنا کلام پیش کرتی ہیں۔ یورپ اور مشرقِ وسطیٰ میں بھی مشاعرے پڑھ چکی ہیں۔ سہانپور سے شائع ہونے والے پندرہ روزہ "ریکھا درپن" کی ایڈیٹر ہیں جو ہندی رسم الخط میں اردو کا پرچہ ہے۔

دیکھ ایسے نہ فکرِ دنیا کر کچھ مدینے کی بھی تمنّا کر
دل رسولِؐ خدا تیرے قرباں اپنے بیمار غم کو اچھا کر
عکس آ جائے گا نظر انؐ کا آئینہ بار بار دیکھا کر
جن کو کہتے ہیں سرورِ عالمؐ انؐ کے دربار کی تمنّا کر
نور سے اپنے اے رسولِؐ خدا میرے گھر میں بھی کچھ اجالا کر
میں ہوں داسی رسولِ اکرمؐ کی مجھ کو یوں نہ زمانے، رسوا کر
تیری ریکھؔا کو بھی تمنّا ہے اپنی رحمت کا اس پہ سایا کر
☆۱

☆۱ بہ شکریہ ڈاکٹر شاہد الوری

زار دہلوی، پنڈت تربھون ناتھ زتشی

پنڈت تربھون ناتھ زتشی کشمیری خلف پنڈت پرتھی ناتھ کشمیری دہلی کے باشندے تھے۔ آپ کا سال پیدائش ۱۸۷۱ء ہے۔ حضرت داغ دہلوی (۱۸۳۱ - ۱۹۰۵ء) سے شرف تلمذ رکھتے تھے۔ انگریزی اور فارسی زبانوں پر عبور تھا۔ پروفیسر کی حیثیت سے شعبۂ تعلیم سے وابستہ رہے۔ ☆ ۱ پنڈت رتن موہن ناتھ خار دہلوی آپ کی یادگار ہیں۔ ۶ر اکتوبر ۱۹۶۵ء کو آپ کا انتقال ہوا۔

ہوئی خود حقیقت مختفی، تھی جلی لباسِ مجاز میں
نظر آئی جس کی ضیائے ضو جسد قریش حجاز میں
ہوا رونما، جلوہ ترا جو احد سرائے طراز میں
تو چھپائے احمدؐ پاک کے نہ چھپا ہے وہ میم و راز میں

وہی ذاتِ بابرکات تھی، بخدا سکونِ حیات تھی
وہ ربوبیت کی شمولیت تھی ادائے حلم طراز میں
وہی مصطفیؐ، وہی مجتبیٰ، وہی مبتدا، وہی منتہا
وہی سوز میں، وہی ساز میں، وہی ترک میں، وہی ناز میں
ید برتری دمِ بہتری سرِ مہتری دلِ سروری
تھی شکوہ ابنِ سبکتگین کی اس انکسار نیاز میں
یہ وکالتیں، یہ کفالتیں، یہ شفاعتیں، یہ ہدایتیں
ہیں روایتیں انہیں جو فقط ہیں رسولؐ پاک کی آز میں

وہ تھا جس طرح کا حقیقتاً کوئی سمجھا اس کو نہ من و عن
کہ اسیرِ کم نگہی تھے سب ہی طلسمِ شعبدہ باز میں
وہی عین حق، وہی حق حق، وہ ہمہ و باہمہ بے ہمہ
کہیں صاف صاف نہ رند کیوں نہیں قید منع جواز میں
ہوئے خار مسلم منتشر ہوئے زار موسن مختصر
ہیں امیدوار کہ پائیں بارِ حضورِ بندہ نواز میں

☆ ۲

☆ ☆ ☆

☆ ۱ موجِ گنگ جوہر دیوبندی۔ ص ۱۸۳

☆ ۲ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام، ص ۲۸، ۲۹

زخمی، منشی راج بہادر

آپ کا وطن قصبہ کاکوری ضلع لکھنؤ ہے۔ زخمی صاحب کو حضرت طاؔہر فرخ آبادی سے شرفِ تلمذ حاصل تھا۔

راہ پر آئے یہ برگشتہ مقدر اپنا
حرم پاک کے ہو گرد جو چکرؔ اپنا

یا نبیؐ سنبلِ گلزارِ جناں کو بھولے
تم سونگھا دو جسے گیسوئے معنبر اپنا

محو آئینہ رخسارِ محمدؐ ہیں ہم
ہفت کشور میں نصیبا ہے سکندر اپنا

جام بھر کر ہمیں یا ساقی کوثرؐ دینا
ہو گذر حشر میں جس دم لبِ کوثر اپنا

لب شیرین محمدؐ کے جو لکھے اوصاف
شعر ہر ایک ہوا قند مکرر اپنا

کیوں نہ اعجازِ محمدؐ کے ہوں قائل اغیار
کر لیا ایک زمانہ کو مسخر اپنا

کیوں نہ مل جائے ہمیں منزلِ مقصد زخمیؔ
خضرِ جادۂ الفت ہے پیمبرؐ اپنا

☆۱

☆ ☆ ☆

درکِ ماہیت میں اس کے عقلِ انساں ہیچ ہے
ماعرفنا قول ہے اے دل رسول اللہؐ کا

حاسد کج فہم تیغ رشک سے بسمل ہوئے
مدح خواں جب سے ہوا زخمیؔ رسول اللہؐ کا

☆۲

☆ ☆ ☆

ماہنامہ "گلزارِ خلد" قنوج۔ اکتوبر ۱۸۸۵ء

☆۱ ماہنامہ "خاتونِ پاکستان" کراچی، رسولؐ نمبر ۸۳ ۱۳ھ ص ۳۲۹

☆۲ "موجِ گنگ" ص ۱۸۵ جوہر دیوبندی

زلفی، پنڈت درشن لال

اس شخص کی قسمت میں ہیں جنت کی فضائیں
جس شخص نے دامن کو ترے تھام لیا ہے

ظلمت کے اندھیروں میں کرن نور کی پھوٹی
اے شاہِ امم جب بھی ترا نام لیا ہے

☆ ☆ ☆

زیب بریلوی، ماتا پرشاد

ڈاکٹر ماتا پرشاد تقریباً" ۱۹۱۰ء میں پیدا ہوئے۔ اردو اور فارسی کی تعلیم مولوی سید قاسم علی نقوی خواہاں بریلوی (۱۸۴۹ء - ۱۹۳۸ء) اور مفتی حبیب الحسن عثمانی احسن بریلوی سے حاصل کی۔ مفتی صاحب کی رہنمائی میں شاعری شروع کی۔ اپنے عزیز بابو من موہن لال شمیم بریلوی (م ۱۹۶۰ء) کے مشورے سے حضرت سیماب اکبر آبادی کے شاگرد ہوئے۔ آپ کا مجموعہ کلام "نگار خانے" ۱۹۶۶ء میں شائع ہو چکا ہے۔ ☆ ۱

آرزو گنبد خضرا کی ضیا بار تو ہے
زندگی جنّتِ طیبہ کی طلب گار تو ہے

باعثِ فخر ہے عرفانِ عقیدت مندی
جذبۂ دل میں مرے عظمت سرکار تو ہے

غم نہیں راحتِ دنیا جو میسّر نہ ہوئی
زندگی تیرے تصوّر سے سکوں بار تو ہے

دید سے تیری منوّر نہیں آنکھیں لیکن
نور سے قلب مرا مخزنِ انوار تو ہے

میرے جذبات میں ہے نعت رسولِ عربیؐ
زیبؔ آہنگ نہیں، ساز میں جھنکار تو ہے

☆ ☆ ☆

☆ ۱ تاریخ شعراء روہیلکھنڈ، جلد دوم ص ۱۳۲۳

زیبؔ، راجہ چھٹولال

انسان سے کیا طے ہو رہِ نعتِ پیمبرؐ
چلنا جہاں مشکل ہو فرشتوں کی زباں کا

☆ ☆ ☆

زیبا، پنڈت برج موہن

پنڈت برج موہن لال خلف پنڈت نرجن ناتھ نسلاً" کشمیری ہیں۔ ۱۸۸۰ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے کرسچئین کالج لاہور سے ایم۔ اے کا امتحان پاس کیا اور محکمہ تعلیم میں ملازمت قبول کی۔ بعد ازاں ہندو سبھا ہائی اسکول کے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ ☆ ۱

گلزارِ وحدت حضرت محمدؐ انوارِ رحمت حضرت محمدؐ
اللہ روحِ کون و مکاں ہے روحِ نبوّت حضرت محمدؐ
نقش دوئی کو مٹا کر ہی اٹھے مشتاقِ وحدت حضرت محمدؐ
کہتے تھے ہمسائے سے کر محبت تھے نیک نیّت حضرت محمدؐ

ہے دل میں حسرت زیبا تو یہ ہے
دکھلائیں صورت حضرت محمدؐ

☆ ۲

☆ ☆ ☆

☆ ۱ موجِ گنگ، جوہر دیوبندی ص ۱۸۷

☆ ۲ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام ص ۱۳۸ فانی مراد آبادی

ساحر امرتسری، آر۔ ایل۔ بخشی

نظر جلوہ جو آیا بے حجابانہ محمدؐ کا
بنایا بیخودی نے ہم کو دیوانہ محمدؐ کا

اسی شیشے میں آتے ہیں نظر جلوے حقیقت کے
مئے وحدت سے ہے لبریز پیمانہ محمدؐ کا

تمنا حجِ اکبر کی یہاں تک کھینچ لائی ہے
کہاں جائے درِ کعبہ سے دیوانہ محمدؐ کا

خدا سے جب ملا دیتی ہیں مجھ کو مستیاں اس کی
نہ رکھ لوں کس لئے آنکھوں پہ میخانہ محمدؐ کا

رہِ عشقِ نبیؐ میں بے نیازِ ہوش ہو جاؤں
بنایا ہے اسی حسرت نے دیوانہ محمدؐ کا

منور ہو ضیائے عارضِ پرنور سے دم میں
دلِ تاریک بن جائے جو کاشانہ محمدؐ کا

دل جاں، دین و ایماں، یہ تو سب کچھ دیدیئے ساحر
بتا میں اور کیا لے جاؤں نذرانہ محمدؐ کا

☆ ☆ ☆

ساحر دہلوی، پنڈت امرناتھ

پنڈت امرناتھ مدن خلف رائے بہادر جانکی ناتھ مدن رئیس بریلی، ولادت ۲۹ مارچ ۱۸۶۳ء بمقام رائے بریلی۔ آپ کو پرشاد رام رازداں سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ فارسی کلام عبدالحلیم عاصم کاشانی کو دکھاتے تھے۔ بہت سی کتب کے مترجم، مولف اور مصنف ہوئے ہیں۔ ۱۱ ستمبر ۱۹۴۲ء میں دلی میں دارِ فانی سے رخصت ہوئے۔ ☆ ۱

سحرِ ساحر، ترجمہ وشنو پران، ترجمہ گیتا فارسی مترجمہ فیضی آپ کی تصنیفات ہیں۔ ☆ ۲

نورِ قدم عجب تری شانِ جلال ہے
آئینہ دار کیف، و کم اہل و حال ہے
زلفِ حدوث زینتِ روئے جلال ہے
خورشید و ماہ کسوتِ حسن و جمال ہے

کونین جلوہ گاہ تیری بے مثال ہے
رنگِ شہود زیبِ جمال و کمال ہے

دورِ زمانہ صورتِ ماضی و حال ہے
وہ بعد انفعال یہ قرب وصال ہے
عالم ظہورِ حسن، خیال و مثال ہے
آدم نمود صفتِ کلکِ کمال ہے

زیبائے روشنان فلک کا لباس نور
تارے لباس حسن ملائک پہ دال ہے

انسان مشتِ خاک سے پیدا ہوا ولے
تیرے کرم سے عشق کی زندہ مثال ہے
مخلوق پر شرف اسے حاصل ازل سے ہے
وہ صاحبِ جلال و جمال و کمال ہے

ہے خلقتِ بشر میں یہ رازِ خفی مرا!
کوئی نبی تو کوئی ولی حسبِ حال ہے

حاصل جنہیں نبوت و قربت ہے ان میں ایک
تیرا حبیب ہے کہ وہ گودڑ کا لال ہے
ساحر خموش، وہ سرِّ خفی برملا نہ ہو
طولِ سخن مناظرۂ قیل و قال ہے
☆ ۳

☆ ☆ ☆

مرا قلب مطلعِ نور ہے کہ حرم میں جلوۂ یار ہے
دل و دیدہ محوِ نظارہ ہیں کہ نہ گرد ہے، نہ غبار ہے
ترے جلوؤں کا تری رحمتوں کا حساب ہے نہ شمار ہے
کہ صفات کون و مکان کی تری ذات دار و مدار ہے
تو نہاں ہے قلبِ صفات میں تو عیاں ہے جلوۂ ذات میں
تو وہ نور پاک علیم ہے جسے اپنے سایہ سے عار ہے
جو فدا ہوا ترے نام پر جو فنا ہوا ترے عشق میں
اسے تو نے اپنا بنا لیا کہ ترا یہی قول و قرار ہے
جو نہ حرف و صوت میں آسکے جو دو کون میں نہ سما سکے
رگِ جان ساحر خستہ میں وہ مکین لیل و نہار ہے
☆ ۴

☆ ☆ ☆

☆ ۱ موجِ گنگ ص ۱۸۸
تذکرہ ماہ و سال ص ۱۸۲
☆ ۲ نقوش، غزل نمبر، اکتوبر ۱۹۸۵ء، ص ۶۵۱
☆ ۳ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام، ص ۱۲۳، فانی مرادآبادی
☆ ۴ اوج، نعت نمبر، حصہ دوم، ص ۶۹۲

ساحرسنامی، تیجونت رائے

تج ونت رائے خلف جناب بھگوت رائے بہار، سنام ضلع سنگرور کے باشندے تھے۔ سنِ ولادت ۱۹۱۴ء ہے۔ ایم۔ اے تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد تحصیلداری کے عہدے پر فائز رہ کر سبکدوش ہوئے۔ حضرت جوش ملسیانی (۱۸۸۲۔۱۹۷۶ء) کے شاگرد تھے۔ آپ کی تصانیف میں تیرونشتر، پیامِ وطن، بہارستان اور گلِ صد رنگ شامل ہیں۔ اپنے دور کے مشہور انشاپرداز تھے۔ ☆ ۱ کلیات برہمن ساحرسنامی کی مشہور تصنیف ہے۔

اے نغمہ سرا بلبلِ بستانِ مدینہ — اے باعثِ صد فخرِ جہاں، شانِ مدینہ
اے رنگِ وفا زینتِ ایوانِ مدینہ — اے موجبِ صد شانِ وطن جانِ مدینہ

کہتے ہیں تجھے اہلِ نظر جان مدینہ

تو نورِ صداقت کا تھا دنیا میں علمدار — کرتا تھا ہمیں بادۂ عرفاں سے تو سرشار
ایمان کا رہبر تھا تو اے پیکرِ انوار — تو تھا نہ کسی سے نہ کوئی تجھ سے تھا بیزار

کہتے ہیں تجھے شمعِ شبستانِ مدینہ

بادل کی گرج میں ہوں مسرت کی صدائیں — ہوں نغمۂ توحید سے معمور فضائیں
آمد کا تیرے مژدۂ جاں بخش سنائیں — اک کیف میں ڈوبی ہوئی سرمست ہوائیں

روشن ہو تیرے نور سے ایوانِ مدینہ

میرے دلِ مضطر کی فقط اب یہ صدا ہے — لب پہ میرے اب اک یہ دعا صبح و مسا ہے
اب کوئی دعا ہے تو یہی میری دعا ہے — کانوں میں گلوں کے بھی یہی کہتی صبا ہے

ہو روح مری بلبلِ بستانِ مدینہ

ہر ذرّہ کو پھر رشکِ سرِ طور بنا دے — ہاں طالب دیدار کو پھر جلوہ دکھا دے
پھر آکے دل آویز کوئی نغمہ سنا دے — آ۔اور خلش پھر دلِ ساحرؔ کی مٹا دے

اے نغمہ سرا بلبلِ بستان مدینہ

☆ ۲

☆ ☆ ☆

☆ ۱ نغمہ ناقوس، جوہر دیوبندی، ص ۱۵۴

☆ ۲ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام ص ۹۱ فانی مراد آبادی

ساحر، لالہ مدن لال

بیاں کیا ہو جنابِ مصطفیٰ کا　　یہاں دم بند ہے عقلِ رسا کا
نہیں ہے خوف کچھ روزِ جزا کا　　وسیلہ ہے مجھے خیرالوریٰ کا
نظر جب آگئے گیسوئے مشکیں　　کھچا آنکھوں میں نقشہ والضحیٰ کا
ہوئی ہے شان میں واللّیل نازل　　یہ ہے وصف آپ کی زلفِ دوتا کا
رکھے بندہ فقط مولا پہ تکیہ!　　یہی مطلب ہے تسلیم و رضا کا
مدینے کی زمیں ہو اور ساحرؔ　　در والا پہ ہو مسکن گدا کا
☆ ۱

☆ ☆ ☆

☆ ۱ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام، ص ۱۵۹

ساحر ہوشیارپوری، اوم پرکاش

عین صداقت نام ترا　　اصل محبت نام ترا
ترے جلوے لاتعداد　　نورِ وحدت نام ترا

ہوشیارپور کے ایک علمی خاندان کے فرد جناب لکھی رام اوہری کا شمار اپنے دور کی مدبر شخصیتوں میں ہوتا تھا، انہیں کے گھر ۱۰ ر فروری ۱۹۱۳ء کو ادبی دنیا کی ایک اہم شخصیت اوم پرکاش نے جنم لیا جو ساحر ہوشیارپوری کے نام سے مشہور ہوئی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم ہوشیارپور اور پھر لاہور میں حاصل کی۔

تقسیم ملک کے بعد آپ نے کانپور میں سکونت اختیار کی اور اپنی تجارتی مصروفیات کے ساتھ شعروشاعری کو بھی جاری رکھا۔ یہ ذوق زمانہ طالب علمی سے ہی تھا۔ آپ نے کانپور سے ایک ماہنامہ "چندن" جاری کیا جسے مقبولیت حاصل ہوئی۔ آپ نے ہوشیارپور سے ماہنامہ "کیلاش" اور ۱۹۵۰ء میں قیام دہلی کے دوران "ماہ نو" بھی جاری کیا۔

جناب ساحر ہوشیارپوری کا تعلق دبستان داغ سے ہے۔ ابوالفصاحت حضرت جوش ملسیانی (۱۸۸۲ - ۱۹۷۶) کے ارشد تلامذہ میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ اپنے وطن کی بہت سی انجمنوں کے بانی اور سرپرست رہے۔ قومی اور ریاستی، سرکاری اور غیرسرکاری ادبی تنظیموں کے آپ روح رواں رہے۔ ٹی وی، ریڈیو اور ابلاغ عامہ کے دوسرے ذرائع سے آپ کے انٹرویوز قارئین ادب تک پہنچے۔ متعدد اعزازات و انعامات کے علاوہ موصوف کو "ممتاز الشعراء" کا خطاب بھی مل چکا ہے۔

پدم شری علی جواد زیدی نے جناب ساحر ہوشیارپوری کے بارے میں اپنے علمی تاثرات ان جملوں میں پیش کئے ہیں۔ "گذشتہ پانچ دہائیوں میں ساحر صاحب کے ذوق شعری نے بلندیوں کا سفر طے کیا ہے اور ہمیں اچھے ادب پارے دئے ہیں۔ ساحر ان چند ہستیوں میں ہیں جو آج بھی غزل کے روایتی عناصر کو جدید ترین رجحانات میں خوبصورتی سے سمو کر ہمیں حسین تازگی اور دل آویز نغمگی سے روشناس کراتے ہیں۔ انہیں فن اور زبان پر قدرت حاصل ہے اور وہ غزل کے سچے مزاج داں ہیں۔" ☆ ۱

آپ کی تصانیف میں "مہاویر مہیما" (۱۹۳۹ء) - "سحرِ غزل" (۱۹۵۹ء)- "سحرِ نغمہ" (۱۹۷۰ء)- "جلترنگ" (۱۹۷۵ء) اور "سحرِ حرف" (۱۹۸۲ء) سے قارئین مستفیض ہو چکے ہیں۔

ساحر ہوشیارپوری ۱۲ ر اگست ۱۹۹۴ء کو رخصت ہوئے۔

ذکر ہے ان میں جنابِ احمدِ مختارؐ کا ہے زمانے بھر میں شہرہ اب مرے اشعار کا
ہے مرے دل میں تصوّر احمدِ مختارؐ کا جسمِ خاکی میں نہاں اک مخزنِ تنویر ہے
ہے مری آنکھوں میں جلوہ سیدِ ابرارؐ کا اک زمانہ تک رہا ہے مجھ کو کس تعظیم سے
یہ بھی تھا اک معجزہ اخلاق کی تلوار کا قاتلوں نے بھی جھکایا آپ کے قدموں پہ سر
مل گیا جس کو خزانہ آپؐ کے دیدار کا دولتِ دنیا کی اس زردار کو خواہش نہیں

☆ ۲

☆ ☆ ☆

ترے نام سے ابتداء ہو رہی ہے تری یاد پر انتہا ہو رہی ہے
زباں پاک، مسرور دل، آنکھ روشن جمالِ نبیؐ کی ثنا ہو رہی ہے
فدا ہو رہا ہے خدا خود نبیؐ پر نبیؐ پر خدائی فدا ہو رہی ہے
جبینِ جہاں آستانِ محمدؐ عقیدت کی یہ انتہا ہو رہی ہے
مرا سر ہے پائے پیمبرؐ پہ ساحرؔ نمازِ ارادت ادا ہو رہی ہے

☆ ۳

☆ ☆ ☆

سارا عالم آئینہ ہے آپؐ کے انوار کا سارا عالم ہے منوّر آپؐ کے انوار سے
ہے شبِ معراج ثمرہ آپؐ کے دیدار کا خواہشِ دیدار خود اللہ کو پیدا ہوئی
کس قدر اونچا ہے رتبہ آپؐ کے دربار کا ہے فرشتوں کو تمنا اس کی دربانی کریں
اپنے آقاؐ، اپنے مولا، احمدِ مختارؐ کا معجزے سے کم نہیں یہ بھی کہ ساحرؔ ہے غلام

☆ ۴

☆ ☆ ☆

جامِ صہبائے حقیقت پی کے پھر مستانہ بن
تو محمد مصطفیٰؐ کی یاد میں دیوانہ بن

جذب کرلے دل میں اتنی مے کہ بس پیمانہ بن
عشق اتنا ہو کہ پیمانے سے خود میخانہ بن

نورِ وحدت، پیکرِ تنویرِ عرفاں ہے وہی
اے حقیقت کوش تو اس شمع کا پروانہ بن

اس شہِ کونینؐ کی الفت میں خود کو بھول جا
گر اسے دیوانگی کہتے ہیں، تو دیوانہ بن

عشقِ احمدؐ میں فنا ہو جا عبادت ہے یہی
عشق کرنا ہے حقیقت میں خود افسانہ بن

روضۂ انور پہ ساحر سرنگوں ہو اس طرح
خود فنا ہو کر مجسّم سجدۂ شکرانہ بن
☆ ۵

☆ ☆ ☆

نیک سیرت، نیک فطرت، نیک خو ست
عاشقِ احمدؐ را بس ایں گفتگو ست

من کنم چوں امتیازِ صبح و شام
پرتوِ روئے محمدؐ چار سو ست

پیش از آں من خاک بشوم اے رسولؐ
آستانِ خاکِ بطحا آرزو ست

عشق احمدؐ را بیاں بکنم چہ طور
دل بہ دل، سینہ بہ سینہ، مو بہ مو ست

چشمۂ فیضانِ احمدؐ در جہاں
سُو بہ سُو، گوشہ بہ گوشہ، کو بہ کو ست

ساحرِ ناشاد از عفو تو شاد
وز ہمہ عصیانِ عالم سرخرو ست

☆ ۲

☆ ☆ ☆

فدائے چشم و رخسارِ محمدؐ
دلِ مومن طلب گارِ محمدؐ

نہ گنجد ہیچ ارماں در دلِ من
بجز ارمانِ دیدارِ محمدؐ

بیا مومن بہ ایں دربارِ دُربار
کہ دُربار است دربارِ محمدؐ

چہ روز و شب، چہ صبح و شام، ہر دم
بہ رونق ہست بازارِ محمدؐ

کجا تیغِ ہلالِ چرخِ گرداں
کجا ابروئے خم دارِ محمدؐ

دمِ عیسیٰ ہوائے کوئے حضرت
فضائے خلد گلزارِ محمدؐ

بہ لوحِ قلب و جانِ ہر دو عالم
منقش ہست ایثارِ محمدؐ

محمدؐ خود خدا را دل ربائے
خدا محبوب و دل دارِ محمدؐ

شریعت داں، طریقت کوشِ اعظم
حقیقت بیں پرستارِ محمدؐ

ملائک از فلک گفتند تحسیں
چو ساحر گفت اشعارِ محمدؐ
۷ ☆

☆ ☆ ☆

☆ ۱ "بساطِ فکر" مرتب ناشر نقوی، ص ۱۰
☆ ۲ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام، فانی مراد آبادی ص ۱۶۴
☆ ۳ بساطِ فکر، مرتب ناشر نقوی ص ۱۲۲
☆ ۴ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام، فانی مراد آبادی ص ۴۶
☆ ۵ بشکریہ محترم ساحر ہوشیار پوری
☆ ۶ بشکریہ محترم ساحر ہوشیار پوری
☆ ۷ بشکریہ محترم ساحر ہوشیار پوری



مشربہ ام ابراہیمؓ (حضرت ماریہ قبطیہؓ) عوالی میں مسجد ابراہیم ابن محمدؐ کے آثار

ساز فرخ آبادی، کرشن مراری

کرشن مراری کانستھ قوم کی سکسینہ شاخ سے تعلق رکھتے ہیں۔ فرخ آباد کے رہنے والے ہیں۔ آپ کا نعتیہ کلام ہفت روزہ "میرٹھ میلہ" میرٹھ میں شائع ہوا ہے۔ دو بند ملاحظہ فرمایئے۔

ہوئی ہے جنؐ پہ رسالت تمام آتے ہیں جو لے کے ساتھ مکمل نظام آتے ہیں
وہ جنؐ کے نور کو سجدہ کیا فرشتوں نے بہ عزّ و جاہ بصد احترام آتے ہیں
حضورؐ لے کے خدا کا پیام آتے ہیں

انہیؐ کی ذات حقیقت نما و لاثانی انہیؐ سے ہے رخِ انسانیت پہ تابانی
انہیؐ کے نام سے دامن کشا ہے تاریکی یہیؐ ہیں محفلِ یزداں کی شمع لاثانی
یہیؐ رسولوں کے بن کر امام آتے ہیں
☆۱

☆۱ ہفت روزہ "میرٹھ میلہ" میرٹھ، ص ۳۔ ۱۴ر اگست ۱۹۹۵ء

ساقی دہلوی' پنڈت جواہر ناتھ

پنڈت جواہر ناتھ کشمیری خلف پنڈت برج ناتھ دہلی کے باشندے تھے۔ ۱۸۶۴ء میں پیدا ہوئے۔ پنڈت امرناتھ آشفتہ دہلوی سے اردو اور میر شاجہاں کامل سے فارسی میں اصلاح لیتے تھے۔ ۱۹۱۶ء میں راہی ملک عدم ہوئے۔ ☆۱

اردو کے سب سے پہلے رسول' نمبر میں پنڈت جواہر ناتھ کی ایک نعتیہ نظم "برزخ رسول" شائع ہوئی۔ یہ ماہنامہ "نظام المشائخ" دہلی کا فروری مارچ ۱۹۱۱ء کا مشترکہ شمارہ ہے اور ایک سو ساٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا ایک نسخہ عابد حسین شاہ کی قائم کردہ بہاؤ الدین ذکریا' لائبریری چھمبی' تحصیل چواسیدن شاہ ضلع چکوال میں موجود ہے۔ فی الوقت نمونۂ نعت دستیاب نہیں ہے۔ ☆۲

☆۱ موجِ گنگ ص ۱۸۹

☆۲ ماہنامہ نعت' لاہور' نومبر ۱۹۹۵ء' ص ۳۳۴

ساقی، منشی شنکر لال

مرا ہر لفظ نعت احمدیؐ سے در یکتا ہے
لکھا جو دائرہ ہے وہ مہ کامل کا ہالا ہے

جناب خوب چند کے صاحبزادے اور منشی ہرگوپال سہائے تفتہ (۱۷۹۹ء۔ ۱۸۷۹ء) کے چچازاد بھائی منشی شنکر لال ساقی ۱۰ر دسمبر ۱۸۲۰ء کو سکندر آباد میں پیدا ہوئے۔ آپ قوم کے کائستھ بھٹناگر تھے۔ سہارنپور کی ایک عدالت میں پیش کاری کی خدمت پر مامور تھے۔ منشی بال مکند بے صبر (۱۸۲۰ء۔ ۱۸۹۰ء) کو اپنا کلام دکھاتے تھے لیکن زیادہ فیض غالب اور تفتہ سے پایا۔ خود کہتے ہیں۔

رغبت نہیں کلام سے اردو کے ساقیا
ہوں لینے والا غالب و تفتہ کے نام کا

آپ نے اپنے دور کے ممتاز شعراء غالب، مومن، ذوق اور بہادر شاہ ظفر وغیرہ کے ساتھ مشاعرے پڑھے۔ منشی شنکر لال ساقی کی دو کتابیں ایک کریما شیخ سعدیؒ کا ترجمہ بھاشا نظم میں اور دوسری "انتخابِ کلیات" شائع ہو چکی ہیں۔ اردو اور فارسی کے دو دیوان اور ایک رمائن بطرز بھجن غیر مطبوعہ ہیں۔ آپ نے فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں نعت کہی ہے۔ "اردو میں نعتیہ شاعری" کے مصنف نے آپ کی نعتیہ شاعری کے بارے میں لکھا ہے۔ "ساقی کے کلام میں داخلی جذبات سے زیادہ وصفِ محمدیؐ کے مضامین پائے جاتے ہیں۔" ☆ ۱

رسول مکرمؐ سے گہری عقیدت رکھنے والے منشی شنکر لال ساقی اپنی سترویں سالگرہ کے دن یعنی ۱۰ر دسمبر ۱۸۹۰ء کو اس جہانِ فانی سے رخصت ہوئے۔

جب مئے عشق نبیؐ سے مجھے مستی ہوگی　　بیخودی ہوگی بلندی نہ یہ پستی ہوگی
بزم عشاق میں جب بادہ پرستی ہوگی　　یاد میں ساقیؐ کوثر ہی کی ہستی ہوگی
جیتے جی روضہ اقدس کو نہ آنکھوں دیکھا　　روح جنت میں بھی ہوگی تو ترستی ہوگی
میں اگر خاک نشین درِ احمدؐ ہوں گا　　رفعتِ عرش کی ہمسر مری پستی ہوگی
عاشقِ زار محمدؐ میں ہوا پیری میں　　ہستی خضر سے کیا کم مری ہستی ہوگی
سرورِ دیں کی ملی دولت دیدار جسے　　پاس اس کے نہ پھٹکتی تہی دستی ہوگی

پی گیا بھر کے جو جامِ مئے عشق احمدؐ اس کی مستی کو نہ ہرگز کبھی پستی ہوگی

کچھ غرض جنت و دوزخ سے نہیں ہے ساقیؔ
ان کے مستوں کے لئے اور ہی بستی ہوگی

☆ ۲

☆ ☆ ☆

تھی شب معراج میں سارے فلک پر چاندنی نورِ محبوبؐ خدا سے تھی منور چاندنی

عرش و کرسی پر کہاں تھا ماہ کا نام و نشاں روئے احمدؐ چاند تھا تھی اس سے یکسر چاندنی

کھل گئی جاتے ہوئے جب کاکل عنبر فشاں ہوگئی فیضانِ نکہت سے معطّر چاندنی

کیا کہوں جلوہ تھا کیا صلِّ علیٰؐ صلِّ علیٰؐ رہ گئی تھی دیکھ کر حیران و ششدر چاندنی

ساقیاؔ جس جا کہیں جاتے ہوئے ٹھہرا براق
بن گئے قندیل تارے فرش چادر چاندنی

☆ ۳

☆ ☆ ☆

آپ کو دیکھا ملک بولے کہ ہاں یہ ہی تو ہیں
احمد مرسلؐ شہہِ شاہنشاہاں یہ ہی تو ہیں

ہے نزول آیت لولاک جن کی شان میں
باعث ایجاد وہ جانِ جہاں یہ ہی تو ہیں

تھا شبِ معراج نبیوں کی زباں پر برملا
پیشوا و سرورِ پیغمبراں یہ ہی تو ہیں

کر کے سایہ حشر میں امت پہ فرمائیں گے آپؐ
بخشدے یارب میرے وابستگاں یہ ہی تو ہیں

نام احمدؐ پر فدا کیونکر دل ساقیؔ نہ ہو
مالک ارض و سماء، کون و مکاں یہ ہی تو ہیں

☆ ۴

جلوہ گر تھا نورِ شاہِ دوجہاں قندیل میں   حق نے نورانی بنایا تھا مکاں قندیل میں
آیت لولاک سے ظاہر تھی عظمت آپؐ کی   سب سے پہلے تھا یہی نورِ نہاں قندیل میں
آدم و حوا، نبی اور اولیاء کا حال سب   آپؐ کو معلوم ہوتا تھا وہاں قندیل میں
جو اترتے تھے صحیفے حال ان کا من و عن   آپؐ پر اللہ کرتا تھا عیاں قندیل میں

مصلحت کچھ تھی خدا کی ورنہ یہ نورِ عظیم
یوں بھلا ساقیؔ سمائے تھا کہاں قندیل میں
☆ ۵

☆ ☆ ☆

ایں بوئے خوش کہ مشک ختن یافت در جہاں
یہ شمہ از عطیہ بوئے محمدؐ است

در دیرہم قبول تواں شد نماز من
گر روئے دل صدق بسوئے محمدؐ است

ساقیؔ اگر جامہ ہندی است برتنم
خاکم مگر ز یثرب و کوئے محمدؐ است
☆ ۶

☆ ☆ ☆

☆ ۱ اردو میں نعتیہ شاعری، ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق، ص ۲۷۸
☆ ۲ اذانِ بت کدہ، محمد الدین فوق، مطبوعہ ۱۹۳۴ء ص ۳۵
☆ ۳ اردو میں نعتیہ شاعری، ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق، ص ۲۷۸، ۲۷۹
☆ ۴ بشکریہ سید اختر الاسلام، میرٹھ
☆ ۵ بشکریہ سید اختر اسلام، میرٹھ
☆ ۶ اردو شاعری میں نعت، حصہ دوم، ص ۲۳۸

سالک، سالک رام

سالک رام خلف منشی لکھپت لال قوم کے کائستھ تھے۔ قصبہ گروار ضلع بلیا کے باشندے تھے۔ آپ کا سال ولادت ۱۸۶۱ء ہے۔ جناب شمشاد لکھنوی (۱۸۴۹ء - ۱۹۱۷ء) کے حلقۂ تلامذہ میں شامل تھے۔ ☆ ۱ اپنے وطن میں ہی ۱۹۳۴ء میں وفات پائی۔

نہ کیوں مائل ہو دل سوئے محمدؐ
کہ دلکش ہے بہت خوئے محمدؐ

مشامِ جانِ عاشق ہو معطّر
جو پھیلے بوئے گیسوئے محمدؐ

زلیخا کی طرح یوسفؑ ہوں بیتاب
جو دیکھیں خواب میں روئے محمدؐ

پئے بخشائشِ امّت ہیں سرگرم
عجب بے مثل ہے خوئے محمدؐ

تمنا ہے کہ بعدِ مرگ سالکؔ
مرا مدفن بنے کوئے محمدؐ

☆ ۲

☆ ☆ ☆

لے لے گی مری جان تمنائے مدینہ
مدّت سے ہے اب وردِ زباں ہائے مدینہ

کیونکر نہ دل و جان سے مجھے بھائے مدینہ
آنکھوں میں بسا ہے میرے مولائے مدینہ

ہر داغِ جگر میں ہے گلِ خلد کی خوشبو
جیسے ہے میرے دل میں تمنائے مدینہ

عقل و خرد و ہوش ہوں وارفتۂ وحشت
دکھلائے جنوں مجھ کو جو صحرائے مدینہ

کونین کی چیزوں میں مجھے کچھ نہیں بھاتا
جس دن سے میرے سر میں ہے سودائے مدینہ

جنت کی ہوس خلد کی خواہش نہ رہے پھر اک بار جو قسمت مجھے دکھلائے مدینہ

ہے تنگ بہت تیرگیٔ جہل سے مولا کس طرح رہے ہند میں شیدائے مدینہ

حورانِ بہشتی سے وہ کیا آنکھ لڑائے بھا جائے جسے شاہدِ زیبائے مدینہ

چھپ جائیں مہ و مہر ابھی ابر کے اندر برق اپنی تجلی کی جو چمکائے مدینہ

ہو جائیں زلیخا کی طرح حضرتِ یوسفؑ دیکھیں جو کہیں دلبرِ رعنائے مدینہ

سرمہ کی طرح آنکھوں میں سالک میں لگالوں
ہاتھ آئے جو خاکِ درِ مولائے مدینہ

☆ ۳

☆ ☆ ☆

☆ ۱ موجِ گنگ، جوہر دیوبندی، ص ۱۹۰

☆ ۲ ماہنامہ "نعت" لاہور ص ۱۱۸ اگست ۱۹۸۸ء

☆ ۳ ہندو شعراء دربار رسولؐ میں، محمد محفوظ الرحمٰن
ماہنامہ "کیلاش" ہوشیار پور، ص ۱۲۳ اگست ۱۹۴۰ء

ساگر نکودری، بلونت کمار

پنجاب کے ضلع جالندھر کے قصبہ نکودر کے رہنے والے تھے۔ سارو لال کے فرزند تھے اور ۲۴ر دسمبر ۱۹۱۲ء کو آپ کی ولادت ہوئی تھی۔ ابتدائی تعلیم ہی حاصل کر سکے۔ گھڑی سازی کو بسر اوقات کا ذریعہ بنایا ہوا تھا۔ تحریک آزادی کے سلسلے میں دو تین بار جیل بھی گئے وہاں کے کتاب خانہ سے استفادہ کرتے رہے اور شعر گوئی کی طرف مائل ہو گئے۔ حضرت جوش ملسیانی کے حلقۂ تلامذہ میں شامل تھے۔ ۲۵ر فروری ۱۹۷۴ء کو حلق کے کینسر سے جان بحق ہوئے۔ ساگر نکودری نثر بھی لکھتے تھے۔ ان کی کوئی بھی کتاب ان کی زندگی میں شائع نہ ہو سکی۔ "مدّ و جزر" کے نام سے اردو کلام کا انتخاب ان کے انتقال کے بعد ۱۹۷۴ء میں منظرعام پر آیا۔ ☆ ۱ نعت بھی کہتے تھے اور شوق سے پڑھتے تھے۔

صدق دل سے جو ہیں غلامِ نبیؐ   رات دن لیتے ہیں وہ نامِ نبیؐ
عرش سے اونچا ہے مقامِ نبیؐ   کوئی ہم پایہ ہو تو کیونکر ہو
کر لیا نوش جس نے جامِ نبیؐ   کھل گئے اس پہ رازِ دوعالم
دل میں جب سے ہوا قیامِ نبیؐ   مثل شمس و قمر منور ہے
پھر بھی دل میں ہے احترامِ نبیؐ   گو میں ہوں بت پرست اے ساگر
☆ ۲

☆ ☆ ☆

☆ ۱ تذکرۂ معاصرین جلد سوم، ص ۶۰، ۶۱ مالک رام

☆ ۲ ماہنامہ "کیلاش" ہوشیارپور، ص ۲۲، اگست ۱۹۴۰ء

سامی جبلپوری، منشی مہادیو پرشاد

ماسٹر مہادیو پرشاد جبلپور کے رہنے والے تھے۔ سامی تخلص فرماتے تھے۔ آپ کو سرورِ کائنات ؐ سے مثالی محبت تھی۔ ۸ر فروری ۱۹۲۷ء کو بوقت مغرب ایک روشن ستارہ ٹوٹا۔ ٹوٹے ہوئے ستارے نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی "محمدؐ" کو صفحۂ فلک پر منکشف کیا۔ اس نورانی منظر کو متعدد شعراء نے مختلف انداز میں اشعار کا سہارا لے کر بیان کیا ہے۔ سامی نے بھی اس سلسلہ میں نعتیں کہیں۔ پہلی نظم میں ۴۲ ابیات ہیں اور عنوان "جذباتِ سامی" ہے۔ دوسری نظم "سرورِ کائنات" کے عنوان سے ہے اس میں ۲۶ اشعار ہیں۔ دو رباعیات اور دو نعتیں فارسی میں بھی ہیں جو اس واقعہ سے متاثر ہو کر کہی گئی ہیں۔

ڈاکٹر اسمٰعیل آزاد نے اسی حوالے سے آپ کی نعتیہ شاعری پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "یہ اشعار اس لئے بھی اہم اور وقیع ہیں کیونکہ ان میں مقامی اور عمومی رنگ بہت چوکھا ہے۔" ☆۱

عرش بریں پہ آج درخشاں وہ نور ہے
جس سے فروغ شمع سر کوہ طور ہے

•

تارے سے نامِ نامیٔ حضرت عیاں ہوا
یہ معجزہ حضورؐ کرامت ظہور ہے

یہ آنکھیں اور اس کا نظارہ زہے نصیب
دربارِ انبیاء میں جو صدر الصدور ہے

ہاں کیوں نہ ہو یہ نور ہے اس شاہ کا کہ جو
محبوبِ حق ہے شافعِ یوم النشور ہے

سلطانِ دیں کہ جن کے غلاموں کے واسطے
سب انتظام جنت و حور و قصور ہے

جنت کی سمت رخ نہ کروں آپ کے بغیر
حضرت کا ہوں گدا تو طبیعت غیور ہے

ممکن ہے مدح کس سے پھر اس ذات پاک کی
مدحت طراز جس کا خدائے غفور ہے

☆ ۱ اردو شاعری میں نعت، حصہ دوم، ص ۲۵۷، ۲۵۸، ڈاکٹر محمد اسمٰعیل آزاد

سحر، کنور مہیندر سنگھ بیدی

سکھ دھرم کے بانی بابا گرونانک کی سترہ ویں پشت کے مشہور شاعر حضرت کنور مہیندر سنگھ بیدی ہیں۔ آپ بابا ہردت سنگھ بیدی کی یادگار ہیں۔ پاکستان کے شہر ساہیوال سابقہ منٹگمری میں ۹ / مارچ ۱۹۰۹ء کو پیدا ہوئے۔ ۱۹۲۹ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے تاریخ اور فارسی میں بی۔ اے کی سند حاصل کرنے کے بعد ۱۹۳۴ء میں سرکاری ملازمت میں آئے۔ ۱۹۴۷ء میں آپ دلی کے سٹی مجسٹریٹ تھے۔ بیدی صاحب کئی شہروں میں ڈپٹی کمشنر بھی رہے۔ ۱۹۶۷ء میں اپنے فرائض سے سبکدوش ہوئے۔

محترم کنور مہیندر سنگھ بیدی سحر عصر حاضر کے ایک اہم شاعر ہی نہیں، شخصیت بھی ہیں۔ اپنی اعلیٰ انسانی صفات کے حوالے سے تمام طبقوں میں ہر دل عزیز ہیں۔ حضرت جوش ملیح آبادی (۱۸۹۴ - ۱۹۸۲ء) نے اپنی نظم "دعوتِ نظر" کے آخری شعر میں کنور صاحب کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا ہے۔

اگر نظارۂ خیر مجسّم کی تمنّا ہے
مہیندر سنگھ کو اے ناظرانِ دیدہ ور دیکھو

سحر صاحب کو مذہب سے گہرا لگاؤ ہے۔ انہوں نے انتہائی عقیدت سے نعت کہی ہے۔ بقول حضرت رئیس امروہوی مرحوم (۱۹۱۴ - ۱۹۸۸ء) "وہ اپنے جد بزرگ بابا گرونانک جی کی طرح ہمہ اوست کے ترجماں، ہمہ از اوست کے رازداں، وحدۃ الوجود کے مسلک پر عامل اور ہر مذہب وملت کے محب اور محبوب ہیں۔" ☆ ۱

کنور صاحب کا پہلا مجموعہ کلام "طلوعِ سحر" ۱۹۶۲ء میں شائع ہوا۔ "یادوں کا جشن" آپ کی ساڑھے چار سو صفحات پر مشتمل خودنوشت ہے جو ۱۹۸۴ء میں منظر عام پر آئی۔ ۱۹۸۶ء میں جناب کے۔ ایل۔ نارنگ ساقی (پ ۔ ۱۹۳۶ء) نے "ہمارے کنور صاحب" ترتیب دی جو جشن کنور مہیندر سنگھ بیدی کے موقع پر دہلی سے شائع ہوئی۔ ۲۸۸ صفحات کی اس کتاب میں برصغیر کے ممتاز ناقدین ادب کے خوبصورت مضامین شامل ہیں۔

فزوں ہوا شوق کا تقاضا، تڑپ رہی ہے ہر اک تمنا
چلو مدینے، چلو مدینے، یہ دل سے آواز آ رہی ہے

شہِ عربؐ کی عنایتوں کا سحر نہیں ہے کوئی ٹھکانا
مرے گناہوں کی بے پناہی ہزار مجھ کو ڈرا رہی ہے
☆ ۲

سلام

تصور بے پناہی میں ہو یکتا　　تخیل ہو سراسر عرش پیما
صدائیں نکلیں ساز تار جاں سے　　زمینِ شعر اترے آسماں سے
پھر اپنی روح سے کاغذ بناؤں　　قلم طوبٰی کی شاخوں سے منگاؤں
مدد لوں قلب کی ضوپاشیوں سے　　سجاؤں نو بہ نو نقاشیوں سے
وفورِ شوق میں پھر والہانہ　　کروں عرض سلامِ عاشقانہ
سلام اے رہبرِ عالم پناہ ہے　　بدنیا و بہ عقبٰی بادشا ہے!
سلام اے مظہرِ انوارِ ایزد　　سلام اے خلقتِ عالم کے مقصد
سلام اے ناخدائے کشتیٔ دیں　　سلام اے عشق را قانون و آئیں
سلام اے رہبر گم کردہ راہاں　　سلام اے ماحیٔ عیب و گناہاں
سلام اے معرفت کی مے کے ساقی　　سلام اے جلوۂ انوارِ باقی
سلام اے دل کے اندر بسنے والے　　سلام اے سب حسینوں سے نرالے
سلام اے درد پیدا کرنے والے　　سلام اے سب کو اپنا کرنے والے
سلام اے مونس اپنے غمزدوں کے　　سلام اے مالک اچھوں کے بُروں کے
سلام اے جنّتِ طیبہ کے باشی　　سلام اے غمزۂ جلوہ پاشی!
سلام اے صاحبِ جود و عطایا　　سلام اے سب کے مولیٰ، سب کے آقا
سلام اے کہنے والے فقرُ فخری　　سلام اے بیکسوں کے یار و حامی
ملے عزّ قبولیت کہ مولا　　یہ نذرانہ ہے اک عاجز سحؔر کا
☆ ۳

☆ ☆ ☆

یہ سینہ اور یہ دل دوسرا معلوم ہوتا ہے
کوئی پردوں میں دل کے آ چھپا معلوم ہوتا ہے

دلِ دیوانہ، یہ وقتِ دعا معلوم ہوتا ہے
حریمِ ناز کا پردہ اٹھا معلوم ہوتا ہے

مدینہ تک پہنچ جائے، پہنچ جائے تو مر جائے
یہی بیمارِ غم کا مدعا معلوم ہوتا ہے

کوئی منزل ہو، کوئی آستاں ہو، کوئی محفل ہو
وہ نورِ سرمدی ہی جابجا معلوم ہوتا ہے

وفورِ دردِ احساساتِ افسردہ، بتاؤں کیا
مجھے محسوس کیا ہوتا ہے کیا معلوم ہوتا ہے

سمٹ کر دو جہاں کی وسعتیں آئیں تخیّل میں
تصوّر سرورِ لولاکؐ کا معلوم ہوتا ہے

سحر کے لب بافراطِ ادب بیتابِ جنبش ہیں
سنو! صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ معلوم ہوتا ہے
☆ ۴

☆ ☆ ☆

بلندی پر اپنا نصیب آگیا ہے — درِ پاکِ مولا قریب آگیا ہے
زباں پر جو ذکرِ حبیبؐ آگیا ہے — مرا وقتِ بخشش قریب آگیا ہے
درِ شہ پہ خوش نصیب آگیا ہے — مقدّر سے موقع عجیب آگیا ہے
یہ کہہ کہہ کے دل کو سنبھالا ہے میں نے — ٹھہر جا - مدینہ قریب آگیا ہے
بھر آئے ہیں آنکھوں میں آنسو جو ہمدم — خیالِ دیارِ حبیبؐ آگیا ہے

دعا یادِ مولیٰ میں جس وقت مانگی — لبوں پر میرے یا مجیب آگیا ہے
نکلنے کو ہیں دل کے ارماں سحر سب — وہ دیکھو، مدینہ قریب آگیا ہے
☆ ۵

☆ ☆ ☆

تکمیلِ معرفت ہے محبت رسولؐ کی — ہے بندگی خدا کی اطاعت رسولؐ کی
ہے مرتبہ حضورؐ کا بالائے فہم و عقل — معلوم ہے خدا ہی کو عزّت رسولؐ کی
تسکینِ دل ہے سرورِ کونینؐ و مکاں کی یاد — سرمایۂ حیات ہے الفت رسولؐ کی
انسانیت، محبّتِ باہم، تمیز، عقل — جو چیز بھی ہے سب ہے عنایت رسولؐ کی
اتنی سی آرزو ہے بس اے ربِّ دوجہاں — دل میں رہے سحر کے محبّت رسولؐ کی
☆ ۶

☆ ☆ ☆

نعت خوانِ سرورِ کون و مکاںؐ ہوتا ہوں میں
دیکھنا! روح الامیں سے ہم زباں ہوتا ہوں

رات دن جس آستاں پر ہیں ملائک سجدہ ریز
بارہا اوجِ تخیّل سے وہاں ہوتا ہوں میں

سرورِ کون و مکاںؐ پر بھیجتا ہوں صد درود
اس طرح شیریں سخن، رطب اللساں ہوتا ہوں میں

جب کبھی جاتے ہیں مل کر سوئے طیبہ، خوش نصیب
کارواں کے ساتھ گردِ کارواں ہوتا ہوں میں

دل میں اٹھتی ہے جو یادِ ہادیٔ اعظمؐ، سحر
اپنے دل کے شوق سے ہمداستاں ہوتا ہوں میں
☆ ۷

☆ ☆ ☆

پہنچ کے یثرب میں یاالٰہی نظر یہ کیا چیز آ رہی ہے
میری نگاہوں میں آج کیسی حسین دنیا سما رہی ہے

فزوں ہوا شوق کا تقاضا تڑپ رہی ہے ہر اک تمنّا
چلو مدینے، چلو مدینے، یہ دل سے آواز آ رہی ہے

نوازنے کے لئے وہ دیکھو کہ اپنے لاچار بیکسوں کو
کسی کی بخشش پکارتی ہے، کسی کی رحمت بلا رہی ہے

تعلقِ جسم و جاں ہے جن سے قیامِ کون و مکاں ہے جن سے
انہی کو میری نیاز مندی فسانۂ غم سنا رہی ہے

کرم ہے اس سنگِ آستاں کا کہ آخرِ کار رفتہ رفتہ
رسائی سجدوں کی ہو رہی ہے جبیں یہ عظمت بھی پا رہی ہے

شہِ عرب کی عنایتوں کا سحر نہیں ہے کوئی ٹھکانہ
مرے گناہوں کی بے پناہی ہزار مجھ کو ڈرا رہی ہے
☆ ۸

☆ ۱ ہمارے کنور صاحب، مرتبہ کے۔ ایل۔ نارنگ ساقی، ص ۲۲۱، ۱۹۸۶ء

☆ ۲ ماہنامہ "نعت" لاہور، ص ۱۶۹ اگست ۱۹۸۸ء

☆ ۳ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام، ص ۲۳ فانی مراد آبادی

☆ ۴ تذکرہ نعت گویانِ اردو، ص ۳۷۰ پروفیسر سید یونس شاہ
اردو شاعری میں نعت گوئی، ص ۳۰۷، شاہ رشاد عثمانی

☆ ۵ کائنات، رحمت اللعالمین نمبر، ص ۵۰۸، وفاقی گورنمنٹ اردو سائنس کالج کراچی ۱۹۸۳ء

☆ ۶ ارمغانِ نعت، ص ۳۸۱، شفیق بریلوی

☆ ۷ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام، ص ۱۹ فانی مراد آبادی

☆ ۸ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام، ص ۳۷

سخا میرٹھی، لکشمی نرائن سریواستوا

میرٹھ کے ایک تعلیم یافتہ و معزز کائستھ سریواستوا خاندان کے فرد منشی تربنی پرشاد کے گھر ۱۸۷۵ء کے قریب پیدا ہوئے۔ مولانا احترام الدین احمد شاغل نے اپنے تذکرے میں ان کا قدیم وطن بازنگر ضلع اینہ لکھا ہے۔ سخا صاحب کے مطبوعہ دیوان کے پیش لفظ کے مطابق انہوں نے خود اپنے کو متوطن میرٹھ لکھا ہے۔ یہی صحیح معلوم ہوتا ہے یہ ممکن ہے کہ ان کے بزرگ بازنگر سے میرٹھ منتقل ہوئے ہوں۔ ان کے والد جے پور میں وکالت کرتے تھے۔ وہیں ان کی تعلیم و تربیت ہوئی اور ساری عمر وہیں رہے۔ عربی زبان سے واقف تھے' اردو فارسی میں مہارت رکھتے تھے اور بی۔ اے کی سند حاصل کر چکے تھے۔ اس زمانے میں بی۔ اے کی ڈگری اعلیٰ اور اہمیت کی حامل تھی۔ لہٰذا ملازمت آسانی سے مل گئی۔ پہلے جے پور ریذیڈنسی میں ہیڈ کلرک ہوئے اس کے بعد ریاست میں کلکٹر و سٹی مجسٹریٹ وغیرہ وغیرہ اعلیٰ عہدوں پر فائز رہ کر خدمات انجام دیں اور وظیفہ یاب ہوئے۔ ☆ ۱ عمر کے آخری حصہ میں اپنے صاحبزادے کے پاس آگرہ میں رہے۔

شعر و سخن سے فطری لگاؤ رکھتے تھے۔ معروف شاعر چاند خاں عرف عطاء اللہ خاں عطؔا مرحوم کے شاگرد تھے اور تمام اصناف شاعری میں طبع آزمائی کرتے تھے۔ ادبی محفلوں میں نہ صرف شریک ہوتے تھے بلکہ اہتمام میں بھی پیش پیش رہتے تھے۔ نہایت خلیق اور مشفق شخصیت کے حامل تھے۔ مرنجان مرنج طبیعت پائی تھی۔ بلا امتیاز مذہب و ملت ہر دل عزیز اور ہر شخص کے لئے قابل قبول اور واجب التعظیم تھے۔

سخؔا میرٹھی نے تمام اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کی۔ ایک مجموعہ "معراجِ محبت" کے نام سے سید احمد علی شاہ قمر نے ترتیب دے کر ۱۹۷۷ء میں شائع کیا تھا۔ جس میں مختصر فارسی کلام کے علاوہ پچاس نعتیں' منقبت' سلام' قصائد' قطعات' رباعیات' قطعاتِ تاریخ' غزلیں اور نظمیں وغیرہ شامل ہیں۔ مولانا احترام الدین شاغل (۱۸۹۶ء۔ ۱۹۷۱ء) نے اپنے تذکرے میں سخؔا کی شاعری کے بارے میں تحریر کیا ہے۔ "کلام میں پختگی' بلند پروازی' وسیع النظری' شوخی مگر سنجیدگی و متانت کے ساتھ اور استادانہ ترکیبیں پائی جاتی ہیں۔ محاورات کا برمحل استعمال کرتے ہیں۔" نعتیہ شاعری کے بارے میں لکھتے ہیں۔ "نعت خوب کہتے ہیں اور بڑی عقیدت سے لکھتے ہیں۔ زبان کی صفائی کا پورا خیال رکھتے ہیں۔" ☆ ۲ منشی امیر الدین خاں شوخ نے اپنے خاکے مطبوعہ رسالہ "روشنی" مارچ اپریل ۱۹۳۵ء میں ان کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ "الفاظ و شعر میں فارسی ترکیبوں کی دل آویزی' معانی میں کچھ مقدس محبت کی لذت بخش چاشنی ہائے یہ شعر اس کا نہ ہوتا' میرا ہوتا۔

صاف آ رہی ہے اس سے صدائے درود پاک
پہچانتے ہیں ہم یہ سخؔا کا مزار ہے"

☆۳

ماہنامہ "نعت" لاہور نے جولائی ۱۹۹۲ء کا شمارہ سخاؔ میرٹھی کی نعت کے طور پر شائع کیا ہے۔ ان کی نعتیہ شاعری پر مدیر محترم راجا رشید محمود نے ایک جامع مضمون بھی تحریر کیا۔ جس میں موصوف نے لکھا ہے کہ "ملاحظہ فرمایئے کہ ہمارے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف میں قلم اٹھاتے ہوئے بھی نزائن سخا کس بے تکلفی' بے ساختگی' دیانتداری اور ایمانداری سے اپنے محسوسات کو صفحہ قرطاس پر لے آتے ہیں۔ ☆ ۴ "نعت" کے اس شمارے میں سخاؔ کی اکیاون نعتیں شائع کی گئی ہیں۔ سخاؔ میرٹھی کی چند نعتیں اور منتخب اشعار ملاحظہ فرمایئے۔

نہ ہوتا گر ثناخواں خالق اکبر محمدؐ کا
تو ہوتا خلق پر رتبہ عیاں کیونکر محمدؐ کا

یہی حجت ہے وحدت کی' یہی حجت رسالت کی
ہدایت حق کی کرنا خلق میں آکر محمدؐ کا

محمدؐ کی بشارت دینے کو پیغمبری پائی
غرض ممنون ہے ہر ایک پیغمبرؑ محمدؐ کا

جبیں سائی کی حسرت' جبہ سائی کے یہ ارماں ہیں
ہمارا سر ہو یارب' او ہو سنگِ در محمدؐ کا

لگی پھرنے بہارِ جنتِ فردوس آنکھوں میں
جو چاہا دل نے' دیکھوں روضۂ انور محمدؐ کا

نظر میں اپنی یہ کثرت سراسر نورِ وحدت ہے
نظر سے پوچھ لو' احساں ہے جو ہم پر محمدؐ کا

یہاں سیراب زمزم سے کیا ہے تشنہ کاموں کو
کرم تو دیکھنا چل کر لبِ کوثر محمدؐ کا

بس اوصافِ حمیدہ کا خلاصہ اے سخاؔ یہ ہے
ہوا ہے کوئی اب تک اور نہ ہو ہمسر محمدؐ کا

☆ ☆ ☆

کیا زمیں پر ہے یہ اب عرشِ عُلا کی آمد
ایسی دیکھی ہی نہیں نور و ضیا کی آمد

چاند تاروں کے علاوہ ہے یہ تاباں کیا کیا
سوئے ارض، آج ہے کیوں اہلِ سما کی آمد

یہ بہاریں گلِ تازہ کی اور اس پہ ہر سو
بلبلِ مست نوا، نغمہ سرا کی آمد

یہ خوش آئند نسیمِ سحری کے جھونکے
پے بہ پے چار طرف بادِ صبا کی آمد

اہلِ ظاہر کی بھی پڑنے لگی باطن پہ نظر
اور نظر آنے لگی صدق و صفا کی آمد

آمد احمدؐ کی ہے اور شان یہی ہے وہ شان
جو نہیں رکھتی کسی راہنما کی آمد

پئے تعظیم اٹھو اب، یہ ادب کا ہے محل
آگیا آج، تھی جس شاہِ ہدا کی آمد

السلام اے شہِ کونینؐ، زہے فضلِ خدا
آپؐ کی آمد اور اس دینِ خدا کی آمد

السلام اے شہِ دیںؐ، کفر کو یہ نازشِ کفر
خوب ہے درد جو ہو ایسی دوا کی آمد

السلام اے سببِ فضلِ خدائے برحق
اے زہے عقدہ، زہے عقدہ کشا کی آمد

السلام اُمّتِ عاصی کی شفاعت والے!
اے مبارک یہ ترے لب پہ دعا کی آمد

☆ ☆ ☆

ترا مدّاح ہوں مجھ پر نظر یوں ہو تو بہتر ہے
اب اعدا پر نبیؐ مجھ کو ظفر یوں ہو تو بہتر ہے

سنا آئے مری نعت اور مرا انعام لے آئے
صبا، تیرا مدینے میں گزر یوں ہو تو بہتر ہے

مری پرسش خدا کے سامنے کیا جانے، کیونکر ہو
"کہاں ہے نعت گوئے ہند"؟ اگر یوں ہو تو بہتر ہے

"یہ وہ ہے، مر گیا جو روتے روتے ہجر احمدؐ میں"
جو میری قبر پر تم نوحہ گر یوں ہو تو بہتر ہے

نبیؐ کا بحر رحمت جوش سے خود آملے اس میں
مرا اشکِ رواں، رشکِ گہر یوں ہو تو بہتر ہے

کلامِ حق ہو تفسیراً" حدیثِ پاک توضیحاً"
یہ بزمِ وصفِ احمد رات بھر یوں ہو تو بہتر ہے

یہ داغِ عشقِ احمدؐ اک سند کافی ہے محشر تک
ہماری طرح کوئی بے خطر یوں ہو تو بہتر ہے

کبھی ہو یادِ کاکلؐ اور کبھی یادِ رخِ احمدؐ
بسر عشاق کی شام و سحر یوں ہو تو بہتر ہے

ادب سیکھو، کرو ہر ہر قدم پر شوق کے سجدے
حرم والو، مدینے کا سفر یوں ہو تو بہتر ہے

ملیں یارب، یہ سرد آہیں مدینے کی ہواؤں میں
ترے محبوبؐ کو میری خبر یوں ہو تو بہتر ہے

خدا کی بندگی یہ ہے کہ اوّل عشقِ احمدؐ ہو
خدا کا عشق کیا کہنا، مگر یوں ہو تو بہتر ہے

محمدؐ نورِ ایماں ہیں، انہیں دل میں جگہ دیجے
سخا ایمان دل میں جلوہ گر یوں ہو تو بہتر ہے

☆ ☆ ☆

نہیں ممکن سوا اس کے بیاں کچھ شوقِ بیحد کا
سحاؔ کس کا، محمدؐ کا۔ خدا کس کا محمدؐ کا

فنائے عشقِ احمدؐ نے سحاؔ کی آبرو رکھ لی
ہوا کیا حال ورنہ دیکھ لو منصور و سرمد کا

☆ ☆ ☆

مدّاحِ خاص ہوں میں اس شاہِ دوسراؐ کا جو کُن کی ہے حقیقت، ممدوح خود خدا کا
کافر ہے مومنوں میں، مومن ہے کافروں میں عشقِ نبیؐ میں یارب، کیا حال ہے سحاؔ کا

☆ ☆ ☆

رونقِ بزمِ جہاں ہیں صاف انوارِ رسولؐ چشمِ بینا چاہئے ہر جا ہے دیدارِ رسولؐ
قول پورا کر الٰہی راحتِ دارین کا ایک کیا، سو بار کرتا ہوں میں اقرارِ رسولؐ

☆ ☆ ☆

ہم نے جز وصفِ محمدؐ کیا کیا؟ کچھ بھی نہیں ہم نے جز عشقِ محمدؐ کیا کیا؟ کچھ بھی نہیں
تم کہو رنگِ طریقت یا سحاؔ کچھ بھی کہو نعت میں بے شک مری رنگِ ریا کچھ بھی نہیں

☆ ☆ ☆

دو چار سحاؔ سے بھی ہیں، وہ واں پہ ملیں گے ہونے کو تو لاکھوں ہی ہیں شیدائے مدینہ

☆ ☆ ☆

تمھی کو لاج رکھنی ہے سحاؔ کی مدح خوانی کی کہ ہوگا حشر میں عشق آشکارا یارسول اللہؐ

☆ ☆ ☆

دو چار اشک یادِ نبی میں بہیں ضرور لازم ہے یہ درود، دعائے سحر کے ساتھ

☆ ☆ ☆

نظر اٹھائی ذرا، اور خدا کو دیکھ لیا   نظر جھکائی ذرا، مصطفیٰ کو دیکھ لیا

☆ ☆ ☆

زمیں پر ان کی آمد کی یہ جتنی دھوم ہے کم ہے
فلک پر غلغلہ ہے آج تک دم بھر کی آمد کا

کرم دیکھو خدا کا، کس طرح محفوظ رکھا ہے
برائے آفتابِ حشر سایہ اس سہی قد کا

☆ ☆ ☆

سخا پھر کوئی نعت لکھ کر تو دیکھو   یہ تدبیر ہے، گر تم اندوہ گیں ہو

☆ ☆ ☆

☆ ۱ تذکرہ شعرائے اتر پردیش گیارہویں جلد، ص ۱۴۱۔ عرفان عباسی

☆ ۲ تذکرے شعراء جے پور، ص ۲۵۲۔ احترام الدین احمد شاغل

☆ ۳ رسالہ "روشنی" مارچ، اپریل ۱۹۳۵ء

☆ ۴ ماہنامہ نعت لاہور، جولائی ۱۹۹۲ء، ص ۲۳

سرور جہاں آبادی' درگا سہائے

دل میں' آنکھوں میں' ترے حسن کی ہے جلوہ گری
یہ وہ شیشے ہیں کہ جن میں مئے وحدت ہے بھری

تو وہ خودبیں و خودآرا' کہ پسِ پردۂ ناز
محوِ آئینہ' تمکین ہے تری عشوہ گری

جناب درگا سہائے شعری دنیا میں سرور جہاں آبادی کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کے والد جناب حکیم پیارے لال سکسینہ ہیں جو کائستھ تھے اور ایک باوضع اور علم دوست شخصیت کے حامل بھی۔ سرور کے بزرگوں نے عہد شاہجہانی میں دلی سے منتقل ہو کر جہاں آباد میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ ۱۸۷۳ء میں سرور جہاں آبادی نے پہلا سانس لیا۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد کے زیر سایہ پائی۔ پہلے وحشت تخلص اختیار کیا۔ لیکن پھر سرور ہو گئے۔ ابتداء میں جناب کرامت حسین بہار بریلوی سے مشورۂ سخن کیا۔ حضرت بہار بریلوی نے ۱۸۹۲ء میں انتقال کیا تو آپ نے حضرت بیاں ویزدانی (م۔ ۱۹۰۰ء) کی شاگردی اختیار کر لی۔ ☆ ۱

جناب سرور جہاں آبادی کو فن پر مکمل دسترس حاصل تھی۔ وہ ایک قادرالکلام نظم گو کی حیثیت سے منفرد نظر آتے ہیں۔ انہوں نے مختلف زبانوں کی منظومات کا بغور مطالعہ کیا۔ گنپت سہائے سری واستو کا تجزیہ ہے کہ "سرور کے کلام کا ایک تہائی حصہ غیرزبانوں کی نظموں کا ترجمہ ہے۔" ڈاکٹر حسن الدین احمد فرماتے ہیں۔ "سرور نے مشہور انگریزی نظموں کو اردو نظم کا پیرہن دے کر اہلِ ذوق سے خراج تحسین حاصل کیا۔" سرور جہاں آبادی بلند مرتبہ شاعر ہونے کے ساتھ زودگو بھی تھے۔" ☆ ۲ محمد جمیل احمد نے تحریر کیا ہے کہ "ان کا کلام غالب اور اقبال کی شاعری سے متاثر ہے۔ غالب کا اثر تو ان کی غزلوں سے ظاہر ہے اور اقبال کا رنگ جو بہ نسبت غالب کے زیادہ گہرا ہے ان کی ملکی' قومی اور سیاسی نظموں سے نمایاں ہے۔" ۳

جناب سرور نے ۲۰ ر دسمبر ۱۹۱۰ء کو جہان فانی سے کوچ کیا جس کے ایک سال بعد ان کے دو شعری مجموعے "خمخانۂ سرور" اور "جامِ سرور" طبع ہوئے۔ ۱۹۳۱ء میں خمکدۂ سرور منظرعام پر آیا جس پر علامہ نیاز فتحپوری (۱۸۸۴ء - ۱۹۶۶ء) نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔ "سرور جہاں آبادی ان شعراء میں تھے جنہوں نے موجودہ دورِ شاعری کی طرح ڈالنے میں حصہ لیا اور جن کی خدمات کو اردو زبان کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ سرور کے کلام کی مستی ایک ایسی چیز ہے جو ہمیشہ زندہ رہے گی۔" ۴ مولانا حسرت موہانی ۱۸۸۱ - ۱۹۵۱ء) فرماتے ہیں۔ "قلیل مدت عمر میں وہ جو کچھ لکھ گئے ہیں بقائے دوام کی سند حاصل کرنے کے لئے کافی ہے۔"

۱۹۶۵ء میں حکم چند نیر (پ ۱۹۳۱ء) نے "نوائے سرور" کے نام سے کچھ کلام مرتب کیا ہے۔

آنجہانی سرور جہاں آبادی نے مخمس کی صورت میں اپنے استاد حضرت بیاں میرٹھی (م ۱۹۰۰ء) کی ایک مشہور نعت کی تضمین کی ہے جو بیحد مقبول ہے اور جس میں ان کے طرزِ کلام کی خصوصیات موجود ہیں۔

دلِ بیتاب کو سینے سے لگالے آجا ۔۔۔ کہ سنبھلتا نہیں کم بخت سنبھالے آجا
پاؤں ہیں طولِ شبِ غم نے نکالے آجا ۔۔۔ خواب میں زلف کو مکھڑے سے لگالے آجا

بے نقاب آج تو اے گیسوؤں والے آجا

نہیں خورشید کو ملتا ترے سایے کا پتہ ۔۔۔ کہ بنا نورِ ازل سے ہے سراپا تیرا
اللہ اللہ ترے چاند سے مکھڑے کی ضیا ۔۔۔ کون ہے ماہِ عرب کون ہے محبوبِ خدا

اے دوعالم کے حسینوں سے نرالے آجا

دل ہی دل میں مرے ارمان کھلے جاتے ہیں ۔۔۔ خاک میں مل کے دُرِ اشک رُلے جاتے ہیں
تیری رسوائی پہ کم بخت تُلے جاتے ہیں ۔۔۔ ہوں سیہ کار مرے عیب کھلے جاتے ہیں

کملی والے مجھے کملی میں چھپالے آجا

رہائے واماندگی وسعتِ دامانِ صراط ۔۔۔ المدد المدد اے خضرِ بیابانِ صراط
ہر قدم پر نگہ یاس ہے یارانِ صراط ۔۔۔ دیکھتے ہیں تجھے مڑ مڑ کے ضعیفانِ صراط

ڈگمگاتے ہیں قدم کون سنبھالے آجا

کان میں کچھ جو ادھر عذرِ نزاکت نے کہا ۔۔۔ مرحبا بڑھ کے ادھر شاہدِ وحدت نے کہا
آ بلائیں تری لوں جوشِ محبت نے کہا ۔۔۔ پہنچا محبوب تو مشاطۂ قدرت نے کہا

خلوتِ راز میں اے ناز کے پالے آجا
☆ ۵

☆ ☆ ☆

☆ ۱ محرابِ معانی، ص ۷۳ آفاق جعفری

☆ ۲ انگریزی شاعری کے منظوم اردو ترجموں کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ ص ۱۴۱، ۱۴۲، ڈاکٹر حسن الدین احمد

☆ ۳ اردو شاعری پر ایک نظر ص ۳۵۴ محمد جمیل احمد

☆ ۴ ماہنامہ "نگار" جولائی ۱۹۳۶ء

☆ ۵ ارمغانِ نعت، شفیق بریلوی ص ۳۷۳

سریش بھٹ

سریش بھٹ مراٹھی زبان و ادب میں جدید مراٹھی شاعری کے معروف شاعر ہیں۔ ان کے والد کا نام شری دھر بھٹ ہے۔ ۱۹۳۲ء میں پیدا ہوئے۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد صحافت کو پیشہ بنا لیا اور اس میدان میں خوب ترقی کی۔ ناگپور سے شائع ہونے والے مراٹھی ہفتہ وار "بھومت" کے مدیر رہے۔ "روپ گندھا" اور "رنگ ماجھا ویگزا" آپ کی مراٹھی میں مشہور شعری تخلیقات ہیں۔ سریش بھٹ نے صنف غزل کو مراٹھی میں متعارف کرایا ہے۔ ان کی مراٹھی غزلیات کا مجموعہ "یلغار" ہے جس کو قبول عام کی سند ملی ہے۔ موصوف کالم نویس بھی ہیں۔ ان کے طنزیہ اور مزاحیہ مراٹھی کالم قارئین بڑی دلچسپی سے پڑھتے ہیں۔ حقائق کو بیان کرنے میں کسی مصلحت کا شکار نہیں ہوتے۔ انسانی اقدار کا خیال رکھتے ہیں۔

سریش بھٹ کی درج ذیل نعت ۱۹۸۹ء میں یوم ولادت النبیؐ کے موقع پر ناگپور سے شائع ہونے والے روزنامہ "لوک مت" کے خصوصی ایڈیشن میں شائع ہوئی ہے۔ جس کے مدیر جواہر درڈا ہیں۔ یہ مشہور اخبار بیک وقت تین شہروں سے شائع ہوتا ہے۔ ☆ ا

مراٹھی نعت (اردو رسم الخط میں)

اجاڑ، ویران واڑو نی کھڑاؤ نارا جھرا محمدؐ
جگات لیا دین دکھتا نچا اکھیر چا آسرا محمدؐ

اتاچ ڈوڑے پوسون جھالے، اتاچ ی لاگلو ہسایا
اتاچ ہا بھینلا چیوا چا سکھا ملا ہاسرا محمدؐ

کھریچ تو چندر امرتا چا، کھریچ تو سور یہ جیوناچا
دشا دشانا پرکاشارا، دے تو جھا چرا محمدؐ

تجھیا گھراچی طرح چ نیاری، سحان شرمنت وا بھکاری
تجھیا گھری دے اتا ملا ہی لہان سا کوپرا محمدؐ

جے تجھے ناؤ گھیتلے ی، تمجھیا دیۓ چاسگندھ آلا
اجون ہی انترات ماجھیا، پھلے تجھا موگرا محمدؐ

بھلے برے پا بھیلے ی کتی کھرے ان کیتیک کھوٹے
بھلیات ماجھا بھلا محمدؐ" کھریات ماجھا کھرا محمدؐ

☆ ۲

☆ ☆ ☆

منظوم ترجمہ :

ڈاکٹر عصمت جاوید

ہے تو ہی ویران ریگزاروں میں چشمۂ جاریہ محمدؐ
کہ تو ہی اک آخری سہارا ہے بے سہاروں کا یا محمدؐ

ابھی تھے آنکھوں سے اشک جاری، ابھی لبوں پر ہنسی ہے طاری
ہجوم غم میں قریب دل کے جو خندہ برلب ملا محمدؐ

ہے ماہتاب نشاط تو ہی، ہے آفتابِ حیات تو ہی
جہاں جہاں کیوں کرے نہ روشن ترا رخِ پرضیاء محمدؐ

جہاں میں سب سے الگ ترا گھر، جہاں ہیں شاہ و گدا برابر
مجھے بھی اس گھر کے ایک کونے میں دیدے تھوڑی سی جا محمدؐ

جو نام آیا ہے تیرا لب پر، نفس نفس ہے مرا معطر
روش روش موگرا کھلا ہے جو دل سے نکلی صدا محمدؐ

برے بھی دیکھے بھلے بھی آنکے، مری نظر میں سب جہاں کے
بس ایک سچا مرا محمدؐ" سبھوں سے اچھا مرا محمدؐ
☆ ۳

☆ ☆ ☆

☆ ۱ بشکریہ : ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط (دروہا)

☆ ۲ بشکریہ : ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط (دروہا)

☆ ۳ روزنامہ "انقلاب" بمبئی

سمن سرحدی، رام چند

رام چند کپور قوم کے فرد اور جیسا رام کے فرزند تھے۔ ۱۹۲۲ء میں قصبہ پروا تحصیل و ضلع ڈیرہ اسماعیل خاں (صوبہ سرحد) میں پیدا ہوئے۔ مہتہ امرناتھ موہن کے شاگرد تھے۔ تقسیمِ ہند کے بعد دہلی منتقل ہو گئے تھے۔ وہاں اپنی نگرانی میں ایک کمرشیل کالج کی بنیاد ڈالی جو فرنٹیئر کمرشیل کالج کے نام سے قائم ہے۔ صحافت سے بھی متعلق رہے۔ تصنیف و تالیف کا بھی عمدہ ذوق رکھتے تھے کئی کتب ان کی یادگار ہیں۔ کئی کتابوں پر سرکاری انعامات اور اعزازات بھی ملے۔ ۲۴ر جنوری ۱۹۸۵ء کو جہانِ فانی سے رخصت ہوئے۔ ☆ ۱

محمد مصطفیٰؐ نے مجھ کو دیوانہ بنایا ہے　　مئے توحید سے مخمور و مستانہ بنایا ہے

تجھےؐ خیرالبشر کہتے ہیں ہندو بھی مسلماں بھی　　ترے دل کو خدا نے کیا فقیرانہ بنایا ہے

حرارت بخش دی ایمان کی ہر قلبِ مومن کو　　شعورِ علم کا ہر دل کو کاشانہ بنایا ہے

خدا ہی نے تو بخشا ہے مجھے شوق سخن گوئی　　تری توصیف کا بھی اس نے دیوانہ بنایا ہے

سمنؔ تجھ کو عقیدت ہے محمد مصطفیٰؐ سے بھی
کرم سے اس نے اپنے تجھ کو فرزانہ بنایا ہے
☆ ۲

☆ ☆ ☆

ہوں تیری ہی رحمت کا طلب گار محمدؐ　　مجھ پر بھی نظر اے میری سرکار محمدؐ

ہر مظہرِ قدرت کی پرستش کو کہا شرک　　تو وحدتِ حق کا تھا پرستار محمدؐ

امت کے لئے کھل گئے جنت کے در و باب　　پہنچا جو وہاں قافلہ سالار محمدؐ

کافر ہوں کہ دیندار ہوں، ہندو ہوں کہ مسلم　　تو سب کی نگاہوں میں ہے سردار محمدؐ

آجا کہ تیری دید کی آنکھوں کو ہے حسرت
کرتا ہے سمنؔ تجھ سے یہ اصرار محمدؐ
☆ ۳

☆ ☆ ☆

☆ ۱ نغمۂ ناقوس، ص ۱۷۱، ۱۷۲
☆ ۲ "فروغِ تجلی" کلکتہ، ص ۲۶
☆ ۳ بشکریہ سید اختر الاسلام، میرٹھ

سورج،سورج نرائن

محترم سورج نرائن ۳ر اپریل ۱۹۳۶ء کو پیدا ہوئے۔ آپ نے گورنمنٹ ہائی اسکول کوہاٹ سے میٹرک،گورنمنٹ ڈگری کالج کوہاٹ سے بی اے اور پشاور یونیورسٹی سے انگریزی میں ایم اے کیا ہے۔ ☆۱ ایوب صابر (پ ۱۹۲۲ء) سے تلمّذ رکھتے ہیں۔ سورج نرائن نے پہلا شعر ۱۹۵۸ء میں اس وقت کہا جب پانچویں جماعت کے طالب علم تھے۔ کوہاٹ میں مقیم ہیں۔

سورج نرائن کے دو شعری مجموعے منظرِ عام پر آچکے ہیں۔ پہلا مجموعہ "پیاسا چاند" ۱۹۷۰ء میں چھپا۔ جناب احمد پراچہ (پ ۱۹۳۶ء) نے اپنے تذکرے میں اس شعری کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔ "پیاسا چاند" ایک خوبصورت شعری مجموعہ ہے جس میں لب و لہجہ کی غنائیت و تازگی' توانائی اور شعریت کا احساس نمایاں ہے۔ اس مجموعہ میں نرم و لطیف و خوشگوار مدھم' لوچدار الفاظ و تشبیہات کا استعمال بڑی خوبی سے کیا گیا ہے۔" ☆۲ دوسرا مجموعہ "ہاتھوں میں دعائیں جلتی ہیں" ۱۹۹۵ء میں شائع ہوا۔ اسمیں ۱۰۱ غزلیں ہیں اور اسے جناب سلیم جعفری نے یونی کیریٹنز متحدہ عرب امارات دبئی سے شائع کیا ہے۔ "فنون" لاہور اور "ادبیات" اسلام آباد میں آپ کا کلام شائع ہوتا رہتا ہے۔ پنجابی آپ کی مادری زبان ہے۔ میری درخواست پر آپ نے نعت ارسال کی ہے۔

ڈگمگاتی ہوئی کرنوں کو سنبھالا آیا
کس کے آنے سے زمانے میں اجالا آیا

کس کی برکت سے بجھی بانجھ زمیں کی خشکی
ریت پر کس کے سبب برف کا گالا آیا

کون ایمان کا مہتاب پہن کر نکلا
کس کے منشور پہ احساس کا ہالا آیا

بے خطر کس نے مدینے کی طرف کی ہجرت
لازماً کس کے لئے دیس نکالا آیا

شعر در شعر امنڈ آئیں ثنائیں کس کی
بول اے نوکِ قلم کس کا حوالہ آیا

کس نے موجوں سے سنا ذکرِ محمدؐ سورج
کس سفینے کے مقدّر میں اچھالا آیا

☆۱ کوہاٹ کا ذہنی ارتقاء' ص ۱۸۷' ۱۸۸ احمد پراچہ ☆۲ کوہاٹ کا ذہنی ارتقاء' ص ۸۳

سوز، ہیرانند

ہے علم و فن میں خلاؤں کی بیکراں وسعت
مرا شعور فقط روشنی کی ایک لکیر
☆ ا

☆ ☆ ☆

جناب ہیرانند سوز کا شمار بھارتی صوبہ ہریانہ کے نمائندہ شعراء میں ہوتا ہے۔ موصوف قابل ذکر افسانہ نگار بھی ہیں۔ آپ ۱۹ ر مئی ۱۹۲۲ء کو میانوالی (پاکستان) میں پیدا ہوئے۔ والدگرامی جناب ٹیک چند ضلع مظفرگڑھ میں پولیس افسر تھے اس لئے ابتدائی دور یہیں گزرا۔ دسویں جماعت کا امتحان اپنے سر سے سایہ پدری اٹھنے کے بعد پاس کیا۔ انجنیئرنگ کا پانچ سالہ کورس کرنے کے لئے لاہور میں رہے جہاں کا ادبی ماحول انھیں راس آیا۔ ۱۹۴۳ء میں ریلوے کی ملازمت اختیار کرلی اور شعرگوئی کی طرف مائل ہوئے۔ اس کا سبب جناب قمر جلال آبادی تھے جو "اسٹار" لاہور کے مدیر تھے۔ اسی زمانہ میں مشہور افسانہ نگار رام لعل سے بھی گہرے مراسم رہے اور یہ صحبت بھی رنگ لائی۔ اسی لئے آپ نے اپنے افسانوی مجموعے "ساحل، سمندر اور سیپ" کو جناب رام لعل (پ ۱۹۲۳ء) کے نام معنون کیا ہے۔ اس طرح شعرگوئی اور افسانہ نگاری یعنی نظم و نثر باہم آپ کے زیر قلم رہے۔ ہیرانند سوز کی شعری تخلیقات کے ساتھ ساتھ افسانے بھی برصغیر پاک و ہند میں باقاعدگی سے شائع ہوتے رہے ہیں۔ ساتویں دہائی کے آغاز میں جالندھر ریڈیو اسٹیشن نے بھی آپ کے کلام کی پذیرائی شروع کردی تھی۔

جناب ہیرانند سوز کے اخلاص، ایثار اور علم دوستی کا معترف ہوں۔ موصوف کی وسیع القلبی اور جذبۂ تعاون کے شاہد وہ خطوط ہیں جو وہ مجھے لکھتے رہے ہیں۔ اس شعر سے بھی جناب سوز کے مزاج کی عکاسی ہوتی ہے۔

تو لاکھ مجھے ترکِ تعلق کی سزا دے
یہ پیار تیرے سر کی قسم اور بڑھے گا

اور ان کی حساسیت کی گہرائی کا اندازہ اس شعر سے ہوگا۔

سوزؔ کی فکر آتشِ نمرود
جس میں وہ عمر بھر جلا چپ چاپ

ڈاکٹر وزیر آغا (پ ۱۹۲۲ء) نے سوز صاحب کے بارے میں کتنی اچھی بات کہی ہے۔ "اپنی عام زندگی میں ہیرانند سوز ہمیشہ پچھلی صف میں کھڑا ہونے کے عادی رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے نام اور کام کی تشہیر کے سلسلے میں کبھی کسی مریضانہ سنجیدگی کا مظاہرہ نہیں کیا۔" اس کے باوجود ڈاکٹر وزیر آغا کی یہ پیش گوئی بھی درست ہی ثابت ہوگی۔ "ان کی جگہ صف اول میں ہے اور وہ ہمیشہ صف اول میں کھڑے دکھائی دیں گے۔"

جناب ہیرانند سوز کے تین افسانوی مجموعے "کاغذ کی دیوار"۔ "ساحل، سمندر اور سیپ" اور "نقش گر" شائع ہو چکے ہیں۔ شعری مجموعہ "سورج میرے تعاقب میں" طبع ہو چکا ہے۔ موصوف ہریانہ کی مختلف ادبی انجمنوں میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔

جب بھی کہیں پہ مدحت شان خدا ہوئی ذکرِ رسول پاکؐ سے ہی ابتدا ہوئی

وہ پاگیا نجات گناہوں کے بوجھ سے محشر میں جس کو انؐ کی شفاعت عطا ہوئی

نور خدا تھا رخ پہ رسالت مآبؐ کے پروانہ وار آپؐ پہ دنیا فدا ہوئی

ہر امتی پہ رنج و مصائب کی دھوپ میں سایہ فگن انہیںؐ کے کرم کی ردا ہوئی

اکسیر ہوگی میری بصارت کے واسطے مجھ کو نصیب انؐ کی اگر خاکِ پا ہوئی

اے شاہِ مرسلین کتاب مبین سے فطرت ترے غلام کی حق آشنا ہوئی

اترے ہیں جب بھی ذہن میں اشعار نعت کے
اے سوزؔ انؐ سے میری عقیدت سوا ہوئی

☆ ☆ ☆

سجدہ کیا ہے جب بھی تو اس التجا کے ساتھ
نامِ رسولؐ لب پہ رہے ہر دعا کے ساتھ

دھویا انہوںؐ نے سب کے دلوں سے غبار جہل
ذکرِ حضورؐ فرض ہے ذکرِ خدا کے ساتھ

ربِ کریم مجھ کو بھی توفیق کر عطا
پہنچوں درِ حضورؐ پہ صدق وصفا کے ساتھ

(غیر مطبوعہ)

نعت

٭ خود جذبۂ محبتِ رسولؐ ہوتا ہے
تو اُن پہ جان بھی دینا قبول ہوتا ہے

ہے اُن کا سایۂ رحمت تمام عالم پر
کہ جس کا عرض کوئی اور نہ طول ہوتا ہے

جہاں جہاں بھی چلے ذکرِ مصطفیٰؐ کی نسیم
وہاں زباں کا ہر لفظ پھول ہوتا ہے

کریں تلاوتِ قرآں تو جذبۂ ایماں
دیارِ روح میں جا کر حلول ہوتا ہے

جو پورے صدق سے اُمت میں اُن کی رہتے ہیں
ہر ایک فعل ہی اُن کا اصول ہوتا ہے

مجھے نصیب نہیں ہے درِ حضور کی دید
یہ دل اس خیال سے بے حد ملول ہوتا ہے

اے سوز! تجھ پہ عنایت یہ اُنؐ کی پیہم ہے
کہ حمد و نعت کا تجھ پر نزول ہوتا ہے

ہیرا نند سوز

ہم پر خدا کا فضل و کرم بھی انہیں سے ہے
وہ شافعِ جہاں ہیں ہر اک بے نوا کے ساتھ

اے سوزؔ انؐ کا سایہ ہی راہِ نجات ہے
رہنا ہر ایک حال میں مشکل کشا کے ساتھ

٭ ۲

☆ ☆ ☆

☆ ۱ "ساحل، سمندر اور سیپ" ص ۸ ہیرا نند سوز

☆ ۲ بہ شکریہ ہیرا نند سوز

سوم مورنڈوی' سوم ناتھ

سوم ناتھ کی شخصیت نعت گو شاعر کی حیثیت سے نمایاں ہے۔ ڈاکٹر اسمٰعیل آزاد نے اپنے تحقیقی مقالے میں بتایا ہے۔ "ان کی شخصیت اس لئے قابل ذکر ہے کہ کلامِ الٰہی اور کلامِ نبویؐ کی اہمیت اور ان کے درمیان فرق کی جتنی آگاہی سوم مورنڈوی کو ہے اتنی اردو کے شعرائے نعت کے حصہ میں کم آئی ہے ---- الفاظ کی شیرینی' نشست الفاظ کی نغمگی' جذبات کی طہارت' عشق کی وارفتگی' عقیدت کی پختگی اور پاسِ ادب میں احتیاط' ہوشمندی اور فرزانگی نے سوم مورنڈوی کی نعتیہ کاوشات کو کافی جاندار بنا دیا ہے۔" ☆ ۱

آپ کی یہ نعت مختلف تذکروں میں ملتی ہے۔

ہے جو کائنات میں شاہکار اسی شاہکار کی بات ہے
جو قیام گاہِ رسولؐ ہے یہ اسی دربار کی بات ہے

شب و روز میری زبان پر اسی بزمِ نور کے ذیل میں
کبھی آستانے کا ذکر ہے' کبھی رہ گزار کی بات ہے

ہے خزاں کی حد سے بلند جو' ہے دوام جس کی بہار کو
یہ اسی مدینے کا ذکر ہے' اسی لالہ زار کی بات ہے

ہے قرآں میں جو قریب تر' ہے حدیث بس وہی معتبر
جو کلامِ حق کا ہو آئینہ وہی اعتبار کی بات ہے

جسے ربطِ صبحِ ازل سے ہے وہ سحر بھی دیکھیں گے آنکھ سے
ذرا دم تو لے دلِ مبتلا فقط انتظار کی بات ہے

ہے قدم میں جس کے شہنشہی ہوئی ختم جس پہ پیمبری
وہ جو تاجِ بخششِ زمانہ ہے اسی تاجدار کی بات ہے

یہ اثر اسی کا ہے یا نبیؐ! جو عقیدت اس کو ہے آپ سے
بھلا نعت کہنا بھی سومؔ کے کہیں اختیار کی بات ہے

☆ ☆ ☆

۱۔ اردو شاعری میں نعت' جلد دوم' ص ۲۰۷-۱۷' ڈاکٹر اسمٰعیل آزاد

سیلانی، سیلانی سیوتے

سیلانی سیوتے کی ایک نعت ماہنامہ "باجی" دہلی کے سالِ رواں کے پہلے شمارے میں شائع ہوئی ہے۔ آپ کیندر (بھوپال) کے دور درشن میں اسسٹنٹ ڈائریکٹر ہیں۔

لامکاں سے گزرے ہیں کہکشاں سے آئے ہیں
آج مرسلِ اعظمؐ دوجہاں پہ چھائے ہیں

کون ماہ رو ہے یہ دیکھنے کی خواہش میں
ظلمتوں کے عاشق بھی روشنی میں آئے ہیں

آج کس کی آمد ہے عرشِ ناز میں دیکھو
بام و در سبھی یارو نور میں نہائے ہیں

مجھ کو گنبدِ خضرا خواب میں نظر آیا
کیا زمینِ طیبہ سے کچھ پیام آئے ہیں

آج ابنِ آدم پر رحمتوں کی بارش ہے
اس شبِ منوّر میں بخششوں کے سائے ہیں

جس کے قریب پائی پتھروں نے گویائی
اس کی راہ میں تارے اپنا سر جھکائے ہیں

خوب فیضِ یزدانی مل رہا ہے سیلانی
ہم بھی سبز گنبد سے اپنی لو لگائے ہیں
☆۱

☆۱ ماہنامہ "باجی" دہلی، ص ۳۱، جنوری ۱۹۹۶ء، مدیر کفایت علی، بہ شکریہ عبید الرحمٰن عبید، بحرین

سیوک رامپوری، منشی رگھبیر سرن گپتا

خلف درگاداس ساکن رامپور۔ شایاں بریلوی نے دو نعتیہ اشعار پیش کئے ہیں۔

شاہِ طیبہ سے دلی جس کو محبت ہوگی
میرا ایماں ہے میسّر اسے جنّت ہوگی

کون سیوؔک نہ کرے گا بھلا اس کی تعظیم
کملی والے سے حقیقی جسے الفت ہوگی
☆ ۱

☆ ☆ ☆

☆ ۱ تاریخ شعرائے روہیلکھنڈ، جلد سوم، ص ۲۲۰۷

شاد دہلوی، لالہ مرلی دھر

آپ لائلپور کاٹن ملز لائلپور کے پیروپرائٹر تھے۔ شعری ذوق رکھتے تھے۔

جلوہ دکھا دے مجھ کو خدایا حضورؐ کا
لکھنا ہے آج مجھ کو سراپا حضورؐ کا

آنکھوں میں ہے حضورؐ کے جلووں کا سلسلہ
جنت کو جھانکتا نہیں خادم حضورؐ کا

چمکے گا چاند بن کے یہ تربت میں حشر تک
دل میں ہے میرے داغِ تمنا حضورؐ کا

حسرت ہے یہ حضورؐ کے قدموں میں جان دوں
ارماں ہے کہ دیکھ لوں جلوہ حضورؐ کا

دل شاد و فیضیاب زیارت سے وہ بھی ہو
ہے جان و دل سے شاد بھی شیدا حضورؐ کا
☆۱

☆ ☆ ☆

سوا نیزے پہ سورج، پُل صراط، اعمال کا دفتر
ہمیں دیدار کی حسرت میں سب کچھ دیکھنا ہوگا

اِدھر دریائے رحمت کی نظر آجائیں گی موجیں
اُدھر خورشیدِ محشر سے ہمارا سامنا ہوگا
☆۲

☆۱ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام ص ۹۰ فانی مراد آبادی

☆۲ ماہنامہ نعت لاہور ص ۱۴ اگست ۱۹۸۸ء

شاد رام نگری، منشی کالکا پرشاد

منشی کالکا پرشاد قوم کے کائستھ اور منشی گلزاری لال فائقؔ کے فرزند تھے۔ رام نگر ضلع بریلی کے رہنے والے تھے۔ ۱۸۶۰ء میں آپ کا سال پیدائش ہے۔ صرف انیس سال میں سید ببر علی اختر سے فارسی کی تکمیل کی۔ محکمۂ بندوبست کوٹہ میں ملازم رہے۔ خمخانہ جاوید کی چوتھی جلد میں بھی آپ کا تذکرہ ملتا ہے۔ ☆ ۱

چاند سورج کو کوئی ہاتھوں پہ مرے لا دے
کونین کی دولت میرے دامن میں چھپا دے

پھر کالکا پرشاد سے پوچھے کہ تو کیا لے
نعلینِ محمدؐ کو وہ آنکھوں سے لگا لے

☆ ۲

☆ ☆ ☆

☆ ۱ سوج گنگ، ص ۲۰۹

☆ ۲ تذکرہ ماہ و سال، ص ۲۱۰

☆ نور سخن ص ۱۷۶

شاد لکھنوی، رام پرشاد

منشی رام پرشاد لکھنؤ کے رہنے والے تھے۔ محسن الدولہ بہادر رئیس اعظم لکھنؤ کے داروغہ تھے۔ آپ مقطع میں اپنا پورا نام لکھتے تھے۔ ☆ ۱ آفتاب فصاحت مرزا شور سے تلمیذ رکھتے تھے۔ ☆ ۲ ۱۸۹۰ء کے قریب اپنے وطن لکھنؤ میں انتقال کیا۔ ☆ ۳

بارِ عصیاں مفت ہم تو اپنے سر پر دھر چلے — ہائے اس مہماں سرا سے ہاتھ خالی گھر چلے

خوابِ غفلت میں عبث ہم عمر ضائع کر چلے — غور کر کے خوب دیکھا، کوئی بھی اپنا نہیں

ہر بشر کو چاہئے کچھ کام اچھے کر چلے — گو کہ ہوتا ہے وہی لکھا جو ہے تقدیر میں

تشنہ لب جویاں سے بہرِ ساقیِ کوثر چلے — رامؔ پرشاد ان کو جنت میں ملا جامِ طہور

☆ ۴

☆ ☆ ☆

☆ ۱ موجِ گنگ ص ۱۶۲

☆ ۲ ماہنامہ "حیاتِ اردو" مراد آباد۔ جون ۱۹۱۷ء۔ ص ۱۷

☆ ۳ سوغاتِ صنم خانہ 'ڈاکٹر اسمٰعیل آزاد

☆ ۴ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام' ص ۱۵۵' فانی مراد آبادی

شاد مراد آبادی، پنڈت رام پرشاد

پنڈت رام پرشاد ممتاز برہمن خاندان کے فرد اور مراد آباد کے رہنے والے تھے۔ نعت کا ایک ہی شعر مل سکا۔

اللہ رے اس روضہ اقدس کا تزین
قربان ہوئی جاتی ہیں آنکھیں بھی نظر بھی
☆ ۱

☆ ☆ ☆

☆ ۱ تاریخ شعرائے روہیلکھنڈ، جلد چہارم، ص ۳۳۷

شاد، مہاراجہ سرکشن پرشاد

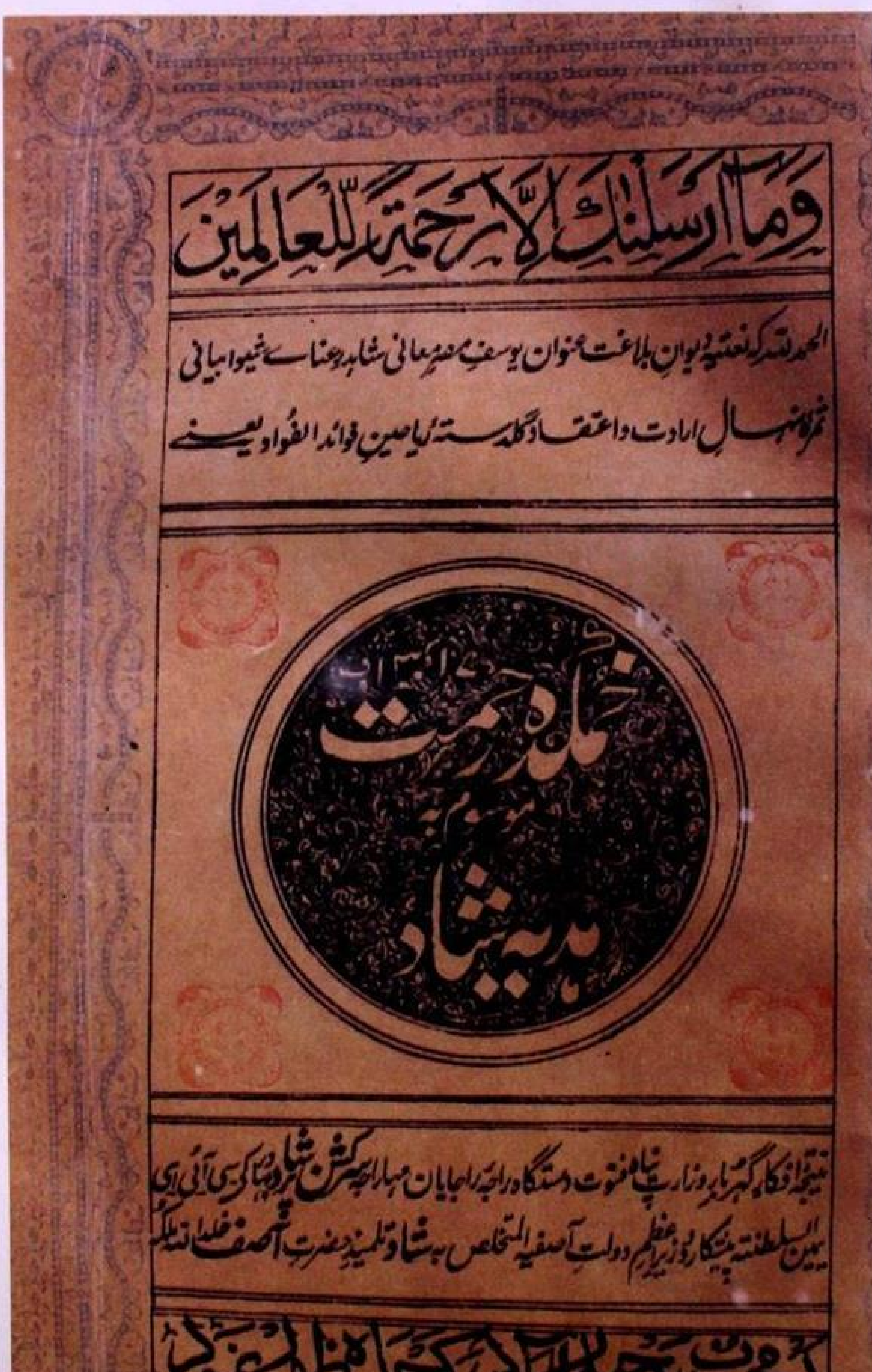
ہم خیال رخ پرنور میں حیراں ہوں گے
یاد آئیں گے جو گیسو تو پریشاں ہوں گے

لے گیا بخت اگر روضۂ اقدس کی طرف
جان و دل سے کبھی صدقے کبھی قرباں ہوں گے

مہاراجہ سرکشن پرشاد ۲۸ر جنوری ۱۸۶۴ء (۱۸ شعبان ۱۲۸۰ھ) کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام راجہ ہری کشن پرشاد تھا۔ آپ کے نانا مہاراجہ زندر پرشاد اولاد نرینہ سے محروم تھے اس لئے شاد صاحب کی تعلیم و تربیت انہوں نے فرزند سمجھ کر کی چنانچہ آپ نے انگریزی، اردو، عربی، فارسی، تلنگی اور مرہٹی میں اچھی استعداد حاصل کرلی تھی۔ آپ نے مدرسہ عالیہ حیدر آباد میں تعلیم پائی۔

شاد صاحب اپنے دادا کے جانشین ہوئے اور جاگیرات پیش کاری سے سرفراز کئے گئے۔ ۱۳۱۰ھ میں معین المہام فوج مقرر ہوئے۔ ۱۳۱۹ھ میں مدار المہامی کا عہدہ عطا ہوا اور ۱۳۴۵ھ میں صدارت عظمیٰ کی خدمت سپرد ہوئی۔ ۱۲۹۱ھ میں راجہ بہادر، ۱۳۱۰ میں راجہ راجایان مہاراجہ بہادر اور ۱۳۲۰ھ میں یمین السلطنت کے خطابات سے نوازے گئے۔ حکومت ہند کی طرف سے ۱۹۰۳ء میں سی آئی ای اور ۱۹۱۰ء جی سی آئی کے خطابات سے نوازے گئے۔ ☆ ۱ الف موصوف صفات انسانی سے مالا مال تھے۔ علامہ سید سلیمان ندوی (۱۸۸۴ - ۱۹۵۳ء) نے ان اوصاف کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے "مرنج و مرنجاں، شریف، وضعدار اور پرانی شریفانہ خصوصیات کی اپنی مثال آپ تھے۔" ☆ ۱ ب

سرکشن پرشاد حضور نظام سابق یعنی میر محبوب علی خاں کے شاگرد ہیں جنہوں نے ان کو "شاگرد خاص آصف جاہ" کے معزز لقب سے ممتاز کیا تھا۔ اردو جرائد "دبدبۂ آصفیہ" اور "محبوب الکلام" میں ادارت بھی کی۔ آپ کے مصاحبین میں امیر، جلیل، ظہیر، سرشار، فانی، ہوش، ثاقب اور صفیر وغیرہ شامل ہیں۔ ڈاکٹر رام بابو سکسینہ نے شاد صاحب کے مزاج و سخن کی خصوصیات کو بیان کرتے ہوئے تحریر کیا ہے۔ "موصوف ایک اچھے خاصے صوفی ہیں۔ ان کے دیوان اردو اور فارسی میں شائع ہوچکے ہیں۔ ایک دیوان معروف بہ "خمکدۂ رحمت" میں صرف نعتیہ اشعار ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تعصبات سے مرتفع ہو کر آپ مذہب کو کس بلند نقطہ نظر سے دیکھتے ہیں اور اخوتِ انسانی کے کس قدر مائل ہیں --- کلام بہت دلچسپ اور بے تکلف ہوتا ہے۔ علی الخصوص فارسی اور عربی اشعار کا اردو شعر میں ترجمہ یا تضمین بہت دلکش اور دلفریب ہوتی ہے۔" ☆۲


وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین

الحمد للہ کہ نعتیہ دیوان بلاغت عنوان یوسف مصر معانی شاہد رعنائے شیوا بیانی
ثمرۂ نہال ارادت و اعتقاد گلدستۂ ریاحین فوائد الفواد یعنی

خمکدۂ رحمت
موسوم بہ
ہدیۂ شاد

نتیجۂ افکار گہربار وزارت پناہ فتوت دستگاہ راجہ راجایان مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر جی سی آئی ای
یمین السلطنت پیشکار و وزیر اعظم دولت آصفیہ المتخلص بہ شاد تلمیذ حضرت آصف خلد اللہ ملکہ

در مطبع محبوب پریس حیدرآباد دکن جلوۂ ظہور نمود

سرکشن پرشاد شاد کے نعتیہ مجموعۂ کلام "خمکدۂ رحمت" کے سرورق کا عکس

"ہدیۂ شاد" میں لطیف احمد اختر مینائی (۱۸۷۱ - ۱۹۴۰ء) کی تقریظ شامل ہے جس میں انہوں نے جناب شاد کی نعت گوئی پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھا ہے۔ "کلام خود کہتا ہے کہ ایسے سوز و گداز کے اشعار بغیر دل کی لگی کے نہیں نکلتے" شاد صاحب کے رنگ سخن کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔ "حق تو یہ ہے کہ اس گویائی کا رنگ امیر کے رنگ سے بہت کچھ ملتا جلتا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب مصنف نے امیر مینائی کا کلام بہت دلچسپی اور والہیت کے ساتھ دیکھا اور سنا ہے۔" ☆ ۳ محمد محفوظ الرحمن نے اپنی تالیف میں اسی تاثر کا اظہار کیا ہے۔ "شاعری کی ہر صنف میں آپ کا کلام گوہر آبدار بن کر چمک رہا ہے۔ چونکہ آپ کی طبیعت میں سوز و گداز کوٹ کوٹ کر فطرت نے بھر دیا ہے۔ اس لئے آپ کے سارے کلام میں عرفان کی جھلک موجود ہے۔ ☆ ۴ ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق نے ان آراء سے اتفاق کیا ہے۔ "نعتیہ اشعار میں تصوف کے مسائل کا بیان بھی شاد کے یہاں اکثر و بیشتر ملتا ہے جو حقیقت میں ان کے صوفی مشرب ہونے کا پتہ دیتا ہے ـــ۔ شاد نے جہاں داخلی جذبات کے اظہار میں نہایت لطیف پیرایہ اختیار کیا ہے اور جذب و شوق کی فراوانی سے اپنے خلوص کا ثبوت دیا ہے وہاں اکثر نعت گو شعراء کے رنگ میں رسول کریمؐ سے عشق کا اسی طرح اظہار کیا ہے جس طرح ایک شاہد مجازی سے کیا جاتا ہے۔" ☆ ۵ جناب سرکشن پرشاد کے جذبات حقیقی کا یہ انعام ہی کہا جا سکتا ہے کہ "اردو نعت گویوں میں یہ شرف آپ کو ہی حاصل ہے کہ مدینۃ النبیؐ کے اس کتب خانہ کی دیوار پر آپ کا نعتیہ کلام آویزاں ہے جو مسجد نبویؐ کے متصل شیخ الاسلام عارف حکمت بے نے قائم کیا تھا۔" ☆ ۶ آپ نے تقریباً اسی کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں سے ۴۷ کتابوں کی فہرست محمد عبداللہ قریشی نے "اقبال بنام شاد" میں درج کی ہے۔ ☆ ۷ سرکشن پرشاد کی تقریباً چالیس تصانیف موجود ہیں جن میں بزمِ خیال' رباعیاتِ شاد' ہدیۂ شاد' فریادِ شاد' مطلعِ خورشید' ایمانِ شاد' خمارِ شاد' نغمۂ شاد' ارمغانِ وزارت' مخزن القوافی' مثنوی آئینہ موجود اور مثنوی سرِ وجود قابل ذکر اور مشہور ہیں۔ مہاراجہ سرکشن پرشاد ۱۳۵۹ھ یعنی ۹ رمئی ۱۹۳۹ء کو جہان رنگ و بو سے رخصت ہوئے۔

ڈاکٹر سید شمیم گوہر نے شاد کی نعتیہ شاعری پر رائے دیتے ہوئے کہا ہے "شاد کی نعتیہ شاعری جذبہ عقیدت اور حسنِ لطافت سے وابستہ ہے۔ زبان و بیان معیاری اور باوزن ہے جس میں لچک' لطافت' نزاکت اور سادگی و روانی ہے۔ تصورات میں سنجیدگی اور ٹھہراؤ ہے اور عقیدت و محبت میں رکھ رکھاؤ ہے۔ یوں تو نعت کے ہندو شعرائے متقدمین کی تعداد بے شمار ہے جن میں چند نعت گو شعراء کی شعری و فکری حیثیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا مگر اس کے باوجود ہندو شعراء کی صف میں مہاراجہ کشن پرشاد کی شعری حیثیت اپنی جگہ مسلم ہے۔" ☆ ۸

پرتوِ ذات احد جلوۂ سر عجمی
روکشِ مہر حقیقت تو چہ عالی نسبی
چہ کنم وصفِ تو اے ہاشمی و مطلبی
مرحبا سیّدِ مکی مدنی العربی

دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

از وجودِ تو شدہ جامۂ احرام عدم
چشمہائے تو نمودہ اثر لا و نعم
از خرامِ تو بود رونقِ گلزار ارم
منِ بیدل بجمال تو عجب حیرانم

اللہ اللہ چہ جمالست بدیں بوالعجبی

دردِ عشق تو بدل باد مرا اے دلبر
باد سودائے از آں زلفِ معنبر در سر
بادِ تصویرِ تو در دیدہ مرا شام و سحر
چشمِ رحمت بکشا سوئے من انداز نظر

اے قریشی لقبی ہاشمی و مطلبی

گرچہ گویند براقت از سرِ خاک گزشت
کس نداند مگر ازدانش و ادراک گزشت
دہ چہ درچشم زدن صاحب لولاک گزشت
شبِ معراج عروجِ تو زا افلاک گزشت

بمقامے کہ رسیدی نرسد ہیچ نبی

جلوۂ حق چو شدی اے شہِ والا درجات
گشت پیوستہ بیک آئینہ ذات و صفات
حبّذا برزخِ کبریٰ سکون و حرکات
ماہمہ تشنہ لبا نیم توئی آبِ حیات

رحم فرما کہ زحد میگزرد تشنہ لبی

ساقیٔ کوثر و تسنیم عطا کن یک جام
تابمانم ز مئے عشقِ تو سرمستِ مدام
حسرتِ لذتِ آزاد شود نیک انجام
نخل بستانِ مدینہ ز تو سرسبز مدام

زاں شدہ شہرۂ آفاق بہ شیریں رطبی

کیمیا ہست حیاتِ تو بنی آدم را
زندگی ہست ثباتِ تو بنی آدم را
حق کجا داد صفاتِ تو بنی آدم را
نسبتے نیست بذاتِ تو بنی آدم را

برتر از آدم و عالم تو چہ عالی نسبی

شد نہ اوصافِ تو تحریر ازیں دو خجلم — بے گل مدح تو چوں غنچہ فسردہ است دلم
اللہ اللہ کجائی و کجا آب و گلم — نسبتِ خود بسگت کردم و بس منفعلم

زانکہ نسبت بہ سگِ کوئے تو شد بے ادبی

چشم بدور ز رویت شدہ عالم پرنور — ہست مشتاق جمالِ تو چہ انسان و چہ حور
برفلک عیسیٰ و موسیٰ بہ تمنا سرِطور — ذات پاکِ تو دریں ملکِ عرب کرد ظہور

زاں سبب آمدہ قرآں بزبانِ عربی

یا نبیؐ مونسِ جان و دل عشاق توئی — خاکِ راہِ تو شوم ہست تمنائے دلی
شادؔ ہر وقت کند ذکرِ تو ہمچوں قدسیؔ — سیدی انت حبیبی و طبیب قلبی

آمدہ سوئے تو قدسیؔ پئے درماں طلبی

☆ ۹

☆ ☆ ☆

اشرف انبیاءؑ حبیبؐ خدا — زینت مسند جہاں بانی
ان کا شہرِ مدینہ مسکن ہے — خلد کا ہے جو نقشۂ ثانی
رازِ وحدت کے راز دار ہیں یہ — بزم کثرت میں ہیں یہ لاثانی
آپؐ خیرالبشر ہیں کچھ نہیں شک — آپؐ کی ذات لطفِ سبحانی
کیا سراپا کا ان کے وصف کروں — دونوں عالم ہیں ان سے نورانی
بذل وجود و عطا کا کیا کہنا — بحرِ رحمت کی جیسے طغیانی
گو کہ اُمّی جہاں میں تھے مشہور — تھا تکلمؔ کلامِ ربانی
ادب و خُلق اور مروّت سے — پھیلی آفاق میں مسلمانی

ایسے بے مثل بندہ پرور کی
ہو سکے کیا بھلا ثنا خوانی

☆ ۱۰

عرشِ عظیم پر کہ تہہِ آسماں نہ تھا یارب ترے حبیب کا جلوہ کہاں نہ تھا
معراج میں حضورؐ ہوئے جبکہ باریاب بس آپ تھے اکیلے کوئی اور واں نہ تھا
احمدؐ کے در پہ اس لئے میں جبّہ سا رہا سجدے کے لائق اور کوئی آستاں نہ تھا

☆ ☆ ☆

سازگار اپنا زمانہ ہو گیا ہند سے طیبہ کو جانا ہو گیا
دفن یثرب میں ہوا لاشہ مرا اب مسافر کا ٹھکانہ ہو گیا
بت پرستی اب کہاں باقی رہی اس کو چھوڑے اک زمانہ ہو گیا
کفر چھوڑا پی کے مئے توحید کی رنگِ شاؔد اب عاشقانہ ہو گیا

☆ ☆ ☆

مرے والیؐ مرے مولیٰؐ مرے سلطانِ عربؐ مرے محبوبِؐ خدا پیارے نبیؐ جانِ عرب
لاکھوں مبعوث پیمبر ہوئے اس عالم میں کون حضرت سا ہوا شانِ عجم جانِ عرب
بلغا مان گئے سارے بلاغت کو تری اور قائل ہیں فصاحت کے فصیحانِ عرب
ہندی و رومی و مکی، مدنی سب اے شاؔد جان و دل سے ہیں مطیع شہِ ذیشانِ عرب

☆ ۱۱

☆ ☆ ☆

بلوائیں مجھے واں پہ جو سلطانِ مدینہ جاتے ہی میں ہو جاؤں گا قربانِ مدینہ
وہ گھر ہے خدا کا تو یہ محبوبِ خدا ہیں کعبہ سے بھی اعلیٰ نہ ہو کیوں شانِ مدینہ
لے جاؤں گا میں ساتھ فقط عشقِ محمدؐ تحفہ ہے مرے پاس یہ شایانِ مدینہ
کیوں میری شفاعت میں بھلا دیر لگے گی کیا مجھ کو نہیں جانتے سلطانِ مدینہ
مومن جو نہیں ہوں تو میں کافر بھی نہیں شاؔد
اس رمز سے آگاہ ہیں سلطانِ مدینہ

☆ ۱۲

جز عشق اور کیا ہے دلِ مبتلا کے پاس
رہتی ہے اپنی جان رسولِ خدا کے پاس

کہتا ہے بار بار یہی مجھ سے شوقِ دید
اٹھو، چلو مدینے کو اب مصطفےٰؐ کے پاس

عقدہ نہیں کھلا شبِ معراج کا ہمیں
فرمایا کیا خدا نے نبیؐ کو بلا کے پاس

حاجت بر آئے گی دلِ امیدوار کی
عرضی پہنچ گئی جو شہِ دوسرا کے پاس

کیوں مبتلا ہو عاشقو، دردِ گناہ میں
اس کی دوا ہے شافعِ روزِ جزا کے پاس

☆ ۱۳

☆ ☆ ☆

نعتیہ گیت

مورا بطحا کا بسیّا چھین لیو من کو
چھین لیو من کو اور تن دھن کو

مورا بطحا کا بسیّا چھین لیو من کو

منھ پر ڈالے میم کا پردہ
موہ لیو سارے بندرا بن کو

مورا بطحا کا بسیّا چھین لیو من کو

ذات وصفت کا وہ ہی دھنی ہے
اپنا کیو وا کے سنگھاسن کو

مورا بطحا کا بسیّا چھین لیو من کو

آ کر جگ میں بہروپ لیو
کا کہوں گوئیاں من موہن کو

مورا بطحا کا بسّیا چھین لیو من کو

بار بار آوت ہے یہی من میں
شادؔ گلے سے لگاؤں ساجن کو

مورا بطحا کا بسّیا چھین لیو من کو
۱۴ ☆

☆ ☆ ☆

من ابھلا کو بڑھایو دیّا

تمھرے آئی ہوں دروجوا پر سیّاں آج بھکارن ہوں
منسا موری یہ ہے کہ چوکھٹ تمھری مورا مسکن ہو

من ابھلا کو بڑھایو دیّا

تن من واری سائیں پر اور دھن دولت سب تج دینی
لٹ چھٹکائے بھبھوت ملے چو دیس پھرت ہوں جوگن ہو

من ابھلا کو بڑھایو دیّا

جب حشر کے دن ہم تم جائیں دربار میں اپنے مولا کے
شادؔ کے منسا یہ ہے ساجن ہاتھ میں تمھرا دامن ہو

من ابھلا کو بڑھایو دیّا
۱۵ ☆

نعلینِ رسولؐ چترِ شاہی میرا سرتاج یہ تاجِ کجلاہی میرا
میں حمدِ خداونعت گوئی سے ہوں شادؔ ہو خاتمہ بالخیر الٰہی میرا
۱۶ ☆

جلد آئے مرے واسطے وہ دن مولا جاؤں میں کہیں ہند سے سوئے حجا
اور روضہ پہ جا کر یہ کہوں بادلِ شاد یا سیّدِ مکّی مدنی صلِّ علیٰ
۱۷ ☆

☆ ۱ (الف) اردو میں نعتیہ شاعری' ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق' ص ۴۹۰
☆ ۱ (ب) یادِ رفتگاں' علامہ سید سلیمان ندوی ص ۲۰۷
☆ ۲ تاریخِ ادب اردو' رام بابو سکسینہ ص ۳۴۴
☆ ۳ ہدیۂ شاد' ص ۱۹۵ مطبوعہ ۱۳۲۶ھ
☆ ۴ ہندو شعراء دربار رسولؐ میں' محمد محفوظ الرحمٰن
☆ ۵ اردو میں نعتیہ شاعری' ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق' ص ۴۹۶
☆ ٦ ہندو شعراء دربارِ رسولؐ میں' محمد محفوظ الرحمٰن
☆ ۷ ماہنامہ "شاعر" بمبئی۔ اقبال نمبر حصہ اول۔ ص ۷٦ ۱۹۸۸ء
☆ ۸ نعت کے چند شعرائے متقدمین' ص ۱۲۲' ڈاکٹر سید شمیم گوہر
☆ ۹ الرسول القائد' مرتب شمیم طارق' ص ۲۱' ۲۲
☆ ۱۰ نقوش' رسولؐ نمبر' مدیر محمد طفیل' ص ۴٦۴' ۴٦۵
☆ ۱۱ نعت کے چند شعرائے متقدمین' ص ۱۲۵' ۱۲٦' ڈاکٹر سید شمیم گوہر
☆ ۱۲ نعتِ کائنات' ص ۲۱۹' راجا رشید محمود
☆ ۱۳ خمکدۂ رحمت موسوم بہ ہدیہ شاد' ص ۳۸' سرکشن پرشاد شاد
☆ ۱۴ اردو شاعری میں نعت' ص ۲۵۳' ڈاکٹر اسماعیل آزاد بشکریہ شہزاد احمد
☆ ۱۵ ایضاً" ص' ۲۵۴
☆ ۱٦ رباعیاتِ شاد' ص ۲ سرکشن پرشاد شاد
☆ ۱۷ رباعیاتِ شاد' ص ۳ سرکشن پرشاد شاد

شاداں، مہاراجہ چندو لال

مہاراجہ چندو لال ۱۷۶۶ء میں پیدا ہوئے۔ راجہ مولچند کے پوتے اور رائے نرائن داس کے فرزند اکبر تھے۔ اس خاندان کا سلسلہ راجہ ٹوڈرمل سے ملتا ہے جو ابراہیم شاہ لودھی، شیر شاہ لودھی اور شہنشاہ اکبر کے وزیر مال تھے۔ راجہ چندو لال کی تعلیم و تربیت نانک رام کی خاص نگرانی میں ہوئی۔ ۱۲۱۲ھ میں خطاب سے نوازا گیا۔ آپ کی انتظامی صلاحیتوں سے متاثر ہو کر نواب سکندر جاہ نے افواج آصفیہ کا پیش کار مقرر کیا۔ ۱۲۳۵ھ میں نواب صاحب نے راجہ چندو لال کو مہاراجہ، پالکی جھالر دار نوبت سے سرفراز کیا۔ ان نوازشات کے علاوہ ایک کروڑ روپے بطور قرض دیئے جسے نواب سکندر جاہ کے انتقال کے بعد ناصر الدولہ نے کاملاً معاف کر دیا اور "راجہ راجایان" کے خطاب سے سرفراز کیا۔ بعض حالات کی بناء پر جنرل فریزر جب رزیڈینٹ بن کر حیدر آباد آئے تو انہوں نے مہاراجہ چندو لال کے خلاف الزامات کی طویل فہرست گورنر جنرل کے پاس پیش کی۔ ۱۸۴۳ء میں جنرل کے اصرار پر معزول کر دیئے گئے۔ ۸ ربیع الاول ۱۲۶۱ھ مطابق ۵ر اپریل ۱۸۴۵ء کو انتقال کیا۔

ڈاکٹر رام بابو سکسینہ (۱۸۹۶ - ۱۹۵۷ء) تحریر فرماتے ہیں۔ "امراء و رؤسائے ریاست عہد قدیم میں بحیثیت سرپرست شعراء اور اہل کمال کے جو مرتبہ مہاراجہ چندو لال کو حاصل ہے وہ کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہوا ۔۔۔ ان کی سخاوت کی مثالیں اب تک بطور ضرب المثل حیدر آباد میں مشہور ہیں ۔۔۔ ان کی سخاوت کا شہرہ سن کر ہندوستان اور ایران کے اکثر شعراء اور اہل کمال وہاں جمع ہو گئے تھے۔" ☆ ا مرقع سخن میں بھی آپ کی اردو کے لئے خدمات کو شاندار خراج تحسین ان الفاظ میں پیش کیا گیا۔ "حیدر آباد میں مہاراجہ چندو لال کے خاندان نے جو احسانات اردو پر کئے ہیں وہ ہمیشہ یاد رہیں گے۔ اس زمانہ میں جب شمالی ہند میں عام طور پر انتشار و اضطراب پھیلا ہوا تھا دکن میں شاداں کی فیاضیوں سے اردو خوب پھل پھول رہی تھی۔ اس علم دوست ہستی نے اپنی قدردانیوں سے شمال کے کئی بلند پایہ

شعراء اردو کو اپنے گرد جمع کر لیا تھا اور شعر و سخن کی وہ محفلیں آراستہ کیں کہ دکن شمع ادب کی ضیاء پاشیوں سے منور ہو گیا۔" ☆ ۲

مہاراجہ چندو لال شاداں اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ دو دیوان اردو اور ایک دیوان فارسی ان کی یادگار ہیں۔ ایک کتاب "عشرت کدۂ آفاق" بھی آپ کی تصنیف ہے جس میں انہوں نے اپنے خاندانی حالات اور خود اپنی سوانح اور خدمات کا حال مفصل لکھا ہے۔ شاداں نے قصیدے' غزل' مثنوی اور رباعیات کہی ہیں۔ ادارہ ادبیات اردو کی جانب سے شائع شدہ "مرقعِ سخن" جلد اوّل میں آپ کی شخصیت اور شاعری پر سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے۔ جناب رمن راج سکسینہ نے آپ کے شعری محاسن کو پیش کرتے ہوئے لکھا ہے۔ "وہ ایک فطری شاعر تھے۔ ان کا کلام ان کے جذبات اور کردار کا آئینہ دار ہے۔ بیان میں سادگی اور خلوص ہے۔ الفاظ کی ندرت' تکلف اور رکھ رکھاؤ کی خاطر انہوں نے اپنے اصل رنگ کو قربان نہیں کیا۔ وہ ایک مذہب پرست صوفی امیر تھے اور یہ رنگ ان کے کلام میں جابجا ملتا ہے۔" ☆ ۳

تو' صاحب معراج ہے تو' صاحبِ لولاک
رتبہ تیرے قدموں سے ملا عرشِ بریں کو

☆ ☆ ☆

☆ ۱ تاریخِ ادب اردو' ڈاکٹر رام بابو سکسینہ ص ۲۴۳
☆ ۲ مرقعِ سخن' جلد دوم' ڈاکٹر محی الدین قادری زور' ص ۳۷۴
☆ ۳ تذکرہ دربار حیدر آباد' رمن راج سکسینہ ص ۹۶۔ ۱۰۰

شاکر بریلوی، کالکا پرشاد مہروترا

کالکا پرشاد مہروترا ۱۸۹۲ء میں معزز کھتری گھرانے کے فرد منگل سین مہروترا کے گھر بریلی میں پیدا ہوئے۔ مادری زبان اردو تھی۔ شروع میں ادبی محفلوں سے لطف اندوز ہوتے رہے اور پھر خود کی طبیعت بھی موزوں ہوگئی۔ آپ نے "دیوان شاکر" کے مطابق ۱۱ر اپریل ۱۹۳۵ء کو فصیح العصر حضرت نوح ناروی (۱۸ر ستمبر ۱۸۷۹ - ۱۰ر اکتوبر ۱۹۶۲ء) سے سند شاگردی حاصل کی۔ شاکر بریلوی نے اپنا دوسرا دیوان بھی مرتب کرلیا تھا جو شائع نہ ہوسکا۔ فروری ۱۹۶۱ء میں آپ نے دنیائے فانی کو خیرباد کہا۔

کیا مجھ کو خوف پرسشِ روزِ حساب کا ذاکر ہوں میں جنابِ رسالت مآبؐ کا

ہر دم مجھے خیال ہے روزِ حساب کا جب سے سنا بیان عذاب و ثواب کا

اللہ رے ذوق و شوق دلِ بے حساب کا ہر وقت میرے لب پہ محمدؐ کا نام ہے

اک اک ہے شعر قیمتی میری کتاب کا موتی پرو دیئے ہیں جو نعت شریف میں

شاؔکر کو آسرا ہے رسالت مآبؐ کا اس کے گناہ حق سے وہی بخشوائیں گے

☆ ۱

☆ ☆ ☆

۱ تذکرہ شعرائے اتر پردیش، تیرہویں جلد ص ۱۷۱، ۱۷۲ عرفان عباسی

شانت، لالہ بہاری لال

کیوں کر کہوں جنت ہے گلستانِ مدینہ
جنت کے فرشتے ہیں ثنا خوانِ مدینہ

واہ کیا صلِّ علیٰ شانِ مدینہ
خود داعیٔ جنت ہوا مہمانِ مدینہ

سو جنتیں اور ایک بیابانِ مدینہ
سو پھول اور اک خارِ مغیلانِ مدینہ

برکت ہے ترے قدموں کی اے جانِ مدینہ
آدم بھی فرشتے بھی ہیں قربانِ مدینہ

میں بھی ہوں ترے در کا بھکاری مرے آقا
ہو چشمِ کرم مجھ پہ بھی سلطانِ مدینہ
☆ ۱

☆ ☆ ☆

☆ ۱ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام، ص ۱۴۱

شائق امرتسری، لچھمن داس

لچھمن داس شائق امرتسری گوت کے اعتبار سے برہمن ہیں۔ ہندو سبھا ہائی اسکول امرتسر میں اردو اور فارسی کے استاد تھے۔

برحق کہا "خدا ہے" رسولِ کریمؐ نے
اعجاز ہی کیا، رسولِ کریمؐ نے

ہے آشنائے ذات احد پر رگِ حیات
پیغام وہ دیا ہے رسولِ کریمؐ نے

اللہ کا جلال و جمال اب ہے آشکار
جلوہ نما کیا ہے رسولِ کریمؐ نے

عاصی پہ بابِ رحمتِ حق آپ وا کیا
دیکھا جو "رو رہا ہے" رسولِ کریمؐ نے

اللہ رے جناب کی ایماں فروزیاں
شائقؔ بنا لیا ہے رسولِ کریمؐ نے
☆ ۱

☆ ☆ ☆

☆ ۱ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام، ص ۱۶۲۔ فانی مراد آبادی

شباب للت، بھگوان داس

رام کرشن للت کے ہاں جناب بھگوان داس شباب للت نے ۳ ر اگست ۱۹۳۳ء کو خان گڑھ ضلع مظفر گڑھ (پاکستان) کے ایک خوشحال تاجر گھرانے میں آنکھ کھولی۔ ابتدائی تعلیم اپنے آبائی قصبہ میں پائی اور میٹرک کی تعلیم مظفر گڑھ میں حاصل کرتے ہوئے نومبر ۱۹۴۷ء میں مشرقی پنجاب (بھارت) منتقل ہوگئے۔ آپ ایم۔ اے (اردو) اور ایم۔ اے (تاریخ) ہیں۔ سونے کا تمغہ حاصل کرچکے ہیں۔ کچھ عرصہ روزنامہ "ویر بھارت" دلی میں سب ایڈیٹر رہے۔ روہتک کے ماہنامہ "لہریں" کی ادارت بھی کرچکے ہیں۔ آج کل بھارت کی مرکزی حکومت کی وزارتِ اطلاعات و نشریات میں فیلڈ پبلسٹی آفیسر کی ذمہ داریاں سنبھالے ہوئے ہیں۔

محترم شباب للت نے ۱۹۴۱ء میں شاعری کا آغاز کیا اور پہلی غزل ۱۹۴۶ء میں لاہور کے جریدہ ماہنامہ "ادم" میں شائع ہوئی اب برصغیر پاک و ہند کے اکثر رسائل و جرائد میں آپ کا کلام شائع ہوتا ہے۔ محترم شباب للت اشاعتی معاملہ میں بھی خوش نصیب ہیں۔ آپ کی اب تک پندہ تصانیف منظر عام پر آچکی ہیں۔ جن میں اردو شعری مجموعے مضراب ۱۹۶۱ء، پروائی ۱۹۶۳ء، پتوار ۱۹۶۴ء، منزل منزل ۱۹۷۰ء، صحرا کی پیاس ۱۹۷۳ء، اڑان ۱۹۷۶ء، دائروں کا سفر ۱۹۸۰ء زرد موسموں کا درد ۱۹۸۳ء، سمندر پیاسا ہے ۱۹۸۶ء، آنچ برف زاروں کی ۱۹۸۸ء شامل ہیں۔ ان میں سے چھ مجموعوں کو انعامات مل چکے ہیں۔ تین ہندی مجموعے پتوار ۱۹۷۲ء، دھنک میری چیتنا کی ۱۹۷۴ء اور "اپنی تلاش میں" ۱۹۸۷ء کے علاوہ دو پہاڑی زبان کی شعری کتابیں "بھاگسو دے نوتڑیں ۱۹۷۷ء اور گجھی چوٹ ۱۹۸۱ء بھی قارئین تک پہنچ چکی ہیں۔ آپ نے جناب بشیشور پرشاد منور لکھنوی (۱۸۹۷ء۔ ۱۹۷۰ء) سے اکتساب فیض کیا ہے۔ ☆ ا

محترم شباب للت کی جدید و قدیم متوازن امتزاج کی شاعری میں روحانیت کا عنصر نمایاں ہے۔ موصوف شاعری کو محض ذہنی عیاشی کا سامان نہیں سمجھتے۔ یہی وجہ ہے کہ فرماتے ہیں۔

فتورِ نفس کو حکمِ شکستِ یابی دے　　شعور و فکر و نظر کو بلند کر مولا!

محترم شباب للت ہماچل اکیڈمی آف آرٹ، کلچر اینڈ لینگویجز کی گورننگ باڈی کے رکن اور بزم ادب ہماچل کے سینئر وائس پریزیڈینٹ کی حیثیت سے بھی علم و ادب کی خدمت کر رہے ہیں۔

حاصل نہ ہوا گو مجھے دیدارِ محمدؐ　　دیتا ہے مجھے روشنی کردارِ محمدؐ
ہر آیتِ قرآں ہے طہارت کا خزینہ　　احکام ہیں یزداں کے بگفتارِ محمدؐ
اے خاک مدینہ تجھے آنکھوں سے لگا لوں　　دامن ہے ترا مطلع انوارِ محمدؐ
دشمن کا بھی مانگا نہ برا، بلکہ دعا دی　　دیکھے تو کوئی جذبہ ایثارِ محمدؐ
محشر میں کریں گے وہی بخشش کی سفارش　　ہر سچے مسلماں سے ہے اقرارِ محمدؐ
جنت نہ ملے حشر میں تو اپنی بلا سے　　خوش ہوں کہ ملے گا مجھے دیدارِ محمدؐ
خود سیرت یزداں کا ہے آئینہ وہ صورت　　اک نور کا مینار ہے، کردارِ محمدؐ
گلہائے نوازش ذرا دوچار ادھر بھی　　صدقے ترے اے دامن گلبارِ محمدؐ
کرتے رہیں توحید کے چشمے اسے سیراب　　شاداب و شگفتہ رہے گلزارِ محمدؐ
محبوبِ الٰہی وہ رسول عربیؐ ہے　　کل امت اسلام ہے دلدارِ محمدؐ
انسان کو انسان بنانا ہے ابھی تو　　ہے تشنۂ تکمیل ابھی کارِ محمدؐ
منعم سے زیادہ یہاں مفلس کی ہے پرسش　　دربار محمدؐ ہے یہ دربارِ محمدؐ

میرا بھی ہے مخدوم وہ محبوبِ الٰہی
میں بھی ہوں شبابؔ ادنیٰ پرستارِ محمدؐ

☆ ☆ ☆

Shabab Lalit
M. A (Hist.), M. A. (Urdu), Gold Med...
Member, Himachal Academy of Art, Culture & Languages, (Governing Body)
Sr. Vice President, BAZM-E-ADAB HIMACHAL (Regd.)

فلیٹ بلیسنگ اینیسر
گورنمنٹ آف انڈیا
بیارے لاڑ بلڈنگ، شملہ
Pin Code: 171003

Author of:

Urdu Anthologies

MIZRAAB (1961)
Awarded by Punjab Languages Department

PATWAAR (1964)
Awarded by Punjab Languages Department

PURWAI (1967)

MANZIL MANZIL (1970)

SEHRA KI PYAS (1973)
Awarded by U. P. Urdu Academy

URAAN (1976)
Awarded by U. P. Urdu Academy & Himachal Academy of Art, Culture & Languages

DAYRON KA SAFAR (1980)
Awarded by W. Bengal Urdu Academy

ZARD MAUSAMON KE DARD (1983)

SAMUNDAR PYASA HAI (1986)

AANCH BARF ZARON KI (1988)

Hindi Anthologies

PATWAAR (1972)

DHANAK MERI CHETNA KI (1974)

APNI TALAASH MEN (1986)

Himachali Poetry

BHAGSU DE NAUNE (1978)

GUJHHI CHOT (1989)

دربارِ محمدؐ

شباب للت

حاصل نہ ہوا گو مجھے دیدارِ محمدؐ
دیتا ہے مجھے روشنی کردارِ محمدؐ

ہر آیتِ قرآں ہے طہارت کا خزینہ
احکام ہیں یزداں کے یہ گفتارِ محمدؐ

اے خاکِ مدینہ تجھے آنکھوں سے لگا لوں
دامن ہے ترا مطلعِ انوارِ محمدؐ

دشمن کا بھی چاہا نہ بُرا، بلکہ دُعا دی
دیکھے تو کوئی جذبۂ ایثارِ محمدؐ

محشر میں کریں گے وہی بخشش کی سفارش
ہر سچے مسلماں سے ہے اقرارِ محمدؐ

جنت نہ ملے حشر میں تو اپنی بَلا سے
خوش ہوں کہ ملے گا مجھے دیدارِ محمدؐ

خود سیرتِ یزداں کا ہے آئینہ وہ صورت
اک نور کا مینار ہے، کردارِ محمدؐ

☆ ۱ دھوپ چھانوں، مرتبہ دھرم پال عاقل، ص ۸۷ بھاشا سنسکرتی وبھاگ، ہماچل پردیش، شملہ - ۱۹۸۶ء

شرما میرٹھی، اندر جیت شرما

کھر کھودہ ضلع میرٹھ کے معزز برہمن گھرانے میں اندر جیت شرما ۳ر دسمبر ۱۸۹۳ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر میں ہی حاصل کی اور ۱۹۲۲ء میں پرائیویٹ طور پر میٹرک کیا تقریبا پندرہ سال ماچرہ فائنل اسکول میں تدریسی فرائض انجام دیئے اور پھر ترقی پا کر ہیڈ ماسٹر ہوئے۔ شرما جی کی شاعری کا باقاعدہ آغاز ۱۹۲۰ء کے قریب ہوا۔ آپ مولانا شعیب احمد ندرت میرٹھی (۱۸۸۶ - ۱۹۵۴ء) کے نہایت عزیز اور ممتاز شاگرد تھے۔ آپ نے کئی اصناف میں طبع آزمائی کی ہے مگر نظم میں بہت نمایاں رہے۔ اکثر رسائل و جرائد میں آپ کی منظومات شائع ہوتی رہیں اور "زمانہ" کانپور میں تقریبا بیس سال تک مستقل کلام شائع ہوتا رہا۔ ملک کے ہر حصہ کے قارئین میں مشہور بھی ہوئے اور مقبول بھی۔

اندر جیت شرما کا پہلا مجموعہ کلام "نیرنگِ فطرت" ۱۹۳۰ء میں شائع ہوا دوسرا مجموعہ "جلوہ زار" ۱۹۳۲ء میں چھپا۔ دونوں مجموعے بہت پسند کئے گئے۔ پنڈت اندر جیت شرما تقریبا نصف صدی تک ادبی دنیا میں سرگرم رہ کر ۶ر جولائی ۱۹۴۶ء کو رخصت ہوئے۔

مجھے تیری آرزو ہے مجھے تیری جستجو ہے
میرے سر میں تیری بو ہے میرے دل میں تو، ہی تو، ہے

مری حسرتوں کے مالک
مری الفتوں کے مالک

مری محفلوں کے تزئیں دلِ غمزدہ کے تسکیں
ہے تجھی سے صبر و تسکیں مجھے رکھ نہ ہائے غمگیں

مری چاہتیں ہیں تجھ سے
مری راحتیں ہیں تجھ سے

شعلہ، منشی بنواری لال

منشی بنواری لال کا تخلص شعلہ تھا۔ منشی موتی لال کے فرزند تھے۔ ۱۸۴۷ء میں بہ مقام سہارنپور (یو۔ پی) میں پیدا ہوئے مگر آبائی وطن حصار تھا۔ اوائل عمری میں ہی سایہ عاطفت سے محروم ہوگئے۔ ذمہ داریوں کے احساس نے ملازمت کی راہ دکھائی اور علی گڑھ کے محکمہ بندوبست سے تعلق قائم کرلیا لیکن ملازمت کی پابندیاں طبعاً ناگوار رہیں۔ وکالت کا امتحان دے کر پریکٹس کا آغاز علی گڑھ میں ہی کیا۔

فن شعر میں منشی بال مکند بیصبر (۱۸۲۰ء - ۱۸۹۰ء) اور غالب کے مشہور شاگرد منشی ہرگوپال تفتہ (۱۷۹۹ء - ۱۸۷۹ء) کے شاگرد تھے۔ آپ کا کلام آگرہ یونیورسٹی کے ایم۔ اے کے نصاب میں شامل رہا ہے۔ "ارمغان شعلہ" اور "بزم بندرابن" آپ کی خاص تصانیف ہیں۔ ☆ ۱ جناب شعلہ نے ۱۹۰۳ء میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

بڑھے گی جب زیادہ آفتابِ حشر کی گرمی ترِیٔ رحمت پکارے گی یہی میدانِ محشر میں
چلے آؤ، چلے آؤ، گنہگارو چلے آؤ ہزاروں کوس کا سایہ ہے دامانِ پیمبرؐ میں
☆ ۲

☆ ☆ ☆

☆ ۱ نقوش (غزل نمبر) اکتوبر ۱۹۸۵ء ص ۷۰۲

☆ ۲ ماہنامہ نعت لاہور ص ۱۴۸ اگست ۱۹۸۸ء

شعلہ قنوجی، چرن جیو نرائن سکسینہ

چرن جیو نرائن سکسینہ ۱۹۰۶ء میں شمبھو نرائن کے گھر قنوج ضلع فرخ آباد (اترپردیش) میں پیدا ہوئے۔ اپنے آبائی شہر میں ہی مقیم ہیں۔

نہیں دو جہاں میں مثالِ محمدؐ
جمالِ خدا ہے جمالِ محمدؐ

محبت محمدؐ کی ہے عین ایماں
ہے ہر وقت دل میں خیالِ محمدؐ
☆ ۱

☆ ☆ ☆

☆ ۱ آپ ہیں۔ حصہ چہارم ص ۱۲۰ عرفان عباسی

شفق، کنج بہاری لال

منشی کنج بہاری لال کرتپوری متخلص بہ شفق ریاست کنڈیلہ میں وکیل تھے۔ کائستھ قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ منشی چھترمل مجبور جلالوی کے شاگرد اور جملہ اصناف سخن پر قادر تھے۔ شفق کے بارے میں کالیداس گپتا رضا فرماتے ہیں۔ "شفق مذہبا" ہندو تھے مگر اردو شاعری کی ہمہ مذہبیت کی روایت نے ان سے ایسی بیساختگی سے اسلامی اشعار کہلوائے ہیں کہ ان پر بے اختیار مسلمان ہونے کا گمان ہوتا ہے۔" ☆ ۱

کنج بہاری لال کا دیوان "بہارِ شفق" ۱۹۰۵ء میں مطبع مفید عام آگرہ سے شائع ہوا۔ شایاں بریلوی نے سنِ اشاعت ۱۹۰۸ء لکھا ہے۔ ☆ ۲

ہوں ثناخواں ذاتِ پاکِ ایزد سبحان کا مدّ بسم اللہ ہے مطلع مرے دیوان کا

جابجا جو سورہ الحمد کی تفسیر ہے ہے مرا دیوان گویا ترجمہ قرآن کا

اپنی رحمت سے خدا نے بھیج کر اپنا حبیبؐ راستہ ہم کو بتایا دین اور ایمان کا

☆ ۳

☆ ☆ ☆

کیوں اٹھاؤں میں شفق اب سفرِ دور دراز
دل میں مکہ، مرے سینے میں مدینہ نکلا

☆ ۴

☆ ☆ ☆

قدم ان کے شفق کس کس محبت سے لئے میں نے
پھرے جو زائران روضۂ احمدؐ مدینے سے

☆ ۵

☆ ☆ ☆

☆ ۱ سوو سراغ ص ۱۶۹ کالیداس گپتا رضا

☆ ۲ تاریخ شعرائے روہیلکھنڈ جلد دوم ص ۱۵۶۱

☆ ۳ سوو سراغ، کالیداس گپتا رضا، ص ۱۶۹، ادارہ "فن اور شخصیت" بمبئی ۱۹۸۰ء

☆ ۴، ۵ سوو سراغ، کالیداس گپتا رضا ص ۱۷۰، ادارہ "فن اور شخصیت" بمبئی ۱۹۸۰ء

شفقؔ گوپال کرشن

گوپال کرشن ۲۶ ر اکتوبر ۱۹۳۳ء کو پٹیالہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے اردو میں ایم۔ اے کیا ہے۔ ذریعۂ معاش میڈیکل پریکٹس ہے۔ شفق تخلص فرماتے ہیں۔ عرصہ دراز سے ہریانہ کے شہر کالپی ضلع انبالہ میں سکونت پذیر ہیں۔ شاعری کا شوق دوران تعلیم ہوا۔ حضرت اوم پرکاش زار علاّمی (پ ۱۹۲۳ء) کے حلقۂ تلامذہ میں شامل ہیں۔ تذکرہ شعرائے ہریانہ کے مرتبین نے آپ کی شاعری پر گفتگو کرتے ہوئے تحریر کیا ہے۔ "سلیس و سادہ زبان اور آسان طرزبیان ان کے کلام کے خاص جوہر ہیں۔" ☆ ۱ آپ کی شعری کاوشیں مختلف ادبی رسائل اور اخبارات میں شائع ہوتی رہی ہیں۔ مجموعہ کلام "رنگِ شفق" زیرترتیب ہے۔

☆ ۱ بساطِ فکر ص ۳۲۴ مرتبین ساحر ہوشیارپوری، ناشر نقوی

ہر سمت رونما ہوا جلوہ رسولؐ کا
کیونکر نہ ہر زباں پہ ہو چرچا رسولؐ کا

حق بیں نظر سے دیکھئے جلوا رسولؐ کا
صد رشکِ کہکشاں ہے سراپا رسولؐ کا

خود حق کرے گا راہِ صداقت میں رہبری
ہر حق پرست سے ہے یہ وعدا رسولؐ کا

ہم کو عدو سے خوف ہے نہ گردشوں سے ڈر
جب تک ہمارے سر پہ ہے سایا رسول کا

کیوں وجد آفریں نہ ہو احساسِ زندگی
گونجا ہے سازِ روح پہ نغمہ رسولؐ کا

ہے آرزو یہی کہ دمِ مرگ اے شفقؔ
آنکھوں کے سامنے رہے جلوا رسولؐ کا

☆ ☆ ☆

شفیق، لچھمی نرائن رائے

رائے لچھمی نرائن کھتری اورنگ آباد دکن کے رہنے والے تھے۔ ۲۳ر فروری ۱۷۴۵ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد رائے منسارام عرصے تک سلطنت دکن میں صدر الصدور کے پیش کار رہے۔ آپ نے مولوی شیخ عبدالقادر سے درسی کتب پڑھیں۔ فن شعر میں حسان الہند علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی (۱۷۰۴ - ۱۷۸۶ء) کے شاگرد تھے۔ پہلے صاحب تخلص اختیار کیا۔ جب میر محمد مسیح صاحب کا شہرہ ہوا تو اپنے استاد کے مشورے سے شفیق تخلص رکھا۔ اسی لئے ان کے پہلے دیوان میں صاحب اور دوسرے میں شفیق تخلص ملتا ہے۔ آپ نے فارسی میں کلام زیادہ کہا ہے۔ آپ کی تصانیف میں اثر آصفی، اثر حیدری، تذکرۂ گل اور مراۃ الہند وغیرہ ہیں۔

مولوی محمد مبین کیفی چریا کوٹی (م - ۱۹۵۶ء) نے آپ کے طرز اظہار کے بارے میں لکھا ہے۔ "ان کی زبان ان کے دکن کے ہمعصروں کے مقابلے میں بہت صاف ہے۔" شفیق صاحب کا سن وفات مالک رام نے ۱۸۰۰، ۱۸۰۱ء لکھا ہے اور جوہر دیوبندی نے اپنے تذکرے میں ۱۷۹۸ء تحریر کیا ہے۔ ☆ ۱ "لچھمی نرائن شفیق اورنگ آبادی --- حیات اور کارنامے" کے نام سے سید محمد رضا کی تحقیقی کتاب شائع ہو چکی ہے۔ ☆ ۲

عجب تھی رات وہ انوار افشاں
کہ ہر کوکب تھا اک مہر درخشاں

کہوں گر رات اُس کو ہے تامّل
کہوں گر دن تو عالم میں پڑے غل

غرض غفلت سبھوں پہ چھا رہی تھی
خرد وا روئے حیرت کھا رہی تھی

سفر نیک پنے پیغام لایا
سلام حق کہا اور یہ سنایا

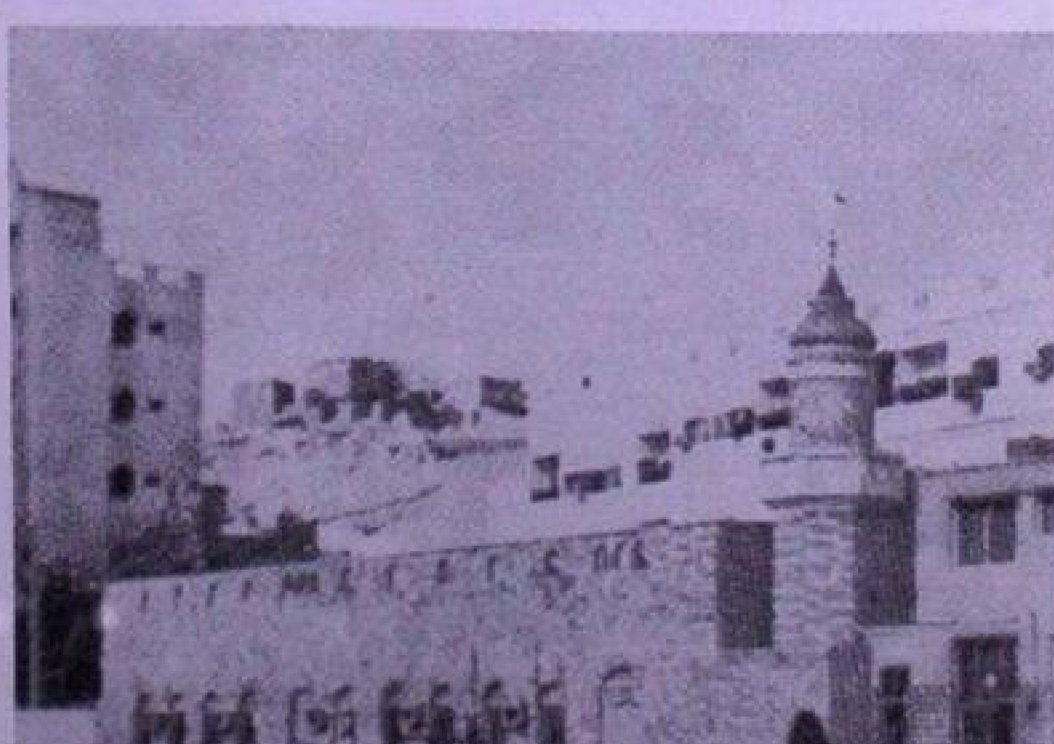
☆ ☆ ☆

درِ حجرہ پہ دو آ جوڑ کر ہات
کہا سرورؐ ترے پر حق کی صلوٰت

چل اٹھ اے شہؐ! کہ ہے معراج تیراؐ
غنی بھی آج ہے محتاج تیراؐ
☆ ۳

☆ ☆ ☆

☆ ۱ جواہرِ سخن، ص ۷۷ جلد دوم
موجِ گنگ، ص ۲۲۸
تذکرۂ ماہ و سال، ص ۲۲۲
☆ ۲ ماہنامہ "کتاب نما" دہلی، ستمبر ۱۹۸۵ء
☆ ۳ ماہنامہ "شام و سحر" لاہور، ص ۵۵ - جنوری، فروری ۱۹۸۵ء



مکہ کی مسجد جن جہاں اجنہ حضورؐ پر ایمان لے آئے

شکنتلا دیوی اکبر آبادی

نظر بن کے آنکھوں میں آئے محمدؐ
سکوں بن کے دل میں سمائے محمدؐ

تماشہ تو دیکھو جہنّم کی آتش
لگائے خدا اور بجھائے محمدؐ

قیامت میں شانِ شفاعت تو دیکھو
کہ پکڑے خدا اور چھڑائے محمدؐ

☆ ☆ ☆

شگفتہ لکھنوی، سندر لال

سندر لال شگفتہ لکھنوی آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر کی طرف سے منعقد ہونے والے نعتیہ مشاعروں میں شرکت کرتے تھے۔ راجا رشید محمود نے اپنے ماہنامہ "نعت" لاہور کی خصوصی اشاعت میں قاضی محمد عمر مظفر نگری کی مرتبہ کتاب "حدیث قدسی" کے حوالے سے حضرت قدسیؔ کی مشہور نعت کے چار اشعار کی تضمین نقل کی ہے۔

اے شہنشاہِ دوعالم، تو چہ عالی نسبی
نہ ہوا اور نہ ہووے گا کوئی تجھ سا نبی

حق سے امت کی کری تو نے شفاعت طلبی
"مرحبا سیّدِ مکّی مدنی العربی

دل و جان باد فدایت، چہ عجب خوش لقبی"

گرچہ اے شاہؐ! تو اُمّی ہے جہاں میں مشہور
سب زباں پر ہے ولے تیری طبیعت کو عبور

کی ہے یہ بات طبیعت نے بھی اپنی منظور
"ذاتِ پاکِ تو دریں ملکِ عرب کرد ظہور

زان سبب آمدہ قرآن بزبانِ عربی"

تو نہ ہوتا تو خدا کرتا نہ عالم اعلام
ابرِ رحمت سے ترے تازہ ہے بستان انام

خاص قائل ہیں اسی قول پہ اہلِ اسلام
"نخلِ بستانِ مدینہ زِ تو سرسبز مدام

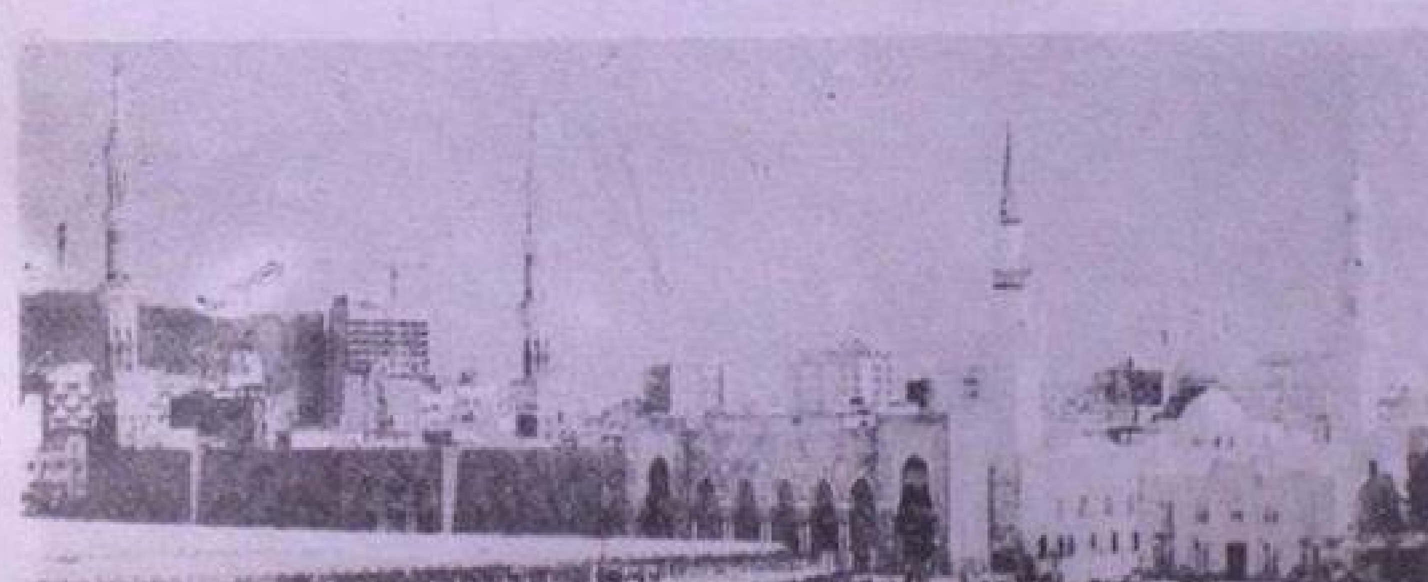
زان شدہ شہرۂ آفاق بہ شیرین رطبی"

کیا ترا نام کیا حق نے "محمدؐ" اظہر
حرف حرف اس کے ہیں سب حمد خدا کے رہبر

ملتجی تجھ سے ہوں اس بات کا میں شام و سحر
"چشم رحمت بکشا' سوئے من انداز نظر

اے قریشی لقبی' ہاشمی و مطلبی"

☆۱ ماہنامہ "نعت" لاہور' ص ۳۹۷' نومبر ۱۹۹۵ء



مسجد نبوی کا ایک دلفریب منظر

شمیم فرخ آبادی، سردار شیر سنگھ

موضع گوری ضلع فرخ آباد کے ایک زمیندار ٹھاکر گھرانے میں جو فن سپہ گری میں مشہور تھا، ۱۸۷۰ء کے قریب پیدا ہوئے۔ فارسی، اردو اور ہندی میں تعلیم حاصل کی۔ عرفان عباسی کے بقول "گھر کے زمیندار و بڑے کاشتکار تھے اس لئے ملازمت کے جھمیلے میں نہیں پڑے زمینداری کی آمدنی ان کی و کنبے کی کفالت کے لئے کافی تھی۔" مرزا محمد ہادی عزیز لکھنوی (۱۸۸۲ ـ ۱۹۳۵ء) سے متاثر تھے اس لئے ان کے سامنے ہی زانوئے ادب تہہ کیا۔ زود گو شاعر تھے۔ دو ضخیم دیوان ترتیب دے چکے تھے جو شائع نہیں ہوسکے۔ اپنی عمر کا بیشتر حصہ زبان و ادب کی خدمت کرتے ہوئے گزارا اور ۱۹ر ستمبر ۱۹۵۵ء کو جہانِ فانی سے رخصت ہوئے۔ شمیم فرخ آبادی کے شعری سرمائے میں نعت و مناقب بھی شامل ہیں۔

دکھا دے اے خدا روئے محمدؐ ۔۔۔ رواں ہوں جانبِ کوئے محمدؐ
صبا لائی ہے خوشبوئے محمدؐ ۔۔۔ ہیں عنبر بار گیسوئے محمدؐ
وہ دیکھیں جلوۂ روئے محمدؐ ۔۔۔ جنہیں ہو دیکھنا نورِ الٰہی!
ہمیں فردوس ہے کوئے محمدؐ ۔۔۔ حقیقیت آشنا ہونے کے باعث
جسے سمجھو ہو پہلوئے محمدؐ ۔۔۔ وہ ہے اسرارِ غیبی کا خزانہ
نگاہِ یاس ہے سوئے محمدؐ ۔۔۔ عجب کیا ہے مرادِ دل بر آئے

شمیم ایسا بشر بھی کوئی ہوگا
نہ ہو جو شائقِ کوئے محمدؐ

☆ ا

☆ ☆ ☆

مومن ہی کے دل میں نہیں سودائے محمدؐ ہر دل ہے فدائے رخِ زیبائے محمدؐ
موجود مرے دل میں رہے اس کی عقیدت لطف اتنا مرے حال پہ فرمائے محمدؐ
کچھ عابد و زاہد ہی پہ موقوف نہیں ہے ہر صاحبِ ایمان ہے شیدائے محمدؐ
کوئی بھی نہیں اس سے سوا زہد و عبادت مل جائے جبیں سائی کو گر پائے محمد

تسکیں کے لئے رب سے شمیمؔ اپنی دعا ہے
مجھ کو دمِ آخر نظر آ جائے محمدؐ
☆ ۲

☆ ☆ ☆

مسلم ہوں خواہ غیر مذاہب کے آدمی
سب پر شمیمؔ فرض ہے طاعت رسولؐ کی
☆ ۳

☆ ☆ ☆

☆ ۱ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام، ص ۸۷ فانی مراد آبادی
☆ ۲ تذکرہ شعرائے اترپردیش، بارہویں جلد ص ۱۷۵ عرفان عباسی
☆ ۳ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام، ص ۳۸ فانی مراد آبادی

شمیم کرہلوی، دیا شنکر سکسینہ

ضلع مین پوری کے معزز زمیندار کائستھ خاندان کے فرد بابو ہزاری لال کے گھر قصبہ دھرمنگد پور میں ۱۸۹۵ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے نانا بابو مکٹ بہاری لال نے تعلیم و تربیت پر خاص توجہ دی۔ ۱۹۲۵ء میں فوجداری کے امتحانات ہائی کورٹ الہ آباد سے پاس کر کے وکالت کا پیشہ اختیار کیا۔ شروع میں بھوگاؤں میں وکالت کرتے تھے۔ پھر اپنے خسر بابو مہیشور سہائے کے مشورہ و اصرار پر تحصیل کرہل منتقل ہوگئے اور ۱۹۵۴ء تک وہاں نیک نامی سے وکالت کرتے رہے۔

شمیم کرہلوی کے نانا کا شمار اچھے شعراء میں ہوتا تھا۔ انہیں کے فیض و توجہ نے ان کے ذوقِ شعر گوئی کو جلا بخشی۔ جملہ اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کی۔ ہزل گوئی میں بھی کافی شہرت رکھتے تھے۔ ان کا مجموعہ کلام "موجِ شمیم" کے نام سے ان کے صاحبزادے اور مشہور شاعر جگدیش سرن سکسینہ راز کرہلوی نے بزم غالب الہ آباد کے زیرِ اہتمام ۱۹۷۴ء میں شائع کیا ہے۔

تقریباً ساٹھ سال کی عمر میں زبان و ادب کے اس خاموش خادم نے جگر کے کینسر کا شکار ہو کر مئی ۱۹۵۴ء میں الہ آباد کے عارضی قیام میں اس جہانِ فانی کو خیرباد کہا۔

احمدؐ مختار کی ہر وقت جس کو یاد ہے ہر طرح سے اس جہاں میں شاد ہے آباد ہے
روضۂ اقدس پہ ہے جس کا سرِ تسلیم خم حشر میں بارِ گنہ سے ہر طرح آزاد ہے
ہاتھ میں جس کے رہے دامانِ حضرت مصطفیٰؐ ہر طرح سے حشر کے میدان میں وہ شاد ہے
المدد شاہؐ مدینہ المدد شاہِ امم ؐ تیرے بندوں میں یہ عاصی قابلِ امداد ہے
☆ ۱

☆ ۱ تذکرہ شعرائے اترپردیش، حصہ دوم ص ۱۶۹ عرفان عباسی

شنکو شنکرداس

لولاک لما تیری شان ہے جی
تو سب پہ آقا مہربان ہے جی

شنکر کی صرف بات نہیں
تیرا کرم ہر آن ہے جی

☆ ☆ ☆

شنکر میرٹھی

محمدؐ نام ہے تیرا، ترا پیغام عالی ہے
رسول اللہ تیری شان دنیا سے نرالی ہے

ہمیشہ نور کی فتح اندھیرے پر ہوئی شنکرؔ
ترے فضل و کرم ہی سے فضاؤں میں اجالی ہے
☆ ۱

☆ ☆ ☆

☆ ۱ گلدستہ نعت شریف، مرتبہ عیش میرٹھی

شوخ، نوبت رائے

نوبت رائے شوخ کی ایک نعت ماہنامہ "آستانہ" دہلی میں شائع ہوئی ہے۔

محمدؐ حبیبِ خدا بن کے آئے
وہ ہر دل کے دکھ کی دوا بن کے آئے

لئے دیدہ و دل میں تنویرِ وحدت
وہ آئینۂ اتقا بن کے آئے

کنیزوں، غلاموں کی زنجیر کاٹی
وہ بیواؤں کا آسرا بن کے آئے

یتیموں کا اس درجہ تھا درد دل میں
جہاں میں وہ خود بے نوا بن کے آئے

سب اوصاف روشن ہیں خیرالبشرؐ کے
وہ حسنِ صداقت نما بن کے آئے

جنہیں حق نے بخشی ہے چشمِ بصیرت
وہ دیکھیں، جہاں میں وہؐ کیا بن کے آئے

کشش ہے یہ تقریبِ یوم النبیؐ کی
جو تم شوخ صدق آشنا بن کے آئے

☆ ۱

☆ ☆ ☆

☆ ۱ ماہنامہ "آستانہ" دہلی، ص ۵۲، ستمبر ۱۹۶۱ء

شور جے پوری، گلاب چند

ہے اب یہی زبان پہ ہر تشنہ کام کی
ساقی پلا دے ساقی کوثر کے نام کی
☆ ۱

☆ ۱ ماہنامہ "خیال" ہاپوڑ، اپریل ۱۹۱۶ء ص ۳۷

شوق، چودھری ہردیال

چودھری ہردیال کی ولادت ۱۹۰۸ء میں بمقام ہنھیبی تحصیل احمد پور پاکستان میں ہوئی۔ شوق صاحب نے صادق ایجرٹن کالج بھاولپور سے بی۔ اے، ایل ایل بی کا امتحان پاس کیا اور محکمۂ مال میں بطور تحصیلدار ملازم ہوگئے۔ ۱۹۴۷ء میں ہماچل پردیش چلے گئے اور مجسٹریٹ مقرر ہوئے۔ چودھری صاحب ریونیو سیکرٹری کے عہدہ پر رہتے ہوئے سبکدوش ہو کر چنڈی گڑھ میں سکونت پذیر ہیں۔ ☆ ۱

بھلا کون آج بزمِ دہر میں ایسا حسیں آیا
صدا ہر سمت سے آئی کوئی ماہِ مبیں آیا

ملی اسؐ کی بدولت گلشنِ ہستی کو رعنائی
مجسّم نورِ عرفاں سرورِ دنیا و دیں آیا

کیا یوں بادۂ توحید سے سرشار عالم کو
دلوں سے والہانہ نعرۂ صد آفریں آیا

کوئی بھی چھوڑ کر دامن محمدؐ کا کہاں جائے
وہ لے کر تحفۂ بخشش برائے مومنیں آیا
☆ ۲

☆ ۱ نغمۂ ناقوس، جوہر دیوبندی ص ۱۹۶
☆ ۲ بشکریہ : کرشن بہاری نور لکھنوی

شوق رامپوری' بابو رگھنندن کشور

بابو رگھنندن کشور فارسی اور اردو کے ممتاز شاعر تھے۔ ایڈووکیٹ تھے اور اپنی خداداد صلاحیتوں سے ترقی کی منازل طے کرتے ہوئے ہائیکورٹ کے جج بنے۔ ☆۱

بہ یثرب شوقِ دیدارِ محمدؐ   منم ہر لحظہ بیمارِ محمدؐ
بہ یثرب چوں رسم مژگانِ خود را   کنم جاروب گلزارِ محمدؐ
جبینم صرفِ سجدہ تا بہ محشر   زبانم محو اذکارِ محمدؐ
ملائک را نیارم در نگاہے   شوم گر کفش بردارِ محمدؐ
ز جبریل امیں سبقت ربودہ   شب معراج رفتارِ محمدؐ

منم اے شوقؔ بیگانہ ز اسلام
مگر کفر است انکارِ محمدؐ
☆ ۲

☆ ☆ ☆

☆ ۱ تاریخ روہیلکھنڈ' جل سوم ص ۲۰۰۷

☆ ۲ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام' ص ۲۶

شوق لکھنوی، وشنو کمار

نہ ہوتے گر محمدؐ ہر خوشی بیکار ہو جاتی
خدائی رہتی ناقص زندگی بیکار ہو جاتی

نہ ہو جاتی اگر روشن حقیقت نور سے انؐ کے
تو پھر شمس و قمر کی روشنی بیکار ہو جاتی

نقابِ جلوۂ وحدت اگر حضرتؐ الٹ دیتے
طلسمِ رنگ و بو کی دلکشی بیکار ہو جاتی

بہاریں بھی نسیمِ زلف کی مرہونِ منت ہیں
وگرنہ ان گلوں کی تازگی بیکار ہو جاتی

جمالِ احمدیؐ کا کیوں نہ ہو احسان دنیا پر
بغیر اس کے تو ہر جلوہ گری بیکار ہو جاتی

رسول اللہؐ کی رحمت اگر ہوتی نہ بندوں پر
محبت بے اثر اور زندگی بیکار ہو جاتی

عطا کرتے نہ گر اے شوقؔ یہ توفیق وہ مجھ کو
قضا ہوتیں نمازیں بندگی بیکار ہو جاتی

☆۱

☆ ☆ ☆

لڑاتا ہے نظر سورج سے ہر ذرہ مدینے کا
رسول اللہؐ سے اتنا بڑھا رتبہ مدینے کا

جو محبوبِ خدا ہے کیف اس کا کارفرما ہے
انوکھا کیوں نہ ہو عالم سے میخانہ مدینے کا

نہیں پوشیدہ ہے اس سے کوئی بھی راز قدرت کا
بہت ہشیار ہے عالم میں دیوانہ مدینے کا

ابھی تو خواب ہی دیکھا ہے اب تعبیر دیکھوں گا
نگاہوں میں لئے پھرتا ہوں میں نقشہ مدینے کا

بس اب تو شوقِ دل میں اک یہی ارمان باقی ہے
کسی صورت پہنچ کر دیکھ لوں روضہ مدینے کا

☆۲

☆۱ ماہنامہ "خاتونِ پاکستان" کراچی رسولؐ نمبر ۱۳۸۳ھ ص ۳۲۶ مدیر شفیق بریلوی

☆۲ ہفت روزہ "الہام" بہاولپور، ص ۱۲۳ ۷ر دسمبر ۱۹۸۲ء

شہرت، منشی ہر نرائن

منشی ہر نرائن شہرت قصبہ فرید نگر تحصیل غازی آباد ضلع میرٹھ میں ۱۸۸۹ء میں پیدا ہوئے۔ میرٹھ میونسپل بورڈ کے محکمہ چنگی میں تیس سال خدمات انجام دیں جہاں سے ۱۹۵۰ء میں ریٹائر ہوئے۔ اردو سے بڑی محبت کرتے تھے۔ حضرت نور میرٹھی سے فیض حاصل کیا اور ان کی وفات کے بعد حضرت ہشیار میرٹھی سے اصلاح لی۔ مشاعروں میں اکثر غزل سے پہلے نعتیہ اشعار بھی پڑھتے تھے۔ ان کا یہ شعر بہت مقبول ہوا۔

عرش کی عظمت کا اے شہرتؔ پتہ چلتا ہی کیا
عرشِ اعظم پر رسول اللہؐ اگر جاتے نہیں
☆ ۱

☆ ☆ ☆

☆ ۱ بشکریہ : سید اختر الاسلام، میرٹھ

شیام بدایونی، شیام منوہر شرما

شیام منوہر شرما ۱۵ر فروری ۱۹۳۴ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد پنڈت چرونجی لال محلہ چوبے، بدایوں میں رہائش پذیر تھے۔ آپ نے ہائی اسکول تک تعلیم پائی۔ الیکشن آفس بدایوں میں ہیڈ کلرک کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے ہیں۔ شفیع احمد خاں پیام گگراوی (پ۔ یکم جنوری ۱۹۳۰ء) سے مشورۂ سخن کرتے ہیں۔ شہید بدایونی مرحوم اور شاداب ذکی بدایونی نے اپنے تذکروں میں ان کے نعتیہ اشعار پیش کئے۔ ☆ ۱

جلوۂ چہرۂ تاباں ہے اجالا کیا ہے
پرتو گیسوئے خمدار ہے سایا کیا ہے

ماہ نو کیا ہے ترےؐ زلف کی دلکش محراب
بوند ہے تیرےؐ پسینے کی ستارا کیا ہے

آپؐ کے عارض و گیسو کی جھلک تھی جس میں
اس زمانے کے شب و روز کا کہنا کیا ہے

اپنی محفل کے لئے ان سے اجالا مانگو
شیامؔ اس دور کی شمعوں کا بھروسا کیا ہے
☆ ۲

☆ ☆ ☆

☆ ۱ تذکرہ شعرائے بدایوں، جلد اول، ص ۴۹۶۔ شہید بدایونی

☆ ۲ تذکرہ غیر مسلم شعرائے بدایوں، ص ۱۱۷۔ شاداب ذکی بدایونی

شیدا ابنالوی' بنارسی داس

جناب بنارسی داس شیدا ابنالوی خلف جناب کیشو رام بھارتی صوبہ ہریانہ کے بزرگ شاعر ہیں۔ آپ ۱۹ / اکتوبر ۱۹۱۶ء کو قصبہ ملّانہ' تحصیل و ضلع انبالہ (ہریانہ) میں پیدا ہوئے۔ آپ ایم' اے (تاریخ) اور بی' ایڈ ہیں۔ آپ کی شاعری کا آغاز ۱۹۲۸ء میں ہوا۔ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے دوران علامہ تاجور نجیب آبادی (۱۸۹۴ - ۱۹۵۱ء) اور عابد لاہوری (۱۹۰۶ - ۱۹۷۱ء) کی رہنمائی میں آپ کے ذوق سخن کو فروغ ملا۔ جناب شیدا ابنالوی نے گورنمنٹ کالج چنڈی گڑھ میں دس سال تک درس و تدریس کے فرائض بحسن و خوبی انجام دیئے اور کئی سال تک حصار میں ڈپٹی ایجوکیشنل آفیسر بھی رہے۔ آپ حضرت جوش ملسیانی کے شاگرد ہیں اس طرح شعری سلسلے میں دبستان داغ سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کے کلام کے چار شعری مجموعے شائع ہو چکے ہیں جو بالترتیب "وقت کی آواز" (نظمیں)' دل کی آواز (غزلیات)' "دھڑکنیں" (قطعات) اور رباعیات کا مجموعہ "الجھنیں" ہیں۔ آخر الذّکر کو ہریانہ اردو اکادمی کا انعام ملا ہے۔ موصوف بزمِ ادب چنڈی گڑھ اور بزمِ سخن حصار کے صدر اور ساہتیہ سنگم ابنالہ کے سیکرٹری ہیں۔ ☆ ۱

سبق آموز گفتارِ محمدؐ حیات افروز کردارِ محمدؐ
لٹاتا ہے جو دولت دین حق کی وہی ہے ایک دربارِ محمدؐ
گزر جس میں نہیں بادِ خزاں کا وہ ہے گل زار گل بارِ محمدؐ
دعائیں کیں مخالف کے لئے بھی کوئی دیکھے تو کردارِ محمدؐ
اسے حاصل ہے دیدارِ الٰہی جسے حاصل ہے دیدارِ محمدؐ
نجوم و ماہ و مہران سے ہیں ضوکش عیاں ہیں ان میں انوارِ محمدؐ
حسینان جہاں قربان اس پر سراپا حسن رخسارِ محمدؐ
سوالی کب ہوں میں' کسی اور در کا؟ کرم گستر ہے دربارِ محمدؐ
جہاں جھکتے ہیں سر گردن کشوں کے وہ اے شیدا! ہے سرکارِ محمدؐ
☆ ۲

☆ ☆ ☆

☆ ۱ ابساطِ فکر' ص ۱۳۶ ☆ ۲ علامہ قیس جالندھری کی فراہم کردہ نعت

شیدا چینی، وائی، وی، لیو

ینگ ون لیو شعری دنیا میں شیدا تخلص فرماتے ہیں۔ چینی قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ ٹاٹا نگر (بھارت) کے باشندے ہیں۔ شیدا کے بھائی بھی شعر کہتے ہیں اور عزیز تخلص رکھتے ہیں۔ ان کے افراد خاندان خوب اردو بولتے ہیں ☆ ا

خدا کے بعد ہے مخلوق میں رتبہ محمدؐ کا
بہ ہر جانب ہوا کونین میں چرچا محمدؐ کا

ثنا خواں ہے گلستاں ہو کہ صحرا، محمدؐ کا
غرض کہ ایک اک ذرّہ ہے گرویدہ محمدؐ کا

نگاہوں میں ہے اس کی ہیچ عالم کی جہاں بانی
سمایا سر میں جس انسان کے سودا محمدؐ کا

دلِ گیتی ہوا روشن جو نورِ شمعِ قرآں سے
رہے گا حشر تک احساں یہ پائندہ محمدؐ کا

نقوشِ غائب و حاضر کا اس میں عکس پاؤ گے
عجب آئینۂ حق ہے رخِ زیبا محمدؐ کا

یہ نکتہ کاروانِ جہل سمجھا ہے، نہ سمجھے گا
زمیں ہو یا فلک ادنیٰ سا ہے صدقہ محمدؐ کا

جبینیں چومتی ہیں خاک جس جا کی عقیدت سے
وہ رشکِ گلشنِ فردوس ہے کوچہ محمدؐ کا

نگاہوں کے اندھیرے دور کرلو، اے جہاں والو
فروزاں ہر طرف عالم میں ہے جلوہ محمدؐ کا

رہِ حق سے بھٹکتے دیکھ کر آج اہلِ ایماں کو
خدا شاہد، بہت دل گیر ہے شیدا محمدؐ کا
☆ ۲

☆ ☆ ☆

☆ ا موجِ گنگ ص ۲۱۸ جو ہر دیو بندی
☆ ۲ بشکریہ ندیم صدیقی بمبئی

شیدا دہلوی، منشی چندی پرشاد

جناب منشی چندی پرشاد شیدا کے والد کا نام منشی راجی داس ہے۔ آپ کانستھ ہیں۔ شیدا صاحب ۲۵ ر فروری ۱۸۷۷ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ شیدا صاحب کے بزرگ شہنشاہ اکبر کے زمانے میں جاجمنو ضلع کانپور سے دہلی آئے تھے جو اس عہد کے دستور کے مطابق فارسی اور عربی کے ماہر تھے۔ آپ کے دادا بھی شاعر تھے اور شوق تخلص فرماتے تھے۔ آپ کے والد بھی شعر و سخن کا اچھا ذوق رکھتے تھے ان کا تخلص حقیر تھا۔ اس طرح شاعری آپ کو ورثہ میں ملی۔

جناب شیدا نے ابتدائی تعلیم مکتب میں پائی اور پھر علیگڑھ کالج سے ایف اے کیا۔ مختلف تجارتی اداروں میں خدمات انجام دیں۔ شعری ذوق بچپن سے ہی تھا۔ آپ مولانا عبدالرحمٰن راسخ (۱۸۶۳ - ۱۹۰۷ء) کو اپنا کلام دکھاتے تھے۔ خود آپ کے تلامذہ میں قابل ذکر شعراء کی خاصی تعداد تھی جن میں سید نواب حسین سفیر ہنسوی، حکیم مدن لال موتی دہلوی، پنڈت وشنوا ناتھ رضا امرتسری، صدیق حسن صدیق دہلوی اور بابو چھیتر مل شمیم بھرتپوری شامل ہیں۔

جناب شیدا کی شاعری کے بارے میں مولانا امداد صابری کی رائے ہے۔ "کہنہ مشق شاعر تھے اور رموز فن سے آگاہ تھے۔" ☆ ۱

کر دیا اک نور سے معمور ایوان عرب
آتشِ خاموش تھی وہ زیرِ دامان عرب

کون تھا وہ شمع دل افروز مہمانِ عرب
ہوگئی جس کی تجلی سے فزوں شانِ عرب

آفتابِ معرفت سے ملک روشن ہوگیا
ذرہ ذرہ نور سے وادیٔ ایمن ہوگیا

ابرِ رحمت ریز بن کر کون تھا جلوہ فگن
کھل گیا اک دشتِ خارستان میں وحدت کا چمن

ہوگئی شانِ مقدس ہر طرف وہ جوش زن
بن گئے ریگِ رواں کے ذرّے رشکِ یاسمن

بادِ صرصر میں شمیم راحت افزا آگئی
وہ مہک تھی شرک و بدعت کی کلی مرجھا گئی

نور سے معمور تھا شمع شبستانِ عرب
جس کے جلوہ سے منور ہوگئی شانِ عرب

کر دیا رنگین وحدت سے گلستانِ عرب
کلمہ گو حق کے ہوئے سب بت پرستانِ عرب

پیش کی وہ سامنے ہر اک کے صورت نور کی
نعرۂ اللہ اکبر سے فضا معمور کی

پیروِ دین مقدس پاک رکھتے تھے چلن
ان کے ہر دست و زباں میں صدق تھا جلوہ فگن

بہرِ آزادی وہ تھے شیرانہ ہر سو نعرہ زن
بھول بیٹھے جس کو اب افسوس یارانِ وطن

مے اڑی ساغر سے خالی جام ساقی رہ گیا
نام ہی نام اب مسلمانی کا باقی رہ گیا

☆ ۲

☆ ☆ ☆

وہ لطفِ رنگِ سحاب بھی ہے نسیمِ رحمت مآب بھی ہے
رسولوں میں انتخاب بھی ہے، زمیں پہ گردوں رکاب بھی ہے

وہ پیکرِ نور ہے مجسّم، وہ رازِ عرفانِ حق کا محرم
وہ عاجزوں بے کسوں کا ہمدم، وہ اک جلالت مآب بھی ہے

وہ ذرہ ہو کر بھی مہر ٹھہرا، وہ قطرہ ہو کر بنا ہے دریا
بشر بھی فوق البشر ہے یکتا، وہ بحر بھی ہے حباب بھی ہے

وہ سینہ اس کا فلک فضا ہے، وہ قلب اس کا رہِ صفا ہے
وہاں وہ بیدار رہنما ہے خضرؑ جہاں محوِ خواب بھی ہے

رفیق بھی ہے خلیق بھی، شفیق و رمز طریق بھی ہے
وہ ایک بحرِ عمیق بھی ہے، بشر فرشتہ جناب بھی ہے

رحیم بھی ہے کریم بھی ہے نعیم بھی ہے حکیم بھی ہے
جہاں میں فضلِ عظیم بھی ہے علیم راہِ صواب بھی ہے

وہ بحرِ عرفاں کا ہے سفینہ کہ حق کا سینہ ہے اک خزینہ
ہے بامِ حقانیت کا زینہ وہ گویا حد حساب بھی ہے

شفیع بھی ہے رفیع بھی ہے، سمیع بھی ہے خبیر بھی ہے
بصیر بھی ہے نصیر بھی ہے مگر وہ امیّ خطاب بھی ہے

وہ قاب قوسین کا نظارہ حبیبؐ کہہ کر جسے پکارا
احد کا احمد سے ہے اشارا سوال بھی ہے جواب بھی ہے

ہے روح فردوس کا خزانہ، کہ نعت گوئی کا ہے ترانہ
کہ جس کا شیدا ہے اک زمانہ، یہ باغِ رضواں کا باب بھی ہے
☆ ۳

☆ ☆ ☆

☆ ۱ تاریخ صحافت اردو، جلد چہارم ص ۷۵۳، ۷۵۴
☆ ۲ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام، فانی مراد آبادی ص ۵۰
☆ ۳ ماہنامہ "کیلاش" ہوشیارپور نعت نمبر، ص ۵۷، اگست ۱۹۴۰ء
ماہنامہ نعت لاہور، ص ۲۰، جون ۱۹۸۹ء

شیداؔ لالہ رام سروپ

اے رسولِ پاکؐ، باطن، منزلِ حق آشنا
پیشوائے دین و ملت، حامی ملکِ خدا

تیری الفاظ و معانی سے ہے بالا تر ثنا
شان میں تیری کہا شمس الضحیٰ بدرالدجیٰ

بھیجتی خلقِ خدا ہے تجھؐ پہ یوں صدہا سلام

جور و استبداد سے ہیں سب کے دل زخمی یہاں
چل رہی ہیں ہر طرف ظلم و ستم کی آندھیاں

خون پانی ہو کے اب ہے اپنی رگ رگ میں رواں
وقت ہے امداد کا یہ اے نبیؐ، انس و جاں

عرشِ اعظم سے ہے تیرےؐ واسطے اُترا سلام

مضطرب خلقِ خدا ہے وقت ہے یہ جلد آ
ہر طرف افلاس سے اک شورِ محشر ہے بپا

بھائی بھائی لڑ رہے ہیں ہوگئے وقفِ بلا
نالہ ہائے دل سے اپنے گونج اٹھی ہے فضا

اب خدا کے واسطے سے لیجئے میرا سلام

ہیں احادیث آپؐ کی دنیا میں بہر انتظام
ہے زبانوں پر رواں وہ آپؐ کا شیریں کلام

آپؐ کے الطاف کے شیداؔ یہاں ہیں خاص و عام
آپؐ ہی کا نام دنیا میں ہوا خیرالانام

ہے زمانہ میں رواں یہ آپؐ کا سکہ سلام

☆ ☆ ☆

شیر، شمشیر سنگھ

سہارے مرا کیوں پتہ پوچھتے ہیں، سہاروں کی مجھ کو ضرورت نہیں ہے
میں نام محمدؐ کی موجوں سے کھیلوں، کناروں کی مجھ کو ضرورت نہیں ہے

ہزاروں ولی پیرو مرشد ہزاروں، ہزار اولیاء اور ہزاروں ہیں رہبر
مگر اک محمدؐ کو میں جانتا ہوں، ہزاروں کی مجھ کو ضرورت نہیں ہے

محمدؐ نے مجھ کو کیا اک اشارہ، اشارے پہ اسؐ کے میں اسؐ کا ہوا ہوں
ہیں جھوٹے جہاں کے یہ سارے اشارے، اشاروں کی مجھ کو ضرورت نہیں ہے

محمدؐ نے مجھ کو سکھائی محبت، مرادیں محبت ہے ایماں محبت
محبت سے میں نے زمانے کو جیتا، کناروں کی مجھ کو ضرورت نہیں ہے

محمدؐ کو اپنی نظر میں بسا کر، کیا بند ہے اپنی پلکوں کو میں نے
ہیں کرتے نظارے مرا اب نظارہ، نظاروں کی مجھ کو ضرورت نہیں

تصوّر میں میرے محمدؐ محمدؐ، تخیّل میں میرے محمدؐ محمدؐ
بہاریں مرے اب قدم چومتی ہیں، بہاروں کی مجھ کو ضرورت نہیں ہے

محمدؐ نے میرا مقدر سنوارا، میں شیرؔ اب مقدر کا مالک بنا ہوں
ستاروں کی گردش سے اب دور ہوں میں، ستاروں کی مجھ کو ضرورت نہیں ہے

☆ ☆ ☆

☆ بشکریہ عبید الرحمٰن عبید

صابر ابوہری، سردار ارام

جناب صابر ابوہری ۱۵ر ستمبر ۱۹۱۹ء کو دھرم پورہ ضلع فیروزپور (بھارت) میں ایک معزز زمیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے شہر میں حاصل کی اور پھر لاہور میں تعلیم جاری رکھتے ہوئے منشی فاضل اور بی۔ اے کرکے دہلی سے امتیازی حیثیت میں انگریزی ادب میں ایم۔ اے کیا۔ محکمہ ڈاک و تار میں خدمات انجام دیتے ہوئے ۱۹۷۷ء میں چیف سپرنٹنڈنٹ ٹیلی گراف مغربی بنگال کے عہدۂ جلیلہ سے ریٹائر ہوکر فرید آباد میں مقیم ہیں۔

جناب صابر ابوہری کو شاعری سے شوق اوائل عمری سے ہی ہے۔ آپ نے جناب رشی پٹیالوی کے ایما پر ۱۹۵۷ء میں شعر کہنا شروع کیا۔ موصوف نے علامہ اقبال کی اسی فارسی رباعیات اور ایک سو دس فارسی اشعار کا منظوم ترجمہ کیا ہے جس کا کچھ حصہ "ہماری زبان" میں شائع ہو چکا ہے۔ تخلیق آپ کی فطرت ہے۔ اردو کا فروغ آپ کا مشن ہے۔ انجمن ترقی اردو (ہند) کے سیکرٹری اور صدر کے مناصب پر فائز رہ کر علم و ادب کی خدمت کرچکے ہیں اس کے علاوہ بھی کئی انجمنوں میں سرگرم حصہ لیتے رہے ہیں۔ آج کل پنجابی پردیش اردو سہتیہ سنگم دلی کے نائب صدر ہیں۔

جناب سردار ارام صابر اردو میں میر، غالب اور اصغر، فارسی میں سعدی، حافظ اور مولانا روم اور انگریزی میں شیکسپیئر، ملٹن، کیٹس اور ورڈز ورتھ کے کلام کو خاص طور پر پسند کرتے ہیں۔ اردو کے علاوہ فارسی، ہندی، انگریزی، سنسکرت اور پنجابی زبانوں پر بھی دسترس رکھتے ہیں۔

صابر صاحب دبستانِ داغ سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ نسیم نور محلی کے شاگرد ہیں۔ قبلہ جوش ملسیانی سے بھی آپ نے استفادۂ سخن کیا ہے۔ ☆ ا

جناب صابر ابوہری کے دو شعری مجموعے "نوائے جنوں" ۱۹۷۸ء اور "نوائے شوق" ۱۹۸۶ء منظر عام پر آچکے ہیں جن میں غزلیں، قطعات اور منظومات کے علاوہ آپ کا فارسی کلام بھی شامل ہے۔

محرمِ رازِ نہاں ذاتِ نبیؐ   سرِّ حق کی ترجماں ذاتِ نبیؐ
ابرِ رحمت اہلِ عالم کے لئے   رہنمائے قدسیاں ذاتِ نبیؐ

شفقت و مہر و خلوص و انس کا   ایک بحرِ بیکراں ذاتِ نبیؐ
اہلِ حق کے واسطے تیغ و سپر   بے زبانوں کی زباں ذاتِ نبیؐ

منبعٔ جود و سخا ذاتِ نبیؐ بیکسوں کا آسرا ذاتِ نبیؐ
باعثِ صد ناز دنیا کے لئے افتخار کبریا ذاتِ نبیؐ

ہادیٔ نوعِ بشر ذاتِ نبیؐ راحتِ قلب و نظر ذاتِ نبیؐ
ایک امّی کا لبادہ ہے تو کیا مخزنِ علم و ہنر ذاتِ نبیؐ

پیکرِ نورِ حق ذاتِ نبیؐ مظہرِ تکبیرِ حق ذاتِ نبیؐ
امّیٔ مطلق حریفوں کے لئے واقفِ تحریرِ حق ذاتِ نبیؐ

محرمِ اسرارِ حق ذاتِ نبیؐ مرکزِ پرکارِ حق ذاتِ نبیؐ
اس کی عظمت کیا بتاؤں میں تمہیں لائقِ دیدارِ حق ذاتِ نبیؐ

منبعٔ لطف و کرم ذاتِ نبیؐ زینتِ خلد و ارم ذاتِ نبیؐ
ماورائے کیف و کم ذاتِ نبیؐ سازِ حق کا زیر و بم ذاتِ نبیؐ

کاشفِ اسرارِ حق ذاتِ نبیؐ
مطلعٔ انوارِ حق ذاتِ نبیؐ

ناز ہے جس پر خدا کی ذات کو
وہ عجب شہکارِ حق ذاتِ نبیؐ

☆ ☆ ☆

پیمبر نبیؐ رہ نما بن کے آئے محمدؐ رسول خدا بن کے آئے
سکھائے اخوّت کے آداب سب کو محبت کے نغمہ سرا بن کے آئے
کیا شرک سے پاک اہلِ جہاں کو وہ توحیدِ حق کی نوا بن کے آئے
منوّر کیا ذہن نوعِ بشر کا وہ عرفانِ حق کی ضیا بن کے آئے
مٹا ڈالا ہر ایک رسمِ کہن کو وہ اک عہدِ نو کی بِنا بن کے آئے

زیارت کروں ان کے روضہ کی صابرؔ
جو دنیا میں خیرالوریٰ بن کے آئے

☆ ۲

یا بہ بیداری بود یا در مقام دیدِ روئے مصطفیٰ خواہم ہے
من ندارم آرزوئے باغِ خلد خاکِ کوئے مصطفیٰ خواہم ہے

☆ ☆ ☆

سرِ دین مصطفیٰ با من بگو از مقامِ کبریا با من بگو
تا بدانم رازِ الااللہ را از مقام لاالہ با من بگو

☆ ☆ ☆

رازِ بستر از نگاہش بے نقاب
امیؐ مطلق ولے دارد کتاب
خوش سرود آں مولویِ معنوی
"آفتاب آمد دلیلِ آفتاب"
☆ ۳

☆ ☆ ☆

☆ ۱ بساطِ فکر ص ۱۵۲ مرتبین ساحر ہوشیار پوری' ناشر نقوی
نقش گر ص ۱۹۹ مرتبین ہیرا نند سوز' کشمیری لال ذاکر
☆ ۲ ماہنامہ "مخدومِ جہاں" اکتوبر نومبر ۱۹۸۹ء دہلی ص ۶۷
☆ ۳ بشکریہ : صابر ابوہری

صابر، پنڈت بہاری لال

کیونکر کہوں جنت ہے گلستانِ مدینہ
جنت کے فرشتے ہیں ثنا خوانِ مدینہ

اے صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ شانِ مدینہ
خود والیٔ جنت ہوا مہمانِ مدینہ

سَو جنتیں اور ایک بیابانِ مدینہ
سَو پھول اور اک خارِ مغیلانِ مدینہ

ہے فیض ترے قدموں کا اے جانِ مدینہ
آدم بھی فرشتے بھی ہیں قربانِ مدینہ

میں بھی ہوں ترے در کا بھکاری مرے آقا
اک نگہِ کرم مجھ پہ بھی سلطانِ مدینہ

صابر لکھنوی، مادھو پرشاد

مادھو پرشاد صابر لکھنوی کے بارے میں راجا رشید محمود صاحب نے لکھا ہے۔ "محققِ عصر حکیم محمد موسیٰ امرتسری کے ذخیرۂ کتب میں "گلدستہ 'ابرِ سخن" امرتسر (نمبر اوّل، جلد اوّل) کا ایک نسخہ ملا ہے جو اکتوبر ۱۸۹۸ء میں شائع ہوا۔ انہوں نے اس نسخے کی عکسی نقل "نعت لائبریری" کو عطا فرمائی ہے۔ گلدستے میں مصرع طرح "بنایا تجھ کو خالق نے جو معدن اپنے مظہر کا" پر ۲۶ شعراء کا نعتیہ کلام شامل ہے۔ گلدستہ ۳۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں بارھویں شاعر منشی مادھو پرشاد صابر لکھنوی ہیں۔ جن کے نام کے ساتھ "اہلمد جوڈیشنل تحصیل نگھاسن ضلع کھیری" کے الفاظ تحریر ہیں۔" ☆ ۱ طرحی نعت یہ ہے۔

"بنایا تجھ کو خالق نے جو معدن اپنے مظہر کا"
ہوا جاری جہاں میں یک قلم خطبہ پیمبرؐ کا

ملائک مدح خواں کیونکر نہ ہوں اس شاہِ عالیؐ کے
ملا رتبہ اسے لولاک اور معراجِ اکبر کا

کروں تعریف کیا اس روضۂ شاہِ دوعالمؐ کی
فلک ہے آستاں بوس اور ملک دربان ہے در کا

ہوا قرآن نازل حق میں تیرے اے شہِ والاؐ
عقیدہ جس پہ رہتا ہے مسلمانانِ اطہر کا

کرے تعریف کیا صابر ترے دونوں نواسوں کی
شجاعت سے شہادت لی، نہ مانا خوف خنجر کا
☆ ۲

☆ ☆ ☆

☆ ۱ ماہنامہ نعت لاہور، غیر مسلموں کی نعت گوئی، اشاعت خصوصی، نومبر ۱۹۹۵ء، ص ۲۰۶، مدیر راجا رشید محمود

☆ ۲ گلدستہ 'ابرِ سخن امرتسر، جلد اول، نمبر اول، ص ۸، اکتوبر ۱۸۸۹ء

صابر' نوبہار سنگھ

جناب صابر کا نامِ گرامی نوبہار سنگھ ہے۔ ۱۱ر نومبر ۱۹۰۷ء میں ٹوہانہ ضلع حصار میں پیدا ہوئے۔ آپ کی رہائش پٹیالہ میں تھی۔ غالباً ۱۹۸۴ء میں انتقال ہوا۔

نوبہار صابر کے شعری مجموعے "رشی درشن" ۱۹۲۸ء "کارواں خیالوں کا" ۱۹۶۹ء' "زرد پتے" ۱۹۷۸ء اور "دھنک رنگ" ۱۹۸۲ء شائع ہو چکے ہیں۔ منظومات کا مجموعہ "پیامِ بیداری" ۱۹۳۲ء انگریزی حکومت نے ضبط کر لیا تھا۔ آپ کا تحریر کردہ ڈرامہ "راجکماری للتا" بھی ۱۹۲۷ء میں کتابی شکل میں سامنے آیا۔ قومی نظموں کا مجموعہ "دھرتی کی خوشبو" ۱۹۷۶ء کے علاوہ آپ کی تین تالیفات "لہو ترنگ" ۱۹۶۶ء' "ارمغانِ تاشقند" ۱۹۶۷ء اور "لہو پکارے گا آستیں کا" ۱۹۷۳ء میں قارئین ادب تک پہنچیں۔

جناب نوبہار صابر کی نعتیہ شاعری زبان و بیان کے ساتھ ساتھ خلوصِ عقیدت کی بہترین ترجمان ہے۔ آپ نے سیرت طیبہ اور محاسن نبی مکرمؐ کو نہایت اہتمام کے ساتھ پیش کیا ہے۔ ☆ ۱

سالارِ اُمم' محبوبِ خدا' اے سرورِ عالم صلِّ علیٰ
اے ماہِ عرب' تنویرِ ہدا' اے سرورِ عالم صلِّ علیٰ

اے رونق بزمِ ارض و سما! صد فخرِ ملا' صد نازِ خلا
اے زینتِ کرسیٔ عرشِ علا' اے سرورِ عالم صلِّ علیٰ

اے چشمۂ رحمت و جود و سخا! معروف ہے فیضِ عام ترا
اے بندہ نوازِ شاہ و گدا' اے سرورِ عالم صلِّ علیٰ

تجسیمِ خلوص و صدق و صفا، تصویرِ خضوع و فقر و غنا
اے گوشہ نشینِ غارِ حرا، اے سرورِ عالم صلِّ علیٰ

کیا قوس و قزح، کیا ابر و ہوا، کیا مہر و ثنا، کیا ارض و سما
سب تیری ثنا میں نغمہ سرا، اے سرورِ عالم صلِّ علیٰ

اے پیکرِ غفر و عفو و عطا، اے شافعِ اہلِ سہو و خطا
لبریزِ اثر ہو میری دعا، اے سرورِ عالم صلِّ علیٰ

سینے میں ہو شمعِ حق کی ضیا، ہونٹوں پہ ہو تیری حمد و ثنا
گن گاؤں میں تیرے صبح و مسا، اے سرورِ عالم صلِّ علیٰ

☆ ☆ ☆

زندگی میں اگر تاب و تب چاہئے — دل میں تنویرِ ماہِ عرب چاہئے
رنج و غم کی کڑی دھوپ کیا چیز ہے — سر پہ سایۂ محبوبِ رب چاہئے
یہ عبادت ہے سوداگری تو نہیں — سجدہ و بندگی بے طلب چاہئے
منزلِ عشقِ احمدؐ ہے صبر آزما — راہرو بے نیازِ تعب چاہئے
سر جھکائے ہوئے سوئے طیبہ چلو — یہ زیارت بہ عجز و ادب چاہئے
کیا نہیں ہے میرے داتا کے بھنڈار میں — بہرِ دریوزہ حسنِ طلب چاہئے

ہے یہی صابرا! اب صورتِ عافیت
یادِ خیرالبشرؐ روز و شب چاہئے

☆ ☆ ☆

☆ ا بشکریہ راجندر ناتھ رہبر

صابر، یوگندر پال

یوگندر پال صابر خلف چودھری شامل سنگھ کی پیدائش ۴ر جولائی ۱۹۲۵ء کو موضع برئی تحصیل قائم گنج فرخ آباد (یو۔ پی) میں ہوئی۔ آپ ایم۔اے انگریزی ہیں۔ اے۔ کے۔ پوسٹ گریجویٹ کالج شکوہ آباد سے لکچرر کے عہدے سے ریٹائر ہوئے ہیں۔ صابر صاحب کی ادبی پہلی تخلیق ۱۹۴۷ء میں شائع ہوئی۔ مولانا آبر احسنی کے حلقۂ تلمذ میں شامل ہو کر ان کے دامنِ فیض سے وابستہ رہے۔ "غمِ معلیٰ" اور "احساس کی صلیب" آپ کے مجموعہ ہائے کلام ہیں۔ ادبی سرگرمیوں میں حصہ لیتے ہیں اور آپ کا کلام رسائل و جرائد میں شائع ہوتا رہتا ہے۔ ☆۱

مظہرِ حسن ذات ہیں احمدؐ
رحمتِ ہر حیات ہیں احمدؐ

اپنے اور غیر میں نہیں تفریق
سرورِ کائنات ہیں احمدؐ
☆ ۲

☆ ☆ ☆

گو حقیقت کا راز ہیں احمدؐ
شمعِ بزمِ مجاز ہیں احمدؐ

سخت حیرت سے سوچتا ہے جہاں
ناز ہیں یا نیاز ہیں احمدؐ
☆ ۳

☆ ☆ ☆

☆ ۱ نقوشِ داغ، ص ۲۹۹، مولف : ساحر ہوشیارپوری

☆ ۲ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام، ص ۱۶۲

☆ ۳ ماہنامہ "فاران" سیرت نمبر ص ۱۸۸

صبا ماتھرجے پوری' چند بہاری لال

مشہور شاعر جناب چند بہاری لال صبا ماتھرجے پوری ۲۵ ر دسمبر ۱۸۹۵ء کو جے پور (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ نسباً" کائستھ ماتھر ہیں۔ تین پشت پہلے آپ کے بزرگوں کا وطن نارنول تھا۔ جناب صبا کے والد منشی گوبند نرائن فارسی کے اچھے عالم تھے جن کی تصنیف "انشائے گوبند نرائن" بزبانِ فارسی طبع ہو چکی ہے۔ صبا صاحب نے اردو کی تعلیم مولوی میر امیر علی' ہندی سوامی لکشمی نرائن شاستری اور انگریزی بابو سنجیون گنگولی سے حاصل کی اور مسلسل کتب بینی اور اہل علم و فضل کی صحبت سے بھی کسب فیض کیا۔

جناب صبا ماتھرجے پوری نے جنوری ۱۹۱۴ء کے ایک مشاعرے سے شعر گوئی کا آغاز کیا۔ ابتداء میں میر ضیاء حسین ضیاء تلمیذ حضرت مائل دہلوی (۱۸۵۲ - ۱۹۳۱ء) سے تلمذ حاصل کیا۔ پھر اپنے استاد مولوی میر امیر علی کے مشورہ سے حضرت مائل کی شاگردی اختیار کی اور کچھ ہی عرصے میں اچھا شعر کہنے لگے۔

جناب صبا ماتھرجے پوری نہایت اچھے اخلاق اور وضع قدیم کے پابند تھے۔ انتہائی خوش گفتار اور ہر دلعزیز بھی۔ آپ کی شاعری کے اثاثہ میں نعتیں بھی ملتی ہیں جو بڑے شوق سے پڑھی جاتی ہیں۔ جناب احترام الدین احمد شاغل (۱۸۹۶ء - ۱۹۷۱ء) نے آپ کے کلام پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔ "صبا کے یہاں مرزا صاحب (مائل دہلوی) کی خصوصیات کلام کا پورا چربہ ہے۔ وہی زبان کا چٹخارہ' وہی سہل ممتنع کی بہتات' وہی آمد' وہی طرزِ قدیم کی غزل۔" ☆ ۱

خدا کا کر لیا ہم نے نظارا یارسولؐ اللہ — تصوّر باندھ کر دل میں تمہارا یارسولؐ اللہ

جسے آتا نہیں ہونا تمہارا یارسولؐ اللہ — خدا کا وہ نہیں ہوتا خدا اس کا نہیں ہوتا

ہے جن پر سایۂ دامن تمہارا یارسولؐ اللہ — زمیں سے آ لگے خورشید' محشر میں تو ان کو کیا

کسی بیکس نے کیا تم کو پکارا یارسولؐ اللہ — خدا کا بحرِ رحمت اس قدر کیوں جوش میں آیا

خدا کا نام لے لے کر جو بن آیا وہ لکھ لایا!
مجھے کب نعت لکھنے کا ہے یارا یارسولؐ اللہ

☆ ۲

☆ ☆ ☆

ہوں اگر روح الامیں بھی پاسبانِ مصطفیٰ
رک نہیں سکتے کسی سے عاشقانِ مصطفیٰ

سادگی تو دیکھئے میری جبیں کی
جھک گئی، عرشِ اعظم کو سمجھ کر آستانِ مصطفیٰ

اب مرا دامن نہیں ہے دامنِ رحمت سے کم
آ پڑی ہے اس پہ خاکِ آستانِ مصطفیٰ

ہم دکھا دیں گے تمہیں کعبہ ادھر آتا ہوا
جس طرف سجدہ کریں گے عاشقانِ مصطفیٰ

عیدملادالنبیؐ کی بزم ہے آراستہ
آج ہونا چاہئے اظہارِ شانِ مصطفیٰ

کوئی سمجھا ہے نہ سمجھے گا کلامِ پاک کو
جس طرح سمجھے ہوئے ہیں عاشقانِ مصطفیٰ

بادۂ توحید کا اک جام مجھ کو بھی تو دے
اے شبِ معراج والے میزبانِ مصطفیٰ

آخر انساں ہے صبا تو، یہ ملائک کہتے ہیں
ہو نہیں سکتا بیانِ عزّ و شانِ مصطفیٰ

☆ ☆ ☆۳

☆ ۱ تذکرہ شعرائے جے پور، احترام الدین احمد شاغل

☆ ۲ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام، فانی مراد آبادی ص ۳۴

☆ ۳ ماہنامہ "فاران" کراچی سیرت نمبر ۱۹۵۶ء ص ۱۸۹

صفا لکھنوی، رائے منولال

رائے پورن چند کے بیٹے، رائے صاحب رام داروغہ املاک شاہ اودھ موقوعہ دہلی کے چھوٹے بھائی اور مہاراجہ جھاؤلال نائب نواب آصف الدولہ کے داماد تھے۔ آپ کا تعلق کائستھوں کی سکسینہ شاخ سے تھا، انسپکٹر مدارس رہے ہیں۔ صفا کے بارے میں افسر صدیقی امروہوی تحریر کرتے ہیں۔ "عربی و فارسی میں ذی استعداد اور فارسی و اردو دونوں زبانوں کے نامور شاعر تھے۔" بعض تذکرہ نگاروں نے میر تقی میر اور بعض نے مصحفی کا شاگرد لکھا ہے۔ صفا کو خطاطی کی اکثر اقسام میں مہارت حاصل تھی، مولوی عبدالغفور نساخ نے انہیں صاحب دیوان شاعر لکھا ہے۔ صفا کا ایک ہی نعتیہ شعر مل سکا۔ ☆ ۱

ہم از تشنگیٔ روزِ جزا نیست صفاؔ
کہ امیدِ کرم از ساقیٔ کوثر دارم

☆ ☆ ☆

☆ ۱ تلامذۂ مصحفی، ص ۱۹۹-۲۰۱
سخن شعراء، ص ۲۸۱
موجِ گنگ، ص ۲۶۲
گلستانِ بے خزاں، ص ۱۴۳

صید کھتولوی، سنہرا مل

صید کھتولوی استاد شاعر تھے۔ رواں صدی کے اس شاعر کے بارے میں کھتولی ضلع مظفر نگر کے تذکرہ شعراء میں بھی ان کے حالات نہیں ملے۔ آنجہانی کے مشہور تلامذہ میں بنیاد علی شغل، حاجی شبیر الحق شبیر اور منشی بیڈھب شامل ہیں۔

انجیل کو بھی دیکھا توریت کو بھی سمجھا
پیغام دیئے سب نے احمدؐ کی رسالت کے

☆ ☆ ☆

جمالِ نبیؐ دل کے چھالے میں دیکھا
یہ نور اس اچھوتے پیالے میں دیکھا
☆ ا

☆ ☆ ☆

☆ ا دیدہ و شنیدہ، ص ۱۵۵

ضیا پرسرام

پرسرام ضیا کی پیدائش ۱۸۹۵ء میں ہوئی۔ وہ سندھ کے مشہور شہر نواب شاہ کے باشندے اور ہیرانند سچانندانی کے فرزند تھے۔ ☆۱ پروفیسر آفاق صدیقی نے ان کے شعری محاسن پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ "ان کو موجودہ صدی کا سندھی غزل گو کہنا مناسب ہوگا۔ انہوں نے اپنے کلام سے خوشگوار اضافہ کیا۔ ان کا نعتیہ کلام بھی غزل ہی کی ہیئت میں ہے۔" پرسرام ضیا جمعیت الشعرائے سندھ کے مشاعروں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔ یہ مشاعرے سندھ کے تقریباً" تمام شہروں میں ہوا کرتے تھے۔ ان کی نعتیہ سندھی شاعری میں عقیدت و احترام اور پاکیزگی جذبات کا عالم وہی ہے جو بیشتر مسلم نعت گو شعراء کے کلام میں ملتا ہے۔ ۱۹۵۸ء میں ان کا دیہانت ہوا۔

کاش مون کي شاھ يثرب لئي ء محبت تي پوي.
زندگي سنھنجي ٿئي سنھنجي لاء جنت تي پوي

زلف خمدار محمدؐ جي مٿان ٿيي دل چري.
تنھنجي چرپائي جيئن تو لئي غنيمت تي پوي

مان گنھگار عظيم آھيان خطائون بہ بي شمار
سن قيامت ۾ انھي ء جي کا شفاعت تي پوي

جنس دل پنھنجي محمدؐ کي ڏيڻ ٿو چاھيان
خوبيءُ قسمت سان انجي شال قيمت تي پوي

مستحق مان ٻي انھيءَ جي فيض جو ٿو ٿي سگھان
جي سچيءَ دل سان مون کي ان جي ضرورت تي پوي

جذبہ الفت تون اھڙو پاڻ ۾ رک کو اثر
جيئن تنھنجي اسل جي سروار صورت تي پوي

آرزو آھي تہ تنھنجو قائل فرمان ٿيان
تنھنجي فرمان تي ھلڻ لئي مون ۾ طاقت تي پوي

گو مسلمان نہ ھیان پر معتقد آھیان ضرور
چا ٿي پونڊو جي "ضیا" مقبول الفت ٿي پوي

(۲)

نعتیہ غزل

ترجمہ پروفیسر آفاق صدیقی

کاش مجھ کو شہِ یثرب سے محبت ہو جائے
زندگی میری میرے واسطے جنت ہو جائے

زلف خمدار محمدؐ کا ہو دل دیوانہ
بس یہ دیوانگیِ دل ہی غنیمت ہو جائے

میں گنہ گار بڑا اور خطائیں بے حد
کچھ تو میری بھی قیامت میں شفاعت ہو جائے

جنسِ دل اپنی محمدؐ کو میں دینا چاہوں
میری خوش بختی کہ اس کی کوئی قیمت ہو جائے

ہو سکوں مستحقِ فیض انہیں کا میں بھی
سچے دل سے جو مجھے ان کی ضرورت ہو جائے

خود میں ایسا بھی اثر رکھ کوئی جذبِ الفت!
جس سے امید کے بر آنے کی صورت ہو جائے

آرزو ہے کہ ترا قائل فرماں بن جاؤں
تیرے فرمان پہ چلنے کی بھی طاقت ہو جائے

گو مسلماں تو نہیں، معتقد انؐ کا ہوں ضرور
کیا سے کیا ہو ضیا مقبول جو الفت ہو جائے

☆۱ سندھی میں نعتیہ شاعری، ص ۲۹۱، ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی
☆۲ سندھی میں نعتیہ شاعری، ص ۲۱۰، ۲۱۱، ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی

ضیاءؔ فتح آبادی، مہرلال سونی

جناب مہرلال فتح آباد کے باشندے اور سونی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ سال ولادت ۱۹۱۳ء ہے۔ آپ نے فارسی میں بی۔ اے آنرز کیا اور پھر انگریزی میں ایم۔ اے بینک میں ملازم رہے۔ شاعری میں حضرت عاشق حسین سیماب اکبر آبادی (۱۸۸۰۔ ۱۹۵۱ء) سے شرفِ تلمذ رکھتے ہیں۔ نورِ مشرق (منظومات)، نئی صبح (نظمیں، غزلیں، قطعات)، طلوع (قطعات)، گرد راہ (رباعیات، گیت اور منظومات) اور تنویریں (غزلیات) آپ کی شائع ہونے والی شعری کتب ہیں۔ ☆ ۱ حضرت ابر احسنی گنوری نے "گرد راہ" میں "ضیا اور ان کی شاعری" کے عنوان سے اپنے طویل مضمون کے آخر میں لکھا ہے۔ "ضیا معمولی شاعر نہیں۔ وہ ہر بات بہت بلندی سے کہتے ہیں ـــ۔ مبارک ہے وہ ملک جس نے ایسا بلند پایہ شاعر پیدا کیا۔ مبارک ہے وہ استاد جسے ایسا قابل شاگرد ہاتھ آیا اور مبارک ہے وہ شاعر جس نے ایسے لطیف، پاکیزہ زبان، نادر اندازِ بیان اور فنکارانہ دماغ پایا۔" ☆ ۲

اخلاق کی تعلیم ہے فرمانِ محمدؐ
توحید کا دریا مئے عرفانِ محمدؐ

ملتی ہے یہاں روح کو برنائی و تسکیں
ہے سایۂ حق سایۂ دامانِ محمدؐ

دامِ ہوس و حرص سے ہوتے ہیں جو آزاد
ملتا ہے انہیں منصب خاصانِ محمدؐ

گھٹتی گئی کوتاہئ چشم و دلِ انساں
بڑھتی ہی گئی شوکتِ دیں، شانِ محمدؐ

پردے ابھی آنکھوں پہ جہالت کے پڑے ہیں
پائے کوئی کیسے درِ فیضانِ محمدؐ

لکھی گئی دنیا میں ضیاؔ نورِ یقیں سے
انسان کی تاریخ بعنوانِ محمدؐ

☆ ۳

☆ ☆ ☆

جگایا تو نے، اقوامِ عرب کو خواب غفلت سے
کیا آزاد عقل و ہوش کو دامِ جہالت سے

سبق توحید کا ہر روح کو ازبر ہوا آخر
ترے ہمراہ دنیا ہوگئی تیری صداقت سے

رسالت در حقیقت جسم کا جاں سے تعلق ہے
کسی کو کس طرح انکار ہو تیری رسالت سے

یہ رازِ زندگی روشن کیا تو نے زمانے پر
کہ بنتا ہے مکمل آدمی حق کی عبادت سے

اگر تیرے اصولوں پر رہے امت تری قائم
کوئی امت نہیں بڑھ کر جہاں میں تیری امت سے
☆ ۴

☆ ☆ ☆

☆ ۱ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام، ص ۷۷ فانی مراد آبادی
☆ ۲ گردِ راہ، ص ۱۳
☆ ۳ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام، ص ۷۷ فانی مراد آبادی
گردِ راہ، ص ۹۱
☆ ۴ ماہنامہ "کیلاش" ہوشیارپور، ص ۱۳۲ اگست ۱۹۳۰ء

طالب دہلوی، شیش چندر

جذبۂ خود رفتگی سے جب مٹا نقشِ دوئی
ذرّہ ذرّہ سے نمایاں تیری وحدت ہوگئی

دل کا آئینہ جو وحدت سے مجلّا ہوگیا
شکل جو آئی نظر وہ تیری صورت ہوگئی

جناب شیش چندر ۱۹۱۰ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد رائے صاحب نبیش داس اور استاد جناب مہاراج بہادر برق دہلوی (۱۸۸۴ - ۱۹۳۶ء) ہیں جن کو حضرت داغ دہلوی و آغا شاعر دہلوی (۱۸۷۱ - ۱۹۴۰ء) سے شرفِ تلمذ حاصل تھا۔ تعلیمی لحاظ سے بی۔اے ہیں اور خوشحال گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ روزنامہ "تیج" اور "آجکل" دہلی کے مدیر رہ چکے ہیں۔ ☆ ۱

آپ کی درج ذیل کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

رتن مالا، حرفِ ناتمام، یادگارِ برق، ہمارے حسینؑ، انوارِ نظر، خدنگِ ناز، خمستانِ کیفی، کشمیر کی سیر، سبزۂ بیگانہ اور یہ تھی دلی۔ طالب دہلوی ۱۶ر نومبر ۱۹۷۵ء کو انتقال کر گئے۔ ☆ ۲

حلقہ ہے مہِ نو کا گریبانِ محمدؐ ہے مطلعِ انوار کہ دامانِ محمدؐ
کیا درسِ مساوات دیا نوعِ بشر کو اترے گا نہ سر سے کبھی احسانِ محمدؐ
کیوں ایسی اسیری پہ نہ صدقے ہو رہائی آزادِ دوعالم ہیں غلامانِ محمدؐ
اے رحمتِ عالم ترے جلوؤں کے تصدق ہم کو بھی دکھا دے رخِ تابانِ محمدؐ
یہ ذاتِ مقدّسؐ تو ہر انساں کو ہے محبوب مسلم ہی نہیں وابستۂ دامانِ محمدؐ
کیا اس سے سوا ہو مری بیدار یقینی میں شعر کہوں وہ بھی بہ عنوانِ محمدؐ
طالبؔ اسے انسان بھی کہنا نہیں زیبا
جو مرد مسلماں نہیں شایانِ محمدؐ

☆ ۱ نغمۂ ناقوس، جوہر دیوبندی، ص ۲۲۳

☆ ۲ تذکرۂ معاصرین جلد سوم، ص ۲۹۷ تا ۳۰۰

طالب، کشن چند

دولت کی غرض ہے نہ ستائش کی تمنّا
فرمان مرا آج بہ عنوانِ نبیؐ ہے

امداد کو آنا مری اے شاہِ مدینہ
اک بت کا پرستار ثنا خوانِ نبیؐ ہے

☆ ☆ ☆

☆ ہفت روزہ "میرٹھ میلہ" ۶؍مارچ ۱۹۹۵ء

طرز لکھنوی، گنیش بہاری

اک نظر اس طرف اٹھی ہی تھی ہر نظر اجنبی ہوئی محسوس
اس کے رخ پر نظر پڑی ہی تھی ہر طرف روشنی ہوئی محسوس

ریڈیو آرٹسٹ جناب رادھے بہاری سریواستو کے فرزند جناب گنیش بہاری کا آبائی وطن لکھنؤ ہے۔ آپ کائستھ ہیں۔ پرورش لکھنؤ کے مہذب ماحول میں ہوئی۔ ۱۹۴۳ء میں میٹرک کیا اور ۱۹۴۶ء میں محکمہ سپلائی میں کلرک کی حیثیت سے ملازمت اختیار کی۔ ۱۹۴۹ء میں لکھنؤ یونیورسٹی سے بی۔ اے کیا اور اسی سال پراپرٹی انسپکٹر ہوئے۔ ۱۹۵۱ء میں ایل۔ ایل۔ بی کیا اور اسسٹنٹ کسٹوڈین (جوڈیشنل) کے فرائض جونپور میں سنبھالے۔ ۱۹۵۹ء میں کسم جی سے شادی کی جن کا ۲۸ ر فروری ۱۹۸۷ء کو انتقال ہوا۔ گنیش بہاری صاحب نے اپنی زندگی کی دھوپ چھاؤں میں مسلسل ترقی کا سفر جاری رکھا اور ۱۹۸۶ء میں ڈپٹی چیف کنٹرولر امپورٹ اینڈ ایکسپورٹ کے عہدے پر پہنچ کر ریٹائر ہوئے۔

جناب گنیش بہاری موسیقی سے بھی دلچسپی رکھتے ہیں آپ کے بھائی کرشن بہاری نور اردو کے مشہور شاعر ہیں ان کے استاد جناب فضل نقوی نے گنیش بہاری کا تخلص طرز تجویز کیا اور کلام پر اصلاح بھی دی بعد میں یہ سلسلہ قائم نہ رہا اور آپ جناب سراج لکھنوی (م ۱۹۶۸ء) کے حلقہ تلامذہ میں شامل ہوگئے۔ ان کی وفات کے بعد کبھی کبھی نور لکھنوی سے مشورہ سخن کرتے ہیں۔

ڈاکٹر ظ۔ انصاری (۱۹۲۵۔ ۱۹۹۱ء) فرماتے ہیں۔ "جب طرز اپنا کلام سناتے ہیں تو خیال گزرتا ہے کہ الفاظ اور آواز یکجان ہیں۔" ☆ ۱۔ یہی بات قرۃ العین حیدر (پ ۱۹۲۷ء) نے کہی ہے۔ "کلامِ طرز ساز و آواز کے لئے نہایت مناسب ہے۔" ☆ ۲۔ خواجہ احمد عباس (۱۹۱۴۔ ۱۹۸۷ء) نے اپنے ایک مضمون میں جناب طرز کی شاعری کو سراہتے ہوئے تحریر کیا ہے۔ "فراق کے مرحوم ہو جانے کے بعد غیر مسلم شعراء میں آپ نے فراق کی جگہ لی ہے۔" ☆ ۳۔ پروفیسر ممتاز حسین (پ ۱۹۱۸ء) نے اسی پہلو پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھا ہے۔ "میں نے محسوس کیا ہے کہ جو وارفتگی اور شیفتگی طرز کے کلام میں ہے وہ یا تو کچھ انہیں سے مختص ہے یا پھر فراق سے ہم آواز ہوتی ہے۔" ☆ ۴

جناب طرز لکھنوی کے فن اور شخصیت پر "فن اور شخصیت" بمبئی نے جنوری ۱۹۸۹ء میں ایک خصوصی نمبر شائع کیا ہے جو تین سو صفحات پر مشتمل ہے اور جس کے مرتبین پروفیسر گوپی چند نارنگ اور صابر دت ہیں۔

خلوص و جذبِ دل نذرِ عقیدت لے کے آئے ہیں
گنہ گارِ محبت ہیں محبت لے کے آئے ہیں

درِ رحمت پہ حاضر ہیں تمہارے چاہنے والے
بڑی حسرت سے امیدِ شفاعت لے کے آئے ہیں

یہی بس چند آنسو ہیں یہی بس چند آہیں ہیں
ملی ہے جو زمانے سے وہ دولت لے کے آئے ہیں

مجھے بھی صبر کی طاقت عطا ہو یارسولؐ اللہ
سنا ہے آپ دکھیوں کی ضمانت لے کے آئے ہیں

پڑھو اب طرزؔ وہ مطلع کہ جس سے روشنی پھیلے
محبت وہ بھی کر بیٹھیں جو نفرت لے کے آئے ہیں

ہے جس پر ناز عالم کو وہ رحمت لے کے آئے ہیں
محمدؐ حق سے اقرارِ شفاعت لے کے آئے ہیں

لباسِ فقر ہے تن پر مگر قدموں میں ہے شاہی
نرالے ڈھنگ کی شانِ حکومت لے کے آئے ہیں

ہزاروں کی پرستش محو کر دی ایک سجدے میں
عجب انداز کی طرزِ عبادت لے کے آئے ہیں

اجالا حشر تک اس کے سوا کوئی نہ پھیلے گا
محمدؐ آخری شمعِ نبوت لے کے آئے ہیں

محمدؐ سے محبت کیوں نہ ہو اے طرزؔ تجھ کو بھی
وہ سب کے واسطے دستِ شفاعت لے کے آئے ہیں
☆ ۵

☆ ۱ فن اور شخصیت ص ۹۶ گنیش بہاری طرز نمبر مرتبین پروفیسر گوپی چند نارنگ، صابر دت جنوری ۱۹۸۹ء

☆ ۲ فن اور شخصیت ص ۸۴ ☆ ۳ فن اور شخصیت ص ۸۳

☆ ۴ فن اور شخصیت ص ۸۰

☆ ۵ ہفت روزہ "بلٹز" ۶ ر مئی ۱۹۸۹ء ص ۴

ظفر سونی پتی، بدھراج

جگمگا اٹھیں گے جب حق و صداقت کے چراغ
بالیقیں بجھ جائیں گے کذب و بطالت کے چراغ

ہوگیا ہے ہم گنہ گاروں کو بخشش کا یقیں
دیکھ کر ہر سو فروزاں تیری رحمت کے چراغ

جناب بدھراج ظفر انتہائی مخلص شخصیت کے حامل ہیں۔ آپ کا تعلق ٹھاکر گھرانہ سے ہے۔ ۱۳ ر اگست ۱۹۲۷ء کو پاکستان کے قصبہ سلطان تحصیل علی پور ضلع مظفرگڑھ میں پیدا ہوئے۔ مڈل تک ہی تعلیم حاصل کر پائے تھے کہ بھارت کے شہر سونی پت منتقل ہوگئے۔ شاعری کا شوق بچپن سے ہی ہے۔ آپ غلام حسین رئیس نیازی (پ۔ ۱۹۲۰ء) اور دیوی دیال آتش بھاولپوری (پ۔ ۱۹۱۵ء) سے اصلاح سخن لیتے ہیں۔ موصوف شعری محفلوں میں شرکت کرتے ہیں اور انہیں اپنے لئے روحانی خوراک کا درجہ دیتے ہیں۔ موصوف کا کلام اکثر رسائل و جرائد میں چھپتا رہتا ہے اور اکثر آکاش وانی روہتک سے بھی نشر ہوتا ہے۔ آپ کے کلام میں تصوف کی چاشنی نمایاں ہے اسی لئے اپنے مجموعے کا نام "گلستانِ معرفت" رکھا ہے جو زیر ترتیب ہے۔ مزاجاً بہت سادہ اور طبیعتاً بے نیاز ہیں۔ مطالعہ کے بیحد شوقین ہیں اور روحانیت سے گہرا تعلق رکھتے ہیں۔ نعتیں بھی بہت کہی ہیں جو یکجا کی جائیں تو نعتیہ مجموعہ بن سکتا ہے۔ زیر نظر تذکرے کے لئے بدھراج ظفر صاحب نے ہر ممکن علمی تعاون کیا ہے۔

زیست نے پایا سکوں اے بندہ پرور آپؐ سے ہوگئی ہے میری شامِ غم، منوّر آپؐ سے

کیوں نہ ہو میری زباں پر آپؐ کی حمد و ثنا ہر خوشی ہے جب میرے دل کو میسّر آپؐ سے

آپؐ کی تصویر میرے دل کے آئینے میں ہے کس قدر نزدیک تر ہوں دور رہ کر آپؐ سے

آپؐ کے دم سے ہے دنیا میں اجالا ہر جگہ روشنی لیتے ہیں مہر و ماہ و اختر آپؐ سے

آپؐ کے در پر سنور جاتی ہیں تقدیریں ظفرؔ
ہوگئے لاکھوں مقدّر کے سکندر آپؐ سے

☆ ☆ ☆

ہر گھڑی میرے لب پہ ہو نام آپؐ کا ذکر کرتا رہوں صبح و شام آپؐ کا

جان و دل سے غلام اس کی دنیا ہوئی جان و دل سے ہوا جو غلام آپؐ کا

میری آنکھوں میں ہیں آپؐ جلوہ فگن میرے دل میں ہے ہر دم قیام آپؐ کا

کھل گئے اس پہ فطرت کے اسرار سب سن لیا جس نے دل سے کلام آپؐ کا

آرزو ہے یہی وقتِ آخر ظفرؔ
یاد دل میں ہو، لب پہ ہو نام آپؐ کا

☆ ☆ ☆

عاجز ماتوی، ہنومان پرشاد شرما

ہنومان پرشاد شرما یکم مارچ ۱۹۳۵ء کو موضع ماتی ضلع بارہ بنکی میں منشی رام دیال شرما کے گھر پیدا ہوئے۔ سید سجاد حسین شدید لکھنوی کے شاگرد ہیں۔ آپ کا شعری مجموعہ "ہنستی شبنم روتے پھول" ہے۔ لکھنؤ میں مقیم ہیں۔ ☆ ۱

کس طرح ہم بتائیں کہ کیا آپؐ ہیں
مختصر یہ کہ بعد از خدا آپؐ ہیں

آپؐ کی ذاتِ اقدس ہے مختار کل
سرورِ دوجہاں باخدا آپؐ ہیں

کس نبیؐ کو نصیب اتنی قربت ہوئی
جتنا نزدیکِ رب العلا آپؐ ہیں

مجھ سے ہندو ہوئے آپؐ کے معتقد
شافعِ حشر جب سے سنا آپؐ ہیں

عاجزؔ اب آپؐ کے در سے جائے کہاں
اس کے سب کچھ حبیب خدا آپؐ ہیں

☆ ۱ آپ ہیں، حصہ دوم، ص ۱۲۸

عارج روپڑی، امرسنگھ

امرسنگھ عارج روپڑی کی یہ نعت مختلف رسائل و جرائد میں شائع ہوئی ہے۔

مری زباں پہ وصفِ رخِ پیغمبرؐ ہے ــــ نظر میں عرش کے جلوے ہیں دل منوّر ہے
نفس نفس تریؐ تطہیر سے معطّر ہے ــــ قدم قدم پہ جلے تیریؐ رہبری کے چراغ
رسولؐ باغِ نبوت کا وہ گلِ تر ہے ــــ تمام نکہت و رنگ مطرب ہیں جس پہ نثار
کہ تیرےؐ قبضے میں زمزم ہے اور کوثر ہے ــــ مٹا دے امتِ مرحوم کی بھی تشنہ لبی
ہمارے سر پہ تری رحمتوں کی چادر ہے ــــ نہیں ہے غم ہمیں خورشیدِ حشر کا ہرگز

نگاہ حسن جہاں پر نہیں مری عارج
کہ دل اسیر ادائے رخِ پیغمبرؐ ہے
☆ ۱

☆ ☆ ☆

☆ ۱ سیرتِ پاک، ادارہ مطبوعات پاکستان کراچی / ماہِ نو کی خصوصی اشاعتوں کا انتخاب ص ۳۲۸
بشکریہ سعید گوہر

عاشق لکھنوی، پربھودیال

پربھودیال عاشق لکھنوی کا ذکر اکثر تذکروں میں نہیں ہے۔ ماہنامہ "القریش" امرتسر کے ستمبر ۱۹۲۶ء کے شمارے میں ان کا ایک نعتیہ مخمس پہلے شائع ہوا۔ کئی نعتیہ کتب میں بھی ان کا کلام ملتا ہے۔

رحمت العالمیں، دامانِ رحمت کے سوا زیبِ سرتاج شہی تاجِ شفاعت کے سوا
ہادیٔ خیرالبشر، ماہِ ہدایت کے سوا لاتعداد اوصاف ہیں ان میں نبوت کے سوا
ساری دنیا میں بڑا ہے کون حضرتؐ کے سوا

رشکِ حسن حور ہے حسنِ حسیناں کا ابھار رشکِ غلماں ہیں غلامانِ حبیبؐ کردگار
رشکِ طوبیٰ ہے نہ رعنا ہے شاہ روزگار خلد والے دیکھتے ہیں آکے یثرب کی بہار
ایک جنت اور بھی ہے باغِ جنت کے سوا

خواہشِ دیدارِ جاناں بیکسی امداد کر جذبۂ الفت، تمنائے دل، امداد کر
وحشتِ قلبِ حزیں وارفتگی امداد کر اے تصور یوں نگاہِ شوق کی امداد کر
کچھ نظر آئے نہ اس کو انؐ کی صورت کے سوا

رات دن تڑپا رہی ہے وحشتِ دل دیکھئے تنگ آیا ہوں تمنائے رخِ پرنور سے
قلب پر ہیں حسرت وارماں کے حملے ہو رہے اپنی رحمت سے بلالیں اب تو روضہ پر مجھے
داغِ فرقت بھی ہیں دل میں دردِ الفت کے سوا

بادشاہِ دوسرا ہے کون، کوئی بھی نہیں شافعِ روزِ جزا ہے کون، کوئی بھی نہیں
صدرِ بزمِ انبیاء ہے کون، کوئی بھی نہیں اور محبوبِ خدا ہے کون، کوئی بھی نہیں
میرے آقاؐ کے علاوہ میرے حضرتؐ کے سوا

چشمۂ آبِ بقا ہیں آپ بیشک مان لوں مشعلِ راہِ ہدایت آپ ہیں یہ جان لوں
شافعِ میدانِ محشر آپ ہیں یہ ٹھان لوں دیکھ لوں میں آپ کو میں آپ کو پہچان لوں
عقل صائب بھی ملے، چشم بصیرت کے سوا

داورِ محشر ہے وہ، یہ ہیں شفیع المذنبیں وہ شۂ ارض و سما یہ شاہِ خوبانِ زمیں
وہ الٰہ العالمین، یہ رحمت العالمیں عشقِ محبوبِ خدا، عشقِ خدا سے کم نہیں

اس کو کیا جانے کوئی اہلِ محبت کے سوا

مطلع الحمد لا کر جگمگا دے خلق کو عارضِ روشن دکھا کر جگمگا دے خلق کو
نور وحدت کی ضیا سے جگمگا دے خلق کو کفر کی ظلمت مٹا کر جگمگا دے خلق کو

یہ ضیا کس میں تھی خورشیدِ رسالتؐ کے سوا

غنچۂ باغ جناں زیبا ہے اس کو گر کہوں غیرموزوں کچھ نہ ہوگا ماہِ کامل مان لوں
روشنی بخشِ دلِ تاریک لازم ہے گنوں عارضِ احمدؐ کو میں سورج سے کیا تشبیہ دوں

یاں تو سورج میں نہیں کچھ بھی تمازت کے سوا

میہمانی کے لئے گردوں پہ بلوایا کسے صورت مرکب سجا جبریل کو بھیجا کسے
پردہ ہائے راز دکھلائے شبِ اسریٰ کسے مرتبہ معراج کا اللہ نے بخشا کسے

میرے حضرتؐ کے علاوہ میرے حضرتؐ کے سوا

عارضِ روشن کی شوخی سے ہوا خورشید مات مصحفِ رخ دیکھ کر چھپتا پھرا ماہتاب رات
الامیں تھی کون کعبہ میں بجز حضرتؐ کے ذات ظاہر و باطن کے جلوہ سے ہوئی ظاہر یہ بات

حسنِ صورت بھی تھا ان میں حسن سیرت کے سوا

تھا جنہیں شوق زیارت رات دن شام و سحر غیر کے دیدار کو اٹھتی نہ تھی جن کی نظر
تھے سراپا زخم ہجرِ شاہ میں جن کے جگر مر گئے ہیں جو پہنچ کر آستانِ شاہ پر

کون اٹھا سکتا ہے ان کو اب قیامت کے سوا

بارِ عصیاں سے فراغت ہو خدا کے واسطے یاس و رنج و غم سے مہلت ہو خدا کے واسطے
عاشقِ بیکس پہ رحمت ہو خدا کے واسطے نوحؔ پر بھی چشمِ شفقت ہو خدا کے واسطے

شکلِ راحت اس نے کب دیکھی جراحت کے سوا

☆ ا

☆ ☆ ☆

ہر جنّ و ملک کیوں نہ ہو شیدائے محمدؐ عالم میں ہوا کوئی نہ ہمتائے محمدؐ
ہیں شمس و قمر نقشِ کفِ پائے محمدؐ معراجِ فلک ہے قد زیبائے محمدؐ
ہے عرش نہ عالم بالائے محمدؐ

پُرآب رہے نرگسِ شہلائے محمدؐ بیتاب رہے زلفِ چلیپائے محمدؐ
تھی بخششِ امت جو تمنائے محمدؐ تا عرش کئی بار گئے آئے محمدؐ
بیکل رہے امت کے لئے ہائے محمدؐ

دل میں رخِ محبوبِ الٰہی کی ضیا ہے آنکھوں میں جمالِ گلِ عارض کی فضا ہے
آزارِ محبت مجھے قسمت سے ملا ہے بازارِ شفاعت میں خریدار خدا ہے
سر پر لئے پھرتا ہوں میں سودائے محمدؐ

سچ کہو ان آنکھوں سے کوئی اور بھی دیکھا؟ پایا ہے کسی اور نبی نے بھی یہ رتبا؟
بتلا تو سرِ عرشِ بریں کون ہے پہنچا؟ اللہ رے زینت تری اے عرشِ معلّٰی!
جھومر ہے ترا نقشِ کفِ پائے محمدؐ

☆ ۲

☆ ☆ ☆

جز سیہ کاری نہ مجھ سے ہوسکا کچھ عمر بھر شرم کے مارے اٹھا سکتا نہیں یک لخت سر
میری غلطی پر نہ جا، اپنے کرم پر کر نظر "چشمِ رحمت برکشا موئے سفیدِ من نگر
گرچہ از شرمندگی روئے سیاہ آوردہ ام"

دیکھتا ہے تو، کوئی کافر ہو یا دیندار ہو جان سکتا ہے تو ہی ہر شخص کے احوال کو
شرم مانع ہے کہوں کیا تجھ سے اے شاہِ نکو "آں نمی گویم کہ بودم سالہا در راہِ تو
ہستم آں گمرہ کہ اکنوں روبراہ آوردہ ام"

کوئی دنیا میں نہیں اپنا سوائے آہِ سرد دربدر کی ٹھوکروں سے ہوگیا ہے رنگ زرد
شوقِ پابوسی میں در پر پڑ رہا ہوں شکلِ گرد "عجز و بے خویشی و درویشی و دل ریشی و درد
ایں ہمہ با دعوئ عشقت گواہ آوردہ ام"

دربدر بھٹکا رہا ہے رات دن قلبِ حزیں   چھیننے پر دل تُلے ہیں دلبر ہائے نازنیں
کیا کروں، جاؤں کہاں، کوئی ٹھکانہ ہی نہیں   "دیو رہزن در کمیں، نفس و ہوا اعدائے دیں

ایں ہمہ باسایۂ لطفت پناہ آوردہ ام"

درپئے گردش ہے گردوں درپئے ایذا زمیں   کرتے ہیں ایمان پر حملہ بتانِ مہ جبیں
لوگ کہتے ہیں کہ تو ہے رحمۃ للعالمین   "دیوِ رہزن، در کمیں، نفس و ہوا اعدائے دیں

ایں ہمہ سایہ لطفت پناہ آوردہ ام"
☆ ۳

☆ ۱ ماہنامہ "القریش" امرتسر، ص ۱۴، ۱۵ ستمبر ۱۹۲۶ء

☆ ۲ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام، ص ۹۷ فانی مراد آبادی

☆ ۳ ماہنامہ نعت لاہور، ص ۶۰، جون ۱۹۹۰۔ مدیر : راجا رشید محمود

عاشق ہوشیارپوری، منشی رانجھا

طاقت کہاں بشر کی لکھے شانِ مصطفیٰ
جب آپ ہی خدا ہو ثنا خوانِ مصطفیٰ

سارا جہان نور سے معمور ہوگیا
چمکا جو آکے نیّرِ عرفانِ مصطفیٰ

قیدِ غم و الم سے ملی مخلصی اسے
ہو کر رہا جو تابعِ فرمانِ مصطفیٰ

ہو یاالٰہی امّتِ بیکس کی بہتری
تا زندگی رہا یہی ارمانِ مصطفیٰ

اعمال نامے خلق کے ہاتھوں میں ہوں تو ہوں
تھامے ہوئے رہوں گا میں دامانِ مصطفیٰ

عاشقؔ نبیؐ کے عشق میں زر کی تو بات کیا
میری ہزار جان ہو قربانِ مصطفیٰ

☆ ☆ ☆

عجمی رامپوری، منشی ہیرالال

خلف چنی لال رامپوری کائستھ گھرانے کے فرد تھے۔ عربی، فارسی، اردو اور سنسکرت زبانوں میں کامل تھے۔ شایاں بریلوی نے اپنے تذکرے میں لکھا ہے کہ انہیں تاریخ گوئی میں کمال حاصل تھا۔

پردۂ میمے بہ رخ انداختہ
از عرب احمدؐ علم افراختہ
☆ ۱

☆ ☆ ☆

☆ ۱ تاریخ شعرائے روہیلکھنڈ، جلد سوم، ص ۱۸۱۹

عرشؔ صہبائی، ایچ۔ آر۔ ابرول

عرشؔ صہبائی جموں میں مقیم ہیں۔ مشہور شاعر اور مصنف ہیں۔ آپ کی کتابیں شکستِ جام، یہ جانے پہچانے لوگ، چشمِ نیم باز، انجم کدہ، صلیب، دستاویز، شگفتِ گل اور اسلوب منظرِ عام پر آچکی ہیں۔

چٹکیاں لیتی ہے دل میں ہر گھڑی یادِ رسولؐ
بن گئی ہے اب تو میری زندگی یادِ رسولؐ

دفعتاً یہ دل مثالِ غنچہ و گل کھِل اٹھا
جب وفورِ یاس و غم میں آگئی یادِ رسولؐ

کل بھی یہ چھائی ہوئی تھی جان و دل پر سر بہ سر
اور رگ رگ میں بسی ہے آج بھی یادِ رسولؐ

اس سے پہلے بزمِ ہستی کیا تھی! اک ظلمت کدہ
دے گئی ہے شمعِ دل کو روشنی یادِ رسولؐ

بارِ غم سے جب ہوا میں مائلِ فریاد عرشؔ
میرے دل کو دے گئی تسکین سی یادِ رسولؐ
☆ ۱

☆ ☆ ☆

☆ ۱ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام، ص ۴۴

عرش ملسیانی، بال مکند

اے عرشؔ درِ محبوب خدا ملجا ہے مقدّر والوں کا
کٹتے ہیں تصوّر میں اپنے گو صبح و شام مدینے میں

حضرت داغ دہلوی کے جانشین، مشہور شاعر و ادیب جناب لبھو رام جوش ملسیانی (۱۸۸۲ - ۱۹۷۶ء) کے فرزند جناب بال مکند ۳۰ ر ستمبر ۱۹۰۸ء کو ملسیان ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے۔ آپ عرش تخلص فرماتے تھے۔ انٹرنس کا امتحان پاس کر کے انجینئرنگ کالج رسول پور سے اوورسیئر کی ٹریننگ مکمل کی اور محکمہ نہر میں ملازمت اختیار کی۔ ۱۹۳۰ء میں گورنمنٹ انڈسٹریل اسکول میں معلّم بنے جہاں چودہ پندرہ برس خدمات انجام دیں۔ آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے پرائیویٹ طور پر بی - اے کیا۔ گورنمنٹ آف انڈیا کے ملازم ہو کر دہلی آئے جہاں "آجکل" کی ادارت بھی کی اور یہیں ۱۹۷۹ء میں انتقال کیا۔

جناب عرش ملسیانی کی طبیعت میں سادگی تھی اور مزاج میں خلوص کے ساتھ اردو سے گہری محبت رکھتے تھے اور بقول خود ان کے "اردو میرا اوڑھنا بچھونا ہے اور اسی کے لئے زندگی وقف کر رکھی ہے۔" عرش صاحب کی کئی نظمیں مشہور ہوئیں جن میں دور آزادی کی افراتفری، خونریزی اور خلفشار کی عکاسی کی گئی ہے۔ ☆ ۱

جناب عرش ملسیانی نے اپنی نعتیہ شاعری میں رحمت اللعالمینؐ سے اپنی نیازمندانہ وابستگی کا اظہار کیا ہے۔ ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق نے عرش صاحب کی نعتیہ شاعری کی خوبیوں کا جائزہ لیتے ہوئے لکھا ہے "عرش ثنائے محمدیؐ کے لئے اکثر چھوٹی چھوٹی ترنم ریز بحریں اختیار کر کے بیان میں روانی پیدا کرتے ہیں اور کیف آور موسیقیت کا سماں باندھتے ہیں۔ مضمون کی شگفتگی اور الفاظ کی صوتیت سننے والے کے لئے مزید لطف کا سامان کرتی ہے ------ عرش کی نعت گوئی پر خلوص، پر اثر اور پر مغز شعری دلآویزیوں سے مالا مال ہے۔ وہ اپنے کلام کو باطنی کیفیت سے جاندار بنا کر روح کی تازگی کا سامان کرتے ہیں۔ وہ منتخب الفاظ اور دلکش ترکیبوں سے مضمون کو دلنشیں بنا دیتے ہیں۔" ☆ ۲

جناب عرش ملسیانی کے دو شعری مجموعے "ہفت رنگ" اور "چنگ و آہنگ" شائع ہو چکے ہیں۔ آپ کے مزاحیہ مضامین کا ایک مجموعہ "پوسٹ مارٹم" بھی منظر عام پر آیا ہے۔ جناب عرش ملسیانی کے نعتیہ مجموعہ "آہنگ حجاز" (مطبوعہ ۱۹۵۳ء) کا پیش لفظ مولانا عبدالماجد دریا آبادی (۱۸۹۲ - ۱۹۷۷ء) نے تحریر فرمایا ہے۔ مولانا نے اس میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے تحریر کیا ہے۔ "مسلموں اور غیر مسلموں کو ملا کر جو بھی مختصر فہرست منتخب نعت گو شعراء کی تیار کی جائے گی یقین ہے کہ ذوقِ سلیم اس میں بھی ایک جگہ ان کے لئے مخصوص رکھے گا۔" ☆ ۳

نورِ ذات

حاملِ جلوۂ ازل، پیکر نور ذات تو
شانِ پیمبری سے ہے سرورِ کائنات تو

فیضِ عمیم سے ترے، قلب و نظر کی وسعتیں
مومنِ حق پرست کا حوصلۂ نجات تو

تیرے عمل کے درس سے گرم ہے خونِ ہر بشر
حسنِ نمودِ زندگی رنگِ رخِ حیات تو

عقدہ کشائے این و آں، نور فزائے ہر مکاں
قبلہ اہلِ دل ہے تو، رونقِ شش جہات تو

شان بشر کا منتہا، خالقِ دہر کا حبیب
مردِ خدا پرست کا آئینہ حیات تو

موردِ التفات ہم تیری نوازشات سے
ذاتِ خدائے پاک سے وقف نوازشات تو

قلب و نظر کے راز سب دہر پہ منکشف ہوئے
روحِ جہانِ راز تو، جانِ مکاشفات تو

مدح سرائے مصطفیٰؐ ہے تو عمل بھی چاہئے
عرش جو ہو سکے تو ہو عزم میں پُرثبات تو

☆ ۴

معطر فضا مست ساری خدائی
صبا مشک افشاں مدینے سے آئی

یہ امی پیمبرؐ کا جوشِ فصاحت
بشر کی یہ شان حقیقت نمائی

وہی نور نور آفریں ہر جگہ ہے
عرب میں ہوئی جس کی جلوہ نمائی

امیدِ شفاعت پہ جیتا رہا ہوں
مری عمر بھر کی یہی ہے کمائی

☆ ۵

☆ ☆ ☆

رخِ مصطفیٰؐ کا جمال اللہ اللہ
زباں کا وہ حسن مقال اللہ اللہ

جہاں کے لئے مژدہ عید عرفاں
عرب کے فلک کا ہلال اللہ اللہ

اتر آئے خود عرش و کرسی سے جلوے
نبوت کا اوجِ کمال اللہ اللہ

☆ ۶

☆ ☆ ☆

زمانے بھر میں مسلّم پیمبری ہے تری
جو نقش قلب جہاں ہے وہ برتری ہے تری

کمالِ اوجِ بشر ہے تو تیری ذات میں ہے
بلند قیصر و خاقاں سے قیصری ہے تری

جسے دوام میسّر وہ تیری دارائی
نہیں زوال جسے وہ سکندری، ہے تری

☆ ۷

☆ ☆ ☆

زباں افسانۂ دل بود شب جائے کہ من بودم
نظر افروز منزل بود شب جائے کہ من بودم

نہ محفل دیدم و نے محفل آرائے دیگر دیدم
ہماں یکجان محفل بود شب جائے کہ من بودم

بدر یا یم نہ بودے حلقۂ گرداب و طوفانے
سکونِ ریگ ساحل بود شب جائے کہ من بودم

امیدِ راحتِ عقبیٰ، فراغت از غمِ دنیا
مرا ہر لطف حاصل بود شب جائے کہ من بودم

ہر آں نجمے کہ کسب نور کردے از نگارِ من
شبیہہِ ماہِ کامل بود شب جائے کہ من بودم

ملائک دست بستہ عرش و کرسی لطف آمادہ
محمدؐ صدرِ محفل بود شب جائے کہ من بودم

☆۸

☆ ☆ ☆

ہے جبریل در کا غلام اللہ اللہ
نبوّت کا یہ اہتمام اللہ اللہ

یہ شانِ فصاحت، یہ آیاتِ مصحف
کلیم اللہ اللہ، کلام اللہ اللہ

ہوئے نذرِ شاہِ جہانِ رسالت
یہ بختِ درود و سلام اللہ اللہ

لبِ مصطفیٰ پر یہ اسرارِ وحدت
یہ بادہ، یہ مینا، یہ جام اللہ اللہ

نہ قول و عمل میں کوئی فرق مطلق
پیامی سراسر، پیام اللہ اللہ

☆ ۹

درِ محبوب پر سجدہ اگر اک بار ہو جائے
دلِ پر آرزو سرچشمہ انوار ہو جائے
ترے پینے کو مئے آیا کرے گی عرش اعظم سے
مئے عشق محمدؐ سے جو تو سرشار ہو جائے

☆ ۱۰

امیدِ شفاعت پہ دن کٹ رہے ہیں
وگرنہ کہاں مجھ میں کوئی قرینہ
یہی ماحصل عرش ہے زندگی کا
مرا سر ہے اور آستانِ مدینہ

☆ ۱۱

☆ ☆ ☆

سجدہ گزار ہو کہ درِ مصطفیٰ پہ تو
ہو ملتجی کرم کا خدا کی جناب سے
کہتی ہے خلق مجھ کو خراباتی' نبیؐ!
اچھا کوئی خطاب نہیں اس خطاب سے

☆ ۱۲

☆ ☆ ☆

طوفانِ زندگی میں سہارا تمہیںؐ تو ہو
دریائے معرفت کا کنارا تمہیںؐ تو ہو
ہاں ہاں تمہیںؐ تو ہو دلِ عالم کے دلنواز
دلدار و دل نشیں و دلآرا تمہیںؐ تو ہو

ملتی ہے تم ؐ سے ان کی نگاہوں کو روشنی　　دنیا و دیں کی آنکھ کا تارا تمہیںؐ تو ہو

☆ ۱۳

☆ ☆ ☆

دنیا کی کشاکش میں اے دل یوں راحتِ جنّت ملتی ہے
توحید کا نعرہ ہو لب پر، تصویرِ نبیؐ کی سینے میں

اس گیسوئے مشکیں سے پھیلی، گلزارِ دنیا میں خوشبو
اس چہرۂ زیبا کی ہے جھلک جو آب ہے اس آئینے میں

☆۱۴

☆ ☆ ☆

نگاہوں پہ جادو، دلوں پر تسلط　　جمال اللہ اللہ، جلال اللہ اللہ

☆ ☆ ☆

☆ ۱ شہرِ آشوب، ڈاکٹر محمد سعد اللہ ص ۵۸۸

☆ ۲ اردو میں نعتیہ شاعری، ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق ص ۶۳۷

☆ ۳ آہنگِ حجاز، عرش ملسیانی، دیباچہ مولانا عبدالماجد دریا آبادی ص ۸

☆ ۴ ماہنامہ "نعت" لاہور، ص ۳۱ اگست ۱۹۸۸ء

☆ ۵ اردو میں نعتیہ شاعری، ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق، ص ۶۳۳، ۶۳۴

☆ ۶ آہنگِ حجاز، عرش ملسیانی، ص ۱۳، ۱۴

☆ ۷ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام، فانی مراد آبادی، ص ۳۴

☆ ۸ ماہنامہ "فاران" کراچی، سیرت نمبر ۱۹۵۶ء، ص ۱۸۸، ۱۸۹

☆ ۹ محمدؐ رسول اللہ غیر مسلموں کی نظر میں، مولانا محمد حنیف یزدانی ص ۵۱

☆ ۱۰ اردو میں نعتیہ شاعری، ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق، ص ۶۳۳

☆ ۱۱ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام، فانی مراد آبادی ص ۱۰۴

☆ ۱۲ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام، فانی مراد آبادی ص ۱۵۵

☆ ۱۳ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام، فانی مراد آبادی ص ۱۶۵

☆ ۱۴ تذکرہ نعت گویانِ اردو، ص ۳۷۶ پروفیسر سید یونس شاہ

عشق، دیوان نند کشور

عشق صاحب کا مولود مسکن موضع رگھناتھ گنج تحصیل حیدرگڑھ ضلع بارہ بنکی اودھ ہے۔ کائستھ تھے اور راجہ ہجرام بخش سنگھ کے عہدِ حکومت میں رڈنی ضلع بارہ بنکی میں دیوان تھے۔ محمد محفوظ الرحمن تحریر فرماتے ہیں۔ "فارسی کی قابلیت میں یدطولی رکھتے تھے۔ طبیعت میں شعرو شاعری کے ساتھ عرفانی ذوق بھی موجود تھا اور اسی وجہ سے گاہ گاہ نعت کہا کرتے تھے۔ آپ کے کلام کا اکثر حصہ ضائع ہوگیا۔ آپ کا مسکن قصبہ نگرام ضلع لکھنؤ سے صرف آٹھ میل پر ہے۔ آپ کے دیوان گری کے زمانے میں میرے جد امجد حضرت مولانا حافظ محمد عبدالعلیؒ جو علاوہ عالم دین ہونے کے درویشی میں بھی امتیازی درجہ رکھتے تھے، بقیدِ حیات تھے۔ دیوان صاحب ریاست رڈنی کا علاقہ نگرام سے متصل ہونے کی وجہ سے اکثر نگرام آیا کرتے تھے، اور علمی مذاق رکھنے کی وجہ سے میرے جدامجدؒ سے ملا کرتے تھے اور اپنا کلام سنایا کرتے تھے۔ اس طرح آپ کے کلام کے بعض اجزاء حضرت کے کتب خانہ میں رہ گئے جن میں سے ایک غزل نعتیہ بھی ہے۔ ارباب ذوق دیوان صاحب کے کلام سے اس عقیدت اور وارفتگی کا اندازا لگا سکتے ہیں جو موصوف کو حضرت سیدنا محمد الرسول اللہ ؐ سے تھی۔" ☆ ۱

ہست از برائے دردم درمانِ ما محمدؐ
سازم بود محمدؐ سامانِ ما محمدؐ

بر مطلبے رسیدم در کوچہ تمنا
آمد چو از ہدایت برہانِ ما محمدؐ

بردر گہت خردشاں آلودہ از گناہم
شوی ز لوث عصیان و دامانِ ما محمدؐ

از داغ نامرادی شبہائے تیرہ دارم
از شمع خود جلی کن ایوانِ ما محمدؐ

دارم بہشت در بر از جلوۂ جمالش
مائیم ز بلبلانش بستانِ ما محمدؐ

چوں عشق دل بہ بستم برخط عنبر نیش
من چوں سفال گشتم ریحانِ ما محمدؐ

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ۲

☆ ۱ ہندو شعراء دربارِ رسولؐ میں، محمد محفوظ الرحمن ص ۴ ☆ ۲ ہندو شعراء دربارِ رسولؐ میں، ص ۴ محمد محفوظ الرحمن

عیش الہ آبادی، رامیشور ناتھ

یہ اوج یہ شرف یہ فضیلت رسولؐ کی
قرب خدائے پاک ہے قربت رسولؐ کی

دل محو ہے ہمارا مدینے کی سیر میں
گھر بیٹھے ہو رہی ہے زیارت رسولؐ کی
☆۱

سو بار ہوگا اس پہ کرم ذاتِ پاک کا
اک بار ہوگی جس پہ عنایت رسولؐ کی

جن کے دلوں میں حسرتِ دیدارِ خلد ہو
طیبہ میں جا کے دیکھیں وہ جنت رسولؐ کی

گمراہ مجھ کو عیشؔ کوئی کر سکے گا کیا
روشن ہے دل میں شمعِ عقیدت رسولؐ کی

☆۱ ہفت روزہ "بلٹز" ۶؍ مئی ۱۹۸۹ء کی اشاعت میں بھی یہ شعر لکھا گیا ہے۔

عیش دہلوی' عزت سنگھ

عزت سنگھ دہلی کے رہنے والے تھے اور عیش تخلص کرتے تھے۔ ڈاکٹر طلحہ رضوی برق نے اپنی کتاب ''اردو کی نعتیہ شاعری'' میں لکھا ہے کہ ذوق' غالب' مومن کے دور میں ابوالمظفر محمد سراج الدین بہادر شاہ ظفر (۳۰ر اکتوبر ۱۷۷۵ء - ۷ر نومبر ۱۸۶۲ء) کی طرف سے باقاعدہ نعتیہ مشاعروں کا اہتمام ہونے لگا تھا۔ ظفر' مومن' مجروح' صہبائی' مولوی غلام امام شہید' رحیم میرٹھی' رمز' عزت سنگھ عیش اور سندر لال شگفتہ ان نعتیہ مشاعروں کی جان ہوتے تھے۔ ☆ ۱

عزت سنگھ عیش دہلوی کے تذکرے میں عبدالغفور نساخ اور بدھ پرکاش جوہر دیو بندی نے منشی دفتر خانہ خالصہ شریفہ لکھا ہے۔ ☆ ۲ آپ کو حضرت مولوی امام بخش صہبائی (۱۸۰۶ء' ۱۸۰۷ء- ۱۸۵۷ء) اور شاہ محمد نصیر الدین نصیر دہلوی (م۔ ۱۸۳۸ء) کی شاگردی کا اعزاز حاصل تھا۔ ☆ ۳

عزت سنگھ عیش دہلوی نے ۱۸۵۷ء کے بعد اسلام قبول کیا اور اپنا نام ایزد بخش رکھا۔ آپ کی وفات دلی میں ۱۲۸۷ھ (۱۸۷۰ء - ۱۸۷۱ء) میں ہوئی اور قدم شریف دلی کے نزدیک تدفین ہوئی۔ ☆ ۴ راجا رشید محمود نے ماہنامہ ''نعت'' لاہور کی غیر مسلموں کی نعت گوئی کے حوالے سے خصوصی اشاعت میں ان کے اسلام قبول کرنے کا ذکر نہیں کیا ہے۔ ☆ ۵ اور ایک نعت بصورتِ تضمین برنعتِ قدسیؔ کے چار بند ''حدیثِ قدسی'' مرتبہ محمد عمر مظفر نگری کے حوالے سے شائع کئے ہیں۔ ☆ ۶

نور سے اپنے کیا حق نے تجھے جلوہ نما
آتش و آب و گِل و باد کا واں دخل ہے کیا
ہوں جہاں اپنے دل و جاں سے ملائک شیدا
''نسبتے نیست بذات تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی''

تجھ کو پہنچے نہ مسیحا، نہ کلیم اور نہ ابن زرتشت　　اس کی دیتے ہیں شہادت فلک و کوہ و دشت

پاسبانوں کی طرح چرخ تھا سرگرم گشت　　"شب معراج عروج تو ز افلاک گزشت

بمقامے کہ رسیدی، نہ رسد ہیچ نبی"

سرورا، تو ہے شفیع امم و نیک صفات　　ہے جہاں کے لئے پر فیض و کرم تیری ذات

ہم ہیں محتاج، نہایت کو ہیں پہنچی حاجات　　"ماہمہ تشنہ لبانیم و توئی آب حیات

لطف فرما کہ ز حد می گزرد تشنہ لبی"

☆ ۷

☆ ☆ ☆

☆ ۱ اردو میں نعتیہ شاعری، ص ۴۲۔ ڈاکٹر طلحہ رضوی برق

☆ ۲ سخن شعراء، ص ۳۳۹۔ عبدالغفور نساخ

موج گنگ، ص ۳۰۹۔ جوہر دیوبندی

☆ ۳ تذکرۂ ماہ و سال، ص ۲۸۲۔ مالک رام

موج گنگ، ص ۳۰۹

سخن شعراء، ص ۳۳۹

☆ ۴ تذکرۂ ماہ و سال، ص ۲۸۲

موج گنگ، ص ۳۰۹

☆ ۵ ماہنامہ "نعت" لاہور، خصوصی اشاعت، نومبر ۱۹۹۵ء، ص ۳۵۲، ۳۵۳، مدیر راجا رشید محمود

☆ ۶ ایضاً، ص ۳۹۹، ۴۰۰

☆ ۷ حدیث قدسی، ص ۵۳۔ قاضی محمد عمر مظفر نگری

فارغ، بھولا ناتھ

بھولا ناتھ فارغ کے بارے میں مردان علی خاں مبتلا لکھنوی اپنے تذکرے "گلشن سخن" میں لکھتے ہیں "از طبقہ ہندوان شاگردان حاتم واز معتقدان مولوی فخرالدین است" ☆۱ میر حسن نے "تذکرہ شعرائے اردو" میں تحریر کیا ہے "فارغ تخلص۔ ہندو بچہ است، وکالت پیشہ، از شاگردان میاں حاتم و از مریدان مولوی فخرالدین۔ حالا، در شاہ جہاں آباد استقامت دارد۔ از تازہ گویان ست" ☆۲

☆۱ گلشن سخن، ص ۱۸۷، مردان علی خاں مبتلا لکھنوی
☆۲ تذکرہ شعرائے اردو، ص ۱۳۴، میر حسن

محمدؐ انبیاء خاتم ہے سرمد بحرِ یتیم درِّ ہے
ملک پر اس سے آدم کو شرف نازاں ہے زمیں فلک پر اس سے
لایزالی سرائے شمع ہے ذوالجلالی نورِ مظہرِ ہے

روشن ہے چراغ دیں اسی سے
رسم شرح متیں اسی سے

دیباچۂ نسخۂ جہاں ہے
[illegible] زمیں و آسماں ہے
☆۳

☆ ☆ ☆

☆۳ "فسانہ عجائب" ۱۸۷۰ء

فانی، پنڈت چرنجی لال

ہے محمدؐ سے محبت کیا کروں؟
کیا کروں ملنے کی صورت کیا کروں

میری جنت ہے مدینہ کی گلی
آرزوئے باغِ جنت کیا کروں

مجھ کو مل جاتی ہے منہ مانگی مراد
شکرِ نعمت، شکرِ رحمت کیا کروں

میں ہوں اے فانیؔ گدائے مصطفیٰؐ
اور اظہارِ عقیدت کیا کروں
☆ ۱

☆ ☆ ☆

☆ ۱ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام، ص ۱۵۷

فدا دہلوی، پنڈت جگموہن ناتھ ہکو

فدا دہلوی کے بارے میں صرف راجا رشید محمود کے ایک مضمون سے ہی چند معلومات ہوئی ہیں۔ فرماتے ہیں "فدا دہلوی نائب سرشتہ دار عدالت تھے۔ ان کا دیوان "دیوان فدا" کے نام سے در مطبع فیاض واقع کمپ انبالہ طبع گردید۔ اس دیوان میں تین نعتیں اور ایک تضمین بر نعتِ قدسی ہے۔" فدا دہلوی کی غزلیات سے بھی انہوں نے چار نعتیہ اشعار شائع کئے ہیں۔ دیوان فدا کا آغاز بھی نعت سے ہوا ہے۔ ☆ ۱

زباں کوثر سے دھو کر وصف ہے لازم پیعمبرؐ کا
کہ لینا بے وضو ترکِ ادب ہے نام سرورؐ کا

تصور میں دُرِ دندانِ حضرت کہ جو مر جاؤں
مرا مرقد بنانا دوستو، الماس و گوہر کا

فدائے پُر گنہ بھی آپکی خدمت میں ہو داخل
یہی اک مدعا حضرتؐ ہے اس ناچیز و کمتر کا

پئے تحریر وصفِ مصحفِ ناطق مناسب ہے
سوادِ دیدہ حوراں، قلم جبریل کے پر کا

عبث ہے فکر تجھ کو اے فداؔ اپنے گناہوں کی
شفیعِ عاصیاں جب نام ہے تیرے پیعمبرؐ کا

☆ ۲

☆ ☆

حافظ ہوں دل سے مصحفِ روئے جناب کا مضموں زباں پہ رہتا ہے ام الکتاب کا
سایہ ہو سر پہ جس کے رسالت مآب کا محشر میں خوف کیا اسے پھر آفتاب کا
ہے دل کو شوق نعتِ رسالت مآب کا دن رات شغل رہتا ہے کارِ ثواب کا
کہہ دوں گا صاف قبر میں منکر نکیر سے ادنیٰ غلام ہوں شہِ عالی جنابؐ کا
دو ٹکڑے چاند کو کیا انگشت پاک سے ادنیٰ سا معجزہ تھا یہ دست جنابؐ کا
لازم ہے، ہو قلم پرِ جبریلؑ کا فداؔ لکھتا ہوں وصف آں شہِ گردوں جنابؐ کا

کیونکر ملے جگہ نہ فداؔ کو بہشت میں
ہے دل سے مدح خواں شہِ عالی جنابؐ کا

☆ ۳

تضمین

باغِ عالم میں ہے قد آپ کا جوں سروسہی
جس کی تعظیم کو طوبیٰ کی بھی ہے شاخ جھکی
قمری دل یہی کہتا ہے بصد شوقِ دلی
"مرحبا سیّدِ مکی مدنی العربی

دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی"

نسلِ آدمؑ میں ہوا ایک نہ تجھ سا پیدا
جز خدا کوئی نہیں جانتا رتبہ تیرا
نوعِ انساں میں اس شان کا دیکھا نہ سنا
"نسبتے نیست بذاتِ تو بنی آدم را

بہتر از آدم و عالم تو چہ عالی نسبی"

چشمۂ فیض ہے اے بحرِ سخا تیری ذات
کر دے اے ابر کرم فیض سے اپنے برسات
تابش خور سے بچا حشر میں اے بحرِ نجات
"ماہمہ تشنہ لبانیم و توئی آبِ حیات

رحم فرما کہ زحد می گزرد تشنہ لبی"

آرزو ہے یہی مجھ خستہ کی، چوموں میں قدم
جفت بردار غلاموں کے ترے، شاہ امم!
ہوں حقیقت میں شہا، ترے سگِ در سے بھی کم
"نسبتِ خود بہ سگت کردم و بس منفعلم

زاں کہ نسبت بہ سگِ کوئے تو شد بے ادبی"

کون ہے تیرے سوا میرا بروزِ محشر
ہے شفاعت کا قیامت میں بھروسا تجھ پر
گو گنہگار ہوں ہرچند، پہ لے میری خبر
"چشمِ رحمت بکشا، سوئے من انداز نظر

اے قریشی لقب و ہاشمی و مطلبی"

مجھ سے ناچیز سے کیا ہوں ترے اوصاف رقم
تابِ تحریر نہیں، عجز سے جھکتا ہے قلم
پرتوِ حسن سے تیرے ہوا روشن عالم
"من بیدل بجمالِ تو عجب حیرانم

اللہ اللہ چہ جمال است بدین بوالعجبی"

مثلِ گردوں کوئی عالم کے کرے لاکھوں گشت
مدتوں ڈھونڈتا پھرتا رہے گو دشت بہ دشت
تیرا ثانی نہیں ممکن کہ ملے اے خوش بخت
"شبِ معراج عروجِ تو ز افلاک گزشت

بہ مقامے کہ رسیدی، نہ رسد ہیچ نبیؐ"

جب خدا نے کیا دنیا میں ترا پیدا نور
ہوگیا نامِ خدا نور سے عالم معمور
ہوا بندوں پہ یہ احسانِ خداوندِ غفور
"ذات پاک تو چو در ملکِ عرب کرد ظہور

زاں سبب آمدہ قرآن بزبانِ عربی"

رونق افزائے چمن، خوبیٔ باغِ اسلام
اے سحابِ کرم و جود و سخا، نیک انجام
فیض ہے گلشنِ ایجاد میں شاہا ترا عام
"نخلِ بستانِ مدینہ ز تو سرسبز مدام

زین شدہ شہرۂ آفاق بہ شیریں رطبی"

اپنے بیمار قدؔا کی نہ خبر آپ نے لی
ہے تپِ ہجر سے دق اس کا شہا اب تو جی
عرض کرتا ہے یہ خدمت میں مثالِ قدسؔی
"سیدی انت حبیبی و طبیب قلبی

آمدہ سوئے تو قدسؔی پئے درمیاں طلبی"
۴ ☆

☆ ☆ ☆

رکھتے ہیں جب سے عشق حبیبِؐ خدا سے ہم
دن رات کام رکھتے ہیں صلِّ علیٰ سے ہم
دیدارِ پاکِ احمدؐ مختار ہو نصیب
رکھتے ہیں التجا یہی ہر دم خدا سے ہم
ہے آرزو کہ روضۂ اقدس کو دیکھیے
لاچار ہیں پر اپنے دلِ مبتلا سے ہم
عاصی ہیں گو، پہ رہتے ہیں بخشش کے اے قدؔا
امید وار شافعِ روزِ جزاؐ سے ہم
۵ ☆

☆ ☆ ☆

فدا دہلوی کی غزلیات کے چند مقطع بھی نعتیہ ہیں :

لے چل صبا اڑا کے فدائے ضعیف کو
یثرب کے واسطے ہے بہت بے قرار دل

☆ ☆ ☆

ہوئی معلوم عظمت بانیٔ اسلام کی جب سے
فدؔا دل سے پسند ہم مذہبِ اسلام کرتے ہیں

☆ ☆ ☆

اُمّتِ آں شہِ والا ہے تو پھر تجھ کو فدؔا
دغدغہ حشر کا کیا فکر، شفاعت کیا ہے

☆ ☆ ☆

حامی تھے گو فدؔا، پہ تصدق سے آپ کے
دوزخ سے بچ کے اے شہِ ذی شاں نکل گئے

☆ ☆ ☆

☆ ۱ ماہنامہ "نعت" لاہور۔ جون ۱۹۹۰ء۔ ص ۲۶
☆ ۲ دیوان فدا، فدا دہلوی۔ ص اول
☆ ۳ ایضاً"، ص اول
☆ ۴ ایضاً"، ص ۷۸، ۷۹
☆ ۵ ایضاً"، ص ۳۹

فراق گورکھپوری، رگھوپتی سہائے

رگھوپتی سہائے فراق، منشی گورکھ پرشاد عبرت کے صاحبزادے اور گورکھپور کے باشندے تھے۔ ۲۸ر اگست ۱۸۹۶ء میں پیدا ہوئے۔ تعلیمی لحاظ سے ایم۔ اے ہیں اور مختلف کالجوں میں پروفیسر رہے۔ شعر و سخن کا ذوق بچپن سے تھا۔ فنِ شعر میں ناصری مرحوم اور سید محمد عسکری وسیم خیر آبادی (م ۱۹۲۹ء) کے شاگرد تھے۔ آپ کی غزلوں میں امیرمینائی (۱۸۲۹ء۔ ۱۹۰۰ء) کا رنگ نمایاں ہے۔ غزل گو شعراء میں ان کا درجہ بہت بلند ہے بلکہ غزل میں نئی طرز کے موجد ہیں۔ آپ کا شمار بڑے ناقدین میں ہوتا تھا۔ "اندازے" آپ کے تنقیدی مضامین کا مجموعہ ہے۔ رمز و کنایات، شبستاں، روپ، روحِ کائنات، مشعل، شعلۂ ساز آپ کے کلام کے مجموعے ہیں۔

فراق گورکھپوری ۳ر مارچ ۱۹۸۲ء کو دہلی میں انتقال کر گئے۔ آخری رسوم الٰہ آباد میں ہوئیں۔ آپ کے یہ نعتیہ اشعار تقریباً تمام نعتیہ تذکروں اور نعتیہ انتخاب میں ملتے ہیں۔

انوار بے شمار معدود نہیں
رحمت کی شاہراہ مسدود نہیں

معلوم ہے کچھ تم کو محمدؐ کا مقام
وہ امت اسلام میں محدود نہیں

☆ ☆ ☆

فرحت، لالہ رام چند

سایۂ از رحمت و لطفِ خدا مایۂ زیبائشِ ہر دو سرا
افضل و زیبندۂ قدر رفیع اکرم و والا قدر امت شفیع
امجد و پیغمبرِ ربِّ جلیل از مژہ رو بد رہِ او جبرئیل
سینۂ او مطلعِ انوارِ حق باطنِ او مخزنِ اسرارِ حق
جبہۂ او مظہرِ نورِ الٰہ اشعۂ حق را رخِ او جلوہ گاہ
مقدم خود برسرِ افلاک داشت برسر خود افسر لولاک داشت
ہم ملک از غاشیہ داران اوست ہم فلک از معطقہ پندان اوست
مدح ولے از خامہ کئے آید تمام ہم زوے الطاف و ز فرحت سلام

☆ ☆ ☆

حمد و نعت

اے کہ شد از فیض تو اندر سخن طوطیٔ طبعم ہمہ شکر شکن
شکر تو اے خالق بندہ نواز کے شود از بندہ ناساز ساز
گرد ے از شکر تو راقم سخن پر شکر از شکر تو گردد دہن
از کرم آوردۂ از بہرِ ماہ احمدؐ مرسل سرِ ہر انبیاء
از سر صدق ازمن عاصی مدام باد برآں مایۂ رحمت سلام
فرحت دل خستۂ شیریں بیاں دم بدم از لطف تو خواہد چناں

خاطرش از شوق تو در جوش باد
گو ہرش آویزۂ ہر گوش باد

فضا، منشی گوبند پرشاد

منشی گوبند پرشاد خلف لالہ دبی پرشاد لکھنؤ کے باشندے تھے۔ مینڈو لال زار لکھنوی (م۔ ۱۸۵۸ء) کے شاگرد۔ آپ کی تصنیفات میں گلزارِ فضا، بوستانِ اردو منظوم قصہ شیریں و خسرو ہیں۔ آپ نے ۱۹۰۱ء میں انتقال کیا۔ ☆ ۱

فضا کے بڑے بھائی سوبھارام وصفی تھے اور وصفی کے بیٹے شیو پرشاد وہبی بھی قابل ذکر شاعروں میں شمار کئے جاتے تھے۔ ☆ ۲

محمدؐ رہنمائے انس و جاں ہے
رسولِؐ کبریائے دوجہاں ہے

وہ محبوبِ جنابِ کبریا ہے
شفیع المذنبیں روزجزا ہے

زہے رکنِ رکینِ دیں پناہی
کلید مخزن سرِّ الٰہی

لقب ہے سیّدِ کونینؐ ذی شاں
خدا قرآں میں ہے اس کا ثناخواں

جہاں میں زینتِ آدم ہے اس سے
بنا ہے دین حق محکم ہی اس سے

اسی کا پاسِ خاطر تھا خدا کو
کیا پیدا جو اس ارض و سما کو

شبِ معراج وہ حکمِ خدا سے
ہوا عازم تو پھر گزرا سما سے

ہوا قربان اس پر چرخِ ہفتم
کئے جس نے تصدق نقد و انجم

ہوا جب قرب اس کو کبریا سے
ہوا فائق تمامی انبیاء سے

نبی ایسا کوئی دنیا میں پیدا
نہ تھا آگے نہ اب ہے اور نہ ہوگا

نہیں توصیف کا ہے مجھ کو یارا
کروں اب عرض مطلب آشکارا

دعا میری یہ اے شاہِ امم ہے
مجھے بھی تجھ سے امید کرم ہے

مجھے درکار ہے اب رہنمائی
کر اب میری بھی کچھ عقدہ کشائی

کہ لطفِ عام تیرا مجھ پہ اب ہو
جو ہے مقصد میرا، حاصل وہ سب ہو

☆ ☆ ☆ ۳

☆ ۱ موج گنگ، جوہر دیوبندی، ص ۳۲۱ ☆ ۲ سو د سراغ، کالیداس گپتا رضا، ص ۷۸

☆ ۳ مثنوی "گلزارِ فضا"، ہندو شعراء دربارِ رسولؐ میں، ص ۲۲، ۲۳

فقیر حیدر آبادی، ٹھاکر بجرنگ سنگھ

کیا بتاؤں کہ کیا محمدؐ ہیں
افضل الانبیاء محمدؐ ہیں

عرش اور فرش کہہ رہے ہیں فقیرؔ
ابتداء، انتہا محمدؐ ہیں
☆ ۱

☆ ☆ ☆

☆ ۱ شکریہ : سید اختر الاسلام، میرٹھ

فقیر، منشی کیولا پرشاد

السلام اے فیض ذاتت باعثِ دنیا و دیں
السلام اے ذاتت پاکت رحمۃ اللعالمیں

السلام اے مقصدِ تنزیل قرآنِ مبیں
السلام اے وصف شانت طا و ہا و یاسیں

السلام اے بارگاہت بارگاہِ کبریا
السلام اے آستانت مہبطِ روح الامیں

السلام اے بادشاہِ انبیاء و اولیاء
السلام اے عقبہ‌ات بالا تر از عرش بریں

السلام اے شوکت تاج و علم لوح و قلم
السلام اے جلوۂ تو نور خالق بالیقیں

نام تو تسبیح باشد ہر ملک را بر فلک
رشتۂ آں ربقۂ اسلام باحبل المتیں

سرورا ہر دو سرا از رحمتت امیدوار
رحمت اللعالمینت گفت ربّ العالمیں

از طفیل خیر تو معدوم شد شراز جہاں
خود خدا فرمود درشان تو خیرالمرسلیں

ورد دارد ہر نفس شاہا فقیرِ بے نوا
یا محمدؐ مصطفیٰ و یا علیؓ مرتضیٰ

☆ ☆ ☆

فلکؔ لالہ لال چند

لالہ لال چند فلک کھتری قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۸۸۷ء میں پیدا ہوئے۔ جوہر دیوبندی نے اپنے تذکرے میں مقامِ پیدائش حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ (پاکستان) لکھا ہے۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی نے ملتان لکھا ہے۔ جوہر صاحب نے آبائی شہر لاہور بتایا ہے مگر "ملتان میں اردو شاعری" کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے لاہور میں ملازمت اختیار کی تھی۔ فلک صاحب بچپن میں ہی سایۂ عاطفت سے محروم ہو گئے تھے۔ غریب خاندان کے فرد تھے۔ بڑے بھائی نے پرورش کی اور انٹرمیڈیٹ تک تعلیم بھی دلائی۔ تقسیمِ ہند کے وقت بھارت نہ جا سکے بلکہ ۱۹۴۹ء میں ہجرت کی اور کانپور میں ملازم ہوئے۔ آپ کی شادی لکھنؤ میں ہوئی تھی۔ ۱۹۵۰ء میں بھوپال میں جا بسے۔ بھوپال میں ہی عمر کا آخری حصہ گزارا مگر آپ کی وفات ۲۶ر مارچ ۱۹۶۷ء کو دلی میں ہوئی۔"

شعر و شاعری کا شوق بچپن ہی سے تھا۔ فخرالدین ناطق جالندھری (م۔ ۱۹۲۹ء) اور کشفی ملتانی کی وجہ سے اس ذوق کو جلا ملی۔ آپ نے کشفی ملتانی (۱۹۰۲۔۱۹۷۵ء) سے اصلاح لی مگر جوہر دیوبندی نے دوارکا پرشاد افق لکھنوی (۱۸۶۴ - ۱۹۱۳ء) کا شاگرد بتایا ہے۔ فلک صاحب قوم پرست اور تحریکِ آزادی کے سرگرم کارکن بھی رہے جس کی وجہ سے کالے پانی تک کی سزا ہوئی۔ پرجوش مقرر اور کئی کتابوں کے مصنف گزرے ہیں۔ ناشر نقوی نے اپنی تصنیف میں تحریر کیا ہے۔ "وہ مستند شاعر، ادیب اور صحافی تھے۔ آپ کی نظم و نثر کی بیس کتابیں ہیں۔" ڈاکٹر محمد اسمٰعیل آزاد نے اپنے تحقیقی مقالے "اردو شاعری میں نعت" میں تحریر کیا ہے۔ "لال چند فلک ہندو مسلم اتحاد کے زبردست علمبردار تھے۔ آپ نے منبعِ نعت کی شانِ اقدس میں بھی اپنے قلم کو استعمال کیا ہے۔ آپ کی نعتیہ کاوش میں تاریخی رنگ غالب ہے۔" ☆۱

نغمۂ وحدتِ حق دہر میں گایا تو نے		کملی والے یہ عجب گیت سنایا تو نے
ربِّ بے مثل کا دنیا میں بٹھا کر سکہ		نقش اوہام پرستی کا مٹایا تو نے
پڑگئے ماند سبھی شرکِ خودی کے اختر		مہرِ توحید کا جلوہ جو دکھایا تو نے
جو شراب اور نشے کے تھے ازل سے مشتاق		مئے وحدت کا انہیں جام پلایا تو نے
باہمی نفرت و کینہ تھا وطیرہ جن کا!		انس و الفت کا سبق ان کو پڑھایا تو نے
خوابِ غفلت میں پڑے سوتے تھے مکی مدنی		لبِ اعجاز سے قُم کہہ کے اٹھایا تو نے
ریت کے ذرّوں کو بارود کی طاقت بخشی		خاکِ ناچیز کو اکسیر بنایا تو نے

کر دیا ایک شہنشاہ و گدا کا رتبہ
اونچ اور نیچ کا سب فرق مٹایا تو نے
☆ ۲

☆ ☆ ☆

☆ ۱ موجِ گنگ، ص ۳۲۲، جوہر دیوبندی
تحریکِ آزادی میں اردو کا حصہ، ص ۱۴۰، ناشر نقوی
ملتان میں اردو شاعری، ص ۷۷، ڈاکٹر طاہر تونسوی
اردو شاعری میں نعت، جلد دوم، ص ۲۶۱، ۲۶۲، ڈاکٹر محمد اسمٰعیل آزاد
☆ ۲ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام، ص ۱۲۷، فانی مرادآبادی

فیض، بلونت سنگھ

آپ کی پیدائش صوبہ سرحد کے ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خاں کے قصبہ پہاڑ پور میں ۱۹۲۶ء میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے قصبہ میں حاصل کی اس کے بعد خالصہ ہائی اسکول ڈیرہ اسمٰعیل خاں سے دسویں کا امتحان ۱۹۴۲ء میں پاس کیا۔ ہائی اسکول کے بعد ملازمت کرلی جو زیادہ دیر نہ چل سکی اور تعلیم کا سلسلہ پھر شروع کر دیا۔ ۱۹۴۶ء میں منشی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۴۷ء میں بھارت چلے گئے۔ ۱۹۴۸ء میں انٹرمیڈیٹ، ۱۹۴۹ء میں گیانی، ۱۹۵۱ء میں پربھاکر اور ۱۹۵۴ء میں ایم اے پنجابی کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۵۵ء میں اخبار نویسی کا ڈپلوما لیا اور ۱۹۶۰ء میں کیمپ کالج دہلی سے ایم اے ہندی کیا۔ سنسکرت میں بھی بی اے کر چکے ہیں۔ ۱۹۶۱ء میں محکمہ السنہ پنجاب میں ملازمت اختیار کی اور پھر معاون ڈائریکٹر ہوئے۔

آپ کو شاعری کا شوق بچپن سے ہی تھا۔ اردو، فارسی اور انگریزی سے خاص دلچسپی رکھتے تھے۔ اپنے قیام لکھنؤ کے دوران حضرت فضل لکھنوی سے اپنے کلام پر اصلاح لی۔ آپنے عمر خیام کی رباعیات کا فارسی سے ہندی میں ترجمہ کیا۔ محمود شیرانی کی کتاب "پنجاب میں اردو" محمد حسین آزاد (۱۸۳۰ء - ۱۹۱۰ء) کی کتاب "سخندانِ فارس" اور گورو گوبند سنگھ مہاراج کے "ظفرنامہ" کا پنجابی میں ترجمہ کیا ہے۔ ۱۳ر اپریل ۱۹۶۸ء کو پنجاب سرکار نے آپ کی ادبی خدمات کے اعتراف میں اعزاز سے نوازا ہے۔ آپ نے مختلف مذاہب کا مطالعہ کیا ہے۔ اسی لئے آپ نے نعت بھی کہی ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

مالک جلوۂ حق حامیٔ ایماں احمدؐ　　تو ہے اسلام کی کشتی کا نگہباں احمدؐ

تیرے ہی جلوؤں سے توحید کا پرچم چھایا　　تیری ہی ذات سے وحدت ہے نمایاں احمدؐ

تیرے اخلاق نے فطرت کو سدھایا ایسا　　آدمی پہلے تھا اب ہوگیا انساں احمدؐ

آج اسلام ہی اسلام جہاں میں ہوتا　　آپ کے حکم پہ چلتا جو مسلماں احمدؐ

آپؐ کے نام میں اللہ کا آیا ہے الف　　جلوہ وحدت کا نہ کیونکر ہو نمایاں احمدؐ

ناز کیوں کر نہ ہو اخلاق و محبت پر اے
فطرتِ فیضؔ پہ ہے آپ کا احساں احمدؐ

☆ ۱

☆ ☆ ☆

☆ ۱ اردو ادب میں سکھوں کا حصہ، ص ۱۲۱ تا ۱۲۴

قابل لاہوری، مصرارام داس

مصرارام داس لاہور کے رہنے والے تھے اور قابل تخلص کرتے تھے۔ انہوں نے ۱۵۲ اشعار کی ایک لطیف و دلکش نعت فارسی زبان میں کہی ہے۔ ڈاکٹر اسمٰعیل آزاد فتحپوری نے لکھا ہے کہ "اس نعت میں قرآنی و حدیثی تلمیحات کے سہارے معجزاتِ نبویہ نظم کئے گئے ہیں۔ داخلیت و خارجیت کا امتزاج نعت کی دلکشی میں اضافہ کرتا ہے۔ ☆ ۱ موصوف نے اپنی کتاب میں بطور نمونہ پانچ اشعار دیئے ہیں۔ مگر قابل لاہوری کا نعتیہ قصیدہ اپنی کتاب "سوغاتِ صنم خانہ" میں پیش کیا ہے۔ یہ کتاب عنقریب شائع ہو رہی ہے۔ اس قصیدے کے چند اشعار یہ ہیں :

نور اول کرد تا صبح ازل جلوہ گری
جلوہ گر شد زو سپہر و ماہ و مہر و مشتری

تاز رب العالمیں شد رحمت للعالمیں
تازہ جاں آمد بہ جاں مردم دیو و پری

چوں برنگ آمد شد احمد در بہ بیرنگی احد
میم حائل در بیاں بندگی و داوری

ہمچو خورشید آشکارا بر فلک شق القمر
چند گویم معجز اتش چوں شمار اختری

معجزان دیگراں عاجز بر اعجاز او
باید موسیٰ چہ تا بدست سحر سامری

جلوہ گاہ او زمین و سیرگاہش آسماں
لامکاں آرام گاہ لایزالی گوہری

رفعت شانش عیاں است از شب معراج او
گر بہ سبحان الذی اسریٰ بعبدہ بنگری

شہسوار آسماں پیما براق برق سم
یافت از خلاق عالم بر دوعالم برتری

گر کند پرواز در اوج علو شان او
روح اعظم را کجا یارائے بال طائری

طائران سدرہ را خود سدرہ باشد منتہیٰ
منتہائے سیرگاہش لامکاں در برتری

خیل حوراں و ملائک اختران و انبیاء
در ہواؤ در ثناؤ در فاؤ چاکری

برگزید از ہر دوگیتی ذات حق ذات ترا
تا بہ شان تو طراز و دوسرا را سروری

کمترین بندگانت بندگان را مے دہد
دولت دارائی و دارئیے اسکندری

جوہر اول توی اے مظہر اولی عقول
قاسم فردوس و ساقی حوض کوثری

آں در شہر علوم سید امی لقب
صفدر اعدائے دیں شیر دلیر تنکری

لن ترانی یرسد از طور موسیٰ را جواب
من نہ گویم رب ارنی خود تو رحمت مظہری

قابلؔ مقبول شود در بندگان آنجناب
یا بہ القاب بلالے یا خطاب قنبری

قاصد برالوی، گنگا سرن

نازشِ دوراں حاکم اکمل ذاتِ محمدؐ نور کی مشعل
سیرت ان کی صورت قرآں ان کی ہدایت جہدِ مسلسل
سن سن کے پیغامِ صداقت کفر کے خیمے میں تھی ہلچل
طے کرتے تھے وہ خاروں پر سخت مراحل پیدل پیدل
سر پہ سایہ فگن رہتا تھا ہر دم ایک سنہری بادل
سامنے اس کالی کملی کے شرمندہ ہوتی تھی مخمل
سبحان اللہ عرقِ معطّر پانی پانی ہوگیا صندل

ان کی جدائی میں قاصدؔ کو
کاٹنا ہے مشکل اب پل پل
☆ ۱

☆ ☆ ☆

☆ ۱ ماہنامہ مخدومِ جہاں دہلی، ص ۳۴۔ جنوری ۱۹۸۹ء

قاصر، برہم ناتھ دت

موہیال برہمن خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے والد چودھری گوَران دِتا مل دت صاحب علم بزرگ تھے۔ قاصر صاحب کی ولادت ۱۴ ستمبر ۱۸۹۱ء کو ویرم دتان، تحصیل شکر گڑھ، ضلع گورداسپور میں ہوئی، تعلیم حاصل کی۔ ملازمتیں بھی کیں اور کاروبار بھی۔ شعر گوئی انہوں نے ۱۹۰۷ء میں شروع کی۔ ۱۹۱۲ء میں جامع کمالات حکیم فیروز الدین فیروز طغرائی (۱۸۸۲ء۔ ۱۹۳۱ء) کے شاگرد ہوئے۔ شعر و ادب کے ساتھ سیاست میں بھی سرگرم تھے۔ سیاسی تحریک کے زمانے میں قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں اور ایک عملی انسان ثابت ہوئے۔ بیحد ذہین اور وسیع المطالعہ شخص تھے۔ ان کی یادگار کتابوں میں ڈال ڈال، پات پات (مکتوبات، ۱۹۶۰ء) ارچم ضیا (۱۹۶۱ء)، جواہر پارے (۱۹۲۲ء)، برگ و بار (۱۹۶۳ء)، اہلِ سیف (۱۹۶۴ء)، ہومر (۱۹۶۵ء)، میرا بھائی (۱۹۶۶ء) اور ذکر و فکر (۱۹۶۷ء) ہیں۔

حکومت ہند نے ان کی ادبی خدمات کے اعتراف میں انہیں ۱۹۶۹ء میں "پدم شری" کے اعزاز سے نوازا۔

قاصر صاحب ۲۵ ر نومبر ۱۹۷۵ء کو انتقال کر گئے۔ ان کے صاحبزادے ڈاکٹر وشنو ناتھ گورو کشیتر یونیورسٹی میں صدر شعبۂ تاریخ اور سوشل سائنس فیکلٹی کے ڈین ہیں۔ ☆ ۱

زہے عزت و قدر و شانِ محمدؐ
جہانِ خدا ہے جہانِ محمدؐ

کھلی قابَ قوسین سے یہ حقیقت
مکان خدا ہے مکانِ محمدؐ

نہ ہوگی قیامت تلک ختم ہرگز
حلاوت اثر داستانِ محمدؐ

بہارِ ازل بوستانِ ابد ہے
کتابِ خدا، ارمغانِ محمدؐ

رواں تھا، رواں ہے، رواں ہی رہیگا
قیامت تلک کاروانِ محمدؐ

☆ ۲

☆ ☆ ☆

☆ ۱ تذکرۂ معاصرین، جلد سوم، ص ۳۱۲ تا ۳۲۰۔ مالک رام

☆ ۲ نورِ سخن، ص ۱۷۰۔ نور احمد میرٹھی

قربان، ڈی۔ اے۔ ہیرسن

عیسائی رہنما جناب ڈی۔ اے۔ ہیرسن مشہور پادری اے۔ ہیرسن کے فرزند ہیں۔ حسن پور ضلع مراد آباد میں ۱۹ / مارچ ۱۹۱۹ء کو پیدا ہوئے۔ آپ ایم اے (اردو)، ایم اے (انگریزی)، بی ٹی کامل اور اعلیٰ کامل (الٰہ آباد) ہیں۔ درس و تدریس کے شعبے سے وابستہ ہیں۔ آپ کی مطبوعہ کتب میں شیکسپیئر کی کہانیاں، مثنوی داستانِ عجب (حیات مسیح)، مسیح جہاں (ڈرامہ)، فکرِ حسین (مقالات)، اردو کے مسیحی شعراء، حرفِ آرزو، صلیب کا درد (مجموعہ کلام)، تصویرِ غالب (ڈرامہ) اور سلگتے خواب (افسانے) شامل ہیں۔ دو مزید کتب تراجم پر مشتمل ہیں۔

جناب قربان نے محبوب علی خاں اختر فیروز آبادی، علامہ منور لکھنوی (۱۸۹۷ - ۱۹۷۰ء)، پادری ایس ایس ریحانی لکھنوی (۱۹۱۲ - ۱۹۷۶ء)، علامہ طرفہ قریشی لکھنوی، علامہ رتن پنڈوری (۱۹۰۷ - ۱۹۹۰ء) اور حضرت بخشی اختر امرتسری (۱۹۰۹ - ۱۹۶۰ء) سے مشورہ سخن کیا ہے۔ ☆ ۱

سنی جس کسی نے صدائے محمدؐ — ہوا قلب و جاں سے فدائے محمدؐ

مجھے لے چلو اب مدینہ میں یارو — وہاں مل رہی ہے ہوائے محمدؐ

مٹی تیرگیِ جہالت جہاں سے — جو پھیلی عرب سے ضیائے محمدؐ

اٹھوں گا نہ اب آستانِ نبیؐ سے — رہوں گا سدا میں گدائے محمدؐ

بچائیں گے امت کو محشر میں وہ ہی — وہاں دیکھ لینا وفائے محمدؐ

سرِ عرش انؐ کو خدا نے بلایا — کچھ ایسی تھی دل کش ادائے محمدؐ

پسند آئے انؐ کو بھی قربان جب ہے
جو میں کر رہا ہوں ثنائے محمدؐ

☆ ☆ ☆

☆ ۱ سوانحی کوائف بشکریہ علام النذی، ورانسی

قسؔ بن ساعدہ الدیادی

قس بن ساعدہ حکمائے عرب میں سے تھے۔ شیخ احمد الاسکندری نے اپنے تذکرے میں قس بن ساعدہ کے بارے میں تحریر کیا ہے۔ "وہ پورے عرب کے خطیب تھے۔ بلاغت، حکمت اور اچھی نصیحت کرنے میں ضرب المثل تھے۔ توحید کا اعتقاد رکھتے تھے اور قیامت پر ایمان رکھتے تھے۔ وہ اہل عرب کو بتوں کی عبادت چھوڑنے کی دعوت دیتے تھے اور ان کو خالق کی عبادت کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔ عام مجموں اور تجارتی میلوں میں اس کے بارے میں خطبہ دیتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس عظیم امہ کا خطبہ دیا اور جنہوں نے اپنے خطبہ میں لفظ "امابعد" استعمال کیا اور یہ سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے خطبہ کے دوران تلوار یا عصا کا سہارا لیا۔۔۔ لوگ اپنے جھگڑے ان کے پاس لے جاتے تو وہ ان کے درمیان بہترین رائے سے فیصلہ کرتے۔ یہ قول بھی انہیں کا ہے۔ "البینۃ علی من ادّعیٰ، والیمین علی من أنکر۔" یعنی مدعی پر گواہ پیش کرنا ہے اور انکار کرنے والے پر قسم آئے گی۔"

قس بن ساعدہ قیصر روم کے پاس ان کی زیارت کے لئے بھی جایا کرتے تھے۔ شیخ احمد نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ قیصر روم نے ان سے پوچھا کہ بہترین عقل کونسی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ انسان کا اپنے نفس کو پہچان لینا، پھر سوال کیا کہ بہترین علم کیا ہے؟ جواب دیا کہ انسان کا اپنے علم کے مطابق رک جانا، پھر سوال کیا کہ بہترین مروّت کیا ہے؟ جواب دیا کہ انسان کا اپنے چہرے کی رونق اور عزت کو باقی رکھنا، پھر سوال کیا کہ بہترین مال کونسا ہے؟ جواب دیا کہ جس سے حقوق ادا کیے جائیں۔

بعثت سے پہلے ایک مرتبہ حضور اقدسؐ نے بازار عکاظ میں قسؔ بن ساعدہ کی تقریر سنی تو

آپ اس کے حسن کلام اور عمدہ باتوں سے بہت متعجب ہوئے اور اس کی تعریف کی۔ قس بن ساعدہ نے طویل عمر پائی اور حضور اقدس ؐ کی بعثت سے قبل ان کا انتقال ہوگیا۔ ☆ ۱

اَلحمد لِلّہ اَلّذی
لم یَخلق الخلق عبثٗ

اَرسَلَ لِینَا اَحمَدًا
خیرَ نبیِّ قَد بَعث

لَم نُجینَا مِنہُ سُدیٰ
مَن بَعد عَیشٍ وَالثرثُ

صَلّ عَلیہِ اللّٰہُ مَا
حجّ لَہٗ رَکبٌ وَحثٗ

☆ ۲

☆ ☆ ☆

☆ ۱ الوسط فی الادب العربی و تاریخہ۔ ایڈیشن ۱۶ ۔ ص ۳۰، ۳۱ ۔ الشیخ احمد الاسکندری و الشیخ مصطفیٰ عنانی

☆ ۲ رحمت اللعالمین ؐ جلد دوم، ص ۳۰۱ قاضی محمد سلیمان سلمان منصورپوری

قیس جالندھری، امر چند

اللہ رے یہ رتبۂ عرفانِ مصطفیٰ قرآنِ پاک مطلعِ دیوانِ مصطفیٰ

داغ دہلوی کے دبستان شاعری کے نمائندے، بزرگ شاعر، ادیب اور صحافی جناب قیس جالندھری کا اسم گرامی امر چند ہے۔ آپ فخر جالندھر پروفیسر سید محمد علی آذر کی یادگار اور ابوالفصاحت حضرت جوش ملیسانی (۱۸۸۲ - ۱۹۷۶ء) کے جانشین ہیں۔ آپ نے اردو، ہندی اور پنجابی کے علاوہ فارسی اور انگریزی میں بھی بے تکلفی سے جولانیٔ طبع کے جوہر دکھائے ہیں۔ ایک سو سے زائد کتابیں تحریر کر چکے ہیں جن میں سے بیشتر مالی پریشانیوں کی وجہ سے منظرعام پر نہ آسکیں۔ آپ نہایت زودگو ہیں۔ اب تک ایک لاکھ سے زائد اشعار کہہ چکے ہیں۔ زبان و بیان پر مکمل عبور رکھتے ہیں اور شعری قواعد و اصول کے پابند ہیں۔ آپ کا حلقۂ تلامذہ بھی وسیع ہے۔ شاگردوں کی بڑی تعداد غیر ممالک میں مقیم ہے۔

علامہ قیس جالندھری کی گولڈن جوبلی منائی جا چکی ہے۔ حکومت پنجاب (بھارت) نے آپ کو ۱۹۸۱ء میں سرکردہ اردو شاعر کا ایوارڈ دیا ہے۔ "پرواز ادب" نے قیس جالندھری کے فکر و فن پر ایک خاص نمبر بھی شائع کیا ہے۔ مجاہدِ آزادی قیس جالندھری بیک وقت کئی ادبی رسائل اور جرائد کو مرتب کرتے رہے ہیں۔ ۸۸ سال کی عمر میں بھی ادبی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ کا نعتیہ مجموعہ کلام "رسولؐ درشن" زیر ترتیب ہے۔

علامہ قیس جالندھری کو نعت سے فطری لگاؤ ہے۔ رسالت مآب سے اپنی عقیدت و محبت کا اظہار انہوں نے قطعہ، رباعی اور نظم میں بھی کیا ہے جن میں جذبات کی پاکیزگی بھی ہے اور شعری محاسن کی عکاسی بھی۔ اسلامی تعلیمات سے آگاہی اور سیرت طیبہؐ کے مطالعے نے آپ کی نعتیہ شاعری کو مستحکم بنیادیں فراہم کی ہیں۔ زبان و بیان کے اعتبار سے بھی آپ کے نعتیہ کلام کو ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔

جہاں تھے خار، وہاں گل کھلا دیئے تو نے کچھ ایسے فیض کے دریا بہا دیئے تو نے

دلوں پہ سکّے خدا کے جما دیئے تو نے فسونِ بتوں کے فسانہ بنا دیئے تو نے

تکلفات کے پردے اٹھا دیئے تو نے حیاتِ سادہ کے اسباق دے کے عالم کو

ضیائے دیں کے دیئے وہ جلا دیئے تو نے دلوں سے مٹ کے رہے سب نقوشِ تیرۂ کفر

☆ ۱

وہؐ ابرِ فیضِ نعیم بھی ہے، نسیم رحمت شمیم بھی ہے
شفیق بھی ہے، خلیق بھی ہے، رحیم بھی ہے، کریم بھی ہے

وہؐ معنیٔ حسنِ آفرینش نظر نوازِ ہر اہل بینش
حبیبؐ ربِ جلیل بھی ہے، جمیل بھی ہے، سلیم بھی ہے

وہؐ علم و عرفاں کا ہے مدینہ، خزینہ راز اس کا سینہ
وہؐ پیکرِ نورِ سرمدی ہے، وہؐ حسنِ خلق عظیم بھی ہے

وہؐ حامل و صاحبِ شریعت، وہؐ مرشد و ہادیٔ طریقت
معلمِ معرفت بھی ہے اور رموزِ حق کا علیم بھی ہے

ہوا جو یثرب سے آ رہی ہے، ہر اک کلی کو کھلا رہی ہے
یہی ہوا ہے، نسیم رحمت، یہی لطافتِ شمیم بھی ہے

جناب موسیٰ کلیم تھے میں بھی مانتا ہوں کلیم ان کو
مرے پیمبرؐ کا ہے یہ رتبہ جلیس بھی ہے، کلیم بھی ہے

یہ آپؐ کے قیسؔ کا ہے ایماں، حضورؐ ہیں رہنمائے انساں
حضورؐ کا جو نہیں ہے قائل، شقی بھی ہے وہ لئیم بھی ہے

☆ ۲

منور مہ ز انوارِ محمدؐ — کہ خورشید است رخسارِ محمدؐ

زبانم تر بہ گفتار محمدؐ — دلم روشن ز دیدارِ محمدؐ

جہالت سوز گفتارِ محمدؐ — بطالت سوز کردارِ محمدؐ

دعا کرد رو بجتی دشمن جاں — ہمہ گیر است ایثارِ محمدؐ

بہ زاہد خواہشِ جنت مبارک — بمن مقصود دیدارِ محمدؐ

بہ ہر روز و بہ ہر ماہ و بہ ہر سال — بہ رونق رنگِ گلزارِ محمدؐ

مرا اے قیس! از محشر چہ باک است
کہ ہستم محوِ انوارِ محمدؐ

درآ مسلم! بہ بطحا، تا نہ یابی اضطرار ایں جا
سرور ایں جا، شکیب ایں جا، سکوں ایں جا، قرار ایں جا

عقیدت کیش دربارِ محمدؐ باش، اے مومن!
جمال ایں جا، ضیا ایں جا، نشاط ایں جا، بہار ایں جا

مرا کوئے پیغمبرؐ خوش تر است از گلشنِ رضواں
دل ایں جا، روح ایں جا، استخواں ایں جا، مزار ایں جا

سرِ عجز و نیاز اے قیسؔ! منہ برپائے پیغمبرؐ
کمال ایں جا، عروج ایں جا، فروغ ایں جا، وقار ایں جا

☆ ☆ ☆

یہ شان، یہ وقار ہے شایانِ مصطفیٰؐ قرآن میں خدا ہے ثنا خوانِ مصطفیٰؐ
ہر بلبلِ چمن ہے ثنا خوانِ مصطفیٰؐ ہر گل ہزار دل سے ہے قربانِ مصطفیٰؐ
دونوں جہاں کی نعمتیں اس کو نصیب ہیں جو خوانِ مصطفیٰؐ پہ ہے مہمانِ مصطفیٰؐ
مجھ کو طلب نہیں ہے کسی خضرِ راہ کی جب تک ہے میرے ہاتھ میں دامانِ مصطفیٰؐ
بادِ خزاں کہ بادِ مخالف چلے ہزار پھولا پھلا رہے گا گلستانِ مصطفیٰؐ
دراصل وہ ہے لاکھ امیروں کا اک امیر حاصل ہے جس کو دولتِ عرفانِ مصطفیٰؐ

پڑھتا ہوں نعت جب میں تو کہتے ہیں اہلِ دل
اے قیسؔ! تو ہے بلبلِ بستانِ مصطفیٰؐ

☆ ☆ ☆

بچشمم ضیاء از جمالِ محمدؐ بقلبم غنا از خیالِ محمدؐ
چہ پرسی ز مرگ و حیاتم؟ چہ پرسی؟ فراقِ محمدؐ وصالِ محمدؐ
ز توصیفِ بالا، ز تعریفِ بیروں جمالِ محمدؐ جلالِ محمدؐ

مثالِ محمدؐ چہ جوئی؟ چہ جوئی نہ یابی، نہ یابی مثالِ محمدؐ
اگر پرسی از قیسؔ من با تو گویم
غلامِ غلامانِ آلِ محمدؐ

☆ ☆ ☆

دن رات زباں پر ہے ثنائے احمدؐ فردوس تخیل سے ضیائے احمدؐ
بخشے گا مرے جرم خدائے احمدؐ اے قیسؔ! میں ہوں مدح سرائے احمدؐ

☆ ☆ ☆

تسلیم، گنہ گار، سیہ کار ہوں میں تعزیر و عقوبت کا سزاوار ہوں میں
لیکن تری رحمت کا طلب گار ہوں میں آخر تو محمدؐ کا پرستار ہوں میں

☆ ☆ ☆

قرآن کی، کعبہ کی، محمدؐ کی قسم ہوائے مدینہ ہے مجھے رشکِ ارم
طوبیٰ ہے تہِ پائے شہنشاہِ امم کوثر سے سوا ہے مجھے آبِ زم زم

☆ ☆ ☆

دل کو ہے محمدؐ کی اطاعت مرغوب کچھ اور نہیں اس کے علاوہ مطلوب
اے قیسؔ! نصیبے کا سکندر ہوں میں اللہ کا محبوب ہے میرا محبوب

☆ ۳

☆ ☆ ☆

نعتِ احمدؐ ہے زبانِ خامہ تحریر پر
ناز کرتا ہے تصور آپؐ کی تصویر پر

سر بسر گنجِ معانی آپؐ کا ایک ایک لفظ
سر بسر قرآن کا پرتو آپؐ کی تقریر پر

بزمِ عالم ہے ضیا کش آپؐ کی تنویر سے
صد چراغِ طور قرباں آپؐ کی تنویر پر

آبِ حیواں اس لب تقریر سے ہے آب آب
حرفِ تقریر آپؐ کا ہے جس لبِ تقریر پر

فوج سے مطلب نہ کچھ طبل و علم سے واسطہ
آپؐ کے خدّام کا ہے آسرا تکبیر پر

مردِ مسلم کی ہے جنت سایۂ شمشیر میں
آپؐ نے یہ نقش کندہ کر دیا شمشیر پر

قیسؔ ! یاد آتی ہیں کیسی کیسی اطہر ہستیاں
جب نظر پڑتی ہے اپنی آیۂ تطہیر پر

☆ ☆ ☆

خمسہ

عیدِ میلاد النبی ﷺ

کفر کے ظلمت کدے میں نور - پیدا کر دیا
نورِ وحدت سے اندھیرے میں اجلا کر دیا
شاہدِ حسنِ حقیقت کو تماشا کر دیا
ہر تماشائی کو اک جلوے نے موسیٰ کر دیا
آنکھ کی پتلی کو اک حیرت کا پتلا کر دیا

قصرِ کسریٰ آج کے دن ہو گیا تھا سرنگوں
مل گیا مٹی میں قیصر کی ضلالت کا جنوں
ہو گیا باطل بتوں کی شانِ حشمت کا فسوں
رک گیا الحاد کی شریان میں دورانِ خوں
کفر کو اسلام کے تیروں نے عنقا کر دیا

عیدِ میلادِ محمدؐ جامِ مے بردوش ہے
مست اِدھر عابد، ادھر زاہد بھی عشرت کوش ہے
آج واعظ بھی ہے مے کش، شیخ بھی مے نوش ہے
دیکھئے، محفل کی محفل بے پئے مدہوش ہے
ذکرِ حضرتؐ نے عجب وہ کیف پیدا کر دیا

کیا محبت؟ کیا مروت؟ کیا سخاوت؟ کیا عطا؟
ہر ادا پیاری ہے، ہر انداز ہے راحت فزا
حسنِ دل کش کے کرشمے ہیں نہایت دل ربا
اور چشمِ کیف زا ہے کس قدر معجز نما
ہر نظر کو جس نے رشکِ موجِ صہبا کر دیا

چھا گیا ابرِ کرم اٹھ کر گل و گلزار پر
حسن نے کی جلوہ ریزی شاخ و برگ و بار پر
نور کی بارش ہوئی ہر سو در و دیوار پر
گوہر آگیں ابر برسا دامنِ کہسار پر
آپؐ نے صحرا کو اک رحمت کا دریا کر دیا

آپؐ کی خاطر بنے تھے یہ زمیں و آسماں
آپؐ کی ہستی کا شاہد منظر کون و مکاں
آپؐ کا دربارِ اقدس سجدہ گاہِ انس و جاں
سربسجدہ آپؐ کے قدموں پہ ہیں شاہانِ جہاں
آپؐ نے ذرّے کو مہر، ادنیٰ کو اعلیٰ کردیا

جو حقیقت آشنا ہیں، حق سے ہیں جو باخبر
علم تاریخِ مذاہب پر جو رکھتے ہیں نظر
نکتہ ہائے دانش و حکمت سے ہیں جو بہرہ ور
جانتے ہیں، مانتے ہیں، ہو گیا ٹکڑے قمر
آپؐ نے جس وقت انگلی سے اشارا کر دیا

مردے زندہ ہو گئے تھے عیسوی اعجاز سے
بول اٹھے مٹھی میں پتھر آپؐ کی آواز سے
طور پر موسیٰ نہ واقف ہو سکے جس راز سے
آپؐ کو خلوت میں بلوا کر عجب انداز سے
حق نے ہر رازِ حقیقت آشکارا کر دیا

باعثِ تکوینِ موجودات ہے جس کا وجود
جس ہستی کا طفیلی ہے جہانِ ہست و بود
گلشنِ عالم میں جس کے حسن کی ہے سب نمود
بھیج اب اے قیسؔ! اس پر تو دل و جاں سے درود
گم رہوں کو جس نے منزل سے شناسا کر دیا
☆۴

☆ ☆ ☆

ہر دم ہوں مسافر رہِ تسلیم کا میں
واللہ نہیں دل دادہ زر و سیم کا میں
اے قیسؔ! مئے عشقِ محمدؐ کی قسم
طالب ہی نہیں کوثر و تسنیم کا میں

☆ ☆ ☆

ہر لفظ میں پنہاں ہیں ہزاروں ہی نکات
ہے اس لبِ گل ریز کی ہر بات، نبات
خواہش نہیں فردوسِ بریں کی اے قیسؔ!
احمدؐ کی غلامی ہے مجھے عین نجات

☆ ☆

ہم نے جس دن سے ترا جلوۂ رعنا دیکھا گوشۂ چشم میں بستا ہوا کعبہ دیکھا
اے نبیؐ جس نے ترے حسن کا جلوہ دیکھا اس نے اللہ کی قدرت کا تماشا دیکھا
تیرےؐ ادنیٰ سے غلاموں میں سکندر شامل اور ترےؐ ادنیٰ دربانوں میں دارا دیکھا
اللہ اللہ یہ روضۂ اقدس کا جمال جس نے دیکھا اسے، فردوس ہی گویا دیکھا

یہ سمجھ لیں گے کہ گھر دیکھا خدا کا اے قیسؔ
اپنی آنکھوں سے اگر ہم نے مدینہ دیکھا

☆۵

☆ ☆ ☆

ہر دم ہوں مسافر رہ تسلیم کا میں
واللہ نہیں دل دادہ زر و سیم کا میں
اے قیس ! مئے عشق محمد کی قسم
طالب ہی نہیں کوثر و تسنیم کا میں

☆ ☆ ☆

ہر لفظ میں پنہاں ہیں ہزاروں ہی نکات
ہے اس لب گل ریز کی ہر بات' نبات
خواہش نہیں فردوس بریں کی اے قیس!
احمدؐ کی غلامی ہے مجھے عین نجات

☆ ۱ ماہنامہ "مسلم" جالندھر' ص ۵' ۶ جولائی ۱۹۴۰ء
☆ ۲ نعت نمبر ماہنامہ "کیلاش" ہوشیارپور ص ۵۵ اگست ۱۹۴۰ء
ماہنامہ "العرفان" ہوشیارپور جون ۱۹۳۶ء ص ۲۶
☆ ۳ بشکریہ : علامہ قیس جالندھری
☆ ۴ بشکریہ : قیس جالندھری
☆ ۵ ماہنامہ "مسلم" جالندھر' ص ۴' ستمبر ۱۹۴۰ء

—

قیس، لالہ امرناتھ

اے کہ تیرا وجود ہے وجہِ قرارِ دوجہاں
اے کہ تیری نمود ہے لطفِ خدائے لامکاں
اے کہ ترے درود پر سجدہ گزار آسماں
اے کہ درود ہے وردِ زبانِ انس و جاں

صلِّ علیٰ محمدؐ صلِّ علیٰ محمدؐ

تیرے ہی دم قدم سے ہے زینتِ بزمِ کائنات
کون و مکاں ہے نور سے آئینۂ تجلیات
دہر میں سب سے تو بڑا، تجھ سے بڑی خدا کی ذات
بھیج رہا خدا بھی ہے تجھ پہ سلام اور صلوٰت

صلِّ علیٰ محمدؐ صلِّ علیٰ محمدؐ

☆ ☆ ☆

کاشی، بابا افضل

اسد نظامی صاحب نے اپنے مضمون مطبوعہ ہفت روزہ "الہام" بھاولپور میں لکھا ہے "سرزمین دہلی کا ایک مشہور ہندو فاضل بابا افضل کاشی کا نعتیہ کلام بزبانِ فارسی ملاحظ کیجئے۔" اور یہ رباعی نقل کی ہے۔

اے ذاتِ تو از دو کون مقصودِ وجود
نام تو محمدؐ و قامتِ محمود!

دل برلبِ دریائے شفاعت بستم
زاں روئے رواں میکنم از دیدہ درود

☆ ۱

☆ ☆ ☆

☆ ۱ ہفت روزہ "الہام" بھاولپور ۷ دسمبر ۱۹۸۲ء ص ۱۱۶

کرشن موہن، کرشن لال موہن

کرشن موہن ۲۸ ر نومبر ۱۹۲۲ء کو شہرِ اقبال سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ ایم۔ اے انگریزی ہیں۔ حکومت ہند کے شعبہ مالیات سے متعلق رہے ہیں۔ آپ کی غزلیات کے مجموعے "شبنم شبنم" "دلِ ناداں" اور "تماشائی" ہیں۔ ☆ ۱

میمنت آگیں ہے نامِ مصطفیٰ ہے پیامِ حق پیامِ مصطفیٰ
ہیں سلاطیں بھی غلامِ مصطفیٰ ہے یہ شان و اہتمامِ مصطفیٰ
اہلِ ظلمت ہوگئے زار و زبوں تھا وہ تزک و احتشامِ مصطفیٰ
کیوں نہ اس کا نام ہو ہر دلعزیز ہے ہر اک دل میں قیامِ مصطفیٰ
اہلِ دنیا پر کھلا معراج سے کتنا ارفع ہے مقامِ مصطفیٰ
ایک ہوں کیونکر نہ محمود و ایاز ساغرِ وحدت ہے جامِ مصطفیٰ
کر رہے ہیں اس کی عظمت کے سبب برہمن بھی احترامِ مصطفیٰ

بے گماں، اے کرشنؔ موہن ثبت ہے
قلبِ گیتی پر دوامِ مصطفیٰ

☆ ۲

☆ ☆ ☆

☆ ۱ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام، ص ۷۱۔ تذکرہ ماہ و سال، ص ۳۱۵
☆ ۲ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام، ص ۷۶۔ نگاہِ ناز، کرشن موہن

کشل، شیر پرتاپ سنگھ

بادشاہِ دو جہاں خاتمِ پیغمبراںؐ
حاکمِ جنّ ملک رہنمائے عاصیاں

آپؐ ہی کو عرش پر حق نے کر کے میہماں
ساری کائنات کا کر دیا ہے رازداں

مجھ پہ بھی نگاہِ مہر اے شفیعِ عاصیاں
بادلوں میں کفر کے کوندتی ہیں بجلیاں

فکر کچھ نہیں ہمیں حشر کے حساب کی
عاصیوں کو آپ سا مل گیا ہے مہرباں

حشر کا جب آئے دن رکھیے گا کشلؔ کو بھی یاد
اے شفیعِ عاصیاں، اے شفیعِ عاصیاں

☆ ☆ ☆

کشور، منشی نند کشور

منشی نند کشور قوم کے کائستھ، منشی گنیش رائے کے فرزند اور قصبہ بسواں ضلع سیتاپور کے باشندے تھے۔ ۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے۔ فارسی میں فارغ التحصیل اور بہرائچ میں فائنل اسکول کے صدر مدرس تھے۔ شاعری میں کسی کے شاگرد نہیں ہوئے۔ ☆ ۱ آپ بڑے فصیح الکلام اور پُرگو شاعر تھے۔ نعت گوئی کو اپنے لئے موجب برکت تصور کرتے تھے۔ ☆ ۲ آپ نے یوسف زلیخا کو اردو میں نظم کیا ہے۔ اسی کے دیباچہ سے یہ نعتیہ اشعار لئے گئے ہیں۔

ادب سے ہو قلم اس وقت چالاک | کہ ہے منظور حمدِ ایزدِ پاک
یہ دریا اس کی قدرت کا ہے لاحل | یہاں پر تو سنبھل کر سر کے بل چل
ذرا دیکھو تو قدرت کی نشانی | بچھا فرشِ زمیں بالائے پانی
کیا ہے بے ستوں برپا فلک کو | جگہ اس پر عطا کی ہے ملک کو
معلق اس پہ مہر و ماہ و انجم | خرد انساں کی جس کو دیکھ کر گم
نمود انساں کی مشتِ خاک سے ہے | وہ مشتِ خاک دستِ پاک سے ہے
جو راہ غور سے کیجے نظارہ | تو ہے ہر شے میں قدرت آشکارا
بیاں ہو کب بشر سے حمد رب کی | زباں عاجز یہاں ہوتی ہے سب کی
یہی بہتر اسے برحق سمجھ کر | ہر اک ساعت بہ دل سجدہ کیا کر
ترے محبوبِ خاص اے میرے سرمد | شفیعِ خلق نام اس کا محمدؐ

شہِ اقلیم وہ ہر دوسرا ہیں
شفیع المذنبین روزِ جزا ہیں
☆ ۳

☆ ☆ ☆

☆ ۱ موج گنگ، جوہر دیوبندی، ص ۳۳۰
☆ ۲ ہندو شعراء دربارِ رسولؐ میں، محمد محفوظ الرحمن
☆ ۳ ہندو شعراء دربارِ رسولؐ میں، محمد محفوظ الرحمن

کشوری، کشوری پرشاد

بابو کشوری پرشاد، کشوری تخلص کرتے تھے۔ آپ ایم۔ اے، ایل ایل۔ بی تھے۔ کشوری صاحب باندا کے رئیس اور ہر دلعزیز تھے۔

قیامت کا منظر ہے میدانِ محشر
نگو نسار بندے تمام آ رہے ہیں

شفاعت کو محشر میں داور سے سب کی
پیغمبر علیہ السّلام آ رہے ہیں

شہیدوں سے ملنے کو ساقیٔ محشر
لئے ساتھ کوثر کے جام آ رہے ہیں

گرے زیست میں تھے جو اشکِ ندامت
فنا میں بہت اب وہ کام آ رہے ہیں

کسی کی نگاہِ کرم سے کشوریؔ
قوافی زباں پر تمام آ رہے ہیں

☆ ☆ ☆

—

کلیم کرتارپوری، رتن سنگھ

ٹھاکر رتن سنگھ ولد ٹھاکر فقیر چند کرتارپور کے رہنے والے تھے۔ یہ ضلع جالندھر کا شہر ہے۔ آپ کی ولادت ۱۹۰۰ء میں ہوئی۔ آپ کا آبائی وطن لکھنؤ تھا۔ حضرت جوشؔ ملسیانی (۱۸۸۴ - ۱۹۷۶ء) کے شاگرد تھے۔ کلیمؔ کرتارپوری نے پنجاب یونیورسٹی سے بی - اے اور بنارس ہندو یونیورسٹی سے ایل - ٹی کی اسناد حاصل کی ہیں۔ ☆ ۱

فخرِ جہاں کہوں کہ حبیبِ خدا کہوں
حیراں ہوں، تجھ کو اے شہِ لولاک، کیا کہوں

تیری جبیں کو عکسِ رخِ کبریا کہوں
اور تیرے رخ کو سایۂ نورِ خدا کہوں

عقل ادب سرشت کو کچھ سوجھتا نہیں
اے عشق، تو بتا کہ محمدؐ کو کیا کہوں

"بعد از خدا بزرگ توئی، قصہ مختصر"
امیدوارِ لطف ہوں میں، اور کیا کہوں

آخر کلیمؔ شافعِ محشر کے سامنے
میں اپنے منہ سے داورِ محشر سے کیا کہوں

☆ ۲

☆ ☆ ☆

☆ ۱ موجِ گنگ، ص ۱۰۰-۳

☆ ۲ ماہنامہ "نعت" لاہور، ص ۷۷، اگست ۱۹۸۸ء

کمار پاشی

کمار پاشی کے مجموعہ کلام "انتظار کی رات" کا ذکر ڈاکٹر ریاض مجید نے اپنے پی۔ ایچ۔ ڈی کے مقالے "اردو میں نعت گوئی" میں کیا ہے۔ یہ مجموعہ دہلی سے ۱۹۷۳ء میں شائع ہوا۔ اس کا آغاز ایک نعت سے ہوا ہے جس کا صرف مطلع ہی انہوں نے پیش کیا۔

سہل ہے راستہ محمدؐ کا
جل رہا ہے دیا محمدؐ کا
☆۱

☆۱ اردو میں نعت گوئی، ص ۵۷۴

کمال کرتارپوری، جگن ناتھ

ڈاکٹر لاہوریا رام کے صاحبزادے لالہ جگن ناتھ کھتری کا اروڑا ذات سے تعلق اور کمالؔ تخلص ہے۔ آبائی وطن منٹگمری (ساہیوال)۔ آپ نے ۱۸۹۵ء کو کرتارپور ضلع جالندھر میں آنکھ کھولی۔ بی۔ اے اور فاضل اردو و فارسی تھے۔ ڈسٹرکٹ سروس میں خدمات انجام دیں۔ حضرت جوش ملسیانی (۱۸۸۲۔ ۱۹۷۶ء) سے اکتساب فیض کیا۔ کمال کرتارپوری کا مجموعہ کلام "کمالِ سخن" شائع ہو چکا ہے۔ "نغمۂ کمال" آپ کی مثنوی ہے جو دو ہزار ایک سو بارہ اشعار پر مشتمل ہے۔ ☆ ا

وجودِ عالمِ امکاں ہوا جب حکمِ قدرت سے　　تو چھینٹے چار سو اڑنے لگے دریائے رحمت کے
عناصر بھی گلے ملنے لگے مہر و محبت سے　　ہوئی آراستہ بزمِ دو عالم حسنِ فطرت سے

وہ نورِ سرمدی آدمؑ کی پیشانی میں جا بیٹھا
وہ محبوبِ الٰہیؐ جسمِ انسانی میں جا بیٹھا

یہی نورِ ازل خود غایتِ امکانِ عالم تھا　　یہی وہ نور تھا جو باعثِ تخلیق آدم تھا
یہی دنیائے محزوں میں چراغِ خانۂ غم تھا　　یہی وہ روشنی تھی جس سے کفر و جہل کو رم تھا

یہی پیغمبروں میں منتقل ہوتا رہا برسوں
یہی سب ہادیان خلق کا تھا رہنما برسوں

اسی نے نوحؑ کی سیلِ بلا میں رہنمائی کی　　اسی نے حضرتِ داؤدؑ میں نغمہ سرائی کی
اسی نے آتشِ نمرود میں معجز ادائی کی　　اسی نے خود ذبیح اللہ کی مشکل کشائی کی

یہی ادریسؑ کو زندہ فلک پر لے کے پہنچا تھا
نگاہِ حضرت یحییٰؑ میں بھی یہ نور بستا تھا

دلِ ایوبؑ میں یہ صبر بن کر کارفرما تھا　　کلیم اللہ کو اس نے ہمکلامی پر ابھارا تھا
اسی کا فیضِ ادنیٰ تھا جو اعجازِ مسیحا تھا　　یہی آخر میں عبداللہ کی پیشانی میں چمکا تھا

اسی کی آمدِ معجز اثر تکمیلِ فطرت تھی!
اسی کی ہر کتابِ آسمانی میں بشارت تھی

اسی کی جستجو شام و سحر خورشید کرتا تھا نہ گام ابلقِ ایام اک جا پر ٹھہرتا تھا
اسی کے واسطے مہتاب راتوں کو نکھرتا تھا یہی کچھ دیکھنے کو گلشنِ عالم سنورتا تھا

فلک پر رات کو تارے اسی کی راہ تکتے تھے
خزاں دیدہ بہارِ زندگی کی راہ تکتے تھے

اسی کے ہجر میں چشمِ حباب جو بھر آتی تھی اسی کی یاد میں دستِ دعا ہر شاخ اٹھاتی تھی
اسی کو ڈھونڈنے بادِ صبا ہر سمت جاتی تھی مشیّت جس کے انداز و عمل پہ مسکراتی تھی

اسی کو دیکھتی تھی موج اٹھ اٹھ کر سفینے میں
اسی کوشش میں پانی غرق تھا اپنے پسینے میں

بڑی ہی منتوں کے بعد شامِ منتظر آئی شبِ اندوہ و غم گزری سعادت کی سحر آئی
رہینِ ہجر کو تسکین کی صورت نظر آئی کہ کانوں میں ندائے آمدِ خیرالبشرؐ آئی

ہر اک بیٹھے ہوئے دل میں خوشی کا ولولا اٹھا
ہراک جانب سے شورِ آمدِ خیرالوریٰ اٹھا

ربیع الاوّل آتے ہی جہاں میں تازگی آئی گلستانِ تمنا میں بہارِ سرمدی آئی
اسی کی بارھویں شب بھی بشانِ دلبری آئی ندا یہ غیب سے آئی کہ روحِ زندگی آئی

مجسم ہو کہ نورِ سرمدی آیا بشر ہو کر
جنابِ آمنہؓ کی گود میں آیا پسر ہو کر

غریبوں کی نہاں آرزوئے دل میں پھل آئے گرے مینارِ کسریٰ کفر و بدعت میں خلل آئے
بجھا آتش کدہ جب مظہرِ نورِ ازل آئے زمیں چومی بتوں نے سجدے میں لات و ہبل آئے

امینِ آمنہؓ سے بزمِ ہستی جگمگا اٹھی
زمانے بھر میں امیدوں کی کھیتی لہلہا اٹھی

مبارکباد دینے کے لئے روح الامیں آئے مبارک ہو کہ بزمِ دہر میں خلوت نشیں آئے
امینِ جنسِ وحدت آئے ختم المرسلینؐ آئے محمد مصطفیٰؐ محبوبِ ربّ العالمیں آئے

وہ استادِ ادب، عالی نسب، ماہِ عرب آیا
وہ مقصودِ طلب، کل کا سبب، امّیؐ لقب آیا

سلام اے سرور عالم سلام اے مہرباں تجھ پر　سلام اے ہادی دیں، اے رفیق بے کساں تجھ پر
سلام اے فخر ہستی اے شفیع عاصیاں تجھ پر　سلام اے ظل اللہ، اے نشان بے کساں تجھ پر

کمالِ بے نوا کو صدقے میں درد آشنا کر دے
لگا کر آگ دل میں بے نیازِ مدعا کر دے

☆ ۲

☆ ☆ ☆

میلاد النبی ﷺ

دنیا پہ جب وہ ساعتِ اکرام آ گئی　اپنی جگہ پہ گردشِ ایام آ گئی
دن ڈھلتے ڈھلتے دھوپ لبِ بام آ گئی　تفسیر والضحیٰ کے لئے شام آ گئی

واللیل تھی شروع کہ خورشید چھپ گیا
چھپتا نہ کیوں یہ مہرِ رسالت کا وقت تھا

اس جھٹ پٹے میں آنکھ ستاروں کی کھل گئی　آئی جو چاندنی تو سیاہی بھی گھل گئی
دنیا تمام اوس کے چھینٹوں سے دھل گئی　کل کائنات رت جگا کرنے پہ تل گئی

قدرت نے احترام یہ اس رات کا کیا
سرمہ بنا کے دیدہ و دل میں لگا لیا

پھیلی یہ بات انجمنِ کائنات میں　رحمت کو اضطراب ہے، اللہ کی ذات میں
نکلے گا آفتاب وہ تاریک رات میں　اک نور پھیل جائے گا راہِ نجات میں

سن کر یہ بات وقتِ گریزاں ٹھہر گیا
باگیں کھینچیں تو ابلقِ دوراں ٹھہر گیا

عرش تھے نورِ ذات کو تاباں کئے ہوئے　قدسی تھے شمع دل کو فروزاں کئے ہوئے
فرش تھے دل کے داغ نمایاں کئے ہوئے　ساری خلا ملا تھی چراغاں کئے ہوئے

لطفِ خلش، دبا کے دلِ بیقرار میں
عالم سنور کے بیٹھ گئے، انتظار میں

جب آمدِ حضورؐ کے آثار ہو گئے نزدیک و دور چرچے و اخبار ہو گئے
جنّ و ملک سلام کو تیار ہو گئے حاضر سبھی ثوابت و سیار ہو گئے

دستِ خدا نے کھول کے باب انقلاب کا
سورج کیا طلوع رسالت مآبؐ کا

کیا کیا نہ معجزے ہوئے وقتِ ورود میں معروف تھے ملائکہ ذکر و درود میں
مشغول تھے بشر بھی قیام و قعود میں یعنی کہ ہست و بود تھے سجدہ سجود میں

کہتے تھے سب کہ صلِّ علیٰ کیا ظہور ہے
تنویر ہے کہ جلّ علیٰ شمع طور ہے

ظاہر جب آنحضورؐ کے انوار ہو گئے آتشکدے تھے جتنے وہ فی النّار ہو گئے
کسریٰ محل میں ڈھیر، وہ مینار ہو گئے لات و ہبل بھی ساجدِ سرکار ہو گئے

نکلا جب آفتاب وجودِ حضور کا
گل ہو گیا چراغ، بتوں کے غرور کا

محبوبِ حق کی خوبیٔ تقدیر کی قسم تخلیقِ کائنات کی تدبیر کی قسم
وعدۂ شفاعتِ تقصیر کی قسم یا حضرتِ رسولؐ کی تنویر کی قسم

جن کو نصیب ہو گیا دیدار آپؐ کا
پروانہ بن گیا وہ سرکار آپؐ کا

اعمالِ اصفیا کا خلاصہ رسولؐ تھے اوصافِ اولیاء کا خلاصہ رسولؐ تھے
افضالِ انبیاء کا خلاصہ رسولؐ تھے تخلیقِ کبریا کا خلاصہ رسولؐ تھے

اب اور وصفِ گوہر مقصود کیوں کروں
اس حسنِ لامحدود کو محدود کیوں کروں
☆ ۳

☆ ☆ ☆

☆ ۱ ہندو شعراء دربارِ رسولؐ میں، فانی مراد آبادی، ص ۳۹

☆ ۲ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام، ص ۳۹ تا ۴۱ فانی مراد آبادی

☆ ۳ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام، ص ۹۳ ـ ۹۴

کمتر بدایونی، بنواری لال

بھولا ناتھ (م۔ ۱۹۶۲ء) کے گھر ۱۶ر جون ۱۹۲۹ء کو آپ کی ولادت ہوئی۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی۔ تحصیل اسکول سے ہندی مڈل اور میونسپل بورڈ سے اردو میں مڈل پاس کیا۔ ۱۹۴۶ء میں پرائیویٹ ہائی اسکول کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۴۸ء میں کلکٹری میں ملازم ہوئے۔

بنواری لال کی ادبی زندگی کا آغاز ۱۹۴۲ء میں ہوا۔ کمترؔ تخلص پسند کیا۔ ابتداء میں انوکھے لال مضطر بدایونی (پ۔ ۱۰ر اگست ۱۹۱۷ء) سے اصلاح لیتے تھے۔ بعد میں عابد سعید خاں فنا لودی بدایونی (۱۹۰۵ء - ۱۹۷۲ء) اور سیوتی پرشاد صہبائی (۱۹۱۱ء - ۱۹۶۹ء) سے مشورہ کرتے تھے۔ غزل آپ کی محبوب صنفِ سخن ہے۔ کبھی کبھی آپ نعت بھی کہتے ہیں۔ ایک ہی شعر مل سکا جو مقطع ہے۔

لعل و گہر کو لے کر ہم کیا کریں گے کمترؔ
ہے دل کے آئینہ میں صلِّ علیٰ مدینہ
☆ ۱

☆ ☆ ☆

☆ ۱ تذکرہ غیر مسلم شعرائے بدایوں، ص ۱۳۶، شاداب ذکی بدایونی۔ بشکریہ منظر ایوبی

کنول، ڈی۔ راج

جناب ڈی۔ راج کنول سابق ریاست کپور تھلہ کے شہر سلطان پور لودھی میں ۵ رمارچ ۱۹۲۳ء کو پیدا ہوئے۔ موصوف انگریزی اور تاریخ میں ایم۔ اے کر چکے ہیں۔ محکمہ ڈیفینس کے ریٹائرڈ اکاؤنٹس آفیسر ہیں۔ آپ محترم رشید احمد صدیقی (۱۸۹۲ء۔۱۹۷۷ء) سے شرفِ تلمذ رکھتے ہیں۔ گیت کار بھی ہیں اور دو شعری مجموعوں "پھول کھلے ہیں" اور "بھیگے پل" کے خالق ہیں۔ حلقہ تشنگانِ ادب نئی دہلی کی جانب سے آپ کو شاہِ غزل کا خطاب دیا گیا ہے۔

تیری شہرت ہے زمیں سے آسماں تک مصطفیٰؐ
تیرا جلوہ سربسر ہے کہکشاں تک مصطفیٰؐ

تو درخشاں ہے فلک پر چاند تاروں کی طرح
مٹ گئے اوروں کے سب نام و نشاں تک مصطفیٰؐ

میں بھی سائل ہوں ترے رحم و کرم کا، مہرباں!
اپنی رحمت بھیج دو مجھ ناتواں تک مصطفیٰؐ

بخش دے میری خطائیں اور کر اتنا کرم
نام لوں تیرا ہی مرگِ ناگہاں تک مصطفیٰؐ

لاج رکھ لے اب کنول کی چاہ کی، امید کی
آگیا ہوں اب تو تیرے آستاں تک مصطفیٰؐ

☆ ☆ ☆

تنہا ہوں، پریشان ہوں مشکل کی گھڑی ہے
ہر سمت مرے آگ کے شعلوں کی جھڑی ہے

اب میں ہوں مرے ساتھ یہ اشکوں کی لڑی ہے
جاں میری بڑی دیر سے سانسوں میں اڑی ہے

کس طرح کہوں آپ سے دشوار ہے جینا
اب تو ہی مددگار ہے سرکارِ مدینہؐ

ہو تیرا کرم ساتھ تو کیا ہو نہیں سکتا
وہ کونسا عقدہ ہے جو وا ہو نہیں سکتا

بندے سے تو بندے کا بھلا ہو نہیں سکتا
اور کوئی بھی دنیا میں خدا ہو نہیں سکتا

آنکھوں میں مرے اشک ہیں ماتھے پہ پسینہ
اب تو ہی مددگار ہے سرکارِ مدینہؐ

☆ ☆ ☆

کنول سیالکوٹی، او۔ پی۔ بھاٹیہ

او۔ پی۔ بھاٹیہ کی شاعری کا آغاز لاہور میں ہوا۔ کنول تخلص پسند کیا۔ آپ کا آبائی وطن سیالکوٹ ہے۔ "چند یادیں" آپ کا پہلا مجموعۂ کلام ہے جو ۱۹۷۸ء میں دہلی میں چھپا۔ اس مجموعے میں آپ کی چار نعتیں بھی شامل ہیں جو جذبات و احساسات کی ترجمان ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے۔

بے تابیٔ غم کا نہ مرے دل پہ اثر ہو — اے رحمتِ کونین عنایت کی نظر ہو
ممکن ہی نہیں کفر کا ایماں پہ اثر ہو — جب جلوۂ محبوبِ خدا پیشِ نظر ہو
پھیلا ہے اجالا یہ محمدؐ ہی کے دم سے — ہو چشمِ بصیرت تو حقیقت پہ نظر ہو
وابستہ میں تجھ سے رہوں اے دامنِ رحمت — دنیا کی خبر ہو کہ نہ ہو، تیری خبر ہو

اک عمر سے دل میں ہے کنولؔ بس یہی حسرت
سرکارؐ کی چوکھٹ پہ مری عمر بسر ہو

☆ ۱

☆ ☆ ☆

ہر سمت ضیاء انکی ہرجا یہی چرچا ہے
حضرتؐ کا رخِ اقدس اک نور کا دریا ہے

خونخواروں کو بھی جس نے غم خوار بنایا ہے
وہ رحمتِ عالم ہے دنیا کا مسیحا ہے

عاجز ہیں فرشتے بھی توصیفِ محمدؐ میں
اربابِ بصیرت کو کس بات کا دعویٰ ہے

لاثانی ہے جو دی ہے تعلیم محمدؐ نے
دیوانہ ہوں میں اس کا تو اس میں عجب کیا ہے

بے وجہ نہیں ہرگز طیبہ کی لگن دل میں
محسوس یہ ہوتا ہے رحمت نے پکارا ہے

طیبہ کی تمنا ہے مدت سے کنولؔ تجھ کو
انجام خدا جانے آغاز تو اچھا ہے

☆ ۲

☆ ☆ ☆

اللہ اللہ چمنِ احمدؐ مختار کے پھول
اشک بھی بن گئے ہیں طالب دیدار کے پھول

یوں درپاک پہ جا پہنچوں لئے پیار کے پھول
لب پہ ہو صلِّ علیٰ، دل میں عقیدت کی لگن

رنگ یوں لائے محبت میں دلِ زار کے پھول
داغ بن کے کبھی چمکے، کبھی کھِل کر مہکے

ہیں ندامت کے یہ آنسو ہی گنہگار کے پھول
کاش مل جائے کسی روز انہیں رنگِ قبول

روزوشب چومتا ہوں آپکی گفتار کے پھول
چشم رحمت سے حضوری کی سعادت بھی ملے

تیرے الفاظ سے ظاہر ہے کنولؔ جذبۂ دل
حشر تک کیوں نہ مہکتے رہیں اشعار کے پھول

☆ ۳

☆ ☆ ☆

میں ہوں غلام ادنیٰ سا، سرورِ کائناتؐ کا
دیکھ کے اوجِ مرتبا، سرورِ کائناتؐ کا

نقش ہے جس پہ نقش پا، سرورِ کائناتؐ کا
خاکِ شفا ہے جسکی خاک، ایسی زمین کو سلام

نورِ خدا تھا ناخدا، سرورِ کائناتؐ کا
بحر کرم تھا موجزن، عرش تھا ساحلِ مراد

میں نے بھی جام پی لیا، سرورِ کائناتؐ کا
مردہ دلوں کے واسطے آبِ بقا یہی تو ہے

وہ تھا پیام و معجزہ، سرورِ کائناتؐ کا
دینائے جہل و کفر کو جس نے دکھائی راہِ حق

یوں تو کنولؔ ہے بے نوا، پھر بھی ہے ایک التجا
قرب ہو مجھ کو اے خدا، سرورِ کائناتؐ کا

☆ ۴

☆ ☆ ☆

☆ ۱ چندیادیں، ص ۱۰۴، کنول سیالکوٹی، بشکریہ : عرفان باری

☆ ۲ ایضاً، ص ۱۰۵، ۱۰۶

☆ ۳ ایضاً، ص ۱۰۷، ۱۰۸

☆ ۴ ایضاً، ص ۱۰۹

کوثری، دِلّو رام

ہے حسّان پہلا تو میں دوسرا ہوں نہیں فرق اوّل میں ثانی میں رکّھا
خدا نے اسے سونپی محفل عرب کی مجھے بزمِ ہندوستانی میں رکّھا

مشہور نعت گو شاعر محترم دلّو رام خلف جناب بھورا رام قصبہ نانڈڑی ضلع حصار (بھارت) میں ۱۹۲۹ء بکرمی میں پیدا ہوئے۔ معزز بشنوی قوم کے فرد اور زراعت کے پیشہ سے وابستہ تھے۔ آپ کے آباؤ اجداد کا سلسلۂ حسب و نسب چوہان خاندان کے راجپوتوں سے ملتا ہے۔ موزوں طبع تھے۔ شاعری کے ذوق نے انٹرنس سے آگے تعلیم حاصل نہ کرنے دی اور شعر گوئی میں منہمک ہو گئے۔ کوثری تخلص پسند کیا۔ لاہور میں ایک عالم فاضل سے عروض پڑھنا شروع کیا۔ دو سال تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ مگر طبیعت سیر نہ ہوئی اور شہر سامانہ ریاست پٹیالہ پہنچے جہاں ایک عالم مولانا سید عنایت علی مجتہد العصر کی خدمت میں دس بارہ برس رہ کر متعدد فارسی اور علمِ عروض و فنِ شعر کی کتابیں پڑھیں اور ۲۹ سال کی عمر میں بعد تحصیلِ فنِ شعر و ادب وطن واپس آئے۔ ابتداء میں غزل لکھتے رہے مگر بقول خود ان کے "بعد ازاں جب زمانہ کا رنگ دیکھا تو طرز شاعری کو بدلا اور اسلامی روایات پر بے شمار نظمیں لکھیں۔"

آپ نے حیدر آباد دکن، بھوپال، بہاولپور، رامپور اور پٹیالہ کے درباروں میں نظمیں پڑھیں۔ ریاستوں میں مہمان رہے اور والیانِ ریاست سے انعامات حاصل کئے۔ حیدر آباد میں مہاراجہ سرکشن پرشاد ان کے بڑے مدّاح تھے۔ مہاراجہ موصوف نے اپنے قلم سے یہ شعر لکھ کر دیا۔

ہے سخن گوئی میں فرد منتخب کوثری بھی انوری سے کم نہیں

وقتاً فوقتاً آپ کا کلام اخبارات و رسائل میں شائع ہوتا رہا۔ اکثر رسائل میں آپ کے نام کے ساتھ فردوسیٔ ہند اور قادر الکلام کے خطابات بھی رقم ہوتے تھے۔ دلو رام کوثری کی تصانیف خود ان کے مطابق بہت ہیں۔ ڈاکٹر صفدر حسین نے ان کی دس مطبوعات کے نام لکھے ہیں۔ آپ کا ایک نعتیہ مجموعہ "گلبنِ نعتِ کوثری" میری نظر سے گزرا ہے۔ یہ تاریخی نام ہے اور اس کے مجموعۂ اعداد سے سنِ اشاعت ۱۳۵۸ھ برآمد ہوتا ہے۔ یہ کتاب حکیم ظہیر الدین احمد قریشی متوطن ویلور نے حسب فرمائش جلال محمد ابراہیم صاحب بہادر ترتیب دی ہے اور مدینہ پریس مدراس میں طبع ہوئی ہے۔ اس کی تاریخ طباعت مرتّب موصوف نے کہی ہے۔

گلبنِ نعتِ کوثری ---- شد طبع

۱۳۵۸ھ

چوں بافضل خالق یکتا
سال تاریخ ہاتف از قرشی
ایں گلستانِ کوثری -- گفتا

۱۳۵۸ھ

یہ ایک سو چار صفحات پر مشتمل ہے۔ جس میں دلّو رام کوثری کی خود نوشت حالات بھی ہیں۔

کوثری نے ہفت بند کاشی کو بزبان فارسی تضمین کیا ہے اور حضرت حافظ شیرازیؒ کی بعض غزلیات بھی فارسی میں تضمین کی ہیں۔ اپنے آخری دور میں صرف اردو زبان میں شعر کہے۔ آپ نے ایک دیوان غیر منقوطہ ردیف وار محمدؐ و آلِ محمدؐ کی مدح میں لکھا ہے جس میں اپنا نام دلو رام بجائے تخلص نظم کیا ہے جو قدرتی طور پر غیر منقوطہ ہے۔ فرماتے ہیں۔ "چونکہ قدرت کو منظور تھا کہ میں ایک شاعر ہوں گا اور بے نقطہ شعر بھی کہا کروں گا اس لئے میرے والدین کی زبان سے میرا نام غیر منقوطہ رکھوا دیا۔ آپ نے شاعری میں کسی سے تلمّذ حاصل نہیں کیا۔ اپنے تخلص کے بارے میں بتاتے ہیں۔ "کوثری تخلص میں نے خود دہلی میں برف کی سرائے کے سامنے ٹہلتے ہوئے سوچا تھا۔ یہ تخلص نیا ہے۔ فردوسیؒ کا ہمسایہ ہوں۔ فروس اور کوثر آس پاس ہیں مگر فردوسی کے بعد کوثری تخلص کسی کو نہ سوجھا۔" اپنے عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کے بارے میں بتاتے ہیں۔

تھا مجھے عشقِ محمدؐ جبکہ یہ عالم نہ تھا
بس خلا ہی تھا خلا حوّا نہ تھی آدم نہ تھا

برہم و درہم مرقع تھا جہانِ ہیچ کا
بادشاہ کوئی نہ تھا اور سکّۂ درہم نہ تھا

کوثری اس وقت بھی تھا مجھ کو عشقِ مصطفیٰؐ
آج کل جیسا ہے عشق ایسا ہی تھا کچھ کم نہ تھا

تقریباً" تمام محققینِ نعت نے آپ کے نعتیہ کلام کی خصوصیات' آپ کے جذبۂ رت و محبت اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کے شوق وارفتگی پر اظہار خیا ہے۔ ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق اپنے تحقیقی مقالے میں فرماتے ہیں۔ "کوثری کے نعتیہ س زیادہ تر داخلی جذبات کا اظہار ہے جس میں تغزل کا رنگ غالب ہے۔ وصفِ محمدؐ میں اشع ہیں۔ ذاتی عقیدت مندی نے محبت اور عشق کا رنگ اختیار کر لیا ہے اور یہ مضامین جا بجا ہر کی بے قراری ہے' وصال کی تمنا ہے' غریب الدیاری کی شکایت ہے' عشق کے ہاتھوں



دلّورام کوثری کے نعتیہ مجموعۂ کلام "گلبنِ نعتِ کوثری" کے سرِورق کا عکس

ہے' اپنی مجبوری اور بے کسی کا اظہار ہے' نظرِ عنایت کی خواستگاری ہے۔ شاعر شروع سے آخر تک بس ایک عشقِ محمدیؐ کا دم بھرتا ہے۔" ممتاز محقق ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے اپنی رائے کا اظہار "اردو کی نعتیہ شاعری" میں کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔ "دلو رام کوثری نے نعت گوئی میں زبان و بیان کی بڑی ہنر بندیاں دکھائی ہیں --- کوثری کے نعتیہ کلام کی سب سے بڑی خصوصیت زبان کی سادگی اور جذبات کی پاکیزگی ہے۔ ان کا کلام ظاہر کرتا ہے کہ نعت گوئی ان کی ذہنی کاوش یا محض محنت کا نتیجہ نہیں بلکہ ان کے دل کی آواز اور ان کی طبع شاعرانہ کی فطری جولان گاہ تھی۔ اسی لئے ان کی سادگی ایک طرح کی پرکاری لئے رہتی ہے۔"

ڈاکٹر ریاض مجید نے اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالے میں دلو رام کوثری کے شعری محاسن کا یوں تجزیہ کیا ہے۔ "دلو رام کوثری کے موضوعاتِ نعت میں اس امر کا اظہار بکثرت پایا جاتا ہے۔ کہ وہ ہندو ہیں اور ان کا تعلق اس دین و مذہب سے نہیں جسے پیغمبر اسلامؐ نے پیش کیا۔ اس احساسِ محرومی کے باوجود ان کے لب و لہجہ میں آنحضرتؐ کی رحمت للعالمینی' محبت و شفقت اور آپؐ کے حلم و درگزر کا مکمل یقین ہے۔ یہ یقین ان کی نعتیہ شاعری میں اتنا راسخ نظر آتا ہے کہ ان کے لب و لہجہ پر ہندو ہونے کا گمان تک نہیں ہوتا۔ کوثری کی نعت پر غزل و تغزل کے اثرات نمایاں ہیں

تذکرہ نعت گویانِ اردو کے مصنف پروفسیو سید یونس شاہ فرماتے ہیں۔ "ان کی نعتیہ شاعری جذباتِ عالیہ اور خلوص و محبت میں وابستگی کی عمدہ مثال ہے۔ ان کی زندگی اسی کاوش اور فکر میں بسر ہوئی' چنانچہ اس میدان خاص میں انہوں نے وہ جوہر دکھائے کہ شاذ و نادر کسی اور کو یہ مرتبہ نصیب ہوا ہوگا۔" آپ کے فکر و فن سے متاثر ہو کر حضرت پیر جماعت علی شاہ علی پوریؒ (۱۸۴۵ء - ۱۹۵۱ء) نے آپ کو "حسان الہند" کا خطاب عطا کیا تھا۔

اکثر تذکرہ نگار چودھری دلو رام کوثری کو ہندو ہی لکھتے ہیں مگر بعض نے ان کے ایمان لے آنے کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً" پروفیسر سید یونس شاہ تحریر کرتے ہیں۔ "رسولِ خدا کی نعت گوئی آخر کار رنگ لائی اور یہ دلو رام کوثری سے کوثر علی کوثری بن گئے۔ ممدوح نے مدّاح کو اپنی طرف کھینچ لیا۔" پروفیسر ممتاز حسن کہتے ہیں۔ "آخر عمر میں کوثر علی کوثری ہوگئے تھے۔" پروفیسر خالد بزمی فرماتے ہیں۔ "آخر انہوں نے اسلام قبول کرلیا اور کوثر علی کوثری ہوگئے۔" ظہیر الدین احمد قریشی "گلبنِ نعتِ کوثری" میں عرض حال کے عنوان سے لکھے گئے مضمون کے آخری پیراگراف میں لکھتے ہیں۔ "دس بارہ سال پیشتر جبکہ اخبار "نجات" بجنور جاری اور میں اس کا خریدار تھا ایک نہایت جاذبِ توجہ تحریر بصارت افروز ہوئی تھی کہ جناب چودھری دلو رام صاحب کوثری فلاں سن اور ماہ و تاریخ میں فلاں بزرگ کے دستِ حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوئے جن کا مبارک نام عبدالرحمن رکھا گیا۔ اس نوید جانفزا سے دل میں مسرت کی لہر دوڑ گئی --- اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو خدا انہیں استقامت بخشے اور ہمیں ان کی برادری کا شرف عطا کرے۔ آمین"۔ ممتاز محقق راجا رشید محمود نے اس اس پر تفصیلی گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے۔ "حقیقت یہ ہے کہ آقا حضور صلی اللہ علیہ و آلہ

وسلم کے یہ مدح سرا آخری عمر (۱۹۲۹ء) میں مشرف بہ اسلام ہو گئے تھے۔ ڈاکٹر سید صفدر حسین کہتے ہیں۔ "بالآخر ۱۹۲۹ء میں انہوں نے سید حبیب مدیر سیاست لاہور کو حیدر آباد دکن سے ایک خط لکھ کر اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔ "میں نے تمام ادیان و مذاہب کی تحقیق کے بعد خوب اچھی طرح معلوم کر لیا ہے کہ خدا کا آخری اور سچا مذہب اسلام ہے۔ مجھے حقانیت اسلام کا حق الیقین ہو چکا ہے' اس لئے سرِ عجز و نیاز خدائے بے نیاز کے آگے امتِ رسولؐ کو گواہ بنا کے جھکانا چاہتا ہوں۔"

چودھری دلو رام کوثری نے کوثر علی کوثری ہو کر ۲۸ر دسمبر ۱۹۳۱ء کو گیارہ بجے قبل از دوپہر سرائے محمد شفیع واقع انارکلی لاہور میں حرکتِ قلب بند ہو جانے سے انتقال فرمایا۔ مرحوم نے دو خرد سال لڑکیاں اور ایک لڑکا کاظم علی اپنی یادگار چھوڑے۔ آپ کی نماز جنازہ مولوی حفظ الرحمٰن نے پڑھائی اور میانی صاحب میں سپردِ خاک کیا گیا۔ ☆۱

ہندو ثنا خوانِ مصطفیؐ

ہندو سمجھ کے مجھ کو جہنم نے دی صدا
میں پاس جب گیا تو نہ مجھ کو جلا سکا

بولا کہ تجھ پہ کیوں مری آتش ہوئی حرام
کیا وجہ' تجھ پہ شعلہ جو قابو نہ پا سکا

کیا نام ہے' تو کون ہے' مذہب ہے تیرا کیا
حیراں ہوں میں' عذاب جو تجھ تک نہ جا سکا

میں نے کہا کہ جائے تعجب ذرا نہیں
واقف نہیں تو میرے دلِ حق شناس کا

ہندو سہی' مگر ہوں ثنا خوانِ مصطفیؐ
اس واسطے نہ شعلہ ترا مجھ تک آ سکا

ہے نام دلّو رام' تخلص ہے کوثری
اب کیا کہوں' بتا دیا جو کچھ بتا سکا

☆ ☆ ☆

محشر میں دی فرشتوں نے داور کو یہ خبر   ہندو ہے ایک احمدؐ مرسل کا مدح گر
ہے بت پرست اگرچہ وہ لیکن ہے نعت گو   احمدؐ کی نعت لکھتا ہے دنیا میں بیشتر

ہے نام دلّو رام تخلص ہے کوثری   لے جائیں اس کو خلد میں یا جانب سقر
سنتے ہی ملائکہ سے اک انوکھی بات   فرمایا ذوالجلال نے جنت ہے اس کا گھر

اللہ اکبر احمدِ مرسلؐ کا یہ لحاظ
کی حق نے لطف کی سگِ دنیا پہ بھی نظر

☆ ☆ ☆

ہم مرد ہیں اور عشق ہے مردانہ ہمارا
محبوبِ الٰہی سے ہے یارانہ ہمارا

محشر میں بچا لیں گے نبیؐ مجھ کو یہ کہہ کر
چھیڑو نہ اسے یہ تو ہے دیوانہ ہمارا

کیا اے فلک ترا خوف کریں ہم
باہر تری گردش سے ہے کاشانہ ہمارا

کندن ہے وہی کوثری جو خاک میں دمکے
اس واسطے ہے بھیس فقیرانہ ہمارا

☆ ☆ ☆

.جہ ہے سب رسولوں سے بڑھ کر رسولؐ کا   ثانی کوئی نہیں پسِ داور رسولؐ کا
ہتے ہیں جس کو عرشِ بریں جملہ قدسیاں   اپنی نگاہ میں ہے وہ منبر رسولؐ کا
ن لقب اگرچہ تھا اس شاہ کا مگر   تھا صدر علم صدرِ منوّر رسولؐ کا
ہر و عرب میں، روم میں، ایراں میں ہند میں   پھیلا جہاں میں علم سراسر رسولؐ کا

کیوں کوثری مجھے ہو طلب عزّ و جاہ کی!
کیا کم ہے یہ شرف، ہوں ثناخواں رسولؐ کا

☆ ☆ ☆

کوثری تنہا نہیں ہے مصطفیٰؐ کے ساتھ ہے   جو نبی کے ساتھ ہے وہ کبریا کے ساتھ ہے
کس لئے پھر در پئے آزار ہیں اشرارِ قوم   اسکا کیا کر لیں گے جو خیر الوریٰ کے ساتھ ہے

☆ ☆ ☆

عظیم الشان ہے شانِ محمدؐ   خدا ہے مرتبہ دانِ محمدؐ
فرشتے بھی یہ کہتے ہیں کہ ہم ہیں   غلامانِ غلامانِ محمدؐ
ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و حیدرؓ   یہی ہیں چار یارانِ محمدؐ
علیؓ و فاطمہؓ شبیرؓ و شبرؓ   بسا ان سے گلستانِ محمدؐ

بتاؤں کوثری کیا شغل اپنا
میں ہوں ہر دم ثنا خوانِ محمدؐ

☆ ☆ ☆

مدینے میں مجھ کو بلا یا محمدؐ   ذرا اپنا کوچہ دکھا یا محمدؐ
مجھے لوگ کہتے ہیں دیوانہ تیرا   کہوں اور کیا ماجرا' یا محمدؐ
نہیں بادشاہوں کی کچھ مجھ کو پروا   ترے در کا ہوں میں گدا' یا محمدؐ
تمہاری بدولت خدا مجھ کو بخشے   ہو مقبول میری دعا' یا محمدؐ

ترا کوثری رہتا ہے ہندوؤں میں
ہے ظلمت میں آبِ بقا' یا محمدؐ

☆ ☆ ☆

نئی نعت لکھوں' نیا سال ہے   کہ نو روز سے جی بھی خوش حال ہے
خدا ہے' محمدؐ ہے اور آل ہے   رسوا ان کے جو کچھ ہے جنجال ہے

سمندِ قلم کی دمِ وصفِ شاہ
نئی ہے روش اور نئی چال ہے

رسائی ہے جس کی درِ شاہ پر وہی صاحبِ جاہ و اقبال ہے
پیعمبر کی انگلی کا ہے یہ نشاں رخِ مہ پہ سمجھا جسے خال ہے
ڈروں تیغِ آفت کے کیوں وار سے
کہ نامِ محمدؐ مری ڈھال ہے

غمِ دین و دنیا مجھے کچھ نہیں ثناخوانِ شہ فارغ البال ہے
نہیں کچھ مرے دل میں جُز شوقِ نعت کہ ہر حسرت و حرص پامال ہے
میں عسرت میں لکھتا ہوں نعتِ نبیؐ
خدائے جہاں کا یہ افضال ہے

ورق چند ہیں نعت کے میرے پاس یہی اپنی پونجی یہی مال ہے
ہے پائے محمدؐ سرِ دلّورام! یہ نسبت مرے اوج پر دال ہے
مدینے کے آنے لگے خواب روز
میاں کوثری نیک یہ فال ہے

☆ ☆ ☆

کچھ عشقِ پیعمبر میں نہیں شرطِ مسلماں ہے کوثری ہندو بھی طلب گارِ محمدؐ

☆ ☆ ☆

لکھیں کوثری عمر بھر ہم نے نعتیں نہ کچھ اور غم زندگانی میں رکھا

☆ ☆ ☆

☆ ۱ ماخذ: گلبنِ نعتِ کوثری، دلو رام کوثری

اردو میں نعتیہ شاعری، ص ۵۳۶، ۵۳۷، ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق

اردو میں نعت گوئی ص ۵۷۱، ڈاکٹر ریاض مجید

تذکرہ نعت گویانِ اردو ص ۲۱۶، پروفیسر سید یونس شاہ

اردو کی نعتیہ شاعری ص ۹۰۔ ۹۱ ڈاکٹر فرمان فتح پوری

ماہنامہ نعت لاہور اگست ۱۹۹۸ء، ص ۵۶

خیرالبشرؐ کے حضور میں ص ۳۶، ۳۷ (مقدمہ از ممتاز حسن)

شام و سحر لاہور نعت نمبر، ص ۲۵۱

اذانِ بتکدہ۔ ص ۲۴۔ مطبوعہ ۱۹۲۴ء محمد الدین فوق

کیف اعظم گڑھی، سہدیو رام

علی جواد زیدی کے تذکرے "قصیدے نگارانِ اتر پردیش" کے حوالہ سے مدیر "نعت" لاہور نے "غیر مسلموں کی نعت گوئی" کے عنوان سے شائع ہونے والے خصوصی شمارے میں لکھا ہے کہ کیف اعظم گڑھی ۱۹۰۷ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۷۹ء میں انہوں نے انتقال کیا۔ اردو اور فارسی میں اچھی لیاقت رکھتے تھے۔ عربی میں بھی درک تھا۔ انہوں نے غزلیں بھی لکھی ہیں اور نعتیں بھی لکھی ہیں اور قصیدے بھی کہے ہیں۔ مدیر موصوف نے دو اشعار پیش کئے ہیں۔

تعالیٰ اللہ جب تشریف شاہِ انس و جاںؐ آئی
ہر سو ایک اک ذرّے سے آوازِ اذاں آئی

بچانے کشتیٔ امت کو دریائے جہنم سے
ردائے حضرت شبیر بن کر بادباں آئی
☆ ۱

☆ ☆ ☆

☆ ۱ ماہنامہ "نعت" لاہور، خصوصی اشاعت، ص ۲۶۹، نومبر ۱۹۹۵ء۔ مدیر راجا رشید محمود

کیفی دہلوی، پنڈت برج موہن دتاتریہ

پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی کشمیری پنڈتوں کے ایک معزز خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ دہلی میں ۱۲ر دسمبر ۱۸۶۶ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد پنڈت کنہیا لال دتاتریہ تھے جن کے انتقال کے بعد ان کے عزیزوں نے کیفی دہلوی کی نگہداشت کی۔ ابتدائی تعلیم مکتب میں پائی اور فارسی میں بھی دسترس حاصل کی۔ ۱۸۸۰ء میں سینٹ اسٹیفن کالج دہلی سے بی۔ اے کی ڈگری حاصل کی۔ وہ اگرچہ اردو، فارسی، انگریزی، ہندی اور سنسکرت سے بخوبی واقف تھے مگر اردو، فارسی اور انگریزی زبانوں پر مکمل عبور رکھتے تھے۔

جناب کیفی دہلوی کی ادبی زندگی کا آغاز شعرگوئی سے ہوا۔ یہ ذوق انہیں اپنے ایک بزرگ پنڈت نرائن داس ضمیر دہلوی سے ورثہ میں ملا تھا۔ آپ نے خواجہ الطاف حسین حالی (۱۸۳۰۔ ۱۹۱۴ء) سے اپنی چند غزلوں پر اصلاح لی لیکن بعد میں یہ سلسلہ منقطع ہوگیا۔ ۱۸۸۴ء تک غزل کے روایتی انداز میں شعر کہے لیکن پھر آزاد اور حالی کی تحریک کے زیر اثر جدید شاعری کی طرف مائل ہوئے اور نظم نگاری کو ترجیح دیتے ہوئے تمام اصنافِ شاعری میں طبع آزمائی کی۔ اس کے ساتھ ہی صحافت میں بھی خدمات انجام دیں۔ لالہ مرلی دھر کے اخبار "خیراندیش" ابنالہ کے ایڈیٹر رہے۔ کیفی صاحب کی کپور تھلہ کے راجہ دلجیت سنگھ کے دربار سے بھی ایک عرصہ تک وابستگی رہی۔ آپ نے لالہ سری رام (م۔ ۱۹۳۰ء) کے مشہور تذکرے "خم خانۂ جاوید" کی چاروں جلدوں کی ترتیب و تدوین میں بہترین تعاون کیا۔ جناب کیفی دہلوی ۱۹۴۵ء میں دل کا دورہ پڑنے سے علیل ہوئے اور مختلف بیماریوں میں مبتلا رہنے کے بعد یکم نومبر ۱۹۵۵ء کو غازی آباد (یو۔ پی) میں انتقال کر گئے۔

جناب افتخار امام صدیقی آپ کی علمی خدمات پر اظہار خیال کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔ "پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی کی ادبی، علمی اور لسانی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ انہوں نے تقریباً ۷۵ سال اردو شعر و ادب اور زبان کی آبیاری کی۔ انہوں نے شاعری میں نت نئے تجربے کئے اور تقریباً نظم کی تمام اصناف میں طبع آزمائی کی۔ اردو میں معرّا نظمیں کہنے والوں میں جو ابتدائی نام لئے جاتے ہیں ان میں سے ایک نام کیفی کا بھی ہے۔ کیفی اگرچہ بنیادی طور پر ایک شاعر تھے اور اپنے نثری کارناموں کے مقابلے میں اپنی شاعری کو زیادہ اہمیت دیتے تھے لیکن نثرنگاری میں بھی انہوں نے جو اثاثہ اپنے بعد چھوڑا ہے وہ بھی گرانقدر اور وقیع ہے۔ وہ ایک ناول نگار اور ڈرامہ نویس بھی تھے۔ وہ لسانی محقق اور ماہر علم السنہ کی حیثیت سے بھی مشہور ہوئے۔ اردو کے لسانی مسائل، اردو زبان کے قواعد، اصلاح سازی، رسم الخط اور املا کے مسائل، اردو زبان کے آغاز و ارتقاء کے نظریوں کے محققین وغیرہ میں انہوں نے اعتبار حاصل کیا۔" ☆ ا

جناب کیفی دہلوی کی تصانیف سے اس رائے کی صداقت ظاہر ہوتی ہے۔ تصانیف یہ ہیں۔ بھارت درپن (مسدسِ کیفی ۱۹۰۵ء دہلی)، توزکِ قیصری (تحفہ دربارِ تاج پوشی ۱۹۱۱ء جالندھر)، مراری دادا (ڈرامہ ۱۹۱۸ء دہلی)، پریم ترنگنی (طویل مثنوی ۱۹۲۲ء لاہور)، خم خانۂ کیفی (نظمیں ۱۹۲۴ء لاہور)، تمثیلی مشاعرہ (شعراء کے حالات و کلام انتخاب ۱۹۲۹ء لائل پور)، راج دلاری (ڈرامہ ۱۹۳۰ء لاہور)، نہتا رانا یا رواداری (تاریخی ناول ۱۹۳۱ء لاہور)، منشورات (نثر، پانچ ایڈیشن)، دریائے لطافت (۱۹۳۵ء اورنگ آباد)، جگ بیتی (نئی طرز کی طویل مثنوی ۱۹۳۶ء اورنگ آباد)، ہماری زبان (خطبۂ صدارت ۱۹۳۶ء)، خمسہ کیفی (مقالات و منظومات ۱۹۳۹ء دہلی)، واردات (شاعری ۱۹۴۱ء)، کیفیہ (نثر، تین ایڈیشن ۱۹۴۲ء)، دساتیر اردو (کیفیہ کا خلاصہ) اور چند نظمیں (کلام کا مختصر انتخاب ۱۹۵۴ء علی گڑھ)۔

ہو شوق نہ کیوں نعتِ رسولؐ دوسرا کا
مضموں ہو عیاں دل میں جو لولاک لما کا

تھی بعثتِ محمود خداوند کو منظور
تھا پھل وہ بشارت کا نتیجہ نہ دعا کا

پہنچایا ہے کس اوجِ سعادت پہ جہاں کو
پھر رتبہ ہو کم عرش سے کیوں غارِ حرا کا

معراج ہو مومن کو نہ کیوں اس کی زیارت
ہے خلدِ بریں روضۂ پرنور کا خاکا

دے علم و یقیں کو مرے رفعت شۂ عالم
نام اونچا ہے جس طرح حرا اور صفا کا

یوں روشنی ایمان کی دے دل میں کہ جیسے
بطحا سے ہوا جلوہ فگن نورِ خدا کا

ہے حامی و ممدوح مرا شافع عالم
کیفی مجھے اب خوف ہے کیا روزِ جزا کا
☆ ۲

☆ ☆ ☆

☆ ۱ ماہنامہ "شاعر" بمبئی، اگست ۱۹۸۹ء، نائٹل بیک۔ مدیر افتخار امام صدیقی

☆ ۲ ارمغانِ نعت ص ۳۷۶ مولف شفیق بریلوی

کیفی دہلوی، چندر بھان

منشی چندر بھان قوم کے کائستھ تھے۔ آپ کے والد منشی مراری لال دہلی کے باشندے تھے مگر ان کے بزرگوں کا وطن تحصیل تجارہ ریاست الور تھا۔ ظریفانہ کلام بھی کہتے تھے مگر قومی کلام کی طرف زیادہ رجحان رکھتے تھے۔ مولوی عبدالرحمن راسخ دہلوی (م ۔ ۱۹۰۷ء) کے تلامذہ میں ہیں۔

۱۹۳۲ء میں رام جس ہائی اسکول میں صدر مدرس تھے۔ بعمر ۶۲، ۶۳ سال ۴ر فروری ۱۹۴۱ء کو دلی میں ادبی محفلیں سونی کر گئے۔ ☆ ۱

اللہ نے جس عرب کو بیاباں بنا دیا ۔۔۔ ابرِ کرم سے تو نے گلستاں بنا دیا
نورِ ازل کی ایسی ضیا پاشیاں ہوئیں ۔۔۔ ذرّوں کو آفتابِ درخشاں بنا دیا
تھیں چشم و دل میں ایسی محبت کی وسعتیں ۔۔۔ سارے جہاں کو کوچۂ جاناں بنا دیا
ہر ذرہ کائنات کا گویا ہے وصف میں ۔۔۔ جس پر پڑی نگاہ اسے جاں بنا دیا

لہرا گئی جو ہند میں توحید کی ترنگ
کیفی کو مستِ بادۂ عرفاں بنا دیا
☆ ۲

☆ ☆ ☆

☆ ۱ خمخانۂ جاوید جلد ششم ص ۱۱۲، تذکرہ ماہ و سال، ص ۳۲۱، موجِ گنگ، ص ۳۳۳
☆ ۲ ماہنامہ "کیلاش" ہوشیارپور، ص ۴۲ اگست ۱۹۴۰ء

گرودت' باباگرودت داس

بھارت کے صوبہ یو۔ پی میں ہندو فقراء میں ایک گروہ جگجیون داسی کہلاتا ہے۔ اس مت کے چلانے والے باباگرو جگجیون داس ایک درویش چھتری گزرے ہیں جو گرہست آشرم میں تھے۔ اس صوبہ میں لاکھوں افراد ان کے پیرو ہیں۔ باباگرودت داس کے دادا بابا دیبی داس' جگجیون داس کے چیلے ہوئے اور گرو سے خلعت خلافت لے کر پورہ دیبی داس کے گدی کے بانی ہوئے۔ یہ پورہ جو اب ایک بڑے مستقل موضع کی حیثیت رکھتا ہے' دیبی داس کو نواب شجاع الدولہ وزیر اودھ کے دربار سے مدد معاش میں ملا ہے۔ یہ گدی جگجیون داسیوں میں بڑی معزز اور باوقار سمجھی جاتی ہے۔ باباگرودت اپنے دادا کے جانشیں تھے۔ اوائل انگریزی میں ان کا انتقال ہوا۔ آپ ہندی علوم میں پوری مہارت رکھتے تھے اور ذوق تصوف میں مست ہو کر ہندی بھاشا میں نعت گوئی اپنا مشغلہ رکھتے تھے۔ واضح رہے کہ پورہ دیبی داس تحصیل حیدرگڑھ ضلع بارہ بنکی میں ہے اور قصبہ نگرام ضلع لکھنؤ سے تین میل جانب شرق ہے۔ نمونہ کلام

منگنَ بھئے منوا نِر کھت نور

نبی نام سِمرَوَ نس با سر سُنتَ رہو انحُد طور

منگنَ بھئے منوا نِر کھت نور

پانچوں نمازیں تبسو روزہ ادا کرو تج دَیُوٗ دل سے سکر گرُوُر

منگنَ بھئے منوا نِر کھت نور

جھکَا سب خدائے کھت ہیں سب کے ہِردے میں بسے بھرپور

منگنَ بھئے منوا نِر کھت نور

لکھ گرودت آ لکھ اک اللہ اب چل حاضر ہو حضور

منگنَ بھئے منوا نِر کھت نور

☆ ☆ ☆

گلزار دہلوی، پنڈت آنند موہن زتشی

مشہور شاعر گلزار دہلوی کی ولادت گلی کشمیریاں بازار سیتا رام دہلی میں ۷ ر جولائی ۱۹۲۶ء کو ہوئی۔ آپ نے حضرت کیفی دہلوی اور حضرت سائل دہلوی (۱۸۶۴ - ۱۹۴۵ء) سے اصلاح لی۔ آپ کا یہ نعتیہ قطعہ بہت مشہور ہے۔ ☆ ۱

پرتوِ حسنِ ذات آئے تھے
پیکرِ التفات آئے تھے

کذب اور کفر کے مٹانے کو
سرورِ کائنات آئے تھے

☆ ۲

☆ ☆ ☆

☆ ۱ تذکرہ ماہ و سال، ص ۳۲۳
☆ ۲ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام، ص ۱۶۲

گلشن بریلوی، رمیش نرائن سکسینہ

گلشن بریلوی کا اسم گرامی رمیش نرائن سکسینہ ہے۔ جناب بجے نرائن سکسینہ کے صاحبزادے ہیں۔ ۱۹ ر نومبر ۱۹۳۷ء کو بریلی (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ بی۔ اے تک تعلیم حاصل کی۔ شعری ذوق بچپن سے ہی رکھتے ہیں۔ مگر باقاعدہ شاعری کا آغاز ۱۹۷۲ء سے کیا۔ آپ محترم کرشن بہاری نور لکھنوی (پ ۱۹۲۵ء) سے تلمذ کا اعزاز رکھتے ہیں۔ لکھنؤ میں مقیم ہیں۔

آنے کو تو سنسار میں آئے ہیں نبی اور
آیا ہے نہ آئے گا محمدؐ سا کوئی اور

ہو نامِ نبیؐ لب پہ تصور میں مدینہ
سوچا نہیں کچھ اس کے سوا ہم نے کبھی اور

کیسی ہے عجب چیز یہ صہبائے عقیدت
پیتے رہو اور کہتے رہو اور ابھی اور

میں حشر میں دے دوں گا ثبوت اپنے کہے کا
مجھ سا نہ گنہ گار نبیؐ سا نہ سخی اور

کچھ بات ہی ایسی ہے فسانے میں نبیؐ کے
جتنا ہی سنا چاہ بھی اتنی ہی بڑھی اور

ہے یوں بھی سکوں بخش مدینے کا تصور
پہنچیں جو مدینے میں تو ہوتی ہے خوشی اور

خالی کوئی پلٹا ہی نہیں در سے نبیؐ کے
ہندو ہو مسلمان ہو سکھ ہو کہ کوئی اور

یاد آتی ہے جب دوریٔ سرکارِ مدینہ
بڑھ جاتی ہے گلشن میری آنکھوں میں نمی اور

☆ ☆ ☆

نبیؐ تک جس نے پہنچایا وہ تھی دیوانگی اپنی
نبیؐ ہی جانتے ہیں دوستو بے چارگی اپنی

لبوں پر روز و شب نامِ نبیؐ" نامِ محمدؐ ہے
عبادت ہے یہی اپنی' یہی ہے بندگی اپنی

پلٹ کر آنے والوں کو جو دیکھا تو ہوئی خواہش
مدینے ہم بھی جاتے اور بجھاتے تشنگی اپنی

اسے دیکھو اسے سمجھو' اسے سمجھو اسے پوجو

کہ جس نے صرف کر دی راہ حق میں زندگی اپنی

خطائیں کرتا ہوں توبہ بھی کرتا ہوں خطاؤں سے
سبب انؐ کے کرم کا ہوگی گلشنؔ سادگی اپنی

☆ ☆ ☆



تبوک کی مسجد یہاں حضورؐ کا خیمہ لگایا گیا تھا

گلشن ہریانوی، رام مورتی

بھگت رام مورتی اپادھیائے گلشن ہریانوی خلف تیج رام تیج ۳ر ستمبر ۱۹۱۲ء کو چوہا بھگتاں ضلع راولپنڈی (پاکستان) میں پیدا ہوئے۔ تقسیم ملک کے بعد آپ نے مستقل سکونت جگادھری (انبالہ) میں اختیار کی اور محکمۂ تعلیم میں ملازم ہوگئے۔ شعرگوئی کا آغاز ۱۹۳۶ء میں ہوا۔ حضرت قیس جالندھری کے شاگرد تھے۔ ہریانہ سرکار اور ہریانہ ساہتیہ اکادمی نے آپ کو انعامات سے نوازا۔ ۱۹۸۹ء میں آپ کا انتقال ہوا۔ ☆ا

چمکتا ہے روضہ درونِ مدینہ
انگوٹھی میں جیسے جڑا ہو نگینہ

نہیں ہم کو خدشہ، بھنور ہو کہ طوفاں
محمدؐ پہ چھوڑا ہے ہم نے سفینہ

ہمیں کفر، الحاد سے کیا تعلق
ہے وحدت ہی وحدت ہمارا خزینہ

محمدؐ پہ، قرآں پہ ہے اپنا ایماں
یہی ہیں نجاتِ مکمل کا زینہ

پیغمبر کی تقلید لازم ہے گلشن
نہ پالو کبھی دل میں بغض اور کینہ

☆ ☆ ☆

دکھائی ہے راہِ صداقت اسی نے
وہی پیشوا، رہنما، ناخدا ہے

مرے دل میں ہر دم ہے یادِ محمدؐ
مرے لب پہ ہر دم ہی نام خدا ہے

☆ ☆ ☆

گوہر دہلوی، ڈگمبر پرشاد

ڈگمبر پرشاد گوہر کا وطن دہلی ہے۔ ان کی ایک نعت کا ذکر ماہنامہ "نعت" لاہور کے مدیر راجا رشید محمود نے کیا ہے جو غیر مسلموں کی نعت گوئی سے متعلق خصوصی اشاعت میں شامل ہے۔ موصوف نے بتایا ہے کہ گوہر دہلوی کی یہ نعت ماہنامہ "آستانہ" دہلی میں ان کی نظر سے گزری ہے۔ ☆ ۱

معراجیہ نعت

کھل گئے چرخ پہ اسرارِ خدا آج کی رات
پڑ گئی عرش پہ بنیادِ وفا آج کی رات

کوئی دیکھے تو یہ اندازِ عطا آج کی رات
جو بھی دینا تھا، وہ خالق نے دیا آج کی رات

ہے فرشتوں میں یہی شور بپا آج کی رات
عرش پہ آتے ہیں محبوبِ خدا آج کی رات

کس کے پرتو سے منور ہے بساطِ عالم
عرش پہ کون ہوا جلوہ نما آج کی رات

"بمقامے کہ رسیدی، نہ رسد ہیچ نبی"
خود یہ کہتا تھا محمدؐ سے خدا آج کی رات

نورِ عرفاں سے مرا دل بھی ہے روشن گوہر
ظلمتِ کفر میں پھیلی ہے ضیا آج کی رات
☆ ۲

☆ ☆ ☆

☆ ۱ ماہنامہ "نعت" لاہور، نومبر ۱۹۹۵ء، ص ۷۵
☆ ۲ ماہنامہ "آستانہ" دہلی، جنوری ۱۹۶۳ء، ص ۲۷

گوئٹے' جون وولف گینگ گوئٹے

معروف جرمن شاعر جون وولف گینگ گوئٹے مشہور شہر فرینک فرٹ ام مین (FRANK FORT-AM-MAIN) میں ۲۸ر اگست ۱۷۴۹ء کو پیدا ہوئے۔ ان کے والدین متوسط گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ گوئٹے کے والد جون کیسپر گوئٹے (۱۷۱۰ء - ۱۷۸۲ء) (JOHANN CASPAR GOETHE) کی بڑی قدر و منزل تھی۔ اور والدہ کیھترینا الیزبیتھ نیکسنر (۱۷۳۱ء-۱۸۰۸ء) (KATHARINA ELIZABETH TEXTOR) بھی مضبوط کردار کی حامل خاتون تھیں جن کے بطن سے دوسرا بچہ ۱۷۵۰ء میں پیدا ہوا جس کا نام کارنیلیا (CARNLIA) تھا۔

نوجوان گوئٹے کو ۱۷۶۵ء میں لیپزگ یونیورسٹی میں قانون کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجا گیا۔ وہاں ان کا تین سال قیام رہا مگر اپنی ذہنی علالت کی وجہ سے (جس کی کبھی شناخت نہ ہو سکی) واپس فرینک فرٹ لوٹنا پڑا۔ ۱۷۷۰ء میں انہوں نے پھر تعلیم کا آغاز کیا مگر ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کرنے میں ناکام رہے۔

گوئٹے نے اپنے ہم عصر جے۔ جی۔ ہرڈر (۱۷۴۴ء - ۱۸۰۳ء) (J.G.HERDER) سے متاثر ہو کر اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو دریافت کیا۔ یہ ایک مشہور مفکر تھے۔ اپنے اس نوجوانی کے دور میں گوئٹے کا جذباتی تعلق فریڈرک بری ان تک تھا جس نے ان کی ابتدائی اور پہلی سنجیدہ کاوش کی وجہ سے ان کی شاعری میں نغمگی و ترنم کی امتیازی شان پیدا کی۔ گوئٹے نے مختلف امور کی ذمہ داریاں بھی بحسن و خوبی سنبھالیں۔ جس کے سبب ان کو VON GOETHE کے نام سے پکارا گیا جو اعزاز کی بات تھی۔

گوئٹے نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ جرمنی اقدار اور ثقافت کے فروغ میں گزارا۔ FAUST گوئٹے کا ایک ایسا شاہکار ہے جس نے ادبی دنیا میں دھوم مچا دی اور ان کو عالمگیر ادبی مقام حاصل ہوا۔ نینشے نے اس کو جرمن زبان کا ایک شاہکار قرار دیتے ہوئے اسے جرمن ادب و زبان کی سب سے اچھی کتاب قرار دیا ہے۔

گوئٹے کو سیاسیات سے بہت کم دلچسپی تھی اگرچہ انہوں نے تمام جمہوری تحریکوں کا قریب سے مطالعہ کیا تھا۔ وہ اگرچہ فلسفی بھی نہیں تھے مگر ان کا کہنا ہے کہ وہ اپنے ہم عصر مشہور عالمی فلاسفر امانویل کانٹ (۱۷۲۴ء - ۱۸۰۴ء) (IMMANUEL KANT) سے متاثر ہوئے۔ گوئٹے کے یہاں عالمی سائنسی تصورات و خیالات کی عکاسی پائی جاتی ہے جو ان کی تخلیقات کا ایک حصہ ہے۔

جدید جرمن لٹریچر کا آغاز زیادہ تر گوئٹے کی عمر کے ابتدائی دور سے ہی شروع ہوتا ہے۔ شاعری میں کلاپ اسٹوپک (پ: ۱۷۲۴ء) (KLOPSTOEK)' ڈرامہ میں لیسنگ (پ: ۱۷۲۹ء) (LESSING) اور ناول میں ویلنڈ (پ: ۱۷۳۳ء) (WIELAND) اپنی اعلیٰ

صلاحیتوں کا مظاہرہ کرتے ہوئے بنیادیں رکھ رہے تھے۔ ۱۷۷۰ء سے پہلے گوئٹے کا زیادہ تر کام روایتی تھا مگر ان کے اطالوی سفر سے کلاسیکی تخلیقی ادب کا دور شروع ہوا۔ گوئٹے پر تحقیق کرنے والوں نے ان کی تخلیقات کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے جو جرمن ادب میں بے انتہا اہمیت رکھتی ہیں۔ یہ مشہور زمانہ شخصیت ۲۲ر مارچ ۱۸۳۲ء کو رخصت ہوئی۔

گوئٹے نے ایک نعت بھی کہی ہے جس کا منظوم انگریزی ترجمہ POETICAL WORKS حصہ اول میں MAHOMET'S SONG کے عنوان سے شامل ہے۔ منظوم فارسی ترجمہ علامہ اقبالؒ نے "جوئے آب" اور اردو منظوم ترجمہ محترم شان الحق حقی نے "نغمہ محمدیؐ" کے عنوان سے کیا ہے۔ قارئین کی دلچسپی کے پیش نظر تینوں منظوم ترجمے شائع کئے جا رہے ہیں۔

Mahomets Gesang

Seht den Felsenquell,
Freudehell,
Wie ein Sternenblick;
Über Wolken
Nährten seine Jugend
Gute Geister
Zwischen Klippen im Gebüsch.

Jünglingfrisch
Tanzt er aus der Wolke
Nicht im Pappelwald
An des Sybaris Strand,
An des Gebirgs
Sonnebeglänzter Stirn nicht
Faßtest du ihn,
Den Blumen-singenden,
Honig-lallenden,
Freundlich winkenden
Theokrit.

Wenn die Räder rasselten,
Rad an Rad rasch ums Ziel weg,
Hoch flog
Siegdurchglühter
Jünglinge Peitschenknall,
Und sich Staub wälzt',
Wie vom Gebirg herab
Kieselwetter ins Tal,
Glühte deine Seel Gefahren, Pindar.

Mut.—Glühte?—
Armes Herz!
Dort auf dem Hügel,
Himmlische Macht!
Nur so viel Glut,
Dort meine Hütte,
Dorthin zu waten!
Auf die Marmorfelsen nieder,
Jauchzet wieder
Nach dem Himmel.

Durch die Gipfelgänge
Jagt er bunten Kieseln nach,
Und mit frühem Führertritt
Reißt er seine Bruderquellen
Mit sich fort.

Drunten werden in dem Tal
Unter seinem Fußtritt Blumen,
Und die Wiese
Lebt von seinem Hauch.

Doch ihn hält kein Schattental,
Keine Blumen,
Die ihm seine Knie umschlingen,
Ihm mit Liebes-Augen schmeicheln:
Nach der Ebne dringt sein Lauf
Schlangenwandelnd.

Bäche schmiegen
Sich gesellig an. Nun tritt er
In die Ebne silberprangend,
Und die Ebne prangt mit ihm,
Und die Flüsse von der Ebne
Und die Bäche von den Bergen
Jauchzen ihm und rufen: Bruder!
Bruder, nimm die Brüder mit,
Mit zu deinem alten Vater,
Zu dem ewgen Ozean,
Der mit ausgespannten Armen
Unser wartet,
Die sich, ach! vergebens öffnen,
Seine Sehnenden zu fassen:
Denn uns frißt in öder Wüste
Gierger Sand; die Sonne droben
Saugt an unserm Blut; ein Hügel
Hemmet uns zum Teiche! Bruder,
Nimm die Brüder von der Ebne,
Nimm die Brüder von den Bergen
Mit, zu deinem Vater mit!

جوئے آب (فارسی ترجمہ) علامہ اقبالؒ

بنگر کہ جوئے آب چہ مستانہ می رود
مانندِ کہکشاں بگریبانِ مرغزار

در خوابِ ناز بود بہ گہوارۂ سحاب
وا کرد چشمِ شوق باغوشِ کوہسار

از سنگریزہ نغمہ کشاید خرامِ او
سیمائے او چو آئینہ بے رنگ و بے غبار

زی بحر بیکرانہ چہ مستانہ میرود
در خود یگانہ از ہمہ بیگانہ میرود

در راہِ او بہار پریخانہ آفرید
نرگس دمید و لالہ دمید و سمن دمید

گل عشوہ داد و گفت یکے پیش ما بالیست
خندید غنچہ و سرِ دامانِ او کشید

نا آشنائے جلوہ فروشانِ سبز پوش
صحرا برید و سینۂ کوہ و کمر درید

زی بحر بیکرانہ چہ مستانہ میرود
در خود یگانہ از ہمہ بیگانہ میرود

صد جوئے دشت و مرغ و کہستان و باغ و راغ
گفتند "اے بسیطِ زمیں با تو سازگار

مارا کہ راہ از تنک آبی نہ بردہ ایم
از دستبردِ ریگِ — بیاباں نگاہ دار"

وا کردہ سینہ را بہ ہوا ہائے شرق و غرب
در بر گرفتہ ہمسفرانِ زبون و زار

زی بحرِ بیکرانہ چہ مستانہ میرود
باصد ہزار گوہرِ یک دانہ میرود

دریائے پرخروش ! ز بند و شکن گذشت
از تنگنائے وادی و کوہ و دمن گذشت

یکساں چو سیل کردہ نشیب و فراز را
از کاخ شاہ و بارہ و کشت و چمن گذشت

بیتاب و تند و تیز و جگر سوز و بیقرار
در ہر زماں بتازہ رسید از کہن گذشت

زی بحر بیکرانہ چہ مستانہ میرود
در خود یگانہ از ہمہ بیگانہ میرود
○

○ پیامِ مشرق، علامہ اقبال، ص ۱۲۹، ۱۳۰

MAHOMET'S SONG

WOLFGANG GOETHE

*SEE THE ROCK-BORN STREAM!
LIKE THE GLEAM
OF A STAR SO BRIGHT!
KINDLY SPIRITS
HIGH ABOVE THE CLOUDS
NOURISHED HIM WHILE YOUTHFUL
IN THE COPSE BETWEEN THE CLIFFS.*

*YOUNG AND FRESH,
FROM THE CLOUDS HE DANCETH
DOWN UPON THE MARBLE ROCKS;
THEN TOWARD HEAVEN
LEAPS EXULTING.*

*THROUGH THE MOUNTAIN-PASSES
CHASETH HE THE COLOURED PEBBLES,
AND, ADVANCING LIKE A CHIEF,
TEARS HIS BROTHER STREAMLETS WITH HIM
IN HIS COURSE.*

*IN THE VALLEY DOWN BELOW
NEATH HIS FOOTSTEPS SPRING THE FLOWERS,
AND THE MEADOW
IN HIS BREATH FINDS LIFE.*

*YET NO SHADY VALE CAN STAY HIM,
NOR CAN FLOWERS,
ROUND HIS KNEES ALL SOFTLY TWINING
WITH THEIR LOVING EYES DETAIN HIM;
TO THE PLAIN HIS COURSE HE TAKETH,
SERPENT-WINDING.
SOCIAL STREAMLETS
JOIN HIS WATERS. AND NOW MOVES HE
O'ER THE PLAIN IN SILV'RY GLORY,
AND THE PLAIN IN HIM EXULTS,
AND THE RIVERS FROM THE PLAIN,
AND THE STREAMLETS FROM THE MOUNTAIN,*

SHOUT WITH JOY, EXCLAIMING: "BROTHER,
BROTHER, TAKE THY BRETHREN WITH THEE,
WITH THEE TO THINE AGED FATHER,
TO THE EVERLASTING OCEAN,
WHO, WITH ARMS OUTSTRETCHING FAR,
WAITETH FOR US;
AH, IN VAIN THOSE ARMS LIE OPEN
TO EMBRACE HIS YEARNING CHILDREN;
FOR THE THIRSTY SAND CONSUMES US
IN THE DESERT WASTE; THE SUNBEAMS
DRINK OUR LIFE-BLOOD HILLS AROUND US
INTO LAKES WOULD DAM US! BROTHER,
TAKE THY BRETHREN OF THE PLAIN,
TAKE THY BRETHREN OF THE MOUNTAIN
WITH THEE, TO THY FATHER'S ARMS!"

LET ALL COME, THEN! –
AND NOW SWELLS HE
LORDLIER STILL; YEA, E'ENA PEOPLE
BEARS HIS REGAL FLOOD ON HIGH!
AND IN TRIUMPH ONWARD ROLLING,
NAMES TO COUNTRIES GIVES HE,– CITIES
SPRING TO LIGHT BENEATH HIS FOOT.

EVER, EVER, ON HE RUSHES,
LEAVES THE TOWES' FLAME-TIPPED SUMMITS,
MARBLE PALACES, THE OFFSPRING
OF HIS FULNESS, FAR BEHIND.

CEDAR-HOUSES BEARS THE ATLAS
ON HIS GAINT SHOULDERS; FLUTTERING
IN THE BREEZE FAR, FAR ABOVE HIM
THOUSAND FLAGS ARE GAILY FLOATING,
BEARING WITNESS TO HIS MIGHT.

AND SO BEARETH HE HIS BRETHREN,
ALL HIS TREASURES, ALL HIS CHILDREN,
WILDLY SHOUTING, TO THE BOSOM
OF HIS LONG-EXPECTANT SIRE.

بہر زماں بہر زباں صلی اللہ علیہ وسلم

نغمۂ محمدیؐ

ترجمہ : شان الحق حقی

وہ پاکیزہ چشمہ
جو اوجِ فلک سے چٹانوں پہ اترا
درخشاں ستارے کی تھی جوت جس کے بدن میں
سحابوں سے اوپر بلند آسماں میں پرافشاں ملائک
کی چشمِ نگہدار کے سائے سائے
چٹانوں کی آغوش میں عہدِ برنائی تک جوئے جولاں بنا
چٹانوں سے نیچے اترتے اترتے
وہ کتنے رنگا رنگ انگھڑ خزف ریزے
دامانِ شفقت میں اپنے سمیٹے
بہت سے سسکتے ہوئے رینگتے، سُست، کم مایہ سوتوں کو
چونکاتا للکارتا ساتھ لیتا ہوا خوش خراماں چلا
بے نمو واریاں جاگ اٹھیں لہلہانے لگیں
جس طرف اس کا رخ پھر گیا
اس کے فیضِ قدم سے بہار آ گئی
اس کے آگے ابھی اور صحرا بھی تھے
خشک نہریں بھی تھیں اترے دریا بھی تھے
سب اسی سیلِ جاں بخش کے منتظر
جوق در جوق پاس اس کے آنے لگے
شور آمد کا اس کی اٹھانے لگے
راہبر ساتھ ہم کو بھی لیتے چلو
کب سے تھیں پستیاں ہم کو جکڑے ہوئے
راہ روکے ہوئے پاؤں پکڑے ہوئے
یاد آتا ہے مسکن پرانا ہمیں
آسمانوں کی جانب ہے جانا ہمیں
ورنہ یونہی نشیبوں میں دھنس جائیں گے
جال میں ان زمینوں کے پھنس جائیں گے
اپنے خالق کی آواز کانوں میں ہے

اپنی منزل وہیں آسمانوں میں ہے
گرد آلود ہیں پاک کردے ہمیں
آہم آغوشِ افلاک کردے ہمیں
وہ رواں ہے رواں ہے رواں اب بھی ہے
ساتھ ساتھ اس کے اک کارواں اب بھی ہے
شہر آتے رہے شہر جاتے رہے
اس کے دم سے سبھی فیض پاتے رہے
اس کے ہر موڑ پر ایک دنیا نئی
ہر قدم پر طلوع ایک فردا نئی
قصر ابھرا کئے خواب ہوتے گئے
کتنے منظر تہِ آب ہوتے گئے
شاہ اور شاہیاں خواب ہوتی گئیں
عظمتیں کتنی نایاب ہوتی گئیں
ہے وہ رحمت کا دھارا مسلسل رواں
از فلک تا زمیں
از زمیں تا فلک
از ازل تا ابد جاوداں بے کراں
دشت و در گلشن و گل سے بے واسطہ
فیض یاب اس سے کلؑ
اور خود کلؑ سے بے واسطہ ☆۱

☆ ☆ ☆

☆۱ درپن درپن، شان الحق حقی ص ۳۷ تا ۳۹ مکتبہ اسلوب کراچی ۱۹۸۵ء

ماتھر لکھنوی، وشنوناتھ پرشاد

وشنوناتھ پرشاد ماتھر یکم جون ۱۹۱۴ء کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ سدھ ناتھ پرشاد کے صاحبزادے ہیں۔ سید ظفر عباس فضل نقوی (پ ۱۹۱۳ء) سے شرفِ تلمذ رکھتے ہیں۔ ☆ ا

تجلّی رخ کی کہتی ہے نبوّت لے کے آئے ہو
ہو خود رحمت کا مرکز اور رحمت لے کے آئے ہو

حقیقت کی نشانی اور حقیقت لے کے آئے ہو
کلامِ حق گواہی دے گا آیت لے کے آئے ہو

کشش اور جذب سے دنیا سمٹ کر خود ہی آئے گی
زبانِ نور میں پیغامِ رحمت لے کے آئے ہو

نگاہیں خود بخود جھک جائیں گی جلووں کی کثرت سے
جبینِ نور پر نقشِ نبوّت لے کے آئے ہو

جسے چاہو اسے پروانۂ جنّت عطا کر دو
نظر میں رحمتیں قدموں میں جنّت لے کے آئے ہو

محمدؐ ہو خزانے علم کے تقسیم کرتے ہو
جو کوئی لے نہیں سکتا وہ دولت لے کر آئے ہو

یہی سن کر تو ماتھرؔ نے بھی پیشانی جھکائی ہے
پیغمبر ہو خدا کے، تاجِ عظمت لے کے آئے ہو

☆ ☆ ☆

کیسے ممکن ہے کہ دنیا کی نظر دیکھ سکے دیکھ لے نورِ محمدؐ کو اگر دیکھ سکے

نور کو، حسن کو، جلووں کو، سیہ زلفوں کو کس طرح چشمِ تصوّر سے بشر دیکھ سکے

جذبِ دل اتنا بڑھے آپ کے جلووں کی قسم سبز گنبد کو نظر بھر کے نظر دیکھ سکے

سارے عالم میں نہیں کوئی محمدؐ کے سوا جا کے معراج میں جو حق کی نظر دیکھ سے

فخر یہ بھی ہے محمدؐ کی بدولت حاصل جو ملک کو نہ میسّر ہو بشر دیکھ سکے

جذبِ دل اتنا تو بڑھ جائے حد الفت میں
جلوۂ نور کو ماتھرؔ کی نظر دیکھ سکے

☆ ☆ ☆

☆ ۱ آپ ہیں جلد دوم، ص ۱۶۱



قباء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی قیام گاہ

ماہ، پنڈت وشوا ناتھ

پنڈت وشوا ناتھ ماہ بی اے کے ایک نعتیہ مسدّس "ایشیاء کا اجالا" کے سات بند ماہنامہ "پیشوا" دہلی کے رسولؐ نمبر بعنوان "تذکرۂ جمیل" ۱۹۳۴ء میں شائع ہوئے تھے۔ راجا رشید محمود صاحب کے خیال میں ان سات بندوں کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ یہ ان کا مکمل مسدّس نہیں ہے۔ لیکن مزید بند کہیں سے دستیاب نہیں ہوئے۔ وشوا ناتھ ماہ کا یہ نعتیہ مسدّس بعد میں کسی کتاب میں شائع نہیں ہوا۔ ماہنامہ "نعت" لاہور کی خصوصی اشاعت میں پہلی بار چھپا ہے۔

دیا جس نے گوتم کو وہ جوشِ الفت
وہ انساں، چرندوں، پرندوں کی چاہت
سمائی ہوئی آب و گِل میں محبت
اسی دستِ قدرت نے بخشی یہ نعمت
محبت کا پیغام مشرق میں پھیلا
ہوا جس سے سب ایشیاء میں اجالا

گھرا تھا گناہوں کی ذلّت میں یورپ
کہ مدہوش تھا خوابِ غفلت میں یورپ
تڑپتا تھا قعرِ ضلالت میں یورپ
غرض سو رہا تھا جہالت میں یورپ
کہ مشرق سے نکلی وہ نورانی مورت
ہُویدا ہوئی ابنِ مریم کی صورت

اُدھر چین جاپان تک بودھ پھیلے
اِدھر دینِ عیسیٰؑ نے گاڑے تھے جھنڈے
مگر درمیانی علاقے تھے ایسے
تہی دست تھے وہ بیاباں عرب کے
نہ زرخیز تھے وہ، نہ ملتا تھا پانی
نہ فاتح، مبلّغ کسی کو کشش تھی

ادھر ریت کے تھے وہ بیجان ذرّے
ادھر دل گناہوں میں جو جل بجھے تھے
غرض زندگی کے تھے آثار ایسے
کوئی موت میں ہو گرفتار جیسے
کہ بے جان ذرّوں کو قدرت نے رگڑا
بیاباں سے بجلی ہوئی اک ہُویدا

بہر زماں بہر زباں صلی اللہ علیہ وسلم

وہ بادل ہوئے گم، جہاں سے وہ نکلی مگر دل تھا اور دل میں یادِ خدا تھی
پھری دشت میں وہ بصد بے قراری ریاضت میں اک عمر اس نے گزاری

پتا پا لیا اصلیت کا جب اس نے
گرج کر چمک اٹھی بے باکیوں سے

سکوں مل گیا پر تڑپ تھی وہ قائم کہ رکھتے عرب تھے صفات بہائم
ذرا بات پر دشمنی تھی وہ دائم بہائم میں مذہب کو کرنا تھا قائم

تھے اوساں بجا، یاد اپنا خدا تھا
عقیدہ وہ لغزش سے ناآشنا تھا

سکھایا، پیمبرؑ کئی آچکے ہیں بتایا کہ عاشق کئی جا چکے ہیں
ترانے وہ توحید کے گا چکے ہیں تجلّی میں موسیٰؑ اسے پا چکے ہیں

پرستارِ حق کافری سے بری ہے
کہاں برقِ سینا، کہاں کافری ہے
☆ ۱

☆ ☆ ☆

☆ ۱ ماہنامہ نعت لاہور، اشاعتِ خصوصی، غیر مسلموں کی نعت گوئی، نومبر ۱۹۹۵ء، ص ۲۷۷ تا ۲۷۹

ماہر بلگرامی، کملایت سہائے

چل گیا اسمِ محمدؐ کا وہ جادو دل میں پالیا جس نے ہر اک جذبے پہ قابو دل میں
نامِ احمدؐ کا جو چرچا ہوا ہر سو دل میں دردِ دل بیٹھ گیا اٹھ کے دوزانو دل میں

آج اوصافِ نبیؐ اس کو کرنا ہیں رقم
خود جھکا جاتا ہے تعظیم میں رہ رہ کے قلم

صرف اسلام ہی کا تو نہیں توؐ پیغمبر تیراؐ احسان ہے ہر قوم پہ ہر ملت پر
بخدا تو نے رہِ راست دکھائی اٹھ کر تیرا ممنون ہے دنیا کا ہر اک فرد بشر

کیوں نہ دنیا ہو ثناخواں تری اے پاک رسولؐ
پاک دل ۔ پاک نفس ۔ پاک روش پاک رسولؐ

☆ ☆ ☆

مجبور جلالوی، منشی لالہ چھترومل

نبی برحق ہو تم اور مالک شرعِ مبیں تم ہو
رسالت ختم ہے تم پر کہ ختم المرسلیں تم ہو

تمہارے مرتبے سے عیسیٰ و مریم کو کیا نسبت
وہ ہیں گردوں نشیں اور مالکِ عرشِ بریں تم ہو

نہ ہو کیونکر دماغ اہلِ زمیں کا عرشِ اعظم پر
کہ تم فخرِ بنی آدم ہو اور فخرِ زمیں تم ہو

تمہاری شان میں لولاک فرمایا ہے خالق نے
تمہارا ہی مکاں کونین ٹھہرا اور مکیں تم ہو

تمہیں مجبور سب داد سخن کیوں کر نہ دیں دل سے
کہ دل اور جاں سے مدحت سرائے شاہِ دیں تم ہو

☆ ☆ ☆

مجرم دسوہہ، پنڈت ہربنس لال

نظر آتے نہیں اور لطف یہ دل کے قریں تم ہو
جسے پھر بھی زمانہ چاہتا ہے وہ حسیں تم ہو

تصور نے تمہارے معجزے کیا کیا دکھائے ہیں
زمیں سے تا فلک تم ہو فلک سے تا زمیں تم ہو

سمائے ہو تمہیں تم نور بن کر میری آنکھوں میں
مرے لب پر تمہیں تم ہو مرے دل میں تمہیں تم ہو

زمانہ جس پہ مرتا ہے، خدا خود جس کا شیدا ہے
وہ ماہِ جانستاں تم ہو، وہ مہرِ دلنشیں تم ہو

تمہارے واسطے ہی تو ہوئی تخلیق عالم کی
حقیقت میں زمانے کی بنائے اولیں تم ہو

سیہ کاروں کو کیا دھڑکا، گنہگاروں کو کیا کھٹکا
شفیع المذنبیں تم ہو، رحمت اللعالمیں تم ہو

جہاں بھر کے خزانوں میں فقط اللہ ہی اللہ ہے
"محمد مصطفیٰ گنجِ سعادت کے امیں تم ہو"

خدا پر جان دیتے ہیں ہزاروں عاشقانِ حق
مگر جس پر خدا جاں دے وہ محبوبِ حسیں تم ہو

تمہیں پر ہوگئیں ہیں ختم ساری رحمتیں حق کی
جبھی مجرم سمجھتا ہے کہ ختم المرسلیں تم ہو
☆ ۱

☆ ☆ ☆

☆ ۱ ماہنامہ "کیلاش" ہوشیارپور، ص ۲۷، اگست ۱۹۴۰ء

محروم، تلوک چند

تلوک چند محرومؔ اردو کے مایۂ ناز شاعر گذرے ہیں۔ زبان شستہ و پاکیزہ، حسنِ ادا اور معنی آفرینی ان کی شاعری کے خاص جوہر ہیں۔ آپ بھگت دیال صاحب کے گھر یکم جولائی ۱۸۸۷ء کو گوجرانوالہ ضلع میانوالی (پاکستان) میں پیدا ہوئے۔ بی۔اے کے بعد آپ ڈیرہ اسمٰعیل خان کے اسکول میں انگلش ٹیچر اور کلورکوٹ میں ہیڈ ماسٹر رہے۔ انجمن پنجاب کی تحریک سے متاثر تھے۔ ۱۹۴۴ء میں گورڈن کالج راولپنڈی میں پروفیسر ہو گئے تھے۔ تقسیم ملک کے بعد دہلی چلے گئے وہاں پنجاب یونیورسٹی کیمپ کالج میں لیکچرار مقرر ہوئے۔ کچھ دنوں ہفت وار "نیچ" کی ادارت بھی کی۔ نظم گو کی حیثیت سے بہت مشہور تھے۔ ڈاکٹر انور سدید فرماتے ہیں "کاروانِ وطن، گنجِ معانی، شعلۂ نوا وغیرہ کتابوں میں انہیں ایک ایسی دنیا کی تلاش ہے جو دکھ اور کرب سے آزاد اور امن و آشتی کا مسکن ہو"۔ سید اکبر حسین اکبر الٰہ آبادی (۱۸۴۶-۱۹۲۱ء) فرماتے ہیں۔

لفظوں کا جمال ۔ معانی کا ہجوم ۔۔۔ ہے داد کا مستحق کلامِ محرومؔ
ان کی نظموں کی ہے بجا ملک میں دھوم ۔۔۔ ہے ان کا سخن مفید دانش آموز

علم و ادب کی خدمت کرتے ہوئے اردو کی یہ مایۂ ناز شخصیت ۶؍ جنوری ۱۹۶۶ء کو وفات پا گئی۔ اسی دن شام کو سپردِ آتش کر دیا گیا۔ قمرؔ سنبھلی نے تاریخ وفات کہی ۔

"آہ، اب گل ہوا چراغِ سخن"

۱۹۶۶ء

جہانِ علم و ادب کی اہم شخصیت پروفیسر جگن ناتھ آزادؔ قابلِ احترام باپ کے قابلِ فخر فرزند ہیں۔ ☆۱

سیرت نبویؐ کی ایک مثال

روایت ہے کہ حضرتؐ ایک دن مسجد میں بیٹھے تھے
بیاں فرما رہے تھے خوبیاں مردِ مسلماں کی

صحابہ تھے ہمہ تن گوش ارشاداتِ عالی پر
کہ خطِ روح اک اک بات تھی اس فخرِ دوراں کی

جنازہ اک یہودی کا اسی جانب سے آنکلا
فضا اندی ہوئی تھی نالہ و فریادِ پیہم سے

انہیں معلوم تھا یہ نعش ہے اک نامسلماں کی
کہ بیگانہ ہے مسلم زار نالی اور ماتم سے

مگر پھر بھی اٹھا انسانیت کا درد پہلو میں
ہویدا ہوگئے آثارِ رقّت روئے تاباں پر

ہوئے ایستادہ فوراً" پاس سے میت جب آ گذری
کیا وہ فرض ادا ہوتا ہے انساں کا جو انساں پر

صحابہ نے تعجب سے یہ پوچھا یک زباں ہو کر
ہماری فہم میں آئی نہیں یہ بات' یاحضرتؐ

صریحاً" مرنے والا ایک کافر اور مشرک تھا
کہ جس کی روح تھی پروردۂ ظلمات' یاحضرتؐ

اسے تعظیم دی ہے آپؐ نے کیوں اس طرح اٹھ کر
ہوئے ہیں آپؐ کے چہرے سے کیوں غم کے نشاں ظاہر

وہ تھا مردود' کوسوں دور راہِ حق پرستی سے
زمانے پر ہیں اس کے اعتقاداتِ نہاں ظاہر

یہ فرمایا مجھے معلوم ہے وہ نامسلماں تھا
میسر ہوسکی اس کو نہ توفیقِ خداوندی

مگر اس بات سے انکار ہرگز ہو نہیں سکتا
اسی جاں آفرین پاک کی مخلوق تھا وہ بھی

اسی کے رحم کے سائے میں اس نے پرورش پائی
اسی کے لطف سے اس نے بسر کی زندگی ساری

ہمارا اور اس کا ایک خالق' ایک آقا ہو
تو لازم تھا کہ اس سے کیجئے اظہارِ غم خواری

صحابہ محو حیرت ہوگئے یہ گفتگو سن کر!
نہ کیوں کر دلنشیں ہوتا جوابِ پُر اثر ایسا

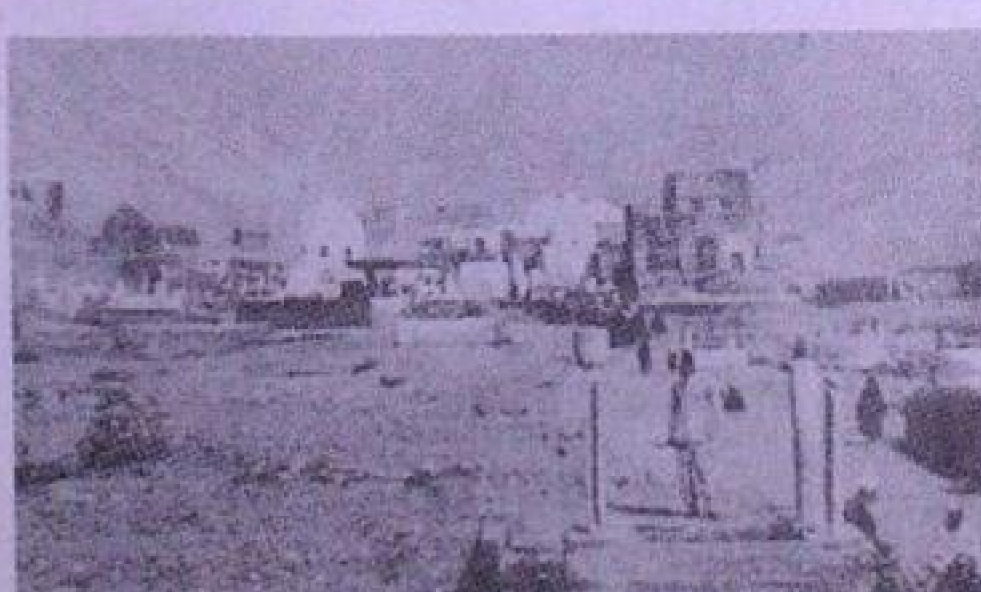
بجا لائے خدا کا شکر بے اندازہ یہ کہہ کر
زہے قسمت کہ ہم کو مل گیا ہے راہبر ایسا

مبارک پیشوا جس کی ہے شفقت دوست دشمن پر
مبارک پیشرو جس کا ہے سینہ صاف کینے سے

انہیں اوصاف کی خوشبو ابھی اطراف عالم میں
شمیم جانفزا لاتی ہے مکے اور مدینے سے
☆۲

☆ ☆ ☆

☆۱ اردو ادب کی مختصر تاریخ' ص ۳۵۸' ڈاکٹر انور سدید
موجِ گنگ' ص ۳۴۷' جوہر دیوبندی
تذکرۂ ماہ و سال ص ۳۳۵' مالک رام
نقوش' غزل نمبر۔ اکتوبر ۱۹۸۵ء' ۶۶۵
☆۲ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام' فانی مراد آبادی ص ۲۰' ۲۱



جنت المعلیٰ کا عام منظر

مخلص بدایونی، الن جون

منشی ملّن کے گھر محلہ پنواڑی بدایوں میں ۱۸۷۹ء میں الّن جون کی ولادت ہوئی، مخلصؔ تخلص کرتے تھے۔ آپ کے ایک چچا منشی مداری لال گوہرؔ اردو کے شاعر تھے۔ مخلص کو اوائل عمر سے ہی شاعری سے لگاؤ تھا۔ ۱۹۰۱ء میں شیخ محمود حسین جلیلؔ بدایونی (م۔ ۲۷ر اپریل ۱۹۱۸ء) کے حلقۂ تلامذہ میں شامل ہوگئے۔ زود گو تھے۔ آپ کے کئی کتابچے شائع ہوئے۔ ۱۹۳۵ء میں "راہِ نجات" کے نام سے حضرت عیسیٰؑ کی شان میں کچھ غزلوں کا گلدستہ چھپا تھا۔ ۱۹۳۸ء میں "فریادِ حزیں" کے نام غزلیات کا گلدستہ جناب محب اللہ ڈپٹی کلکٹر بدایوں نے شائع کرایا تھا۔ مخلص صاحب کا نعت و مناقب کا مجموعہ "گلدستۂ نعت" ۱۹۳۹ء میں امیر الاقبال پریس بدایوں سے شائع ہوا۔ آپ رسول مکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور مسلمان بزرگوں سے بڑی عقیدت رکھتے تھے۔

مخلص بدایونی ۱۹۱۲ء سے ۱۹۲۴ء تک لکھنؤ میں گورنر جنرل ٹی سیلن کے ملازم بھی رہے۔ آپ کی اولاد میں ایک لڑکی اور پانچ لڑکے ہوئے۔ جن میں سلّن جون عبرتؔ، رابنسن جون، حیرتؔ بدایونی اور پریم جون عاجزؔ بدایونی شاعر ہوئے۔ شاداب ذکی بدایونی نے اپنے تذکرے میں ان کی شاعری کے بارے میں تحریر کیا ہے۔ "مخلص بدایونی کا کلام ان کی شاعرانہ صلاحیتوں کا آئینہ دار ہے۔ آپ کے یہاں عقیدت و احترام کے ساتھ نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اچھے نمونے ملتے ہیں۔" ☆ ۱ مخلص صاحب نے تقریباً ۷۷ سال کی عمر پائی اور اپنی عمر کا بیشتر حصہ شعر و ادب کی خدمت میں گزار کر ۱۹۵۵ء میں انتقال کر گئے۔ مختلف نعتوں کے تین اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

اگر تم دیکھنا چاہو خدا کو
کرو راضی محمدؐ مصطفیٰؐ کو

☆ ☆ ☆

کیوں نہیں چلتا دلِ ناداں مدینے کی طرف
ہند میں رہ کر گرفتارِ بلا ہو جائے گا

☆ ☆ ☆

دل ہمارا ہند کے گلزار میں لگتا نہیں
جب سے آئے ہیں مدینہ کا گلستاں دیکھ کر
☆ ۲

☆ ☆ ☆

☆ ۱ تذکرہ غیر مسلم شعرائے بدایوں، ص ۱۴۴، ۱۴۵۔ بشکریہ منظر ایوبی

☆ ۲ ایضاً، ص ۱۴۵

مخمور جالندھری، سردار گور بخش سنگھ

مخمور جالندھری ۱۹۱۵ء میں جالندھر میں پیدا ہوئے۔ آپ کو دل شاہجہانپوری (۱۸۷۵۔ ۱۹۵۹ء) اور علامہ سیماب اکبر آبادی (۱۸۸۲۔ ۱۹۵۱ء) سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ آپ کی نظموں کا مجموعہ "جلوہ گاہ" شائع ہو چکا ہے۔ امام مرتضیٰ نقوی نے جدید اردو شاعری میں ان کو انفرادی حیثیت کا حامل قرار دیا ہے۔ ☆ ۱

مخمور جالندھری نے متعدد ناول بھی لکھے۔ کچھ ناول دوسری زبانوں کے تراجم بھی ہیں۔ ان کا صحافت سے بھی تعلق رہا ہے۔ ان کے مضامین اور منظومات اکثر اخبارات و جرائد کی زینت بنتے رہے ہیں۔

پھیلا افق پہ نور رسالت مآبؐ کا ہیبت سے منہ اترنے لگا آفتاب کا

سیاحِ عرش، سائر کون و مکاں ہے تو روح الامینؑ ہے نام ترےؐ ہمرکاب کا

وحدت کا اک مغنّیٔ آتش نوا ہے تو ہر نغمہ کفر سوز ہے تیرےؐ رباب کا

تاروں میں روشنی ہے تو پھولوں میں تازگی یہ وقت ہے ظہورِ رسالت مآبؐ کا

ظلمت کدوں میں ہیں سحرِ نو کی تابشیں یہ فیض ہے ولادتِ ختمی مآبؐ کا

مخمور کیفِ نورِ رسالت سے مست ہوں
سب جانتے ہیں، میں نہیں خوگر شراب کا

☆ ۲

☆ ☆ ☆

☆ ۱ اردو ادب میں سکھوں کا حصہ، ص ۱۵۷

☆ ۲ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام، ص ۶۷

مخمور لکھنوی، برج ناتھ پرشاد

یکم اپریل ۱۹۲۴ء کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد سدھ ناتھ پرشاد ماتھر ہیں۔ جناب فضل نقوی سے شرفِ تلمّذ رکھتے ہیں۔ آپ کا مطبوعہ شعری مجموعہ "سچے سپنے" ۱۹۷۸ء میں شائع ہو چکا ہے۔ ☆ ۱

یہ ارضِ مدینہ ہے کہ فردوسِ بریں ہے
جو ذرہ ہے اس شہر کا وہ مہرِ مبیں ہے

کیا اس کا بگاڑیں گے زمانے کے حوادث
جس کی درِ سرکارِ دوعالم پہ جبیں ہے

دیکھے تو کوئی گنبد خضرا کی تجلی
اک نور ہے جو فرش سے تا عرشِ بریں ہے

ہندو ہوں بہت دور ہوں اسلام سے لیکن
مجھ کو بھی محمدؐ کی شفاعت پہ یقیں ہے

جس ذات کی مدحت میں کہی نعت ہے میں نے
مخمورؔ وہی آج مرے دل میں مکیں ہے

☆ ☆ ☆

☆ ۱ آپ ہیں، جلد سوم، ص ۱۷۶

مست بریلوی، دیوی پرشاد گوڑ

جناب دیوی پرشاد گوڑ ۲۶ ر اکتوبر ۱۹۱۴ء کو پنڈت بابو رام جی کے گھر بریلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کو کشن لال ثاقب بریلوی (۱۹۰۶ ۔ ۱۹۸۳ء) سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ "گلہائے عقیدت" کے نام سے آپ کا نعتیہ شعری مجموعہ ۱۹۷۳ء میں شائع ہو چکا ہے۔ نعتیہ مشاعروں میں بھی پابندی سے شریک ہوتے تھے۔

اگست ۱۹۸۵ء میں بعارضہ سرطان انتقال کر گئے۔ ☆ ۱

زبانِ خلق پر ہے ہر نفس چرچا محمدؐ کا   خدا ہی جانتا ہے مرتبہ ہے کیا محمدؐ کا

خدا سے پھر گیا جو پھر گیا ان کی محبت سے   خدا کا ہوگیا جو ہوگیا بندہ محمدؐ کا

حرم ہو دیر ہو یا ہو کلیسا کوئی منزل ہو   ہر اک منزل سے مل سکتا ہے دروازہ محمدؐ کا

یہی منشائے قدرت ہے یہی ایماں ہمارا ہے   خدا کے بعد ہے سب سے بڑا درجہ محمدؐ کا

نوازا اپنی رحمت سے ہمیشہ اہلِ حاجت کو   خلوصِ خاص سے لبریز ہے سینہ محمدؐ کا

نظر آیا ہے طوفانِ حوادث دامنِ ساحل   زباں پر نامِ نامی جس گھڑی آیا محمدؐ کا

جہاں کا جو بھی جلوہ ہے وہ ہے افسانۂ جلوہ
حقیقت در حقیقت مستؔ ہے جلوہ محمدؐ کا

☆ ۲

☆ ☆ ☆

مستؔ جو بھی چاہتے ہیں در حقیقت برتری
تھام لیں دامن نبیؐ کا برتری مل جائے گی

☆ ۳

☆ ☆ ☆

جہاں میں یوں تو ہزاروں ہی رہنما گزرے
مگر حضورؐ کا کوئی جواب ہو نہ سکا

☆ ۴

☆ ☆ ☆

☆ ۱ تذکرہ نعت گویان بریلی، ص ۱۲۱ ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیب بشکریہ پروفیسر اخلاق اختر حمیدی

☆ ۲ تذکرہ نعت گویان بریلی، ص ۲۴۲ ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیب

☆ ۳ آپ ہیں، حصہ اول، ص ۱۷۲ عرفان عباسی ☆ ۴ تاریخ شعرائے روہیلکھنڈ، جلد دوم ص ۱۳۳۸

مست کشمیری، دینا ناتھ

دینا ناتھ چکن مستؔ ۱۹۱۲ء میں بمقام اسلام آباد کشمیر میں پیدا ہوئے۔ آپ نے اسلام آباد، سرینگر اور جموں میں تعلیم حاصل کی۔ آپ بہت سے اردو اخبارات سے بھی وابستہ رہے اور محکمۂ اطلاعات میں بھی اعلیٰ عہدہ پر ممتاز رہے۔ جون ۱۹۷۷ء میں آپ کا مجموعۂ کلام "فردوسِ خیال" شائع ہوا۔ اسی مجموعۂ کلام میں نعتیہ مخمّس "ماہِ عرب" شامل ہے جس کے نو بندوں میں سے پانچ راجا رشید محمود مدیر ماہنامہ "نعت" لاہور نے "غیر مسلموں کی نعت گوئی" کے عنوان سے خصوصی اشاعت میں شائع کئے ہیں۔ ☆ ا

پردۂ ظلمت سے چمکا ناگہاں اک ماہتاب
معرفت کے نور سے دل جس کا رشکِ آفتاب
فضلِ یزداں سے عرب میں آگیا اک انقلاب

لائے پیغامِ بقا پیغمبرِ عرفاں اساس
رہبرِ کامل رہِ حق کے، رسولِ حق شناس

ہوگئے دل پاک جوشِ بارشِ الہام سے
وحدتِ ملّت بڑھی توحید کے پیغام سے
آشنا ہونے لگی خلقت خدا کے نام سے

ہوتے ہوتے دل منوّر خلق کے ہوتے گئے
ریگزاروں میں عرب کے، تخمِ حق بوتے گئے

دل جو تھے بیگانۂ عشق و محبت آج تک
تھیں جو نظریں ناشناسِ نورِ وحدت آج تک
سرد جن لوگوں کا تھا جذبِ اخوت آج تک

اب انہیں احساس شان ظلِّ قدرت ہو چکا
قلب ہر اک واقفِ رمزِ طریقت ہو چکا

جاگ اٹھے دل، ضمیروں کو ملی رخشندگی
مردنی مٹنے لگی، اب زندگی تھی زندگی
نور سے سینے منوّر، ذہن میں تابندگی

اب عرب کے دشت و صحرا گلشنِ فردوس تھے
جلوۂ توحید سے پُرنور کالے کوس تھے

روشنی ماہِ عربؐ کی دور تک جانے لگی
رفتہ رفتہ اس سے اک دنیا ضیا پانے لگی
مسلکِ اسلام پر خلقت یقیں لانے لگی

امتیازِ حق و باطل کا ہوا پیدا شعور
تیرگیٔ دل کی مٹی، باطن میں چمکی شمعِ نور
☆ ۲

☆ ☆ ☆

☆ ۱ نغمۂ ناقوس، ص ۲۵۹، جوہر دیوبندی

ماہنامہ نعت لاہور، خصوصی اشاعت، نومبر ۱۹۹۵ء، ص ۲۸۵

☆ ۲ فردوسِ خیال، مست کشمیری، ص ۲۲۱ تا ۲۱۵

مسیحی الہ آبادی، پادری ای. آر

ماہنامہ ''نعت'' لاہور کی جلد ۶ کا شمارہ نمبر ۹ ''رسولؐ نمبروں کا تعارف'' حصہ چہارم تھا۔ اس میں ماہنامہ ''پیشوا'' دہلی کے ''تذکرۂ جمیل'' نمبر کے حوالے سے مسیحی الہ آبادی کا ایک نعتیہ شعر نذرِ قارئین ہوا ہے وہ یہ ہے :

مسیحِ ناصری آئے تمہاری دینے خوشخبری
جو روحِ صدق ہے انجیل میں، وہ رہنما تم ہو ☆۱

☆۱ ماہنامہ ''نعت'' لاہور، ص ۶۶، ستمبر ۱۹۹۳

مصر، پنڈت پربھودیال

پنڈت پربھودیال مصر مشہور نعت گو گذرے ہیں۔ ڈاکٹر طلحہ رضوی برق نے اپنی کتاب "اردو کی نعتیہ شاعری" میں آپ کے حسنِ عقیدت کے بارے میں لکھا ہے کہ "اردو کی فنکارانہ اور عمق دل سے کہی گئی نعتوں کی نمائندہ ہیں۔ ایک سرشاری، ایک بیخودی، ایک جذب، ایک کیف اور ایک مستی کا عالم ہے جو ایک ایک شعر سے مترشح ہے۔ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ اشعار کسی غیر مسلم کے ہیں۔" ☆ ۱

اے ابرِکرم بحرِ سخا احمدِ مختار
دنیا کے عذابوں سے بچا احمدِ مختار

ہو شمسِ ضحیٰ بدرِ دجیٰ احمدِ مختار
ہے تم سے دوعالم کی ضیا احمدِ مختار

ہے تیرے لئے پردۂ کثرت کی نمائش
ہے تو ہی دوعالم کی بنا احمدِ مختار

ہو عرصۂ محشر میں مرا فاش نہ پردہ
لے دامنِ رحمت میں چھپا احمدِ مختار

عصیاں کی تلاطم میں پھنسی ہے مری کشتی
للّٰلہ اسے پار لگا احمدِ مختار
☆ ۲

☆ ☆ ☆

☆ ۱ اردو کی نعتیہ شاعری، ص ۸۶، ڈاکٹر طلحہ رضوی برق۔ بشکریہ : شہزاد احمد

☆ ۲ ماہنامہ "آئینہ" لاہور۔ اکتوبر ۱۹۶۰ء ص ۱۰۔

مضطر لکھنوی، کرپا دیال کنور سین

دیوان بنی پرشاد کے لڑکے کرپا دیال عام طور پر لالہ کنور سین کے نام سے معروف تھے۔ کائستوں کی سکسینہ شاخ سے تعلق رکھتے تھے اور لکھنؤ کے باشندے تھے۔ ان کے دادا چوڑا من داس دلی میں شاہی خزانے کے دیوان و پیش کار اور پنجہزاری منصب دار تھے وہ نواب سعادت علی خاں برہان الملک (۱۷۵۷ء - ۱۷۵۸ء - ۱۸۱۴ء) کے ساتھ دہلی سے لکھنؤ آئے اور گڑھ میں رہائش اختیار کی۔ منصور علی خاں اور راجہ نول رائے کے عہد میں نیابت اور پیش کاری کے فرائض انجام دے کر فوت ہوئے۔ مضطر کے والد بنی پرشاد اور چچا بھوانی پرشاد لکھنؤ میں دیوان رہے تھے۔ صاحب رائے جن کا شمار لکھنؤ کے معززین میں ہوتا تھا' ان کے بھائی اور کاشی رام بخشی شاہی ان کے بھتیجے ہوتے تھے۔ منشی خیالی رام خیالی (م۔ ۱۸۸۲ء) بھی جن کو نواب عاشور علی خاں (م۔ ۱۲۷۷ھ) سے تلمذ تھا' حقیقی بھتیجے تھے۔

مصحفی نے ۱۲۱۳ھ میں مضطر کی عمر ۲۵ سال بتائی ہے۔ (عقد ثریا)۔ اس حساب سے ان کا سن پیدائش ۱۱۸۸ھ قرار پاتا ہے۔ تعلیم و تربیت لکھنؤ میں ہوئی۔ غالباً ۱۲۰۸ھ کے آس پاس اپنے والد کے ہمراہ محالات چاندپور وغیرہ علاقہ چکلہ بریلی کی فوجداری پر متعین ہوئے بعد میں مظفر نگر کے تحصیلدار بنائے گئے۔ وہاں سے بلند شہر تبدیل ہوئے۔ اس کے بعد ڈبائی ضلع بلند شہر چلے گئے۔

افسر صدیقی امروہوی نے لکھا ہے۔ ''مضطر عربی بھی جانتے تھے اور حکمت سے بھی واقف تھے۔ سیاق اور انشاء پردازی میں ان کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ خدا ترس اور خدا پرست تھے۔ علماء، شعراء، فصحاء اور فضلاء کے قدردان تھے۔ خوش رو اور خوش خو بھی تھے اور حلیم و شلیم بھی۔ مضطر کا حافظہ بہت اچھا تھا۔ گذشتہ و معاصر اساتذہ کے سیکڑوں اشعار انہیں زبانی یاد تھے۔ مضطر فارسی اور اردو، دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ ان کا کلام کافی غور و فکر کا نتیجہ ہوتا تھا۔ مضطر لکھنوی محمد عیسیٰ تنہا (م ۱۲۲۲ھ) کی ہمراہی میں مصحفی کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور شاگردی اختیار کی تھی''۔ اکثر تذکرہ نگاروں نے ان

کی شاعرانہ کاوشوں کا ذکر بڑے اچھے انداز میں کیا ہے۔ مثلاً" قطب الدین باطن مولف "گلستان بے خزاں" فرماتے ہیں۔ "شاہد سخن پر دل بیقرار کاغذ سیماب دار سامعین کا دل مضطر ہے جی حیران و ششدر ہے۔" ☆ ۲ کریم الدین مولف "طبقات شعرائے ہند" تحریر کرتے ہیں۔ "ایک قصیدہ اس نے واقعہ کربلا میں بہت اچھا لکھا ہے۔" ☆ ۳ نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ مولف "گلشنِ بے خار" نے لکھا ہے۔ ""معلوم می شد کہ مضامین معقول یافتہ" ☆ ۴ مظفر حسین صبا' عبدالعلیم نصراللہ خاں اور اعظم الدولہ نے بھی ان کا ذکر تقریباً" اسی انداز میں کیا ہے۔ مضطر نے قیاس ہے کہ ۱۲۶۴ھ سے قبل انتقال کیا۔ ☆ ۵

مضطر کی ایک معرکتہ الآراء تصنیف "ریاض الشہداء" ہے جس کا تاریخی نام "فسانۂ غم" ۱۲۳۶ھ ہے۔ یہ ۱۴۲۵ اشعار کا ایک قصیدہ ہے اور واقعہ کربلا کی تفصیلات میں ہے۔ جس کا مطلع ہے۔

طفلاں اشک لالہ گوں ہیں گرم لعب آبشار
یا اک سحاب بحر خوں گلشن پہ وارد شعلہ بار

اس قصیدے میں تشبیب کے ۳۸ اشعار کے بعد ختم المرسلین حضرت محمدؐ مصطفیٰ صلہ اللہ علیہ و آلہ وسلم اور حضرت فاطمہؓ' حضرت علیؓ' حضرت حسنؓ' حضرت حسینؓ' حضرت علی اصغرؓ کے علاوہ حضرت زین العابدینؒ سے حضرت عسکریؒ تک سب کی شہادتوں کا ذکر ہے اور حضرت مہدی کی غیبت پر اس کا خاتمہ ہوتا ہے۔ قصیدے کا خاتمہ ان ابیات پر کیا گیا ہے۔

اے خسرواں خسرواں فرماں دہان انس و جاں
تم ہو کریم دوجہاں' ظلِ کریم کردگار

مضطر گدا حضرت کا ہے' بندہ درِ دولت کا ہے
دارین کی دلوت کا ہے یہ بینوا اُمیدوار

منظور احمد صدیقی افسر امروہوی (۱۸۹۶ء - ۱۹۸۴ء) فرماتے ہیں کہ مضطر کی یہ تصنیف بڑی اہم تھی اور یہ ان کے بھتیجے کانشی رام کی طرف سے ۱۲۹۰ھ میں پنڈت بج ناتھ کے مطبع ثمر ہند میں چھپی۔ اس کے قطعات لکھنے والوں میں مصنف کے سوا منشی خیالی رام خیالی' منشی بنسی دھر اور ارجن لال نظم بھی ہیں۔ آخرالذکر مضطر کے پوتے تھے۔ ☆۶ اس قصیدے کے نعتیہ اشعار راجا رشید محمود نے "نعت کائنات" اور ماہنامہ "نعت" لاہور کی خصوصی اشاعت میں شائع کئے ہیں۔

پیغمبرِ آخر زماں' شاہنشہ کون و مکاں سالارِ جیشِ مرسلاں' لمعانِ نورِ کردگار

پیغمبرِ امی لقب' والا حسب' عالی نسب مہرِ عجم' ماہ عرب' لامثل' فرد روزگار

حاضر ہوا روح الامینؑ، پھر عرض خدمت میں کیا ۔ اے سر گروہِ انبیاء، اے عاشق پروردگار
جنت ہوئی آراستہ، حوریں ہوئیں پیراستہ ۔ غلماں بخدمت خواستہ، خدمت کے ہیں امیدوار
روح الامینؑ نے پھر کہا، اے سیّدِ ہر دوسرا ۔ فرمائے ہے رب العلیٰ، جب محشر ہوگا آشکار
آئیں گے حاضر اجمعین از انبیاء تا مرسلین ۔ اے رحمتہ للعالمین تم ہوگے سب کے تاجدار

آخر میں پھر اس نے کہا، وعدہ خدا نے ہے کیا
امت تری روزِ جزا ہو وے گی اول رستگار
☆ ۷

☆ ☆ ☆

☆ ۱ تلامذۂ مصحفی، ص ۲۸۸، ۲۸۹۔ افسر صدیقی امروہوی
☆ ۲ گلستانِ بے خزاں، ص ۲۱۹۔ قطب الدین باطن
☆ ۳ طبقاتِ شعرائے ہند، ص ۳۸۵۔ کریم الدین
☆ ۴ گلشنِ بے خار، ص ۲۹۹۔ مصطفیٰ خاں شیفتہ
☆ ۵ تلامذۂ مصحفی، ص ۲۹۰۔ افسر صدیقی امروہوی
☆ ۶ ایضاً ”، ص ۲۹۱
☆ ۷ نعت کائنات، ص ۵۱۶، راجا رشید محمود

مضطر لکھیم پوری، بابو رام

کنور بہادر کے فرزند بابو رام کا تخلص مضطر ہے۔ آپ ۱۸ر اگست ۱۹۰۷ء کو پیدا ہوئے۔ جناب مخمور جہاں آبادی کے تربیت یافتہ ہیں۔ مختلف اصنافِ سخن میں طبع آزمائی فرماتے ہیں۔

الٰہی اب یہی اک آرزو ہے　　مرا سر ہو نبیؐ کا سنگِ در ہو
مرا غم اے صبا کہنا نبیؐ سے　　مدینہ میں اگر تیرا گزر ہو
مسلماں سارے بخشے جا چکے ہیں　　اب اک کافر پہ بھی مولا نظر ہو
وہی دل ہے جہاں میں رشکِ کعبہ　　محبت کا نبیؐ کی جس میں گھر ہو
☆ ۱

☆ ☆ ☆

گر نہ انوارِ محمدؐ کی عنایت ہوتی　　قلبِ انساں سے کبھی دور نہ ظلمت ہوتی
وہ اُدھر جاتا جدھر جس کی طبیعت ہوتی　　پاس اپنے جو نہ قرآں کی ہدایت ہوتی
مال و زر ہیچ ہیں سب ان کی حقیقت کیا ہے　　خاک ملتی جو مدینہ کی تو دولت ہوتی
☆ ۲

☆ ☆ ☆

جائے سکونِ قلب و نظر دیکھنے چلیں　　طیبہ کا حسن ایک نظر دیکھنے چلیں
مانا غضب کا گنبدِ خضرا پہ ہے جمال　　ہم بھی تو اپنی تابِ نظر دیکھنے چلیں
کیا حوصلہ فزا ہیں یہ طیبہ کی منزلیں　　کتنا ہے دل نواز سفر دیکھنے چلیں
۳

☆ ☆ ☆

☆ ۱، ۲، ۳ آپ ہیں، ص ۱۷۳، حصہ دوم، عرفان عباسی

معلوف، ریاض معلوف

محمد عبدالغنی حسن نے اپنی عربی تالیف "الشعر العربی فی المھجر" میں مسیحی شاعر ریاض معلوف کی کتاب "خیالات" مطبوعہ برازیل کے حوالے سے یہ شعر نقل کئے ہیں جو ماہنامہ "نعت" لاہور کی اشاعت خاص میں شائع ہوئے ہیں۔

یارسول الانام انت و عیسیٰ
خیر من یصطفی یرجی و یقصد

و کفی العرب فخرھم بانتساب
لبنی ھوالنبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ: اے رسول کائنات آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بہترین انتخاب ہیں جن سے امید وابستہ رکھی جاسکتی ہے اور گوہر مقصود حاصل کیا جاسکتا ہے۔ عربوں کو کسی نبی کی نسبت پر یہی فخر کافی ہے کہ وہ نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

ماخذ:

الشعر العربی فی المھجر، محمد عبدالغنی حسن

ماہنامہ نعت لاہور، اشاعتِ خصوصی 'غیر مسلموں کی نعت گوئی'

مغموم' باوا کرشن گوپال

خوش فکر شاعر کرشن گوپال کا خاندانی نام باوا اور مغموم تخلص ہے۔ ۱۸ ر دسمبر ۱۹۱۶ء کو موضع دومیل ضلع اٹک (پاکستان) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد پنڈت نورنگ چند ہیں جو ایک معزز اور تعلیم یافتہ برہمن خاندان کے فرد اور انگریزی' فارسی اور اردو کے عالم تھے۔ مغموم صاحب نے ۱۹۳۶ء میں ایف ایس سی اور ۱۹۳۸ء میں دیال سنگھ کالج لاہور سے بی اے کا امتحان پاس کیا۔ آپ کو حضرت تلوک چند محروم (۱۸۸۷ء۔ ۱۹۶۶ء) اور حضرت منور لکھنوی (۱۸۹۷ء۔ ۱۹۷۰ء) سے شرف تلمذ حاصل ہے۔

جناب مغموم نے امریکہ' کینیڈا اور یورپ کے دیگر ممالک کی سیاحت بھی کی ہے۔ آپ کی سات تصانیف بیداری وطن ۱۹۷۲ء' نقوشِ حسن ۱۹۷۹ء' رباعیاتِ مغموم ۱۹۸۰ء' بزم ماتم ۱۹۸۰ء' آرزوؤں کے خواب ۱۹۸۱ء' آرزوؤں کے جزیرے ۱۹۸۲ء اور درگا سہائے سرور جہاں آبادی (حیات و شاعری) ۱۹۸۲ء شائع ہوئیں۔ نقوشِ جمال ۱۹۸۷ء میں منظرعام پر آئی۔ آپ کے کلام کے ناقدین میں عرش ملسیانی' اثر لکھنوی' ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی' ڈاکٹر خلیق انجم' مالک رام اور حضرت محروم کے علاوہ ایک بڑی تعداد شامل ہے۔

دیکھ کر عرشِ بریں پر جلوہ دیدارِ حق
تو سراپا بن گیا آئینۂ انوارِ حق

مظہرِ انوار ربانی تجھے کہنا بجا
پیکرِ آیاتِ قرآنی تجھے کہنا بجا

تجھ کو صدرِ مجلسِ توحید کہنا چاہیے
معرفت کے نور کا خورشید کہنا چاہیے

جسم خاکی تھا' مگر تھی روح نورانی تری
تھی حریفِ طور سینا جلوہ سامانی تری

کون تھا خیرالبشر؟ خیرالبشر تو ہی تو تھا
جس کو تھی سب کی خبر' وہ باخبر تو ہی تو تھا

سب سے پہلے تو نے سمجھا آدمی کو آدمی
ایک تھی تیری نظر میں بندگی و خواجگی

بے بسوں کی، بے نواؤں کی زباں تو ہی تو تھا
درد مند و غمگسارِ بے کساں تو ہی تو تھا

روحِ انسانی کی تھی منظور تجھ کو شست و شو
سر بکف ہو کر کہا حرفِ صداقت کو بکو

ہر قدم اٹھتا تھا اک صدق و صفا کی راہ میں
رہرو بے باک تھا تو ہی خدا کی راہ میں

تلخیٔ گفتارِ حق سے لوگ بدظن بھی ہوئے
جاہلِ مطلق تھے جتنے، تیرے دشمن بھی ہوئے

بارہا گلیوں میں پتھر تجھ پہ برسائے گئے
تیرے اک اک گام پر سو دام پھیلائے گئے

تو کہ تھا خلق مجسم، پھول برساتا رہا
گمرہانِ راہِ حق کو راہ پر لاتا رہا

تو نے ہر دشنام کو ہنس کر گوارا کر لیا
راہِ حق میں صبر کو دل کا سہارا کر لیا

عام چرچے تھے تریٔ شیرینیٔ گفتار کے
ہوگئے دشمن بھی قائل رفعتِ کردار کے

راست گفتاری نے آخر یہ اثر پیدا کیا
ہر منافق کے بھی دل میں تو نے گھر پیدا کیا

تجھ سے طاقت مل گئی انصاف کی آواز کو
اور موجِ سحر زائی راستی کے ساز کو

تو مبلغ تھا ہمیشہ نیکیٔ اعمال کا
خیر کے اقوال کا، اور خیر کے افعال کا

عاصیوں پر تیریؐ بخشش لطف ساماں ہوگئی
رحمتِ "الفقر و فخری" پھر سے ارزاں ہوگئی

لوگ بھولے ہیں ترےؐ درسِ رواداری کو حیف!
اور ہوا دیتے ہیں جذباتِ دل آزاری کو حیف!

ان کو پھر درسِ محبت کی ضرورت ہے رسولؐ!
ان کو پھر رشد و ہدایت کی ضرورت ہے رسولؐ!

اے محبت کے پیمبرؐ! رہبرِ دنیا و دیں!
تیرےؐ قدموں پر عقیدت سے جھکاتا ہوں جبیں

☆ ۱

☆ ☆ ☆

نعت کہنے کی جہاں دل میں تمنا دیکھی ۔۔۔ وہیں جذبات میں تحریک بھی پیدا دیکھی
تجھے دیکھا جو تصور میں نبیؐ اکرمؐ ۔۔۔ تیرے جلووں سے تجلی برق تجلا دیکھی
گل و گلزار میں ہے تیری ہی زلفوں کی مہک ۔۔۔ ذرّے ذرّے میں ترے حسن کی دنیا دیکھی
یوسفؑ و عیسیٰؑ و موسیٰؑ بھی نہ تھے تیری نظیر ۔۔۔ تجھ سے بڑھ کر نہ کوئی ہستیؐ رعنا دیکھی
جاہلیت کے زمانے میں رہِ مولا پر ۔۔۔ اک تری ذاتِ مطہر تنِ تنہا دیکھی
سامنے تیرے ہی اے راہبر راہِ ہدیٰ! ۔۔۔ اہل باطل ہی کی اک فوج صف آرا دیکھی
تو نے انسان کی تعظیم سکھائی ہم کو ۔۔۔ قدر انسان کی اک تجھ سے دوبالا دیکھی
آج جس قسم کے ہنگامے ہیں دنیا میں بپا ۔۔۔ تیری تعلیم ہی ان سب کا مداوا دیکھی
تیری تعظیم ہے، تکریم ہے بر روئے زمیں ۔۔۔ تیری توقیر سرِعرشِ معلیٰ دیکھی

نعت میں صورت و سیرت ہے نبیؐ کی مغمومؔ!
اسی آئینے میں اک ہستیؐ یکتا دیکھی

☆ ۲

☆ ☆ ☆

☆ ۱ نقوشِ جمال ـ باوا کرشن گوپال مغموم، ص ۱۶۵ تا ۱۶۷، ۱۹۸۷ء

☆ ۲ اوج، جلد دوم، ص ۷۰۳

مکھن، راجہ مکھن لال

دکن کے شعرائے اردو میں راجہ مکھن لال مکھن کا نام نامی محتاج تعارف نہیں۔ آپ مہاراجہ چندو لال شاداں (۱۷۶۲ - ۱۸۴۹ء) کی طرف سے عرض بیگی تھے۔ موصوف کی شعری صلاحیتوں کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے ۱۲۶۰ھ میں عمر خیام کی رباعیات کا منظوم ترجمہ رباعیات میں ہی کیا۔ آپ کے شعری سرمائے میں نعتیہ کلام کا بھی خاصا حصہ ہے۔ جناب مکھن لال کا قلمی دیوان کتب خانہ آصفیہ میں محفوظ ہے۔ جس میں حمد اور منقبت بھی ہے مگر نعتیہ کلام زیادہ ہے۔ آپ کو حضرت شیخ عبدالقادر گیلانیؒ اور حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ سے بڑی عقیدت تھی۔ آپ کا نذرِ عقیدت اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں ہے۔

ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق نے آپ کی نعتیہ شاعری پر اظہار خیال کرتے ہوئے اپنے تحقیقی مقالے میں تحریر کیا ہے۔ "جہاں مکھن نے حضورؐ کی محبت میں اپنے داخلی جذبات کا اظہار کیا ہے وہاں آپؐ کے محاسن کا بیان بھی ان کے کلام میں پایا جاتا ہے۔ ان محاسن میں داخلی و خارجی دونوں ہیں۔ حضور اکرم کے شمائل قرآن رحمتہ اللعالمین، شفیع المذنبین، ہادیٔ راہ ہدیٰ وغیرہ حقیقی اوصاف کا بیان ہے۔ مکھن بارگاہ نبویؐ میں معروضہ بھی پیش کرتے ہیں تو ان اوصاف کا واسطہ دیتے ہوئے، احسان کا ذکر کرتے ہوئے اور آپؐ کے رحمتِ عالم ہونے کو سہارا بناتے ہوئے۔" ☆۱ غلام حسین مولف گلزار آصفیہ نے لکھا ہے کہ وہ بہت خلیق اور اپنی خوبیوں کی وجہ سے مشہور تھے --- آپ فارسی اور اردو کے شاعر اور انشاء پرداز تھے۔ شایاں بریلوی نے لکھا ہے کہ ان کو ناصر الدولہ کے زمانے میں راجہ کا خطاب ملا تھا، انہوں نے اپنے تذکرے میں یہ بھی لکھا ہے کہ راجہ مکھن لال آخری عمر میں مسلمان ہوگئے تھے۔ محلہ مغلپورہ حیدر آباد میں کوچہ مکھن لال ان کی یادگار ہے۔ ☆ ۲

نعتیہ مسدّس سے چند بند

کیا نبیؐ اور کیا نبوّت کی معلّٰی شان ہے
جس کی صورت سے ہویدا صورتِ رحمٰن ہے

ذات جن کی دوجہاں میں منبعِ احسان ہے
مدح میں ان کی مقصر طاقتِ انسان ہے

یارسولؐ اللہ تم پر جان و دل قربان ہے
یاد تیری دل میں میرے ہر گھڑی ہر آن ہے

رحمۃ اللعالمینؐ ہو یا نبی خیرالوریٰؐ
شاہد صادق تمہارے وصف کا قولِ خدا

ہو شفیع المذنبین اور ہادیٔ راہِ ہدا
کر کرم راہ سعادت پر مجھے ہو رہنما

یا رسولؐ اللہ تم پر جان و دل قربان ہے
یاد تیری دل میں میرے ہر گھڑی ہر آن ہے

سورۃ والشمس ہے تجھ حسن عارض پر گواہ
زلف مشکیں تس پہ جیوں واللیل ہے بے اشتباہ

آیہ انا فتحنا فتح میں ہے شمع راہ
قاتل حساد دین تم ہو --- تیغ لاالہٰ

یا رسولؐ اللہ تم پر جان و دل قربان ہے
یاد تیری دل میں میرے ہر گھڑی ہر آن ہے

ہیں تمہارے نور کے یک ذرہ ماہ و آفتاب
بہرور تجھ خوان بخشش سے ہی دریا اور سحاب

انبیائے ماسلف تم سے ہوئے ہیں فیضیاب
رحم کر مجھ حال اوپر یا اخی بوتراب

یا رسولؐ اللہ تم پر جان و دل قربان ہے
یاد تیری دل میں میرے ہر گھڑی ہر آن ہے
☆ ۲

☆ ☆ ☆

حمید و احمد و محمود تم ہو یا رسولؐ اللہ
سعید و اسعد و مسعود تم ہو یا رسولؐ اللہ

بہر آن و زمان موجود تم ہو یا رسولؐ اللہ
دل و جان کے میرے مقصود تم ہو یا رسولؐ اللہ

نہ باشد غیر تو دیگر پناہم یارسولؐ اللہ
بکن لطف و کرم براشک و آہم یارسولؐ اللہ

نہیں مجھ پر فراغت تاکہ میں پہنچوں مدینے کو
رکھوں آنکھوں کے خاتم بیچ اس نوری نگینے کو

نپٹ اس آرزو میں تلخ میں سمجھا ہوں جینے کو
جو حاصل ہووے مطلب تم بتاؤ اس قرینے کو

نہ باشد غیر تو دیگر پناہم یارسولؐ اللہ
بکن لطف و کرم براشک و آہم یارسولؐ اللہ

یہی ہے آرزو دل میں کہ دیکھوں یثرب و بطحیٰ
کرم سے یانبیؐ اللہ مجھے اوس جا پر پہنچا

کروں تا خاک تجھ درگاہ سے کحل البصر اپنا
اوس خاک مرتب بخش میں مدفن بنے میرا

نہ باشد غیر تو دیگر پناہم یارسولؐ اللہ
بکن لطف و کرم براشک و آہم یارسولؐ اللہ
☆ ۴

☆ ☆ ☆

☆ ۱ اردو میں نعتیہ شاعری، ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق ص ۲۴۳ تا ۲۴۶

☆ ۲ تاریخ شعرائے روہیلکھنڈ جلد سوم ص ۲۴۷، ۲۴۸

☆ ۳ اردو میں نعتیہ شاعری، ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق، ص ۲۴۶

☆ ۴ اردو میں نعتیہ شاعری، ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق، ص ۲۴۴، ۲۴۵

مُلّا، جسٹس آنند نرائن

ڈاکٹر طلحہ رضوی برق نے اپنی کتاب "اردو کی نعتیہ شاعری" میں پنڈت آنند نرائن مُلّا کا ذکر کیا ہے۔ شاعر لکھنوی مرحوم نے اپنے ایک مکتوب میں ان کی نعتیہ شاعری کے بارے میں لکھا ہے مگر ان کا نعتیہ کلام دستیاب نہیں ہوا۔

پنڈت آنند نرائن مُلّا لکھنؤ کے رہنے والے اور پنڈت جگت نرائن کے فرزند تھے۔ ۲۴ اکتوبر ۱۹۰۱ء کو پیدا ہوئے۔ ۱۹۲۳ء میں ایم۔ اے اور ۱۹۲۵ء میں ایل۔ ایل۔ بی کا امتحان پاس کیا۔ لکھنؤ میں پریکٹس شروع کی اس کے بعد الٰہ آباد ہائی کورٹ کے جج مقرر ہوئے۔

اردو فارسی کی تعلیم برکت اللہ رضؔا فرنگی محلی سے پائی۔ پہلے انگریزی میں شعر کہنے شروع کیے اور پھر اردو میں جولانیٔ طبع کے جوہر دکھائے مگر کسی سے اصلاح نہ لی۔ ان کے مجموعہ کلام کا نام "جوئے شیر" ہے۔

ماخذ: اردو کی نعتیہ شاعری، ص ۸۴
نغمۂ ناقوس، ص ۲۶۷
نقوش (غزل نمبر) اکتوبر ۱۹۸۵ء، ص ۶۹۳

مکھی، لالہ مکھی رام

اسوں عرضی وچ مدینے بادصبا پہنچاویں نی
کہدیں تڑنے عاشق تیری رو رو حال سناویں نی

خبرے نظر مہردی کردے میری سفارش لاویں نی
مکھیؔ کدھرے بھل نہ جاویں اہدا جواب لیاویں نی
☆ ۱

چیتر - چند نبیؐ دی صورت چل کے درشن پائیے نی
سوہنے شہر مدینے اندر خوشیاں عید منائیے نی

روضے پاک مبارک رتوں صدقے صدقے جائیے نی
مکھیؔ صفتاں کر کر اوہداں باقی عمر لنگھائیے نی
☆ ۲

☆ ☆ ☆

"مکھی کا پاک رسولؐ"

تخت بخشیا دین اسلام اسنوں سرتے تاج لولاک سایا سی
رحمت کل جہاں جہاں دے واسطے توں مکھیؔ نبیؐ نوں فرمایا سی
☆ ۳

☆ ☆ ☆

☆ ۱ سیرت پاک - ادارہ مطبوعات پاکستان کراچی رماہ نو کی خصوصی اشاعتوں کا انتخاب ۱۹۶۶ء ص ۱۳۹
بشکریہ : سعید گوہر
☆ ۲ سیرت پاک - ادارہ مطبوعات پاکستان کراچی رماہ نو کی خصوصی اشاعتوں کا انتخاب ۱۹۶۶ء ص ۴۲
بشکریہ : سعید گوہر
☆ ۳ ماہنامہ "اسباق" پونا، سال اولیں نمبر ص ۲۹

منشی رائے موہن داس ملکانی

منشی رائے موہن داس ملکانی کے تین نعتیہ اشعار پروفیسر سید خورشید حسین بخاری کے مضمون "فارسی ادب میں نعت گوئی" میں شامل ہیں۔ یہ مضمون "اوج" کے نعت نمبر کے حصہ دوم میں شامل ہے۔

پروفیسر موصوف نے ان کا سنِ وفات ۱۲۴۰ھ / ۱۸۴۴ء تحریر کیا ہے۔

آں حبیب خدا و ختمِ رسل
سرور انبیاء و ہادیٔ کل

احمدِ مصطفیٰ رسولِ کریم
کہ قمر شد ز میم او بہ دو نیم

الف احمد آیتی ست کہ ذات
بر محمدؐ اسانده الف صلوات

☆ ۱

☆ ۱ "اوج" نعت نمبر، حصہ دوم، ص ۵۴۴، ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی

منشی، مول چند

منشی کا نام مول چند تھا۔ دہلی کے رہنے والے تھے اور شاہ نصیر دہلوی (م ۱۸۳۸ء) کے شاگرد تھے۔ آپ حضرت شاہ عالم بادشاہ دہلی کے دربار میں عہدۂ جلیلہ پر ممتاز تھے۔ مول چند منشی نے شاہنامہ "فردوسی" اور "شمشیر فانی" کو اردو میں نظم کیا ہے۔ صاحبِ دیوان شاعر تھے۔ مولوی امام بخش صہبائی (۱۲۲۱ھ - ۱۲۷۴ھ) نے اپنی کتاب "انتخابِ دواوین" میں ان کے بارے میں لکھا ہے کہ "اکثر قصص شاہنامہ کے زبان ریختہ میں لکھے ہیں۔" صہبائی نے "شاہنامۂ مولچند" سے انتخاب پیش کیا ہے جس میں پہلے چھ اشعار حمدیہ ہیں اور درج ذیل پانچ اشعار "نعتِ پیغمبرؐ" کے عنوان سے شامل ہیں۔ آپ نے ۱۸۳۲ء میں وفات پائی۔ ☆ ۱

ثنائے محمدؐ ہے وردِ زباں ۔۔۔ پر از مشک و عنبر نہ کیوں ہو دہاں

فلک جس کے آگے جھکاتا ہے سر ۔۔۔ وہ ختمِ رسل، سرورِ نامور

سپہرِ نبوت کا وہ آفتاب ۔۔۔ سر سرفرازان عالی جناب

مہِ انور اس کا ہے داغی غلام ۔۔۔ جہاں جس کے دیں سے ہے روشن تمام

رسولِؐ خدا سیّدِ انبیاء ۔۔۔ سرِ سروراں، احمدِ مجتبیٰؐ

☆ ۲

☆ ☆ ☆

☆ ۱ تذکرہ ماہ و سال، ص ۳۱۰، مالک رام، گلستان سخن، جلد دوم، ص ۳۸۵، مرزا قادر بخش صابر دہلوی، ۱۹۶۶ء لاہور

☆ ۲ انتخابِ دواوین، مولوی امام بخش صہبائی مرتبہ ڈاکٹر تنویر علوی، ص ۳۱۰، ۱۹۸۷ء دہلی

منصور نسیمی گیان چند

علامہ قیس جالندھری کے فرزند اکبر جناب گیان چند منصور نے شاعری وراثت میں پائی ہے۔ آپ لالہ لکشمی چند نسیم کے فارغ الاصلاح شاگرد ہیں۔ آپ کی پیدائش قصبہ لبی کلاں تحصیل و ضلع ہوشیار پور (بھارت) میں ۱۹۲۶ء میں ہوئی۔ پنجاب نیشنل بینک سے مینجر کی حیثیت ریٹائر ہو کر لدھیانہ میں مقیم ہیں۔

جناب منصور نسیمی نے بچپن میں ہی پیام مشرق، گلستاں و بوستاں اور مثنوی معنوی اپنے والد سے پڑھیں۔ آپ اپنے وسیع مطالعہ اور مسلسل محنت و ریاضت کے سبب ابتداء سے ہی خوبصورت شعر کہتے ہیں۔ اردو کے علاوہ ہندی اور پنجابی میں بھی فکر سخن کرتے ہیں۔ بھارت کے مقتدر رسائل و جرائد میں آپ کا کلام شائع ہوتا ہے۔ منصور نسیمی کے رنگ سخن میں سنجیدگی اور پاکیزگی کا عنصر نمایاں ہے۔ اپنے والد محترم کی طرح نعت میں بھی ان تمام جزئیات کو پورے طور پر ملحوظ رکھتے ہیں جو ایک اچھے نعت گو کے لئے وجہ افتخار ہوتے ہیں۔ آپ کی دو کتابیں "دار و رسن" اور "نعرۂ حق" زیر ترتیب ہیں۔

طرب زا رخِ پر ضیائے محمدؐ　　الم سوز زلف دو تائے محمدؐ
نوائے خدا ہے -- نوائے محمدؐ　　سنو گوشِ دل سے نوائے محمدؐ
محمدؐ کی تقلید ہے فرض سب پر　　رضائے خدا ہے رضائے محمدؐ
ثناگر ہو قرآں میں جب خدا خود　　کوئی کرسکے کیا ثنائے محمدؐ
شہِ دین و دنیا -- شہِ دین و دنیا　　گدائے محمدؐ گدائے محمدؐ

☆ ☆ ☆

جہاں پر ہے روشن مقامِ محمدؐ　　زمانے کے لب پر ہے نامِ محمدؐ
فرشتے، بشر، سنگ ریزے، شجر تک　　سبھی کرتے ہیں احترامِ محمدؐ
نجوم و مہ و مہر پر حکمراں ہے　　غلامِ غلامِ غلامِ محمدؐ
رگ و پے میں ساری، دل و جاں پہ طاری　　زباں پر بھی جاری پیامِ محمدؐ
کجا بادۂ جامِ جم کا نظارہ؟　　کجا جلوۂ نورِ جامِ محمدؐ

بشر زماں بشر زباں صلی اللہ علیہ وسلم

کلامِ محمدؐ --- کلامِ الٰہی • کلامِ الٰہی --- کلامِ محمدؐ
خدایا! ہے منصورؔ بھی تیرا بندہ نگاہِ کرم اس پہ نامِ محمدؐ

☆ ☆ ☆

اِدھر ہے ماہ ضیا مرتبہ مدینے کا اُدھر ہے مہر لقا مرتبہ مدینے کا
ہے سجدہ گاہِ ملائک زمیں مدینے کی زباں سے کیا ہو ادا مرتبہ مدینے کا
یہ دیدہ زیب و دل آرا و جاں فروز بھی ہے غرض ہے روح فزا مرتبہ مدینے کا
اسی کی شان تقدس پہ عرش کو بھی ہے ناز بیاں کرے کوئی کیا مرتبہ مدینے کا

ہمیں خبر ہے، ہمیں جانتے ہیں، اے منصورؔ
ہمیں سے پوچھے کوئی مرتبہ مدینے کا

☆ ☆ ☆

معبود ہے میرا رخِ رعنائے محمدؐ منصورؔ! تہہ دل سے ہوں شیدائے محمدؐ
منصورؔ نہیں گلشن جنت مرا مقصود جنت سے سوا ہے مجھے صحرائے محمدؐ

☆ ☆ ☆

سلام و درود

سلام اس پہ جسے "دین" سے عقیدت تھی
درود اس پہ جسے "کفر" سے کدورت تھی
سلام اس پہ "شریعت" کا جو پیامی تھا
درود اس پہ "طریقت" کا بھی جو حامی تھا
سلام اس پہ "حقیقت" تھی خود جسے مرغوب
درود اس پہ جسے "معرفت" ہی تھی محبوب
سلام اس پہ جو غیروں کا دوست دار رہا
درود اس پہ جو بیگانوں پہ نثار رہا

سلام اس پہ محبت تھی جس کو الفت سے
درود اس پہ حقارت تھی جس کو نفرت سے

سلام اس پہ تھے مقصود جس کو صدق و صفا
درود اس پہ تھے مردود جس کو مکر و ریا

سلام اس پہ جو تھا سادگی کا پروانہ
درود اس پہ تصنّع سے جو تھا بیگانہ

سلام اس پہ جو تھا جاں نثار وحدت کا
درود اس پہ جو الحاد و شرک پر برسا

سلام اس پہ جو امن و اماں کا پیکر تھا
درود اس پہ جو ایثار کا پیمبر تھا

ہم اس کی راہ کو اپنائیں گے دل و جاں سے
اسی کے حکم بجا لائیں گے دل و جاں سے

منظر بدایونی، چھوٹے لال گپتا

چھوٹے لال گپتا ابنِ گنگا رام گپتا بدایوں میں ۱۰ ر اگست ۱۹۳۶ء کو پیدا ہوئے۔ بی۔ اے تک تعلیم پائی اور محکمۂ تعلیم سے متعلق ہو گئے۔ ۱۹۴۴ء سے شعر کہتے ہیں۔ پہلے محمد علی خاں اشرفی شاہین بدایونی (پ ۲۰ ر نومبر ۱۹۱۲ء) کے شاگرد ہوئے ان کے انتقال کے بعد جناب سیوتی پرشاد صہبائی بدایونی (۱۹۱۱ - ۱۹۶۹ء) سے مشورہ سخن کیا اور اب رونق علی خاں رونق بدایونی (پ ۱۹۲۳ء) کے شاگرد ہیں۔

میں سارے جہاں کے الم چاہتا ہوں
محمدؐ کا لیکن کرم چاہتا ہوں

☆ ☆ ☆

جھکتا ہے جہاں وقت کی تلوار کے آگے — اور وقت جھکا ہے مری سرکارؐ کے آگے
خواجہ یہ کرم ہو کہ بجُز ربِّ دوعالم — یہ ہاتھ نہ پھیلے کبھی سنسار کے آگے
اس در کی غلامی کا شرف جس کو ملا ہے — وہ پائے گئے وقت کی رفتار کے آگے
کچھ عرضِ تمنّا کی ضرورت نہیں منظرؔ — روشن ہے سبھی کچھ مرے سرکار کے آگے
☆ ۱

☆ ☆ ☆

☆ ۱ تذکرہ شعرائے بدایوں، شمید بدایونی، جلد دوم ص ۲۵۱

منظر، کے۔ مدنا

جناب کے۔ مدنا منظر ۹ر اکتوبر ۱۹۲۰ء کو بھارتی ریاست کرناٹک کے ضلع گلبرگہ کے مقام تماپور میں پیدا ہوئے۔ ایم۔ بی۔ بی۔ ایس (عثمانیہ) اور ایف۔ سی۔ جی۔ پی (بھارت) ہیں۔ سرکاری ملازمت میں ڈسٹرکٹ سرجن اور ڈپٹی ڈائرکٹر کے عہدوں پر خدمات انجام دے چکے ہیں اور اب ریٹائرڈ زندگی کا مصرف خدمتِ علم وادب ہے۔

جناب منظر کو کئی زبانوں پر دسترس حاصل ہے۔ اردو، ہندی، انگریزی اور کنٹری میں آپ کی کئی کتابیں منظرعام پر آچکی ہیں۔ آپ کے پانچ شعری مجموعے بالترتیب عرفانِ سخن، آئینۂ عرفان، منظرِ عرفان، حسنِ عرفان اور منظر بہ منظر شائع ہو چکے ہیں۔ اول الذکر کو بھارتی حکومت کی طرف سے انعام بھی مل چکا ہے۔ ان کے علاوہ آپ کی دو ہندی کتابیں، ایک انگریزی کتاب اور چھ کتابیں کنٹری میں شائع ہو چکی ہیں۔ ہندی شعری مجموعہ "نیل کمل" کو بھی سرکاری طور انعام سے نوازا گیا ہے۔ موصوف مختلف ادبی انجمنوں کے کاموں میں بھی سرگرم حصہ لیتے ہیں۔

جناب منظر کو خیّام کرناٹک، چترُبھاشا اور ساہتیہ مارتھنڈا کے خطابات سے بھی نوازا گیا ہے۔

جہاں میں رویت ماہ عرب جس دن ہوئی ہوگی
زمیں سے عرش تک ایک نور کی چادر بچھی ہوگی

خدائے دوجہاں جس پر ہوا شیدا، وہی جانے
وہ کیا انداز ہوگا، کیا ادائے دلبری ہوگی

تمہارے حسنِ یکتا کی نہ منزل ہے نہ حد کوئی
جہاں تک تیرگی ہو گی وہاں تک روشنی ہوگی

تمنا ہے تو اس کی ہے، مقدر ہے تو اس کا ہے
نظر جس کی تمہارے نقشِ پا کو چومتی ہوگی

چلے آتے ہیں پروانے وہیں شمعِ رسالت کے
جہاں تقریبِ جشنِ عیدِ میلادالنبیؐ ہوگی

خدا خود میزباں ٹھہرا حبیب پاکؐ کا اپنے
تو پھر قدرت نے اس کی میہمانی کیا نہ کی ہوگی

خدا اس کا ہے اور ساری خدائی بھی اسی کی ہے
محمدؐ ہو گئے جس کے پھر اس کو کیا کمی ہوگی

خود اپنی شکل ناظر کو نظر آتی نہیں منظؔر
نظر پھر کیا جمالِ مصطفیؐ کو دیکھتی ہوگی
☆ ۱

☆ ☆ ☆

وہ جب آیا جہاں میں کفر پر چھاتا ہوا آیا
اجالا دین کا دنیا میں پھیلاتا ہوا آیا

عرب میں، شام میں، ایران میں، فاراں کی چوٹی پر
وہ نورِ حق چمکتا اور چمکاتا ہوا آیا

جہاں میں تھے ہزاروں راستے باطل پرستی کے
وہ راہِ حق پہ اک ایک راہ کو لاتا ہوا آیا

یگانہ ہو کہ بیگانہ، برا ہو یا بھلا کوئی
محبت کا ہراک کو راز سمجھاتا ہوا آیا

گلستانِ محبت میں گلِ مقصود کی خاطر
بڑے اخلاص سے خاروں کو اپناتا ہوا آیا

جدھر دیکھا، ادھر حق ہی نظر آیا مجھے منظؔر
وہ ہر منظر میں منظؔر جلوہ فرماتا ہوا آیا
☆ ۲

☆ ☆ ☆

☆ ۱ ماہنامہ "نور و نار" بنگلور۔ ص ۴ اگست ۱۹۸۳ء

☆ ۲ بشکریہ کے، مدنا منظر

منور لکھنوی ' بشیشور پرشاد

جناب منور لکھنوی ۷ ر جولائی ۱۸۹۷ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کا پورا خاندان شعروادب سے مالا مال تھا یعنی آپ کے والد منشی دوارکا پرشاد افق (۱۸۶۴ء - ۱۹۱۳ء) دو چچا منشی رام سہائے تمنا (۱۸۵۴ء - ۱۹۳۲ء) اور منشی ماتا پرشاد نیساں (۱۸۶۱ء - ۱۹۳۸ء) اور ماموں منشی جگدما پرشاد قیصر کا شمار خوش فکر شعراء میں ہوتا ہے۔ آپ کے سسر منشی لکشمن پرشاد صدر (۱۸۶۷ء - ۱۹۳۲ء) بھی شاعر تھے۔ ☆ ۱ منشی بشیشور پرشاد کی درسی تعلیم انٹرنس تک رہی مگر فارسی' عربی' اردو' سنسکرت اور انگریزی کا بھی وسیع مطالعہ رکھتے تھے۔ آپ نوبت رائے نظر لکھنوی (۱۸۶۶ء تا ۱۹۲۳ء) کے شاگرد تھے۔ ☆ ۲ ۱۹۵۷ء میں ریلوے ڈیپارٹمنٹ کے شعبہ آڈٹ سے ریٹائرڈ ہوئے۔ عمر کا باقی حصہ بھی خدمت کرتے ہوئے گزارا اور لائف انشورنس کارپوریشن کی شائع کردہ کتابوں کا ترجمہ کرتے رہے نیز محکمہ اطلاعات ریاستہائے متحدہ امریکہ کے لئے مختلف اہم کتابوں کے تراجم کرتے رہے۔ ☆ ۳

جناب منور لکھنوی کثیر التصانیف تھے۔ ان کی پہلی تصنیف "نذرِ ادب" ۱۹۲۹ء میں شائع ہوئی۔ ۴۲ برس کے عرصے میں ان کی پچیس کتابیں زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر منظرِ عام پر آئیں۔ آخری دس برس میں ان کے بارہ تراجم شائع ہوئے۔ اردو منظوم ترجموں میں ان کا ایک اہم مقام ہے۔ منور صاحب نے قرآن مجید کے بعض حصوں کے علاوہ کئی مذہبی کتابوں کا بھی منظوم ترجمہ کیا ہے۔ ان کی زباں دانی اور فنی دسترس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ انہوں نے عربی' فارسی' انگریزی اور سنسکرت کے بے شمار شہ پاروں کے اردو منظوم ترجمے کئے ہیں۔ سازِ مغرب کے دس حصوں میں منور لکھنوی کے پندرہ منظوم ترجمے شامل ہیں۔ موصوف فارسی میں بھی شعر کہتے تھے۔ محترم علی جواد زیدی تحریر فرماتے ہیں۔ "بجد پرگو اور فن شناس اور ادا شناس تھے۔ استادی کے مرتبے پر فائز تھے۔" ☆ ۴ جناب منور لکھنوی نے ۱۹۱۶ء سے ۱۹۲۲ء تک رسالہ "دربار" کے حصہ نظم کی ادارت کے فرائض بھی انجام دیئے۔ آپ نے شمع ادب کو منور رکھا اور ۲۴ ر مئی ۱۹۷۰ء کو دہلی میں انتقال کیا۔

جناب منور لکھنوی کی تصانیف میں کائناتِ دل' سوزِ وطن' جگرہائے لخت لخت' زیرہ گل' تاثراتِ منور' نوائے نو' ادائے نو' ضیائے نو' عطائے نو' بنائے نو اور زعفران زار شامل ہیں۔

جناب منور نے پورے خلوص عقیدت کے ساتھ دربار نبوی ؐ میں نذرانۂ عقیدت و محبت پیش کیا ہے۔ ان کے نعتیہ کلام سے فکر و نظر کی وسعت اور حرف و لفظ پر ان کی دسترس کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

"ایک نیا پیغام"

بانیٔ اسلام، اے خورشیدِ تابانِ عرب اے محمد مصطفیٰؐ جانِ عرب، شانِ عرب
ظلِّ اقدس میں پھلا پھولا گلستانِ عرب جگمگایا نورِ وحدت سے بیابانِ عرب

آپؐ کے پیغام کی بنیاد تھی الہام پر
اک نئی دنیا بسا ڈالی خدا کے نام پر

اپنے مسلک کے محافظ اپنی امت کے کفیل سینۂ شفاف کی خاکِ مدینہ ہے دلیل
آپؐ نے کردی نجاتِ روح کی پیدا سبیل حشر میں اہلِ صفا کے آپؐ ہی ہوں گے وکیل

لاکھ کعبے ضوفشاں تھے دیدۂ پرنور میں
روشنی پیدا نہ تھی ایسی چراغ طور میں

آپؐ پر نازل خدائے پاک نے قرآں کیا سرمۂ توحید سے وا دیدۂ عرفاں کیا
آشکارا زندگی کا جوہرِ پنہاں کیا پیکرِ اقدس کو رشکِ کعبۂ ایماں کیا

جو نہ سمجھیں آپؐ کا رتبہ وہ اہلِ دل نہیں
اور کوئی جادۂ تسلیم کی منزل نہیں

وا نہ ہے چشمِ ضمیر اب تک نہ صاحب دل ہوں میں دور ہے کوسوں جو بیداری سے وہ غافل ہوں میں
ناشناس، رازِ پنہانِ حق و باطل ہوں میں کیسے پھر اسلام کی تفہیم کے قابل ہوں میں

گو مسلماں میں نہیں پر قائلِ اسلام ہوں
کیوں کہ مردانِ خدا کا بندہ بے دام ہوں

بانیٔ اسلام! خوں اسلام کا ہوتا ہے آج خندہ زن حالت پہ دینِ پاک کی دنیا ہے آج
پھر دلوں میں گمرہی کی کیفیت پیدا ہے آج رازداں اسلام کا اسلام میں عنقا ہے آج

بے خبر قرآن کے معنی سے کچھ میں ہی نہیں
عظمتِ اسلام سے واقف مسلماں بھی نہیں

جانتے ہیں راز مردان خدا اسلام کا ہیں سمجھتے مرتبہ اہل صفا اسلام کا
ہے فقط عشقِ الٰہی مدعا اسلام کا اور کچھ مقصد نہیں اس کے سوا اسلام کا

ہو بنا نفرت پہ جس کی یہ وہ مذہب ہی نہیں
دوسروں سے ترکِ الفت اس کا مطلب ہی نہیں

سرزنش کافر کی اور اسلام، ناممکن ہے یہ ہو دل آزاری سے اس کو کام، ناممکن ہے یہ
دے کسی کو موت کا پیغام، ناممکن ہے یہ ہاتھ میں لے تیغِ خوں آشام، ناممکن ہے یہ

اور جو کرتے ہیں ایسا آڑ میں اسلام کی
دھجیاں اڑتی ہیں ان کے جامۂ احرام کی

مذہبی دیوانگی اسلام کا عنصر نہیں عقل پر صیقل یہ کرتا ہے جنوں پرور نہیں
قلب کے جذباتِ حیوانی کا یہ مظہر نہیں نفس کے افعالِ شیطانی کا یہ مصدر نہیں

اور جو قائل ہے اس کا وہ مسلماں ہی نہیں
بندۂ اسلام ہو کیسے جو انساں ہی نہیں

خونِ کافر پر نہیں حصر و قیام اسلام کا اس سے مستحکم نہیں ہرگز نظام اسلام کا
حبِ عالمگیر سے چمکا ہے نام اسلام کا ورنہ میں کرتا نہ ہرگز احترام اسلام کا

وید میں تعلیم جو کچھ ہے وہی قرآں میں ہے
نقص اگر کچھ ہے تو فہم و دانشِ انساں میں ہے

کھیل کیوں سمجھا ہے اک اہل شریعت نے اسے طاق پر رکھا ہے کیوں اہل عبادت نے اسے
کر لیا قبضے میں ارکان حکومت نے اسے کر دیا بدنام اربابِ سیاست نے اسے

جس کا بانی آپؐ سا ہادی ہے یہ وہ دین ہے
اس کی پابندی نہ کرنا آپؐ کی توہین ہے

کیوں ہیں تاویلیں یہ الٹی آپؐ کے احکام کی صبحِ نورانی میں کیوں شامل ہے ظلمت شام کی
پھر ہو عظمت آشکارا آپؐ کے پیغام کی لیجیے آ کر خبر پھر عالمِ اسلام کی

نام پر مذہب کے ظلم و جور کی بدعت نہ ہو
راہ لے بے راہ یعنی آپؐ کی امت نہ ہو
☆ ۵

☆ ☆ ☆

اسی سے ہے لقبِ پاک سرور کونینؐ یہ عرش و فرش' یہ کل کائنات آپؐ کی ہے
ہے مرتبہ اسے دارالسّلام کا حاصل شریکِ دل نگۂ التفات آپؐ کی ہے
عرب کو جس نے بنایا جوابِ صد فردوس بس ایک ذاتِ ستودہ صفات آپؐ کی ہے

ہے کون شیخ معظم کی جو کرے تردید
خدا کے بعد اگر ہے تو ذات آپؐ کی ہے
☆ ۶

☆ ۱ انگریزی شاعری کے منظوم اردو ترجموں کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ' ص ۱۸۱ ڈاکٹر حسن الدین احمد
☆ ۲ تاریخ اردو ادب' ص ۵۷۷ رام بابو سکسینہ
☆ ۳ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام' ص ۸۷ فانی مراد آبادی
☆ ۴ قصیدہ نگاران اترپردیش' ص ۲۹۸ علی جواد زیدی
☆ ۵ ماہنامہ "کیلاش" ہوشیارپور' ص ۴ اگست ۱۹۴۰ء مدیر ایم ۔ پی ۔ چورسیا
☆ ۶ ماہنامہ "نعت" لاہور' ص ۳۲ ۔ اگست ۱۹۸۸ء مدیر راجا رشید محمود

موج فتح گڑھی، راجیندر بہادر

آپ کا نام راجیندر بہادر اور تخلص موج ہے۔ آپ ۳ر جولائی ۱۹۲۲ء کو موضع بھیل پور تحصیل چھبرا ٹو ضلع فرخ آباد میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام رام کنور سکسینہ اور والدہ رام دیوی ہیں۔ آپ کی دو تصانیف جن میں تذکرہ شعرائے فرخ آباد بھی شامل ہے، یو۔ پی اردو اکاڈمی سے انعام یافتہ ہیں۔ آپ کی سندی لیاقت بی اے، ایل ایل بی ہے۔ پیشہ بھی وکالت۔ آپ کو شاعری اور علمی وادبی سرگرمیوں سے خاص دلچسپی رہی۔

موج صاحب نے ۱۹۳۵ء میں شاعری کا آغاز کیا۔ آپ کا تصنیفی سرمایہ بھی قابل ذکر ہے۔ آپ کی مطبوعہ تصانیف و شعری مجموعے درج ذیل ہیں۔

طوفان (۱۹۵۴ء)، موج و ساحل (۱۹۵۸ء)، موج در موج (۱۹۸۰ء)، ساگر (۱۹۸۲ء)، موجیں (۱۹۸۴ء)، لہریں (۱۹۸۶ء)، شکنتلا (۱۹۸۹ء) اور آکاش (۱۹۹۰ء)۔ آخری چھ تصانیف بھی اتر پردیش اردو اکاڈمی سے انعام یافتہ ہیں۔ آپ نے تمام اصناف سخن میں طبع آزمائی کی۔

موج صاحب کی ادبی اور سماجی خدمات کے اعتراف میں حکومت نے اسپتال روڈ کا نام، جس پر موصوف کا دولت خانہ واقع ہے، راجیندر بہادر مارگ رکھ دیا ہے جو "موج مارگ" کہلاتا ہے۔

موج صاحب یو۔ پی اردو اکیڈمی، یو پی جرائم انسداد کمیٹی، انجمن ترقی ہند فرخ آباد، فخرالدین علی احمد میموریل کمیٹی، ضلع بار ایسوسی ایشن کے رکن اور مختلف عہدوں پر خدمات انجام دے چکے ہیں۔

موضوعات نعت سے آپ کی آگاہی گہری ہے۔

خالق نے سنوارا ہے ہر کام محمدؐ کا — گرتوں کا سہارا ہے اک نام محمدؐ کا
خمخانۂ وحدت ہے قرآن جسے کہئے — لبریز مئے عرفاں ہے جام محمدؐ کا
ہر مذہب و ملت پر یکساں ہے کرم جاری — ہے سب کے لئے رحمت اسلام محمدؐ کا
اوہام کی ظلمت میں اک شمعِ ہدایت ہے — بھٹکی ہوئی دنیا کو پیغام محمدؐ کا
تصویرِ حقیقت ہے اک درسِ محبت ہے — ہر بات محمدؐ کی، ہر کام محمدؐ کا

اے موجؔ سہارے کو طوفانِ حوادث میں
اک نام خدا کا ہے اک نام محمدؐ کا

☆ ۲

ابتداء تمؐ ہو، انتہا تمؐ ہو! عقل حیران ہے کہ کیا تمؐ ہو!
صرف نظروں سے پردہ داری ہے ورنہ ہر شے سے رونما تمؐ ہو
جز تمہارے نہیں کوئی دل میں میری فطرت سے آشنا تمؐ ہو
سازِ تارِ نفس، جہاں بھی رکے کاش اس وقت نغمہ زا تمؐ ہو
سخت طوفان میں ہے سفینۂ موجؔ
آخری ایک آسرا تمؐ ہو
☆ ۳

☆ ☆ ☆

نور ہی نور ہے تا عرش بریں آج کی رات راستہ تکتے ہیں جبریلِ امیں آج کی رات
ہیں وہی پھول، وہی روز کے ماہ و انجم جانے کیوں لگتی ہے ہر چیز حسیں آج کی رات
دیکھ کر عرش پہ محبوبِ خدا کی آمد رک گئی گردشِ افلاک و زمیں آج کی رات
مذہب و قوم سے محدود نہیں فیضِ رسولؐ جھک گئی سارے زمانے کی جبیں آج کی رات
تھی جہاں بارشِ انوار زمیں سے تا عرش
کاش ہوتا دلِ ناداں بھی وہیں آج کی رات
☆ ۴

☆ ☆ ☆

نرالی ہے دنیا میں شانِ محمدؐ بیانِ خدا ہے، بیانِ محمدؐ!
زمیں سے فلک تک، فلک سے زمیں تک ہر اک سمت ہے داستانِ محمدؐ
محمدؐ کا ہی فیض اے موجؔ ہے یہ! کہ سرسبز ہے گلستانِ محمدؐ
☆ ۵

☆ ☆ ☆

ماہنامہ تہذیب الاخلاق لاہور کی اشاعت جولائی ۱۹۹۶ء میں راجیندر بہار موج کی نظم "محمدؐ کا کردار" کے عنوان سے شائع ہوئی ہے۔ یہ بھی ملاحظہ فرمائیے۔

رواں شفاف چشمے کے کنارے — کھجوروں کے درختوں کے سہارے
تنے پر ٹانگ کر تلوار اپنی — سرہانے رکھ کے پھر دستار اپنی
رسولِ پاکؐ تھے آرام فرما — زمیں کا ہی بنایا تھا بچھونا
صحابیؓ غسل کرنے جا چکے تھے — حضور النورؐ اکیلے رہ گئے تھے
یہ نظارہ تھا خواب آور کچھ ایسا — ہوا کا آیا ایک پرکیف جھونکا
کہ گہری نیند میں سوئے محمدؐ — جہانِ خواب میں کھوئے محمدؐ
ہوا وارد وہاں پر ایک ملحد — نہایت بزدل و سفاک و پرضد
اٹھائی چپکے سے تلوار اس نے — یکایک کرنا چاہا وار اس نے
ہوئی آہٹ تو جاگے شاہِ عالی — برہنہ سامنے تلوار دیکھی
کہا ملحد نے فرماؤ محمدؐ — قضا سے اب نہ گھبراؤ محمدؐ
بچائے گا تمہیں اب کون بولو — ذرا اپنے خدا کو اب بلاؤ
تمہارا اب یہاں مولا کہاں ہے — بچائے جو تمہیں ایسا کہاں ہے
کہا تب آپؐ نے اس بے ادب سے — کہ تو واقف نہیں اسرارِ رب سے
خدا تیرے لئے میرے لئے ہے — وہ رب العالمین سب کے لئے ہے
بچائے گا مرا اللہ مجھ کو — سبق دے گا ترا کردار تجھ کو
نظر پھر آپؐ نے ملحد پہ ڈالی — نگاہیں ہوگئیں کچھ کچھ جلالی
شقی کے ہاتھ سے تلوار چھوٹی — اڑے ہوش اور ہمت اس کی ٹوٹی
وہی تلوار حضرتؐ نے اٹھائی — نمایاں یوں ہوئی شانِ خدائی
کہا محبوب حق نے پھر شقی سے — بہ اندازِ نہایت سادگی سے
بتا اتنا کہ تو کیسے بچے گا — کہ وار اس تیغ کا کیسے رکے گا
یہ سنتے ہی بہت گھبرا گیا۔ وہ — بہت کانپا بہت تھرا گیا وہ
گرا قدموں پہ پھر خیرالبشرؐ کے — پسینے سے ہوا شل مارے ڈر کے
وہ بولا پھر نہایت عاجزی سے — مجھے امید ہے اب آپ ہی سے
اماں بخشے گا اخلاق محمدؐ — یہ جاں بخشے گا اخلاقِ محمدؐ
یہ سن کر پہلے تو اس کو اٹھایا — تسلی دے کےؐ خوف اس کا چھڑایا
کہا ختم الرسلؐ نے مسکرا کر — غلط یہ تو نے سوچا ہے سراسر
وہی اللہ ہے تیرا محافظ — وہی اللہ ہے سب کا محافظ

بھروسہ کر اسی اللہ پر تو اسی کی یاد کر آٹھوں پہر تو
یہ سن کر کھل گئیں ملحد کی آنکھیں ملیں نابینا کو نورانی آنکھیں
جو پہلے تھا وہ اب ملحد نہیں تھا اسے اب رحمتِ حق پر یقیں تھا
خدا کے نام پر ایمان لایا رسولِ حقؐ نے سینے سے لگایا
ہوا پھر موجزن طوفانِ رحمت ہوا اے موجؔ وہ شایانِ رحمت

☆ ۱ نغمۂ ناقوس' جو ہر دیوبندی ص ۲۶۹
آپ ہیں' حصہ اول ص ۱۸۰ عرفان عباسی
☆ ۲ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام' ص ۱۲۱ فانی مراد آبادی
☆ ۳ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام' ص ۳۳ فانی مراد آبادی
☆ ۴ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام' ص ۴۹ فانی مراد آبادی
☆ ۵ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام' ص ۱۱۷ فانی مراد آبادی

موہن سکندر آبادی، مدن موہن لال

تابشِ حسن ہو بہو برقِ ادا تمہیں تو ہو شافعِ روزِ حشر ہو میری دوا تمہیں تو ہو
شانِ جمالِ حق نما حق کی رضا تمہیں تو ہو محفلِ کائنات میں جلوہ نما تمہیں تو ہو

شمعِ ہدیٰ تمہیں تو ہو، نورِ خدا تمہیں تو ہو

فرقِ حقیقت و مجاز سامنے لا سکا ہے کون نورِ جمالِ کبریا سب کو دکھا سکا ہے کون
پردۂ رازِ معرفت ایسا اٹھا سکا ہے کون سجدۂ عاشقاں کا رخ اور بتا سکا ہے کون

ان کی نماز کے لئے قبلہ نما تمہیں تو ہو

یاد یہ کس کی آگئی آنکھ بھی ہوگئی ہے نم صورتِ پاک آئینہ زلف دراز خم بہ خم
میں تو کہوں گا کم نہیں حال پہ ان کے یہ کرم حق سے لیا ہے تم نے ہی وعدہ بخشش امم

شانِ کرم تمہیں تو ہو جانِ وفا تمہیں تو ہو

جذب کمال عاشقی بن کے وقار آگیا موہنِ بادہ خوار بھی قربِ مزار آگیا
نام تمہارا کیا لیا تم کو بھی پیار آگیا دل میں جہاں تم آگئے دل کو قرار آگیا

ندرتِ غم نصیب کے دکھ کی دوا تمہیں تو ہو

☆ ☆ ☆

خدا کا ہی وہ شیدا ہے جو شیدا ہے محمدؐ کا
کہاں ہے دونوں عالم میں کوئی ہمتا محمدؐ کا

بقا اس کی، فنا اس کی، خیال اس کا، جمال اس کا
جو ہر عالم میں قائم ہے، وہ ہے جلوا محمدؐ کا

نہ ہوگی حشر کے دن بھی کبھی پرسش گناہوں کی
کوئی عاصی جو دل سے نام لے دے گا محمدؐ کا

فقط انسان کیا حور و ملک تعظیم کرتے ہیں
تعجب کیا دوعالم میں بجا ڈنکا محمدؐ کا

میری تاب نظر کیا تاب لاسکتی ہے اے موہن
خدا کے نور سے معمور ہے جلوا محمدؐ کا
☆ ۱

☆ ☆ ☆

☆ ۱ بشکریہ سید اختر الاسلام میرٹھ

مہتاب، مہتاب رائے

مہتاب رائے کا تخلص مہتاب تھا۔ آپ کا شعری مجموعہ "تحفۂ مہتاب" ۱۳۱۳ھ میں مطبع نیاز حیدر آباد دکن میں طبع ہوا جس میں پہلا شعر حمدیہ اور دوسرا نعتیہ ہے۔

نبوّت جب ہوئی ظاہر تو رتبہ کم ہوا سب کا
محمدؐ کا ہوا اب عشق جو پہلے تھا عیسیٰؑ کا
☆ ۱

☆ ۱ تحفۂ مہتاب، ص ۲، مہتاب رائے مہتاب

میکش، چندر بھان

چندر بھان تھانہ بھون کے رہنے والے تھے مگر ایک عرصہ حیدر آباد دکن میں رہے۔ میکش تخلص کرتے تھے۔ آپ کے شعری مجموعے میخانۂ عشق، خانۂ خمار، خراباتِ میکش، جوشِ میکش اور شراب الصالحین شائع ہو چکے ہیں۔ "میخانۂ عشق" کی ایک جلد انجمن ترقی اردو کراچی کے کتب خانۂ خاص میں ہے۔ کئی ممتاز شعراء نے میکش کے شعری مجموعوں کے قطعاتِ تاریخ کہے ہیں۔ "میخانۂ عشق" میں بھی کئی شعراء کے قطعاتِ تاریخ ہیں "جوشِ میکش" میں مہاراجہ سرکشن پرشاد شاد کے قطعہ کے آخری دو مصرعے ہیں :

لکھی تاریخ با تعداد اشعار
کہ یہ --- "بوئے خمستان سخن ہے"

۱۸۹۹ء

☆ ۱

"جوش میکش" میں چندر بھان میکش کے کئی قصائد شامل ہیں۔ پہلا قصیدہ حضرت میر امداد علی قلندر علوی کی مدح میں ہے۔ حمد کے اشعار کے بعد اس قصیدے میں یہ دو نعتیہ اشعار ہیں۔

تیرگی شب کی جو تھی ہوگئی بالکل کافور
صحن عالم میں بچھا چاروں طرف نور سحر

واہ اے صلِّ علیٰ، صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ
منطق الطیر میں پڑھتی ہیں یہ چڑیاں از بر
☆ ۲

"میخانۂ عشق" میں ایک اور نعتیہ شعر ملا ہے :
انگشت کے اشارے سے دو کر کے یا نبیؐ
کیا مرتبہ بڑھا دیا بدرِ تمیم کا

☆ ۱ جوشِ میکش، ص ۱۲۵
☆ ۲ ایضاً، ص ۳
☆ ۳ میخانۂ عشق، ص ۳

میلا رام

میلا رام پنجابی کے مشہور شاعر مکھی رام کے شاگرد تھے۔ ان کا ۱۹۱۶ء میں چھپا ہوا ایک "باراں ماہ" ملتا ہے جس میں آپ نے حضور نبی کریمؐ کی جدائی میں اشعار کہے ہیں۔ پروفیسر ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی نے اپنے مقالے "پنجابی نعت" میں اس کا ذکر کیا ہے۔

چیتر چیت نوں لگی اوداس چاہاں وید رسول سیّو
روضے پاک نبیؐ دے جا کے کڈھاں دل دے سول سیّو

شکر کراں میں لکھ لکھ واری ہووے عرض قبول سیّو
کرساں میلے وید نبی دل جواب دے مقبول سیّو

☆ ☆ ☆

ساون سک دیدار ترے دی ہور نہ کچھ دل چاہے جی
لوکی خوشی مناون سیّو مینوں ہجر ستاوے جی

دن نوں سیّاں وچ نہ کتاں راتیں پلنگ ڈراوے جی
میلے یار محمدؐ جے کر صبر دے نوں آوے جی
☆ ۱

☆ ☆ ☆

☆ ۱ پنجابی نعت' مقالہ پی ایچ ڈی (غیر مطبوعہ) ص ۴۹۰' ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی

مینک اکبر آبادی، کے۔ کے۔ سنگھ

خوش فکر شاعر کے۔ کے۔ سنگھ المتخلص بہ مینک اکبر آبادی اردو اور ہندی کے متعارف اور مقبول شاعر ہیں۔ آپ متھرا میں پیدا ہوئے۔ ماہر زبان و ادب حضرت صوفی بسمل نقشبندی کی تربیت و اصلاح کے سایہ میں آپ کا ذوق شاعری پروان چڑھا۔ بنیادی طور پر موصوف غزل کے شاعر ہیں۔ آپ کی ہندی غزلوں نے بھی شہرت حاصل کی ہے۔ مذہب سے لگاؤ رکھتے ہیں۔ آپ تحریر فرماتے ہیں۔ "جتنی محبت و خلوص سے بھجن لکھے ہیں اسی اخلاص و عقیدت سے حمد و نعت، سلام و منقبت بھی لکھے ہیں۔" حمد کے دو شعر دیکھئے۔

نرالی شان ہے تیری ہر اک شے میں بسا ہے تو
سبھی کچھ تجھ سے وابستہ مگر سب سے جدا ہے تو

تو ہی مقصد، تو ہی منزل، تو ہی کشتی، تو ہی ساحل
حقیقت میں جہانِ آرزو کا مدّعا ہے تو

جناب مینک اکبر آبادی کے اردو اور ہندی شاعری کے مجموعے "کچھ گیت انام کے"، "جذبہ عشق"، "مینک کی غزلیں"، "مینک کی شاعری" اور "جنون" شائع ہو چکے ہیں۔ آپ کا تازہ ترین مجموعہ نعتوں پر مشتمل ہے۔ "سمت کاشی سے چلا" کو مکتبہ دین و ادب لکھنؤ کے زیر اہتمام جناب والی آسی نے شائع کیا ہے۔

سرور انبیاء مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اب یہی ہے وظیفہ مرا سرورِ انبیاء مصطفیٰ
آپ کی یاد ہے بندگی آپ کا ذکر، ذکرِ خدا

آپؐ ہیں مظہرِ کبریا آپؐ رحمت کی ٹھنڈی ہوا
آپؐ کا نور اے مصطفیٰ مرحبا مرحبا مرحبا
ذرّہ ذرّہ سے آئی صدا سرورِ انبیاء مصطفیٰ

آپؐ ہی سے ہے روشن سحر، آپؐ ذرّہ کو کر دیں گہر
شمس کی روشنی آپؐ سے، آپؐ کی خاکِ پا ہے قمر
آپؐ ہیں نورِ ذاتِ خدا سرورِ انبیاء مصطفیٰؐ

آپؐ کا جب اشارہ ہوا پتھروں نے بھی کلمہ پڑھا
آپؐ کے سامنے یا نبیؐ سب درختوں نے سجدہ کیا
آپؐ ہی ہیں حبیبِ خدا سرور انبیاء مصطفیٰؐ

آپؐ کو جو ستاتے رہے ان پہ رحمت لٹاتے رہے
اہل مکہ کے ظلم و ستم آپؐ ہنس کر بھلاتے رہے
آپؐ نے بخشی سب کی خطا سرورِ انبیاء مصطفیٰؐ

یا نبیؐ اب کرم کیجئے، اپنے در پر بلا لیجئے
ایک دن پہنچے طیبہ مینک اس کی قسمت جگا دیجئے
ہے بلند آپؐ کا مرتبہ سرورِ انبیاء مصطفیٰؐ

☆ ☆ ☆

بڑھ کے دیتے ہیں سب کو سہارے نبیؐ وہ ہیں معراج والے ہمارے نبیؐ
غم کے طوفاں میں آیا سفینہ مرا میری کشتی لگا دو کنارے نبیؐ

☆ ☆ ☆

ناشاد، سرجیت سنگھ

آپ کی پیدائش ۱۹ ر مئی ۱۹۳۸ء کو موضع فتح گڑھ ضلع لدھیانہ میں ہوئی۔ آپ نے انگریزی ادب میں ایم۔ اے کیا ہے۔ ۱۹۵۲ء سے شعر گوئی کی طرف مائل ہیں۔ اپنے حلقے میں بحیثیت ایک استاد بھی محترم ہیں۔ ☆۱

اسی کی ہیں صبحیں اسی کی ہیں شامیں
جو لیتا ہے ہر صبح نامِ محمدؐ

قیامت سے مجھ کو ڈراتا ہے ناصح
پتہ ہے کہ میں ہوں غلامِ محمدؐ

☆ ☆ ☆

☆۱ اردو ادب میں سکھوں کا حصہ، ص ۱۷۲

نافذ دہلوی، لالہ چھنو مل

آپ کو حضرت سید وحید الدین احمد بیخود دہلوی (۱۸۶۳ء - ۱۹۵۵ء) سے شرفِ تلمّذ حاصل تھا۔ نعت ملاحظہ فرمائیے۔

اب حسین دل ہیں نہ ان کی یاد اب پہلو میں ہے
آج کل الجھا ہوا دل شاہ کے گیسو میں ہے

دیدۂ تر خونِ دل شامل یہ کیوں آنسو میں ہے
جب تشفی کے لئے یادِ نبیؐ پہلو میں ہے

ہجرِ احمد میں ہوا ہوں اس قدر گریہ کناں
نوح کے طوفاں کا عالم ہر اک آنسو میں ہے

کعبۂ مسلم جدا ہے، کعبۂ دل ہے جدا
سجدہ گاہ عاشقاں محرابِ دو ابرو میں ہے

در پہ پیشانی گھسوں آنکھوں کو تلووں سے ملوں
یہ تمنا ساتھ لے کر دل مرے پہلو میں ہے

کیا مدینہ کے چمن سے ہو کے آئی ہے ابھی
کس لئے یہ دلکشی قُمری تری کو' کو' میں ہے

الفتِ حضرت کا نافذ ایک ادنیٰ ہے یہ وصف
یہ کمالِ نعت گوئی اور پھر ہندو میں ہے

☆ ☆ ☆

بشکریہ : ڈاکٹر محمد اسمٰعیل آزاد فتح پوری

نامی سہارنپوری، منشی روپ کشور

منشی روپ کشور جینی قوم کے فرد تھے۔ آپ کے والد منشی نندلال کا تعلق سہارنپور سے تھا۔ آپ شنکر لال ساقی سکندر آبادی (۱۸۳۳ - ۱۸۹۷ء) اور جناب غریب سہارنپوری سے شرف تلمذ رکھتے تھے۔ اردو کے اچھے شاعروں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ آپ کی ہر غزل کا مطلع نعتیہ ہوتا تھا۔ فارسی اور انگریزی میں اچھی قابلیت رکھتے تھے۔ نامی سہارنپوری کا سال پیدائش ۱۸۷۴ء ہے۔ ☆ ۱

رسولوں میں محمد مصطفیؐ تم سب سے برتر ہو ۔۔۔ قسیمِ آبِ کوثر ہو، شفیعِ روزِ محشر ہو
گزارے سات دن جو آستانہ پر محمدؐ کے ۔۔۔ گدا وہ ایک ہی ہفتہ میں شاہِ ہفت کشور ہو
رسولؐ اللہ کے در پر رسائی اس کی ہوتی ہے ۔۔۔ مقدر جس کا یاور ہو، نصیبہ جس کا رہبر ہو
جو ہو تیار آبِ رحمت و قندِ شفاعت سے ۔۔۔ عنایت تشنہ کاموں کو اسی شربت کا ساغر ہو
دلوں میں روشنی پھیلے چراغِ عشقِ احمدؐ کی ۔۔۔ محمد مصطفیؐ کے نور سے معمور گھر گھر ہو
ملیں کھانے کو طیبہ میں کھجوریں باغ حضرت کی ۔۔۔ دعا یہ ہے مرا نخلِ تمنا بار آور ہو

نہیں نامی کو کچھ ڈر پرسشِ روزِ قیامت کا
گنہگاروں کے سرور ہو شفیعِ روزِ محشر ہو
☆ ۲

☆ ☆ ☆

آیا جو نامِ پاکِ محمدؐ زبان پر
صلِّ علیٰ کا شور ہوا آسمان پر
☆ ۳

☆ ۱ موجِ گنگ، ص ۳۸۱ جوہر دیوبندی
ہندو شعراء ص ۱۱۶، ۱۱۷

☆ ۲ ہفت وار "بیدار" (رسولؐ نمبر) مظفر نگر، ص ۷۴ - ۸ر جون ۱۹۳۵ء

☆ ۳ موجِ گنگ، جوہر دیوبندی ص ۳۸۱

نانک، گورونانک جی

سکھ مذہب کے بانی گرونانک ۱۴۶۹ء میں لاہور سے تیس میل کے فاصلہ پر ایک چھوٹے سے قصبہ میں پیدا ہوئے جسے اب ننکانہ کہتے ہیں۔ اس قصبہ کا نام تلونڈی ہے۔ گرونانک نے جس مذہب کی تبلیغ کی اس کا منشاء مسلمانوں اور ہندوؤں کو ملانا تھا۔ انہوں نے ذات پات کی تفریق کو باطل قرار دیا اور یہ بتایا کہ سب انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور خدا کے سامنے برابر ہیں۔ اسی لئے مسلمان اور ہندو دونوں ان کا احترام کرتے تھے۔ امرت سر کے شہرہ آفاق سنہری مندر کی بنیاد گرو ارجن نے ایک مسلمان صوفی حضرت میاں میر سے رکھوائی تھی۔ گرونانک کا کلام گرنتھ صاحب (سکھوں کی مذہبی کتاب) میں موجود ہے۔ ☆۱

بابا گرونانک نے ۱۵۳۹ء میں وفات پائی۔ آپ کو اسلام اور بانی اسلام سے کافی محبت اور عقیدت تھی چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ان کے دور کے مسلمان ان کا دلی احترام کرتے تھے۔ وہ بغداد اور عرب کی سیاحت کو بھی گئے۔ بغداد میں حضرت بہلول داناؒ کے مزار کے قریب گرونانک کے آثار و احوال کا کتبہ موجود ہے۔ جس میں یہ بھی لکھا ہے کہ وہ بیت اللہ کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے اور بعد تکمیلِ مجاہدات انہیں سلسلۂ قادریہ کا خرقہ بھی عطا ہوا تھا۔ یہ خرقہ آج بھی "بابا نانک کے چولے" کے نام سے مشہور و موجود ہے۔ مغل بادشاہ ہمیشہ ان سے احترام سے پیش آتے تھے۔ ☆۲

اُٹھے پہر بھَوندا پھرے کھاون سِنتر سُول
دوزخ پوندا کیوں رہے جاں چت نہ ہوئے رسولؐ
☆۳

م محمدؐ مَن توں، مَن کتاباں چار
مَن خدائے رسولؐ نوں، سچا ای دربار
☆۴

لکھایا وچ سَاب دے اول ایک خدا
دوجا نور محمدیؐ جس چانن کیتا آ
☆۵

ان نعتیہ اشعار کے بعد بابا گرونانک کی ایک حیرت انگیز اور دلچسپ رباعی دیکھئے جس سے ان کی سرورِ کائناتؐ سے حد درجہ الفت و عقیدت کا پتہ چلتا ہے۔

ہر شے میں ہے جلوۂ نامِ محمدؐ

ہر عدد کو چوگن کرلو، دو کو اس میں دو بڑھائے
پورے جوڑ کو پنچ گُن کرلو بیس سے اس میں بھاگ لگائے

باقی بچے کو نو گُن کر لو دو کو اس میں دو بڑھائے
گرونانک یوں کہے ہر شے میں محمدؐ کو پائے

ترجمہ : کسی بھی عدد کو چار سے ضرب کرکے اس میں ۲ جوڑ دو اور پھر جو جوڑ آئے پانچ سے ضرب دے کر حاصلِ ضرب کو بیس سے تقسیم کرلو۔ تقسیم میں جو باقی بچ جائے اس کو نو سے ضرب دو، اور حاصلِ ضرب میں مزید ۲ شامل کرلو، گرونانک کہتا ہے کہ ہر شے میں محمدؐ کا جلوہ نظر آئے گا یعنی عدد ۹۲ ہی ہو گا۔

☆۱ ماہنامہ "نگار" کراچی۔ خدا نمبر ص ۹۰، ۹۱

☆۲ ماہنامہ "شبستان" نئی دہلی۔ جنوری ۱۹۶۸ء

☆۳ ہفت روزہ "ہندوستانی مورچہ" نئی دہلی۔ رحمت اللعالمین نمبر۔ ص ۱۷۔ ۱۴ تا ۲۸ اکتوبر ۱۹۸۹ء

☆۴ ایضاً

☆۵ ماہنامہ "نعت" لاہور، ص ۲۲۔ اگست ۱۹۸۸ء

نانک لکھنوی' لالہ نانک چند کھتری

لالہ نانک چند کھتری ولد راجارام لکھنؤ کے باشندے تھے۔ پیارے لال رشید کے شاگرد تھے۔ آپ نے مکمل رامائن کا مسدس میں ترجمہ کیا ہے۔ نانک چند کو مرثیہ کہنے میں کمال حاصل تھا۔ بدھ پرکاش جوہر دیو بندی کے مطابق اپنے مرثیے اہل اسلام کی مجلسوں میں پڑھتے تھے اور خوب داد پاتے تھے۔ آپ صاحب دیوان شاعر تھے اور نامی استاد بھی۔ ۱۹۲۸ء میں آپ نے مظفر نگر کے مشاعرے میں جو غزل پڑھی تھی اس کا یہ شعر حاصل مشاعرہ قرار دیا گیا تھا۔

واں ذات عشق فانی واں حسن جاودانی
موسیٰؑ نہ اتنا سمجھے کس سے مقابلہ ہے

آپ کے یہ نعتیہ اشعار مل سکے ہیں

کامل ہوا جو عشقِ رسالت مآبؐ میں
مقبول ہوگیا وہ خدا کی جناب میں

☆ ☆ ☆

نانک لحد میں آ کے نکیرین پھر گئے
نامِ رسولِ پاکؐ جو وردِ زباں ہوا

☆ ☆ ☆

تھی یہی بخشش کی صورت تیری نانک بعدِ مرگ
صدق دل سے تو جو مدّاحِ شہِ لولاکؐ تھا
☆ ۱

☆ ☆ ☆

☆ ۱ بشکریہ : ندیم صدیقی۔ بمبئی

نحیف دہلوی، جولئیس

جناب جولئیس ۱۷ ستمبر ۱۹۲۷ء کو ضلع میرٹھ کی تحصیل باغپت ڈاکخانہ بڑوت کے گاؤں جھگولی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گاؤں اوسیکہ میں پادری کی حیثیت سے فرائض انجام دیتے تھے۔ سات سال کی عمر میں انہوں نے جناب جولئیس کو دلی یونائیٹڈ کرسچنین اسکول کے ہوسٹل میں داخل کر دیا جہاں آپ نے ۱۹۳۵ء سے ۱۹۴۴ء تک تعلیم حاصل کی۔ والدین کا دیا ہوا نام جشید اللہ بخش تھا جو اسکول میں بھی رجسٹرڈ ہوا۔ اس نام کی وجہ سے ۱۹۴۷ء میں نوکری چھوڑ دی اور خود ہی اپنا نام جولئیس رکھ لیا۔ ۱۹۴۶ء میں شعری ذوق پروان چڑھا اور نحیف تخلص پسند کیا۔ جناب موج زیبائی دہلوی سے شرفِ تلمذ حاصل کیا جو حضرت زیبا ناروی (م۔ ۱۹۸۷ء) کے قابلِ ذکر تلامذہ میں ہیں۔

جناب جولئیس کا مجموعہ کلام "آوازِ دل" ماہنامہ "شانِ ہند" دہلی نے ۱۹۸۴ء میں شائع کیا ہے جس کا پیش لفظ حضرت منور لکھنوی نے تحریر کیا ہے۔

ہوئی انسانیت کی شمع روشن شان و شوکت سے
ہر اک دل جگمگا اٹھا چراغِ شانِ وحدت سے
فلک پر چاند بھی شرما گیا حسنِ لطافت سے
منور کیوں نہ ہو جائے زمانہ شمعِ الفت سے
یہ ساری روشنی دنیا میں شاہِ انبیاءؐ کی ہے

جہاں بھر میں ہوا مشہور افسانہ محمدؐ کا
مبارک ہے جو کہلاتا ہے دیوانہ محمدؐ کا
ملا ہر امتی کو خوب نذرانہ محمدؐ کا
بڑے ہی ناز سے کہتا ہے مستانہ محمدؐ کا
محبت سارے عالم کو شہِؐ روزِ جزا کی ہے

زمیں روشن زماں روشن ہوا سارا جہاں روشن
فلک پر دیکھئے کیسی ہوئی ہے کہکشاں روشن
تجلی سے نظر آنے لگے کون و مکاں روشن
نحیفؔ زار کیسے ہیں زمیں و آسماں روشن
مہ و انجم میں دیکھو روشنی صلِ علیٰ کی ہے

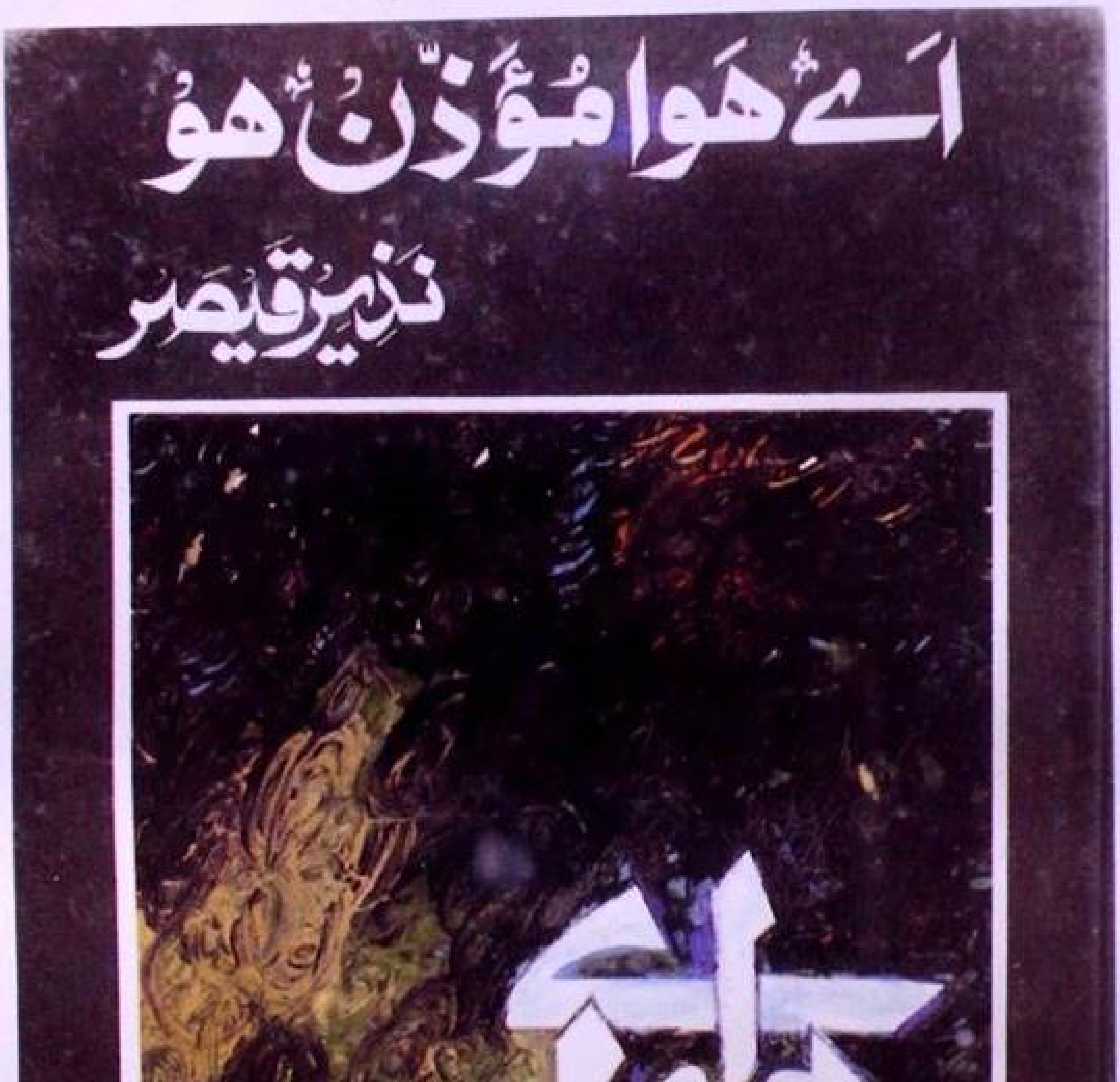
☆ ۱ آوازِ دل : جولئیس نحیف دہلوی ص ۸۹، ۹۰ ☆ ۲ اردو کے مسیحی شعراء، ڈی۔ اے۔ بیرنس قربان ص ۳۰۹

نذیر قیصر

نذیر قیصر ۵ ر جنوری ۱۹۴۵ء کو پیدا ہوئے۔ آپ مذہباً عیسائی ہیں۔ اردو کے علاوہ پنجابی کے بھی خوبصورت شاعر ہیں۔ ہفت روزہ "صدائے حق" کے مدیر ہیں۔ "تیری دنیا" ۱۹۷۹ء' "آنکھیں' چہرہ' ہاتھ ۱۹۶۸ء" اور "گنبدِ خوف سے بشارت ۱۹[illegible]۴ء" آپ کے اردو شعری مجموعے ہیں۔ نذیر قیصر صاحب کا نعتیہ مجموعہ "اے ہوا موذن ہو ۱۹۹۲ء میں" منظرعام پر آچکا ہے جو کسی مسیحی شاعر کا دوسرا مجموعۂ نعت ہے۔

نذیر قیصر کی نعتیہ شاعری کے بارے میں ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی لکھتے ہیں "نذیر قیصر اس روایت کا ایک بھرپور اور توانا اظہار ہیں جو غیر مسلموں کی نعت کے حوالے سے اردو اور ہماری دیگر زبانوں میں تسلسل کے ساتھ مل رہی ہے۔" سراج منیر مرحوم نے نذیر قیصر کی شاعری کے حوالے سے لکھا ہے "نذیر کی نعتیں اپنے منفرد اسلوب' جذب و مستی کی سرشاری اور لفظ و معنی کے علامتی روابط کی نئی جہتوں کے سبب' نعتیہ ادب میں ایک نئی روایت کا درود کرتی ہیں اس طرح نذیر قیصر کی شاعری میں یہ نعتیں نذیر قیصر کا ظہور نو بھی ہیں" پریشان خٹک فرماتے ہیں "نذیر قیصر کی نعتیں ندرتِ خیال کا مرقع ہیں۔ اس نے ایک نئے اسلوب کی ابتداء کی ہے جو یقیناً پذیرائی حاصل کرے گا۔"

خامشی --' غار حرا --' دل میرا — تیرے قدموں کی صدا --' دل میرا
گنبد سبز پہ تاروں کا ہجوم — اور سرِاب دعا --' دل میرا
صبح کے ساتھ جھکی شاخ گلاب — شاخ کے ساتھ جھکا --' دل میرا
لوح در لوح ترے نقش قدم — حرف در حرف لکھا دل میرا
ڈوبتی رات کے سناٹے میں — اک کتاب ایک دیا --' دل میرا
روشنی طاق ابد سے اتری — اور ستارے نے کہا --' دل میرا



نذیرِ قیصر کے نعتیہ مجموعۂ کلام "اے ہوا مؤذّن ہو" کے سرِورق کا عکس

جن زمانوں میں تری خوشبو تھی
ان زمانوں کی ہوا --، دل میرا

☆ ☆ ☆

پل میں ورائے عرش گئے اور آ گئے
انساں کا ہے مقام کہاں تک بتا گئے

قیصرؔ اب اس سے بڑھ کر ہو کیا درس زندگی
جینا سکھا گئے ہمیں مرنا سکھا گئے

☆ ☆ ☆

آسماں، آسماں قدم اس کے
معجزے خاک پر رقم اس کے

لہر بکھری ہے یم بہ یم اس کی
تارے اترے ہیں خم بہ خم اس کے

☆ ☆ ☆

رنگ و نسل کا پرچم پاؤں میں ڈال دیا
بندے کو انسان کا حسن و جمال دیا

تیرا سایہ نہیں تھا - لیکن عالم پر
تو نے رحمتِ رب کا سایہ ڈال دیا

☆ ☆ ☆

☆ ماخذ : اے ہوا موذن ہو، نذیر قیصر

☆ اوج، نعت نمبر، جلد ا، ص ۶۷۵

☆ اوج، نعت نمبر، جلد ۲، ص ۷۰۳

نسیم، لالہ فتح چند

لالہ فتح چند تحصیل لورا لائی (بلوچستان) کے محرر تھے۔ نسیم تخلص تھا۔ آپ ۱۳ر جنوری ۱۸۹۴ء کو ڈیرہ اسماعیل خاں میں پیدا ہوئے۔ موصوف نے ستمبر اور نومبر ۱۹۱۴ء میں منعقدہ مشاعروں میں نعتیہ کلام پیش کیا جو "قندیلِ خیال" میں شائع ہوا۔ پہلے مشاعرے کی رپورٹ خود انہوں نے مرتب کی جبکہ دوسرے مشاعرے کی روداد سردار محمد یوسف پوپلزئی یوسف نے ترتیب دی جو سیکرٹری مشاعرہ بھی تھے۔ سردار صاحب ان دنوں تحصیلدار تھے۔

آپ کا انتقال ۲۵ر مارچ ۱۹۸۳ء کو رائے بہادر جیسارام ہسپتال نئی دلّی میں ہوا۔

غمِ عصیاں ہے نہ مجھ کو نہ الم دوزخ کا
میں ہوں مدّاحِ پیمبرؐ مجھے پروا کیا ہے

مجھ کو جب شفقت و رحمت پہ ہو تکیہ اس کی
پھر مجھے خوف و پریشانیٔ عقبیٰ کیا ہے

☆ ۱

☆ ☆ ☆

شایاں ہے مدح ایک فقط کردگار کو
اور مدحِ ذات سید عالی وقار کو

☆ ۲

☆ ☆ ☆

☆ ۱ ماہنامہ "قندیل خیال" ص ۱۱ ستمبر ۱۹۱۴ء بشکریہ سعید گوہر

☆ ۲ ماہنامہ "قندیل خیال" ص ۱۰ نومبر ۱۹۱۴ء بشکریہ سعید گوہر

نسیم لکھنوی، پنڈت دیا شنکر

پنڈت دیا شنکر نسیم اردو کے ممتاز شاعر تھے۔ آپ پنڈت گنگا پرشاد کے گھر ۱۸۱۱ء میں پیدا ہوئے۔ ☆ ۱ حضرت نسیم لکھنوی کو خواجہ حیدر علی آتش (۱۷۶۸ء۔ ۱۸۴۷ء) سے شرفِ تلمذ حاصل تھا۔ شاہی فوج میں وکیل تھے۔

دیا شنکر نسیم کا خاص میدان مثنوی تھا۔ نہایت ذہین تھے۔ خمخانۂ جاوید جلد ششم میں آپ کے شعری محاسن پر گفتگو کرتے ہوئے مولف نے لکھا۔ "نسیم صرف اپنے استاد ہی کے لئے نہیں بلکہ شاعران لکھنؤ کے لئے سرمایہ نازش و افتخار تھے۔" آپ کی مثنوی "گلزار نسیم" نے زیادہ شہرت حاصل کی۔ لالہ سری رام نے اس مثنوی کے بارے میں تحریر کیا ہے۔ "مثنوی میں اپنی پرزور طبیعت کے وہ وہ جوہر دکھائے ہیں کہ جب تک زبان اردو باقی ہے اہل زبان اور باکمالان فن سخن ہمیشہ اس کی تعریف میں طلیق اللسان اور مداح رہیں گے۔ حسن تشبیہہ اور خوبی استعارہ اور شوخی اشارت ان کا خاص حصہ ہے۔" ☆ ۲ رام بابو سکسینہ (۱۸۹۶ء۔ ۱۹۵۷ء) نے اپنی رائے کا اظہار ان لفظوں میں کیا ہے۔ "فن کے لحاظ سے تخیل کے اعتبار سے یہ ایک معرکتہ الاراء تصنیف ہے۔۔۔ وہ اردو کے ایک مایہ ناز شاعر کہلائے جانے کے قرار واقعی مستحق ہیں۔" ☆ ۳ سید فرزند احمد صفیر بلگرامی (۱۸۳۴ء۔ ۱۸۹۰ء) نے "جلوۂ خضر" میں لکھا ہے۔ "رعایت لفظی کے صرف دو اشخاص نے حسن کے ساتھ برتا ایک تو صبا نے اور دوسرے نسیم نے۔" ☆ ۴ پنڈت برج نرائن چکبست (۱۸۸۲ء۔ ۱۹۲۶ء) کا مشورہ ہے کہ۔ "اگر باریک بینی اور معنی آفرینی کا رنگ پسند ہے تو گلزار نسیم کی سیر کرو۔" ☆ ۵

بدھ پرکاش جوہر دیوبندی نے اپنے تذکرے "موجِ گنگ" میں انکشاف کیا ہے کہ "اپنے مذہب کو ترک کر کے دینِ اسلام قبول کر لیا تھا۔" ☆ ۶

نسیم لکھنوی کے کئی اشعار بہت مشہور ہوئے ہیں اور زبان زد خاص و عام ہیں۔ اردو کا یہ مایہ ناز شاعر صرف ۳۴ سال کی عمر میں ۱۸۴۵ء میں لکھنؤ میں رخصت ہوا۔

"حمد و نعت"

ہر شاخ میں ہے شگوفہ کاری   ثمرہ ہے قلم کا حمدِ باری
کرتا ہے یہ دو زبان یکسر   حمدِ حق و مدحتِ پیمبرؐ

پانچ انگلیوں میں یہ حرف زن ہے
یعنی یہ مطیعِ پنجتن ہے

☆ ☆ ☆

☆ ۱ تذکرہ ماہ و سال، ص ۳۸۷، مالک رام

☆ ۲ خمخانۂ جاوید، جلد ششم، ص ۲۲۸، لالہ سری رام، مرتبہ خورشید احمد خاں یوسفی

☆ ۳ تاریخِ ادب اردو، ص ۲۲۳، رام بابو سکسینہ

☆ ۴ اردو شاعری پر ایک نظر، ص ۲۳۷ تا ۲۴۱، محمد جمیل احمد

☆ ۵ اردو شاعری پر ایک نظر، ص ۲۳۷ تا ۲۴۱، محمد جمیل احمد

☆ ۶ موجِ گنگ، ص ۳۸۵، جوہر دیوبندی

نشاط بسوانی، بخت بہادر

نام بخت بہادر، تخلص نشاط، سکونت قصبہ بسواں ضلع سیتاپور۔ منشی سوامی دیال سریواستوا کے گھر ۱۹۰۳ء میں عرفان عباسی کے مطابق اور سوامی دیال مصرا مصنف "روح سخن" کے مطابق ۱۹۰۱ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے بزرگوں کا وطن بجنور ضلع لکھنؤ تھا۔

نشاط صاحب شعروادب کا ذوق رکھنے والے روائیتی کائستھ گھرانے کے فرد تھے۔ ان کے ماموں سیماب قطب نگری اچھے شاعر تھے۔ خود نشاط صاحب فطری شاعر تھے۔ حضرت جگر بسوانی کے شاگرد ہوئے۔ کبھی کبھی بندرا پرشاد شباب کاکوروی سے بھی اصلاح لی۔

عرفان عباسی نے تذکرہ شعرائے قصباتِ اودھ میں تحریر کیا ہے "ان کی شاعری کا آغاز غزل گوئی سے ہوا تھا اور اچھی غزلیں کہتے تھے۔ جوں جوں مشقِ سخن میں اضافہ ہوا وہ شاعری کی جملہ اصناف پر طبع آزمائی کرنے لگے۔ ان کا کثیر شعری اثاثہ نعت، غزل، رباعی، قطعہ اور نظم وغیرہ اصناف پر مشتمل ہے"
نشاط صاحب کا تمام شعری اثاثہ غیر مطبوعہ ہے
۱۹۸۳ء کو لکھیم پور میں انتقال کیا۔ ☆۱

جو پیشِ نظر ہو دیارِ مدینہ
میں جی بھر کے لوٹوں بہارِ مدینہ

کلیجہ میں رکھ لوں کہ میں دل میں رکھ لوں
مجھے گل سے بہتر ہیں خارِ مدینہ

نشاطِ گنہ گار کی آبرو ہے
ترے ہاتھ اے تاجدارِ مدینہ

☆ ۲

☆ ۱ نغمۂ ناقوس، جوہر دیوبندی ص ۲۸۱ تذکرہ شعرائے قصباتِ اودھ "آپ تھے" جلد دوم، ص ۲۸۳۔۲۸۵، عرفان عباسی

☆ ۲ تذکرہ ماہ و سال، ص ۳۸۸، مالک رام روحِ سخن، ص ۱۳، پنڈت سوامی دیال مصرا

بشکریہ : عزمی خیرآبادی بتوسط جگناتھ آزاد

نشتر لکھنوی، اودھے ناتھ

بنائے کن فکاں نورِ خدا کی بات کرتے ہیں
ادب کے ساتھ ختم الانبیاء کی بات کرتے ہیں

سلامی دیتی ہیں پلکیں نگاہیں جھوم جاتی ہیں
خوشی میں جب حبیبِ کبریا کی بات کرتے ہیں

غرض تسنیم و کوثر سے نہ ہم کو کام جنت سے
کہ ہم دل سے محمد مصطفیٰؐ کی بات کرتے ہیں

مٹائیں ظلمتیں جس نے، دکھائی راہِ حق جس نے
ہم اس نورِ خدا، اس رہنما کی بات کرتے ہیں

نہ کیوں حسنِ سخن پر ہوں ہماری رحمتیں صدقے
زباں کوثر سے دھو کر مصطفیٰؐ کی بات کرتے ہیں

ہمیں دوزخ کی کیا پرواہ، ہمیں کیوں ڈر ہو محشر کا
ہم عاصی شافعِ روزِ جزا کی بات کرتے ہیں

سلام اس ذاتِ عالی پر، درود اس نورِ اقدس پر
پڑھو صلِّ علیٰ، ہم مصطفیٰؐ کی بات کرتے ہیں

یہ ہیں جنّ و بشر کیا شے، خدا کے ہم زباں ہو کر
فرشتے بھی درِ خیرالوریٰ کی بات کرتے ہیں

وہ جس کے نور سے روشن ہیں یہ شام و سحر نشترؔ
اسی شمس الضحیٰ، بدرالدجیٰ کی بات کرتے ہیں
☆ ۱

☆ ☆ ☆

☆ ۱ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام، ص ۱۴۸

بسر زماں، بسر زباں صلی اللہ علیہ وسلم

نشتر میرٹھی، سرداری لال

پنڈت منگل سین چوراسیہ کے پسر سرداری لال ۱۸۹۸ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کا وطن میرٹھ ہے۔ اردو اور ہندی زبانوں میں مہارت رکھتے تھے۔ علمی و ادبی صحبتوں کے ذریعہ شوقِ شعر و سخن کو جلا ملی۔ شریف اللہ ربط میرٹھی کی شاگردی اختیار کی پھر مولانا شعیب احمد ندرت میرٹھی (۱۸۸۶ - ۱۹۵۴ء) سے شرفِ تلمذ حاصل کیا۔ مولانا سے بہت عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ تحت اللفظ پڑھا کرتے تھے۔ خمخانۂ جاوید جلد ششم میں آپ کے بارے میں تحریر ہے۔ "نشتر صاحب کا کلام برجستہ، فصیح اور نہایت سلیس و بامحاورہ ہوتا ہے۔" ☆ ۱ آپ نے ایک دیوان ترتیب دیا تھا جو شائع نہ ہوسکا۔ ۲۸ر فروری ۱۹۵۲ء کو رخصت ہوئے۔ ☆ ۲

جنابِ محمدؐ شہِ انبیاء تھے | مگر دستگیرِ امیر و گدا تھے
طلسمِ عداوت کو حضرتؐ نے توڑا | خلائق میں رشتہ محبت کا جوڑا
یتیموں کے محسن نگہباں تھے وہ | غریبوں پہ سو دل سے قرباں تھے وہ
گناہوں کے جس وقت طوفاں بپا تھے | وہی کشتیٔ دہر کے ناخدا تھے
کئے صاف پہلے تو دل کاوشوں سے | جلا دی پھر اخلاق کی تابشوں سے
بچایا ہر انسان کو لغزشوں سے | رہائی جہاں کو ملی شورشوں سے
ہدایت کا دنیا میں پیغام لائے | وہ شمعِ تجلائے اسلام لائے
نہ کی رنج و غم کی شکایت کسی سے | نہ رکھی جہاں میں عداوت کسی سے
نہ غصہ، نہ خفگی، نہ نخوت کسی سے | نہ کینہ، نہ رنجش، نہ نفرت کسی سے
میسّر یہ قدرت کسی کو کہاں تھی | زبانِ محمدؐ خدا کی زباں تھی
زمانہ میں کس طرح رہتی غلامی | کہ تھے آپؐ آزادیوں کے پیامی
ہیں ممنونِ احسانِ ذاتِ گرامیؐ | عراقی و ترکی، حجازی و شامی

فقط ایک نشتر ہی کیا مدح خواں ہے
ثناخواں محمدؐ کا سارا جہاں ہے ☆ ۳

☆ ۱ خمخانۂ جاوید جلد ششم ص ۲۴۴ ☆ ۲ بشکریہ: سید اختر الاسلام، میرٹھ

☆ ۳ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام، ص ۱۱۳ فانی مرادآبادی

نظرؔ، پنڈت ہری کشور شرما

جی چاہتا ہے کوچۂ انوار میں چلوں
اپنے رسول پاکؐ کی سرکار میں چلوں

تنہائیوں میں سوچتا رہتا ہوں دوستو
مقدور ہو تو شہرِ پرانوار میں چلوں

نعلینِ پاک آپؐ کا پالوں جو اے نظرؔ
سر پر رکھوں اور سایۂ دیوار میں چلوں
☆ ۱

☆ ☆ ☆

☆ ۱ فروغِ تجلی کلکتہ

نظر لکھنوی' سیارام سریواستوا

سجدۂ بیخودی میں تھی جانے کہاں کی برتری　　کون و مکاں کی رفعتیں مجھ کو سلام کر گئیں

آستاں کی ترے تنویر لئے بیٹھا ہوں　　جگمگاتی ہوئی تقدیر لئے بیٹھا ہوں

ان خاک کے ذروں میں اعجاز کا یہ عالم　　سجدے سے جبیں اٹھی تاروں کے سلام آئے

جناب سیارام سریواستوا قصبہ ایجولی ضلع بارہ بنکی کے زمیندار اور خوشحال کائستھ خاندان کے فرد لالہ راج بہاری لال سریواستوا کے گھر لکھنؤ میں ۲۲ر جولائی ۱۹۲۸ء کو پیدا ہوئے۔ ان کے والد شعر و شاعری کا اچھا ذوق رکھتے تھے اور شاعر بھی تھے' عجز تخلص کرتے تھے لیکن نظر لکھنوی نے ان کا تخلص اپنے کلام کے انتساب میں راج لکھا ہے۔ ممکن ہے کہ ان کے دو تخلص رہے ہوں۔ ان کی ایک تخلیق "چتاؤنی" شائع ہو چکی ہے۔

جناب سیارام نے ابتدائی تعلیم کے بعد اعلیٰ تعلیم بھی کوئینس کالج لکھنؤ سے حاصل کی۔ جس کے بعد محکمہ ریلوے کے شعبہ انجینئرنگ سے وابستہ ہوگئے۔ جناب نظر لکھنوی نے ہوش سنبھالتے ہی گھریلو ماحول شاعرانہ پایا چونکہ ان کے والد کے علاوہ ان کے بڑے بھائی ہری رام قمر تلمیذ منشی بال کرشن قمر لکھنوی خوش فکر شاعر تھے۔ آپ حضرت قدیر لکھنوی (م ۱۰ر اپریل ۱۹۶۹ء) کے حلقہ تلامذہ میں شامل ہوگئے۔ جناب عرفان عباسی آپ کے شعری محاسن پر اظہار خیال فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "نظر صاحب اپنی کلاسکی شاعری میں لکھنؤ اسکول کا تتبع کرتے تھے لیکن جدت سے متنفر نہیں تھے۔ ان کا کلام زبان و بیان کی دلکشی' خیالات کی پاکیزگی اور جذبات کی صداقت' حسنِ ادا اور لطیف احساسات کی خوبیوں سے آراستہ ہے اور اس میں جابجا تصوف کی جھلک موجود ہے۔" ☆ ۱

جناب نظر لکھنوی نے اسکوٹر کے حادثہ میں زخمی ہونے کے بعد ۲ر مئی ۱۹۷۹ء کو انتقال کیا۔

کچھ نہ پوچھو نظرؔ اپنی بیچارگی
چھوڑ کر آج ہم گلستاں چل دیئے

آپ کا مجموعہ کلام "زخمہ" کے نام سے موسوم ہے جو ۱۹۷۷ء میں شائع ہوا۔

کوثر کی فضاؤں سے ساقی کا پیام آئے لہرا کے گھٹا آئی گل بادہ بہ جام آئے
قرطاس پہ خامے کو اندازِ خرام آئے اشعار لکھوں ایسے میں مدحِ محمدؐ میں
جب بزم میں تاروں کی وہ ماہِ تمام آئے یہ حکمِ مشیت ہے صف بستہ رہیں قدسی
جس دل میں محبت ہو جو دل ترے کام آئے وہ بت کدۂ آذر بن جائے نہ کیوں کعبہ
خاموش فضاؤں سے تاروں کے سلام آئے افلاک کی راہوں سے گزرے ہیں محمدؐ جب
مجھ کو بھی تمنا ہے جلوہ گہہِ عام آئے دل نذر کروں میں بھی ایمانِ محبت میں

دیباچۂ ہستی میں عنواں ہو نظرؔ یہ بھی
اس نعت محمدؐ میں میرا کہیں نام آئے

☆ ☆ ☆

☆ ۱ تذکرہ شعرائے اترپردیش ص ۳۰۹ - ۳۱۴ جلد ششم - عرفان عباسی

نعیم، بابو روشن لعل

بابو روشن لال ڈیرہ غازی خاں کے رہنے والے تھے۔ نعیم تخلص کرتے تھے۔ ڈاکٹر محمد اسمٰعیل آزؔاد نے اپنے تذکرے میں لکھا ہے "آپ کی نعتیہ کاوشیں سوزِ دروں سے معمور ہیں۔" ☆ ۱

تجھے دل میں یا مصطفیٰؐ دیکھتے ہیں　　تیرا نور ہی جابجا دیکھتے ہیں
تیرے معجزے جو کہ تھے یا محمدؐ　　انہیں برحق و برملا دیکھتے ہیں
تیرے پاک پند و نصائح میں حضرت　　ہم اک جوشِ صدق و صفا دیکھتے ہیں
طبیب آپ ہیں یا محمدؐ دلوں کے　　ہم اس در کو دارالشفاء دیکھتے ہیں
ترا عشق ہے مومنوں کے دلوں میں　　وہ ہر وقت شانِ خدا دیکھتے ہیں

نعیؔم آستانہ نہ چھوڑے گا تیرا
اسے سب یہاں جبہ سا دیکھتے ہیں

☆ ☆ ☆

بن جاؤں میں دیوانۂ سرکارِ مدینہ
لگ جائے الٰہی مجھے آزارِ مدینہ

اے شیخ تجھی کو رہے فردوس مبارک
کافی ہے مجھے گوشۂ گلزارِ مدینہ

☆ ۱ اردو شاعری میں نعت، جلد دوم، ص ۲۵۷

نغز بلگرامی، کرشن سہائے

کرشن سہائے نغز بلگرامی کے بارے میں راجا رشید محمود نے تحریر کیا ہے۔ "گلدستۂ ابرِ سخن" امرتسر کے پہلے شمارے میں منشی کرشن سہائے نغز بلگرامی سیاہہ نویس تحصیل نگھاسن ضلع کھیری کی ایک طرحی نعت ہے۔ نغز بلگرامی منشی گنپت رائے خوش کے بیٹے تھے۔" موصوف نے "گلدستۂ ابرِ سخن" امرتسر کے شمارہ اول اکتوبر ۱۸۸۹ء کے حوالے سے یہ نعت شائع کی ہے۔ ☆۱

تصور جب سے آیا دل میں میرے نعت سرورؐ کا
زباں میری دہن میں ہوگئی اک موجہ کوثر کا

ثناخواں ہوں وِلا میں اس شہِ محبوبِ داورؐ کا
مگس راں جس کا ہے فغفور، قیصر پاسباں در کا

اسی کی شان میں "لولاک" فرمایا ہے خالق نے
یہ رتبہ کس نبی کا تھا، یہ درجہ کس پیمبر کا

نہیں کم معجزہ شق القمر کا چشم بینا کو
کریں کیوں مختصر کو طول لکھ کر حال پتھر کا

عرب رطب اللساں، مصری شکر لب شکرِ احمدؐ میں
ابھی تک روم لوہا مانتا ہے اس کے خنجر کا

نگاہِ لطف سے شاہِ اممؐ گر یک نظر دیکھیں
گہر بن جائے ہر قطرہ ہمارے دامنِ تر کا

یہی نعتِ پیمبرؐ ہوگی اپنی حافظ و ناصر
کریں کس واسطے ہم نغز کھٹکا روزِ محشر کا
☆۲

☆ ☆ ☆

☆ ۱ ماہنامہ "نعت" لاہور، خصوصی اشاعت، نومبر ۱۹۹۵ء، ص ۳۲۲، مدیر راجا رشید محمود

☆ ۲ "گلدستۂ ابرِ سخن" امرتسر، ص ۱۴، اکتوبر ۱۸۸۹ء

نفیس لکھنوی، گوبند سرن نگم

گوبند سرن نگم ۱۹۴۴ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کا وطن لکھنؤ ہے۔ سنت سرن نگم آپ کے والد ہیں۔ سید ظفر عباس نقوی فضل (پ ۱۹۱۳ء) کے تلامذہ میں شامل ہیں۔ ☆ ۱

ممتاز ہے کونین میں ایمانِ مدینہ
بھولے گا زمانہ نہ کبھی شانِ مدینہ

کس شخص کو ہوسکتی ہے انکار کی جرأت
ہر گوشۂ عالم پہ ہے احسانِ مدینہ

ظاہر میں زیارت سے بہت دور ہوں لیکن
سینے میں تڑپ جاتے ہیں ارمانِ مدینہ

میں دل میں نفیسؔ اپنے گناہوں پہ ہوں نادم
اب میری طرف دیکھیں گے سلطانِ مدینہ

☆ ☆ ☆

☆ ۱ آپ ہیں، حصہ سوم، ص ۱۹۹

نور لکھنوی' کرشن بہاری

جناب کنج بہاری لال سریواستوا کے نامور فرزند کرشن بہاری لال سریواستوا لکھنؤ میں ۸ ر نومبر ۱۹۲۵ء کو پیدا ہوئے۔ بھارت کے قابل ذکر شعراء میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ اکثر عالمی مشاعروں میں بھی شرکت کرتے رہتے ہیں۔ محترم فضل نقوی لکھنوی کے شاگرد ہیں۔ آپ کا شعری مجموعہ "دکھ سکھ" ۱۹۷۷ء میں شائع ہو چکا ہے۔

نور لکھنوی نعت بھی پورے اہتمام کے ساتھ کہتے ہیں۔ نمونۂ کلام :

کوئی مذہب تھا نہ ایماں تھا نبیؐ سے پہلے
بھٹکا بھٹکا سا ہر انساں تھا نبیؐ سے پہلے

کس کو معبود کی قربت کا شرف حاصل تھا
رازِ حق کس پہ نمایاں تھا نبیؐ سے پہلے

مسئلے سلجھے تو جینے کا قرینہ آیا
آدمی کتنا پریشاں تھا نبیؐ سے پہلے

بھر گئیں جھولیاں ایماں کے گہر سے ورنہ
آدمی خاک بداماں تھا نبیؐ سے پہلے

شمع توحید کی جب تک نہ جلی تھی اے نورؔ
سنتے ہیں کفر ہی ایماں تھا نبیؐ سے پہلے

☆ ☆ ☆

معراج نبوّت پاتی ہے پرنور زمانہ ہوتا ہے
معبود سے باتیں ہوتی ہیں اور بیچ میں پردا ہوتا ہے

آتے ہیں نبیؐ جاتے ہیں نبیؐ بستر پہ شکن پڑتی ہی نہیں
کٹ جاتی ہے جب معراج کی شب عالم میں سویرا ہوتا ہے

یہ ربطِ نبوت اور وحدت ہر حال میں یکساں رہتا ہے
جھکتی ہے جبیں کعبہ کی طرف اور دل میں مدینہ ہوتا ہے

گلزارِ محمدؐ کیا کہنا، بازار مدینہ کیا کہنا
ایمان کے سکّے چلتے ہیں فردوس کا سودا ہوتا ہے

وہ نورِ خدا کا ٹکڑا تھا کس طرح بھلا ہوتا سایہ
مٹی سے بنایا جاتا ہے جس جسم میں سایہ ہوتا ہے

اک تجربہ ذاتی ہے میرا اب اس کو دعا کہئے کہ دوا
جو یادِ نبیؐ کو کرتا ہے، بیمار وہ اچھا ہوتا ہے

☆ ۱

☆ ☆ ☆

تری الفت ہی عبادت ہے رسولِ عربیؐ ذکر ہی تیرا حقیقت ہے رسولِ عربیؐ
قلب انساں پہ حکومت ہے رسولِ عربیؐ یہ بھی معراجِ محبت ہے رسولِ عربیؐ
تیراؐ افسانہ حقیقت ہے رسولِ عربیؐ تیرا ایمان محبت ہے رسول عربیؐ
توؐ وہی شمعِ رسالت ہے رسولِ عربیؐ آج بھی جس کی ضیاؤں سے ہے روشن دنیا
کتنی معبود سے قربت ہے رسولِ عربیؐ جو خدا کا ہے وہی اندازِ بیاں ہے تیرا
تیرے جلووں میں بھی وحدت ہے رسولِ عربیؐ تیرے چہرے سے ضیا دیتا ہے نورِ توحید

سر تو رکھا ہے ترےؐ در کو سمجھ کر جنت
آگے اب تور کی قسمت ہے رسولِ عربیؐ

☆ ۲

☆ ☆ ☆

Krishna Bihari 'Noor'

PHONE : Resi. : 35512

67, GOUS NAGAR,
LUCKNOW.

Dated..............................

"ایمان کا سکہ"

معراج نبوت باقی ہے ۔ ہر روز زمانہ ہوتا ہے ۔
معبود سے باتیں ہوتی ہیں اور بیچ میں پردا ہوتا ہے ۔

اٹھتے ہیں نبی جاتے ہیں نبی بستر پہ شکن پڑتی بھی نہیں ۔
کٹ جاتی ہے جب معراج کی شب عالم میں سویرا ہوتا ہے ۔

یہ دربار نبوت اور وحدت ہر حال میں یکساں رہتا ہے ۔
جھکتی ہے جبیں کعبے کی طرف اور دل میں مدینہ ہوتا ہے ۔

اب سمت اسی جانب یہ دنیا بے خوف و خطر بڑھ جاتی ہے ۔
نقش کف پائے احمد کا جس سمت اشارا ہوتا ہے ۔

محبوب خدا کا ذکر کسی محفل میں جہاں چھڑ جاتا ہے ۔
جلتی ہیں عقیدت کی شمعیں ایمان کا اجالا ہوتا ہے ۔

وہ نور خدا کا ٹکڑا تھا کس طرح بھلا ہوتا سایہ
مٹی سے بنایا جاتا ہے جس جسم میں سایہ ہوتا ہے ۔

دیدار نبی ناممکن ہے ہر عیب سے دل گر پاک نہیں ۔
ہو جاتا ہے جب دل آئینہ ۔ آئینہ میں جلوہ ہوتا ہے ۔

گلزار مدینہ کیا کہنا بازار مدینہ کیا کہنا ۔
ایمان کا سکہ چلتا ہے ۔ فردوس کا سودا ہوتا ہے

☆ ۱ ہفت روزہ "اردو مورچہ" دہلی، رحمت اللعالمین نمبر ص ۳۰، ۱۴ تا ۱۸ اکتوبر ۱۹۸۹ء

☆ ۲ سیرتِ پاک، ماہِ نو کی خصوصی اشاعتوں کا انتخاب، ص ۳۳۲

وجے ، وجے پال سنگھ

کیا عجب جو آسماں پیدا کئے ان کے لئے
تھا کرم اللہ کا ذاتِ شہِ لولاک پر

دھیرے دھیرے ہٹ رہا ہوں جادۂ تشکیک سے
رفتہ رفتہ آ رہا ہوں منزلِ ادراک پر
☆ ۱

☆ ☆ ☆

☆ ۱ ہفت روزہ "میرٹھ میلہ" میرٹھ ، ۲۱ ؍ مارچ ۱۹۸۷ء

ودیا کانپوری' ودیا سکسینہ

محترمہ ودیا سکسینہ ۲۸ر اپریل ۱۹۲۴ء کو فرخ آباد میں پیدا ہوئیں۔ لالہ سہائے سکسینہ کی صاجزادی ہیں۔ آپ کے اردو شعری مجموعے "بسرور قلب" ۱۹۸۶ء "احساسات" ۱۹۸۶ء اور آبشار شائع ہو چکے ہیں۔ تین ہندی مجموعے "جیون ترن" ۱۹۵۶ء "پیڑا" ۱۹۸۶ء اور "شردھا سمن" ۱۹۸۶ء بھی منظر عام پر آئے ہیں۔ کانپور میں مقیم ہیں۔ آپ کا ایک ہی نعتیہ مطلع مل سکا۔ ☆۱

جہاں میں عیش کی دولت ملے ملے نہ ملے
ملے در آپ کا جنت ملے ملے نہ ملے

☆۱ آپ ہیں' حصہ چہارم ص ۲۱۱

ودیانند پرشاد

ودیانند پرشاد ہندی کے مشہور شاعر ہیں۔ ان کی ہندی نعت بھارت کے کسی علم دوست نے منظوم ترجمے کے ساتھ ارسال فرمائی ہے۔ یہ معلوم نہیں کہ یہ اردو منظوم ترجمہ کس نے کیا ہے۔

इब्राहिम के मन सर में जो
कभी खिला था कंज सुनहला;
उसी कंज-किसलय पर अपना
आज धरेगा शिशु पग पहला!

आंधी, धूल न घुक्कड़ नभ में
शोर न किंचित् कोलाहल है;
इस प्रशान्त मरु के प्राँगण में
कहीं न चपरना रूष्ट चपल है।

पता नहीं, क्यों शांत बनी यों
प्रकृति सहस्र सासों के बाद;
इंजिस की मधुरिम वाणी, क्या
जिह्वा पर हो बाई याद?

या खुद उसने जान लिया है
आने वाले हैं पैगम्बर;
जान सभ्या-संस्कृति का ले
जिनसे अरब न होंगे बर्बर!

या अतीत में खोज रही है
विवश हाजरा का इस्माइल;
देख नीर आबे जमजम का
मन की कलियां शीघ्र गई खिल!

स्यात्, आमना के मन में जा
खोज रही है ममता, प्यार;
माँ बनतें ही फूट पड़ेगी
जिस की सरन सुधामय धार।

तभी हुआ मुसकाता बालक
मिला आमना को सब संबल;
शुभ पाँच सौ एकहत्तर सन्
सोमवार दिन, रबिउल अव्वल!

ईश-कृपा के ही कारण तो
जन्नत मानों मिला गोद में;
आलिंगन कर चूम उठाया
कमलानन खिल उठा मोद में!

शौहर अब्दुल्ला के मरने
के न रहे कोई संताप;
हृदय-कोष भर गया हर्ष से,
आनन्दों से अपने आप।

हर सुख-शांति, प्रमोद-हर्ष का
केन्द्र-बिन्दु केवल वह बालक;
उसने जान लिया है मन में
प्रभु हैं इसके रक्षक-पालक।

सरका कर अवगुंठन अपना
उतरी स्वागत को नभ बाला।
मुदित प्रांत वेला में लेकर
किरणों की सतरंगी माला।

अंजलि में भर केशर, कुंकुम
दौड़ी माई करती नर्तन;
छुम-छुम-घुम-घुम, छनन-छनन-छन,
आज ज्दिन मक्का का कण-कण।

پھر گلشنِ خلیلؑ میں آنے کو ہے بہار
کھلنے کو اس چمن میں ہے اک تازہ تر گلاب
پھیلے گی جس کی خوشبو دو عالم میں ہر طرف
رحمت سے جس کی ہر گہر اک شخص فیضیاب

کس درجہ پر سکون و منور ہے آسماں
بے رحم آندھیاں ہیں، نہ طوفاں ہے ریت کا
ہے آج ریگزار میں ہلچل نہ شور و غل
اک دلنواز کیف سے معمور ہے فضا

کیا جانے کیوں ہزار ہا برسوں کے بعد پھر
قدرت ہے آج اس طرح خاموش و مہرباں
شائد کہ بار بار اسے آ رہی ہیں یاد
انجیل میں لکھی ہوئی پیشن گوئیاں

یا آج ہوگئی ہے اسے خود ہی یہ خبر
یاں آنے والا ہے کوئی پیغمبر خدا
جو وحشی و شریر قبائل کو ایک دن
حقانیت کی راہ سے کر دے گا آشنا

یا آج اس سلگتے ہوئے ریگزار میں
قدرت کو پھر ذبیحؑ کی ہے جستجو یہاں
وہ بی بی حاجرہ کا تبسم و سرخوشی
چشمہ ہوا تھا خشک چٹانوں سے جب رواں

شائد کہ بی بی آمنہؓ کے قلب و روح میں
اس وقت جو خوشی کا سمندر ہے موجزن
اس ماتا کی لہر کو محسوس کر کے آج
قدرت بھی اپنے آپ میں ہے مست اور مگن

سمبار دن، نو ربیع اول، بوقتِ صبح
اپریل بائیس، پانچ سو اکہتر عیسوی
تشریف لائے عالم امکاں میں آنحضورؐ
خوشیوں سے گود آمنہؓ بی بی کی بھر گئی

کونین جگمگا اٹھا جلووں سے حسن کے
آغوش آمنہؓ میں اتر آیا آفتاب
ماں نے خوشی سے چوم لی سرکارؐ کی جبیں
ہر سو فضا میں کھِل اٹھے لاکھوں حسیں گلاب

شوہر کی موت کا تھا انہیں جو بھی رنج و غم
اولاد کی خوشی میں وہ غم دور ہوگیا
پھر گلشنِ حیات میں مہکے خوشی کے پھول
دل کا خزانہ کیف سے معمور ہوگیا

یہ حسن یہ جمال یہ پاکیزہ عادتیں
ہے پرتو جمال خدا آمنہؓ کا لال
ہے بی بی آمنہؓ کو بھی اس بات کا یقیں
حافظ ہے اس یتیم کا خود ربِّ ذوالجلال

سرکار دوجہاںؐ کی پذیرائی کے لئے
دیوانہ وار حوریں اتر آئیں عرش سے
فرط خوشی سے جھوم اٹھی ساری کائنات
صلِّ علیٰ کے نغمے فضا میں بکھر گئے

صبحیں لٹا رہی ہیں خزانے بہار کے
بادِ صبا سناتی ہے خوشیوں کی داستاں
ہر سمت رحمتوں کی ہے بارش زمین پر
مکہ کا ذرہ ذرہ ہے مسرور و شادماں

☆ ☆ ☆

وشنو اکبر آبادی ' وشنو کمار ماتھر

وشنو اکبر آبادی ۱۸۸۶ء کے قریب منشی چیت لال ماتھر کے گھر بنارس میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مقامی طور پر رائج زبانوں میں حاصل کی اور پھر انگریزی کی طرف متوجہ ہوئے۔ مختلف محکموں میں خدمات انجام دیتے ہوئے ۱۹۴۳ء میں سبکدوش ہوئے۔ وشنو صاحب بچپن سے ہی شعری ذوق رکھتے تھے لیکن ان کی باقاعدہ شاعری کا آغاز ۱۹۲۰ء سے ہوا۔ آپ نے اپنے وقت کے ممتاز شاعر و کثیر التلامذہ استاد حضرت نوح ناروی (۱۸ ستمبر ۱۸۷۹ء - ۱۰ اکتوبر ۱۹۶۲ء) کی شاگردی اختیار کی۔ حضرت نوحؒ بھی اپنے عزیز شاگرد سے بہت خوش تھے۔ وشنو اکبر آبادی نے تمام اصنافِ شاعری میں طبع آزمائی کی۔ اپنے دو دیوان طباعت کے لئے خود مرتب کئے تھے جو شائع نہیں ہو سکے۔ اپنی زندگی کا بیشتر حصہ علم و ادب کی خدمت میں گزار کر ۱۰ دسمبر ۱۹۶۲ء کو دنیا چھوڑ گئے۔

ہے دل کو مرے شوق فراوانِ مدینہ
پورا اسے کر دیجئے سلطانِ مدینہ

بس اس کے سوا اور تمنا نہیں کوئی
ہو جاؤں نثار سروسامان مدینہ

رضواں بھی نہ کیوں رشک کرے بخت پہ ان کے
احباب جنہیں کہتے ہیں دربانِ مدینہ

کس واسطے خواہش ہو مجھے باغ جناں کی
آنکھوں میں سمایا ہے گلستان مدینہ

پائیں گے وہی روز جزا رتبۂ عالی
کہتی ہے جنہیں خلق غلامانِ مدینہ

وہ گلشن فردوس کی حسرت نہیں کرتے
مرغوب ہے دل سے جنہیں بستانِ مدینہ

قسمت کی رسائی نے جو پہنچا دیا مجھ کو
ہو جاؤں گا سو جان سے قربانِ مدینہ

وشنو احد و احمدؑ مرسل میں نہیں فرق
ہیں شاہِ دوعالم یہی سرکارِ مدینہ
☆ ۱

☆ ۱ تذکرہ شعرائے اترپردیش' بارہویں جلد۔ ص ۳۲۴ عرفان عباسی

وَرقہ بن نوفل

ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزی خاندان قریش میں سے تھے۔ زمانہ جاہلیت میں حکیم تھے۔ آپ نے اسلام کے آنے سے پہلے ہی بتوں کی عبادت ترک کر دی تھی اور بتوں کے نام پر ذبح کئے جانے والے جانوروں کو کھانے سے منع کر دیا تھا۔ نصرانی ہوگئے اور مذہبی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ آپ عبرانی حروف عربی لکھا کرتے تھے۔ حضور اکرمؐ کی نبوت کا بالکل ابتدائی زمانہ آپ نے پایا ہے البتہ نبی کریمؐ کی دعوت اسلام کا زمانہ نہیں پایا۔ غارِ حرا میں وحی کی ابتدا ہوئی اس کے بارے میں حدیث شریف میں ہے کہ غارِ حرا سے جب حضور اقدسؐ، حضرت خدیجہؓ کے پاس تشریف لائے اور آپؐ نے پورا واقعہ ان کو بتایا، اس وقت آپؐ خوف کی وجہ سے کپکپا رہے تھے، حضرت خدیجہؓ "آپؐ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لائیں جو اس وقت بہت بوڑھے اور نابینا ہو چکے تھے، حضرت خدیجہؓ نے کہا اے بھائی! ذرا اپنے بھتیجے کی باتیں سن لیں، ورقہ بن نوفل نے کہا، کہو! اے بھتیجے، تم نے کیا دیکھا؟ چنانچہ حضورؐ نے جو کچھ دیکھا تھا وہ سارا واقعہ ان کو سنا دیا۔ ورقہ بن نوفل نے کہا کہ یہ تو وہی ناموس (حضرت جبرئیل علیہ السلام) ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف نازل کیا تھا، کاش کہ میرا بھی اس کے اندر کچھ حصہ ہو جائے۔ کاش کہ میں اس وقت تک زندہ رہوں۔ جب آپؐ کو آپ کی قوم نکال دے گی۔۔۔ اگر میں زندہ رہا تو میں آپؐ کی بھرپور مدد کروں گا۔" یہ سارا واقعہ صحیح بخاری میں موجود ہے۔

ورقہ بن نوفل نے اشعار بھی کہے ہیں جس میں انہوں نے الأعلام کے مصنف خیرالدین الزرکلی کے مطابق حکماء کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ بعض مورخین نے ان کو صحابہ میں شمار کیا ہے چنانچہ خزانۃ البغدادی کے مصنف بغدادی کہتے ہیں کہ ابوالحسن برہان الدین ابراہیم البقاعی نے ورقہ بن نوفل کے حضورِ اقدسؐ پر ایمان لانے اور آپؐ کی صحبت اختیار کرنے کے بارے

میں ایک کتاب تالیف کی ہے جس کا نام "بذل النصح و الشفقتہ للتعریف بصحبتہ السید ورقتہ" ہے۔ ورقہ بن نوفل کی وفات کے بارے میں دو روایتیں ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ جو بخاری شریف میں ہے کہ ابتدائے وحی کے درج بالا واقعہ کے بعد ورقہ بن نوفل زیادہ دن زندہ نہیں رہے۔ دوسری روایت جو حضرت عروۃ بن زبیرؓ سے مروی ہے جس میں وہ حضرت بلالؓ کو کفار کی طرف سے تکلیف دیئے جانے کا واقعہ بیان کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ورقہ بن نوفل نے حضرت بلالؓ کے اسلام لانے کا زمانہ پایا تھا۔ عالج ابن حجر نے اپنی تصنیف "اصحابہ" میں دونوں روایتوں سے تطبیق دینے کی کوشش کی ہے۔ ایک حدیث میں حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے روایت ہے کہ کہ حضورِ اقدس سے کسی نے ورقہ بن نوفل کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ وہ قیامت کے روز امتِ واحدہ کے طور پر اٹھائے جائیں گے۔ ☆ ۱

لجَجت و کُنتَ فی الذِّکرٰی لجُوجا
لَھِمّ طَالَمَا بَعَثَ النَّشِیجَا

"میں نے ایک ایسے معاملے کا بہت کچھ انتظار کیا، جس نے رو رو کر گلو گرفتہ ہو کر بیٹھ جانے والے کو بھی مستعد بنا دیا سچ تو یہ ہے کہ پند و نصیحت کا ہمیشہ سے منتظر ہی رہا ہوں۔"

وَ وَصفٍ مِن خَدِیجَتہٗ بَعدَ وَصفٍ
فَقَد طَالَ اِنتِظَارِی یَاخَدِیجَا

"خدیجہؓ سے میں نے ایک کے بعد ایک وصف سنا۔ اے خدیجہؓ میرا انتظار بہت دراز ہو گیا ہے۔"

ببطنِ المکتَّینَ عَلیٰ رَجَائی
حَدِیثَکِ اَن اَرٰی مِنہُ خُوجَا

"اے خدیجہؓ میں سمجھتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ تمہاری بات کا ظہور مکہ کے دونوں بطنوں کے درمیان ہوگا۔"

بِمَا خَبَّرتِنَا مِنْ قَولِ قَسٍّ
مِنَ الرُّھبَانِ اَکرَہَ اَنْ یَعُوجَا

"میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ بات، جس کی تم نے ہمیں خبر دی، ٹیڑھی یا غلط ہو جائے۔"

بِأَنَّ مُحَمَّدًا سَيَسُودُ فِينَا
وَ يَخْصِمُ مَنْ يَكُونُ لَهُ حَجِيجًا

"کہ محمدؐ ہم میں عنقریب سردار ہو جائیں گے اور ان کی جانب سے جو شخص کسی سے بحث کرے گا وہی غالب رہے گا۔"

وَ يَظْهَرُ فِي الْبِلَادِ ضِيَاءُ نُورٍ
يُقِيمُ بِهِ الْبَرِيَّةَ أَنْ تَمُوجَا

"اور تمام شہروں میں اس نور کی روشنی پھیل جائے گی جو خلق خدا کو سیدھا چلائے گی اور منتشر ہونے سے بچائے گا۔"

فَيَلْقَى مَنْ يُحَارِبُهُ خَسَارًا
وَ يَلْقَى مَنْ يُسَالِمُهُ فُلُوجَا

"اس کے بعد جو آپؐ سے جنگ کرے گا، نقصان اٹھائے گا اور جو آپؐ سے مصالحت کرے گا، فتح مند رہے گا۔"

فَيَا لَيْتِي إِذَا مَا كَانَ ذَاكُمْ
شَهِدْتُ وَ كُنْتُ أَكْثَرَهُمْ وَلُوجَا

"کاش میں بھی اس وقت رہوں جب تمہارے سامنے ان واقعات کا ظہور ہو اور کاش اس میں داخل ہونے والوں میں سب سے زیادہ حصہ دار ہوں۔"

وَ لُوجًا فِي الَّذِي كَرِهَتْ قُرَيْشٌ
وَ لَوْ عَجَّتْ بِمَكَّتِهَا عَجِيجَا

"اس دین میں داخل ہو جاؤں جس سے قریش کو کراہت رہے گی۔ اگرچہ اپنے مکہ میں بہت کچھ چیخ و پکار کریں۔"

أُرجیَ بالّذی کرِهو جمیعًا
اِلیٰ ذِی العَرشِ اِن سَفَلوُ عرُوجا

"جس چیز سے قریش کو یقیناً" کراہت ہوگی میں اسی چیز سے مالک عرش کے پاس سے سرفرازی کا امیدوار ہوں، جب ان کو ذلت ہوگی۔"

وَ ھَلَّ امرُ السّفالتہِ غیرُ کفرُ
بمنَ یختارُ مِن سَمکِ البرُوجا

"جسے بلندی کو برجوں کے لئے منتخب فرمایا ہے اس سے انکار کفر کے سوا کیا کوئی اور بھی ذلت ہے۔"

فَاِن یَلقوُا وَ ابقَ تکنُ اُموُرٌ
یَضجّ الکافِرُون لھَا ضَجیجا

"اگر وہ بھی رہیں اور میں بھی رہوں تو وہ دیکھ لیں گے ایسے واقعات رونما ہوں گے کہ کافران پر سخت آہ و زاری کریں گے۔"

وَ اِن اُھلَکْ فَکُلّ فتیٰ سَیلقیٰ
مِنَ الاَقدَار مَتلَفتہً خُروجا

"اور اگر میں مرجاؤں تو ہر جواں مرد قضا و قدر کے فیصلے کے بموجب ہلاک ہونے اور اس دنیا سے نکل جانے والا ہے۔"

☆ ۱ الأعلام، جلد نہم ۔ ص ۱۳۱۔ خیرالدین الزرکلی۔ ترجمہ بشکریہ : مولانا عبداللہ میمن، تعاون مولانا ابوطاہر۔

☆ ۲ مدارج النعت، ادیب رائے پوری، ص ۲۲۶ تا ۲۲۸، ۱۹۸۶ء

وفا دہلوی، دھرم پال گپتا

دھرم پال گپتا وفا کی ولادت پانی پت میں جون ۱۹۰۷ء میں ہوئی اور وفات دلّی میں ۱۵ر نومبر ۱۹۸۵ء کو پائی۔ آپ نے ایک صحافی کی حیثیت سے بھی نمایاں خدمات انجام دیں۔ روزنامہ "تیج" دہلی کے مدیر اعلیٰ رہے ہیں۔

چھڑا کے بت کی پرستش سکھائی تھی وحدت   ترے خیال کی ترویج عام ہو جائے
سکھایا اہلِ عرب کو برابری کا سبق   کہ امتیاز کا قصّہ تمام ہو جائے
سیاسیات سے مذہب ملا دیا تو نے   کہ دین و دنیا کا سب انتظام ہو جائے
ترے خیال میں یہ سخت نامناسب تھا   بشر کوئی بھی بشر کا غلام ہو جائے
رفاہِ عام ہی تیرا تھا جب کہ نصب العین   لقب نہ کیوں ترا خیرالانام ہو جائے

وفاؔ جہاں میں وہ عالی مقام ہوتا ہے
عطا جسے مئے عرفاں کا جام ہو جائے

☆ ☆ ☆

وفا ڈھبار سوئی، بلونت سنگھ

جو شیدائے محمدؐ ہے پریشاں ہو نہیں سکتا
بغیر ان کے کبھی بخشش کا ساماں ہو نہیں سکتا

پیمبر ماسوا ان کے نہ پہنچا عرشِ اعظم تک
خدا کا اس طرح کوئی بھی مہماں ہو نہیں سکتا

وسیع القلب ایسے ہیں کہ سب عالم سما جائیں
محمدؐ سا کوئی محبوبِ یزداں ہو نہیں سکتا

وہ جس نے سچے دل سے جب کبھی ان کو پکارا ہے
قیامت تک کبھی پھر وہ پریشاں ہو نہیں سکتا

وفاؔ تیری وفاؤں میں اگر شک کا اندھیرا ہے
کسی صورت بھی دل تیرا چراغاں ہو نہیں سکتا

☆ ۱

☆ ☆ ☆

☆ ۱ ہفت روزہ "میرٹھ میلہ" میرٹھ ص ۲ ۲ر جنوری تا ۱۵ جنوری ۱۹۹۰ء

وفا، شنکر لال

شنکر لال نام، وفاؔ تخلص، جنم پتری میں آپ کا نام پریم شنکر ہے۔ منشی بھوانی پرشاد سریواستوا کے گھر ۲۲ر دسمبر ۱۹۱۱ء کو پرتاپ پورہ آگرہ میں پیدا ہوئے۔ محمد اسماعیل نگیںؔ میرٹھی کی ادب نواز صحبت سے شاعری سے لگاؤ پیدا ہوا۔ یہیں سے تخلص وفاؔ عطا ہوا۔ علامہ سیمابؔ اکبر آبادی کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیا۔ "حفظ الغیب" آپ کا مطبوعہ دیوان ہے۔ مقبول عرشی وفا کے کلام کے بارے میں فرماتے ہیں۔ "آپ کے کلام میں سیمابؔ اکبر آبادی کی پوری پوری جھلک اور تصوف و معرفت کی روشنی ملتی ہے۔" ☆ ۱ صرف نعتیہ مقطع ہی مل سکا ہے۔

ساتھ ہی سر کے جھکا دے دل بھی اپنا اے وفاؔ
یہ مدینہ ہے محمدؐ کا کہ دربارِ خدا
☆ ۲

☆ ☆ ☆

☆ ۱ تاریخ و تحقیق و تذکرہ شعرائے برج پردیش، ص ۳۰، ۳۱، مقبول عرشی
☆ ۲ ایضاً، ص ۳۱

وکیل اجینی، منشی ہیرا لال بھٹناگر

ظلمت کی دل میں حضرت تاثیر رہ نہ جائے
ایماں کی مانند ہو کر تصویر رہ نہ جائے

دے دیجئے خدارا خلد بریں کا پٹہ
یا شاہِ دیں یہ میری جاگیر رہ نہ جائے

عشق نبیؐ کی رہ ہو بس کامیاب منزل
تھک کر کسی جگہ پر رہ گیر رہ نہ جائے
☆ ۱

☆ ☆ ☆

☆ ۱ بشکریہ : سید اختر الاسلام، میرٹھ

وھبی، شیو پرشاد

منشی شیو پرشاد قوم کے کائستھ تھے۔ رائے سوبھارام وصفی کے فرزند اور جناب آفتاب
الدولہ خواجہ ارشد علی خان بہادر قلق (وفات قریب ۸۱ ۔ ۱۸۸۰ء) کے شاگرد تھے۔ ☆ ۱
لکھنؤ کے رہنے والے تھے۔ آپ کا دیوان موسوم "مرقع ارژنگ" ۱۸۸۰ء میں شائع ہو چکا
ہے۔ آپ ایک زمانہ میں اودھ اخبار کے مینجر بھی رہے۔ ۱۸۹۹ء میں حیات تھے۔ ☆ ۲
لالہ سری رام نے اپنے تذکرے میں لکھا ہے کہ ۱۳۰۲ھ میں ان کی عمر ۴۲ سال تھی۔ ☆ ۳

بے خبر ہو دونوں عالم سے سوائے مصطفیٰؐ
یاالٰہی دل ہو ایسا مبتلائے مصطفیٰؐ

دل ہے میرا بستۂ زلفِ دوتائے مصطفیٰؐ
جان ہے پروانۂ شمعِ لقائے مصطفیٰؐ

حکم موسیٰؑ کو ہوا معراج میں فخلع مگر
تاج فرقِ عرش ہو نعلین پائے مصطفیٰؐ

بوریائے فقر تختِ سلطنت سے ہے سوا
بادشاہِ ہفت کشور ہے گدائے مصطفیٰؐ

ذرّے اس در کے ہیں کیا سیارے کیا شمس و قمر
جلوہ آرا شش جہت میں ہے ضیائے مصطفیٰؐ

شافعِ محشر ملا ہے کس پیمبر کو خطاب
کون محبوبِ الٰہی ہے، سوائے مصطفیٰؐ

جو ہوا سائل رہی اس کو نہ پھر کچھ احتیاج
ایسا کر دیتی ہے مستغنی عطائے مصطفیٰؐ

☆ ۴

☆ ☆ ☆

☆ ۱ قصیدہ نگاران اتر پردیش، علی جواد زیدی، ص ۲۵۵

☆ ۲ موجِ گنگ، جوہر دیوبندی، ص ۴۰۳

☆ ۳ خمخانۂ جاوید، جلد ششم، ص ۴۳۵

☆ ۴ ہندو شعراء دربارِ رسولؐ میں، محمد محفوظ الرحمٰن

ہازل لکھنوی، اما شنکر چترونشی

اما شنکر چترونشی ۹ر جنوری ۱۹۰۳ء کو منشی کالی پرکاش کے گھر لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ آپ کائستھ تھے۔ آپ نے ۱۹۳۰ء میں بی۔ اے، ۱۹۳۲ء میں ایم۔ اے اور ۱۹۳۷ء میں ایل۔ ایل۔ بی کی اسناد حاصل کیں۔

شعر و شاعری کا شوق بچپن ہی سے تھا۔ ابتدا میں سنجیدہ شعر کہتے تھے اور شاکر تخلص کرتے تھے پھر ممتاز شاعر حضرت صفی لکھنوی (۱۸۶۲۔ ۱۹۵۰ء) کے حلقۂ تلامذہ میں شامل ہوئے اور ان کی توجہ کا مرکز بنے۔ اپنے استاد پر فخر کیا کرتے تھے، انہیں کے مشورے سے ہزل گوئی کا آغاز کیا اور ہازل تخلص رکھا۔ آپ کا شمار ممتاز ہزل گو شعراء میں ہوتا تھا۔ کثیر غیر مطبوعہ شعری اثاثہ چھوڑ کر ۲ر نومبر ۱۹۶۶ء کو چل بسے۔

شاہدِ لاالٰہ کیا کہنا ... اک خدا کے گواہ کیا کہنا
بحرِ عرفاں جو تھا کبھی بے تھاہ ... پا گئے اس کی تھاہ کیا کہنا
آپ کہلائے صادق الاقرار ... قول کے بادشاہ کیا کہنا
ذرّے ذرّے میں نورِ حق دیکھا ... تیری حق بیں نگاہ کیا کہنا
کوئی تخصیص خاص و عام نہیں ... سب پہ یکساں نگاہ کیا کہنا
تم نے اعداء کو بھی معاف کیا ... اے شفاعت پناہ کیا کہنا
ہوگئے دیکھ کر ترا جلوہ ... سرنگوں مہر و ماہ کیا کہنا

نعت احمدؐ کہی ہے کیا ہاؔزل
شرحِ دل واہ واہ کیا کہنا
☆ ۱

☆ ☆ ☆

☆ ۱ تذکرہ شعرائے اترپردیش، ساتویں جلد، ص ۳۳۳ عرفان عباسی

ہمت رائے شرما

ہمت رائے شرما ایک متحرک شخصیت کا نام ہے۔ وہ ایک باکمال فنکار ہیں اور شاید اس وقت بھارت کی واحد شخصیت ہیں جو ایک اعلیٰ پائے کے مصور کے ساتھ ساتھ بہترین افسانہ نگار، شاعر، صنائع لفظی اور صنائع معنوی کے استاد، علم بیان کے ماہر اور اردو فارسی، ہندی، انگریزی، پنجابی، بنگالی، گجراتی اور مراٹھی زبانوں پر مکمل دسترس رکھتے ہیں۔ انہیں ہندوستانی کلاسیکل موسیقی پر بھی پورا عبور حاصل ہے اور پلے بیک سنگر کے طور پر کئی فلموں میں گیت دینے کے علاوہ اداکاری بھی کر چکے ہیں۔

ہمت رائے شرما ۲۳ر نومبر ۱۹۱۹ء کو نارووال ضلع سیالکوٹ میں ایک اعلیٰ علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ابتداء میں فارسی اور اردو کی تعلیم حاصل کی۔ آپ نے امرتسر سے میٹرک پاس کیا۔ اس کے بعد کلکتہ چلے گئے اور فلمی دنیا سے وابستہ ہوگئے۔ محکمہ اطلاعات و نشریات حکومت ہند میں ممتاز حیثیتوں میں خدمات انجام دے چکے ہیں۔ شرما صاحب ایک خوش فکر شاعر ہیں۔ فراق گورکھپوری کی رائے ہے۔ "ان کی شاعری میں ایک صحت منداور تربیت یافتہ جوانی کارفرما ہے۔ ان کی آواز اور طرز تحریر میں چوٹ اور درد ہے۔ ان کے کلام میں خوشگوار شگفتگی ہے۔" ڈاکٹر خلیق انجم نے شبابِ ثاقب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔ "اگر شرما صاحب کے تمام فنی کارناموں پر نظر کیجئے تو ان کی شخصیت ایسی منفرد اور ممتاز نظر آئے گی کہ کم سے کم اردو میں ایسی کوئی دوسری مثال نہیں۔"

حمد باری کے بعد اے خامہ　　مئے وحدت کا بھر کے لا اک جام
دل میں رکھتا ہوں ایک جذبۂ پاک　　ہے مجھے احترام پاک کلام
کیا سنیں گے وہ حال دل میرا؟　　ہے گزارش بطرزِ استفہام
باادب! اے نقیبِ نطق زباں　　لب پہ آتا ہے اب حضورؐ کا نام
اشرف الانبیاء رسولؐ اللہ　　مظہر ذوالجلال و الاکرام
عامر و تاجدارِ دنیا و دیں　　ناخدائے سفینۂ اسلام
جن کے دم سے دہور کو ہے ثبات　　خاکِ پا جن کی رشکِ صد گلفام
جن کے جلووں پہ روز صبح و شام　　کیوں نہ صدقے ہوں زاہدانِ عظام

سرورِ کائنات! شاہِ عرب — مہر و مہ سے بلند جن کا مقام

رات دن ہیں طواف میں مشغول — ماہ و انجم و گردشِ ایام

شاہ لولاک و مالکِ آفاق — ہیں سلاطین آپ کے خدام

"تاج" والوں کے آپ ہی "سرتاج" — درۃ التاج فقرا و حکّام

معترف ہے فلک شامت کا — بہرِ سجدہ جھکا ہے ماہِ تمام

ابرِ باراں کا دل دھڑکتا ہے — برق خاطف ہے لرزہ براندام

لُجّۂ فیضِ عمیم ذاتِ جناب — کیوں نہ ہوں فیض یاب عام عوام

میں بھی آخر خدا کا بندہ ہوں — اور بندوں کا بندگی ہے کام

میرے مولا! میرے خداوندا! — تیرے محبوب کا ہوں میں بھی غلام

"میں گنہ گار و کافر و بے دیں" — مجھ پہ نظرِ کرم رہے مادام

رازِ دل صرف مدعائے عبد — خود سمجھ لیں کہ آپ ہیں فہّام

بخش دیجیے خطا کہ اے حضرت! — "آپ" "آقا" ہیں، میں "حقیر غلام"

سارے عالم کو روشنی بخشی — نورِ ربّ پہ سلام اور سلام

اہلِ اسلام کو مبارک ہو!
عید میلادِ بانیٔ اسلام
☆۱

☆ ☆ ☆

☆۱ ماہنامہ "انشاء" کلکتہ ص ۱۹ اپریل ۱۹۹۱ء

ہمدم حیدر آبادی، رائے گلاب چند

رائے گلاب چند حیدر آباد دکن کے رہنے والے تھے۔ ان کا دیوان انجمن ترقی اردو کراچی کے کتب خانہ خاص میں موجود ہے۔ یہ نعتیہ اشعار اسی دیوان سے لئے گئے ہیں :

جلوہ کیا دیکھیں سراپا اس کے حسنِ پاک کا
یہاں تصور باصرہ ہے دیدۂ ادراک کا

فرش سے تا عرش جا پہنچا شب معراج وہاں
بار جس جا عقل کل کو بھی نہ تھا ادراک کا

خاکیوں میں ہوں کچھ اس میں نہیں کہتا مگر
فخر رکھتا ہے ملایک پر یہ پتلا خاک کا

آفتابِ حشر سے کیا خوف ان کو جو یہاں
ظلِ طوبیٰ چاہتے ہیں سر پہ سایہ خاک کا

☆ ۱

☆ ۱ دیوانِ ہمدم، ص ۸ ---- رائے گلاب چند ہمدم

ہمدمؔ گوری پرشاد

کنور گوری پرشاد آگرہ کے رہنے والے تھے۔ ڈاکٹر اسمٰعیل آزاد نے اپنی کتاب میں ہمدؔم کی نعتیہ شاعری کے بارے میں لکھا ہے "آپ نے اشعار کے ذریعہ پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی شیفتگی اور والہانہ محبت کا اظہار کیا ہے۔ آپ کی نعتوں میں داخلیت کا وفور ہے۔ موصوف کو اس بات کا شدید احساس ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گہری محبت اور آپ سے سچی پیروی کی وجہ سے سب کے دلوں میں متمکن ہیں۔" ☆۱

شوقِ پا بوس لئے چل تو مدینہ مجھ کو
زہے قسمت کہ بلایا ہے نبیؐ نے مجھ کو

واپسیں دم ہے مجھے ذکرِ نبیؐ کرنے دو
دوستو موت کے آتے ہیں پسینے مجھ کو

چشمِ مشتاق ہے در پر تو ہیں کان آہٹ پر
ان کے آنے کی خبر دی جو کسی نے مجھ کو

اور یہ کہتے ہیں کہ ہیں ساری ادائیں تجھ میں
دی جگہ اپنے دلوں میں لو سبھی نے مجھ کو

کیوں نہ ہو فخر یہ توقیر ہے کیا کم ہمدؔم
بخش دی نعت کی جاگیر نبیؐ نے مجھ کو

☆ ☆ ☆

☆ ۱ اردو شاعری میں نعت، حصہ دوم، ص ۲۵۴ بشکریہ : شہزاد احمد

ہندی، کنھیالال

کنھیالال ہندی نے بے شمار کتابیں لکھیں۔ وہ فارسی کے علاوہ انگریزی سے بھی واقف تھا اور انگریزی زمانے میں پنجاب کا پہلا انجینئر تھا اور آخر میں ایگزیکٹیو انجینئر ہو کر رائے بہادر ہوا۔ کنھیالال نے ہندی اردو اور انگریزی میں بھی کتابیں لکھیں۔ اس کی بعض کتابوں کے نام اور موضوعات یہ ہیں :

یادگارِ ہندی (نبیوں اور اوتاروں کا تذکرہ)، بندگی نامہ ("نامِ حق" کی طرز پر ایک اخلاقی نظم)، نگاریں نامہ (قصہ ہیر اور رانجھا)، مخزن التوحید (ہندی کا فارسی دیوان) گلزارِ ہندی (اخلاقی کتاب)۔ اردو میں اخلاقِ ہندی، مناجاتِ ہندی، تاریخ پنجاب، تاریخِ لاہور، ارمغان، رسالہ علمِ حساب۔

ڈاکٹر سید عبد اللہ نے تحریر کیا ہے کہ "کنھیالال ہندی کی کتابوں میں جدید خیالات کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ مذہبی بے تعصبی پر جابجا وعظ کہتا ہے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بہت عقیدت مندی کے ساتھ کرتا ہے۔ وحدت الوجود کا قائل ہے ہندی جتنا پر گو ہے اس قدر اس کی کتابیں عمق اور متانت، تحقیق و تنقید سے خالی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ یہ وسیع لٹریچر اس کی وسعتِ معلومات اور تنوع پسندی پر دلالت کرتا ہے"۔ ☆۱

☆۱ ادبیاتِ فارسی میں ہندوؤں کا حصہ، ص ۲۱۲

ہنر' پورن سنگھ

پورن سنگھ ہنر امرتسر کے رہنے والے ہیں۔ آپ نے دسویں جماعت تک اردو' فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۳۵ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ادیب فاضل کا امتحان پاس کیا۔ ایک عرصہ تک امرتسر سے ایک ادبی رسالہ "چمن" اپنی ادارت میں نکالتے رہے۔ اس کے علاوہ نیرنگ خیال' کندن اور سنسار وغیرہ میں بھی ادبی کارکن کی حیثیت سے کام کیا۔ اس کے بعد معلمی کا پیشہ اختیار کیا۔ ☆ ۱ ہنر صاحب کو حضرت احسان اللہ خاں تاجور نجیب آبادی (۱۸۹۰ء - ۱۹۵۱ء) سے شرفِ تلمذ حاصل تھا۔ آپ کے کئی شعری مجموعے شائع ہوئے ہیں۔ دوسری ادبی تصانیف بھی منظرِعام پر آئی ہیں۔ ☆ ۲ امام مرتضیٰ نقوی نے اپنے تذکرے میں تحریر کیا ہے۔ "ہنر کی طبیعت کا رجحان زیادہ تر صوفیانہ خیالات کی طرف معلوم ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام میں کہیں سوقیانہ اشعار نہیں ملتے۔" ☆ ۳ پورن سنگھ ہنر کے ایک مجموعۂ کلام "شاخ" کا آغاز اس نعت سے ہوا ہے۔ ☆ ۴

ہر پھول میں ہے نکہتِ سرشارِ محمدؐ ۔۔۔ اللہ رے جاں بخشی گل زارِ محمدؐ
اے صلِّ علیٰ گرمئ بازارِ محمدؐ ۔۔۔ ہر کوئی ہے دنیا میں خریدارِ محمدؐ
اب دولتِ کونین کی پروا نہیں مجھ کو ۔۔۔ حاصل ہے مجھے دولتِ دیدارِ محمدؐ
دنیا سے غرض اس کو' نہ عقبیٰ کا طلبگار ۔۔۔ آزادِ دوعالم ہے گرفتارِ محمدؐ
دیکھو تو کہاں میں ہوں' کہاں طائرِ سدرہ ۔۔۔ مسکن ہے مرا سایۂ دیوارِ محمدؐ
مہر و مہ و انجم ہیں ضیا بار اسی سے ۔۔۔ اے صلِّ علیٰ تابشِ رخسارِ محمدؐ
مایوس پلٹتا نہیں در سے کوئی سائل ۔۔۔ زر پاش ہے زر بار ہے سرکارِ محمدؐ

سو عیب سہی مجھ میں مگر یہ تو ہنر ہے
سو جاں سے ہنر میں ہوں خریدارِ محمدؐ

☆ ☆ ☆

☆ ۱ اردو ادب میں سکھوں کا حصہ' ص ۱۸۴' امام مرتضیٰ نقوی

☆ ۲ نغمۂ ناقوس' ص ۲۸۹' جو ہر ہندی

☆ ۳ اردو ادب میں سکھوں کا حصہ' ص ۱۸۷

☆ ۴ ماہنامہ "نعت" لاہور' اشاعت خصوصی' ص ۴۰۰' ۴۰۱' نومبر ۱۹۹۵ء

یار پیلی بھیتی، گرجا شنکر

جناب گرجا شنکر ۱۹۱۴ء میں کنھئی لال کے ہاں پیلی بھیت میں پیدا ہوئے۔ مڈل تک پہنچے تھے کہ حالات نے مزید حصولِ تعلیم سے محروم کر دیا۔ آپ نے میونسپلٹی میں ملازمت اختیار کر لی اور وہاں آکٹرائے انسپکٹر کی ذمہ داریوں تک پہنچے۔

۱۹۴۴ء میں شاعری کا آغاز کیا اور مولانا احمد بخش جمالی کے حلقہ تلامذہ میں شامل ہوگئے۔ آپ کی پسندیدہ اصناف سخن غزل، نعت اور نظم ہیں۔ جناب سرور جہاں آبادی (۱۸۷۳ - ۱۹۱۰ء) کے مدّاح ہیں۔ آپ کا شمار پیلی بھیت کے اساتذہ میں ہوتا ہے۔ ☆ ۱

منفعل ہیں نامہ اعمال اپنا دیکھ کر — کانپ اٹھے عاصی صفِ محشر کا نقشا دیکھ کر

حسن ششدر رہ گیا رخ آئینہ کا دیکھ کر — آئینہ حیران تھا روئے مصفا دیکھ کر

بے محابا جھک گئی نقشِ کف پا دیکھ کر — مرحبا میری جبین شوق کا ذوق سجود

غرقِ طوفاں کر نہ دیں یہ بے سہارا دیکھ کر — دوش پر موجیں لئے پھرتی ہیں کشتی کو مری

لامکاں میں شاہد و مشہود یکجا دیکھ کر — شانِ محبوبی کے دل کی یار کلیاں کھل گئیں

☆ ۲

☆ ☆ ☆

☆ ۱ بشکریہ آفاق جعفری

☆ ۲ گلدستہ بزم ادب پیلی بھیت، ۱۹۵۴ء مرتب گرجا شنکر یار

یکتا، نند کشور

منشی نند کشور فتحپور ہنسوا کے رہنے والے اور محمد محفوظ الرحمٰن کے مطابق عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ کی وارفتگی اور عقیدت کا مظہر آپ کا نعتیہ کلام ہے۔

لگا دو پار کشتی کو ہماری یارسول اللہؐ
مصیبت میں کرو یاری ہماری یارسول اللہؐ

ہے کالی رات اندھیاری بھنور اٹھتی بڑی بھاری
تمہاری آس ہت کاری ہماری یارسول اللہؐ

گنہ کر معاف سب میرے چرن میں ہوں پڑا تیرے
دیا کر دے کٹے بپتا ہماری یارسول اللہؐ

کروں اب دھیان میں کس کا نہیں ہے آپ سم دوجا
شفاعت ہے بڑی بھاری تمہاری یارسول اللہؐ

نہیں کوئی رہا اپنا ہوا جگ رین کا سپنا
تمہارے نام کو جپنا ہے جاری یارسول اللہؐ

ہے جیسے نوح کو تارا خلیل اللہ نستارا
لگا دو ہم کو بھی پارا ہے یاری یارسول اللہؐ

دو دو کے جوڑ کر بنتی تمہاری اب کرے یکتاؔ
میں جاؤں دل سے بلہاری تمہاری یارسول اللہؐ

☆۱

☆۱ ہندو شعرائے دربار رسولؐ میں' محمد محفوظ الرحمٰن

کتابیات

۱۔ اُجالے	کالیداس گپتا رضا	وصل پبلی کیشنز، بمبئی	۱۹۷۵ء
۲۔ ادبِ عزیز	عزیز سلیمانی	مشہور آفسٹ پریس، کراچی	۱۹۶۶ء
۳۔ ادبیاتِ فارسی میں ہندوؤں کا حصہ، طبع دوم	ڈاکٹر سید عبداللہ	شفیق پریس، لاہور	۱۹۶۷ء
۴۔ اذانِ بتکدہ	محمد الدین فوق	۔	۱۹۳۴ء
۵۔ ارج	دامودر ذکی ٹھاکور	۔	۱۹۷۱ء
۶۔ اردو ادب میں سکھوں کا حصہ	امام مرتضیٰ نقوی	کوہ نور پریس، دہلی	۱۹۷۰ء
۷۔ اردو شاعری پر ایک نظر	محمد جمیل احمد	غضنفر اکیڈمی پاکستان، کراچی	۱۹۸۵ء
۸۔ اردو شاعری میں نعت، حصہ دوم	ڈاکٹر محمد اسمٰعیل آزاد فتحپوری	ندائے حق پریس، لکھنؤ	۱۹۹۲ء
۹۔ اردو کی نعتیہ شاعری	ڈاکٹر طلحہ رضوی برق	دانش اکیڈمی، آرہ۔ بہار	۱۹۷۴ء
۱۰۔ اردو کی نعتیہ شاعری	ڈاکٹر فرمان فتحپوری	آئینہ ادب، لاہور	۱۹۷۴ء
۱۱۔ اردو کے مسیحی شعراء	ڈی۔ اے۔ ہیرہسن قربان	محبوب پریس، دیوبند	۱۹۸۳ء
۱۲۔ اردو کے ہندو ادیب	ناظر کاکوروی	۔ دہلی	۱۹۳۴ء
۱۳۔ اردو کے یورپین شعراء	شفقت رضوی	المخزن پرنٹرز، کراچی	۱۹۸۱ء
۱۴۔ اردو میں نعت گوئی	ڈاکٹر ریاض مجید	حمایت اسلام پریس، لاہور	۱۹۹۰ء
۱۵۔ اردو میں نعتیہ شاعری	ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق	باب الاسلام پرنٹنگ پریس، کراچی	۱۹۷۶ء
۱۶۔ ارمغانِ جذب	جذب عالپوری	ابراہیمیہ مشین پریس، حیدر آباد دکن	۱۹۳۹ء
۱۷۔ ارمغانِ نعت	شفیق بریلوی	نفیس اکیڈمی، کراچی	۱۹۷۹ء
۱۸۔ افکارِ گریزاں	حقیر آستانی	۔	۔
۱۹۔ انتخاب دواوین، مرتبہ ڈاکٹر تنویر علوی	امام بخش صہبائی	جمال پرنٹنگ پریس، دہلی	۱۹۸۷ء
۲۰۔ انگریزی شاعری کے منظوم اردو ترجموں کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ	ڈاکٹر حسن الدین احمد	۔	۔
۲۱۔ الرسول القائدؒ	شیر ۱۱ برق	۔	۔

۲۲- اوراقِ گل	جوہر بجنوری	تاج آفسٹ پریس، الٰہ آباد	۱۹۸۶ء
۲۳- ایمان کی جان شہد سے میٹھا نام محمدؐ	قاضی محمد اسمٰعیل گرنگی	مکتبہ انوارِ مدینہ، مانسہرہ	۱۹۹۳ء
۲۴- اے ہوا مؤذن ہو	نذیر قیصر	عہد اکیڈمی، لاہور	۱۹۹۳ء
۲۵- آپ ہیں، حصہ اول (اشاعت دوم)	عرفان عباسی	نشاط آفسٹ پریس، ٹانڈہ فیض آباد	۱۹۸۵ء
۲۶- آپ ہیں، حصہ دوم	عرفان عباسی	نشاط آفسٹ پریس، ٹانڈہ فیض آباد	۱۹۸۴ء
۲۷- آپ ہیں، حصہ سوم	عرفان عباسی	سرفراز پریس، لکھنؤ	۱۹۸۶ء
۲۸- آپ ہیں، حصہ چہارم	عرفان عباسی	نشاط آفسٹ پریس، ٹانڈہ فیض آباد	۱۹۸۸ء
۲۹- آتشِ خاموش	جوش بدایونی	رعنا لیتھو پریس، مراد آباد	۱۹۹۰ء
۳۰- آوازِ دل	جولنیس نحیف دہلوی	جمال پرنٹنگ پریس، دہلی	۱۹۸۴ء
۳۱- آہنگِ حجاز	عرش ملسیانی	مرکز تصنیف و تالیف، نکودر	۱۹۵۳ء
۳۲- بساطِ فکر	ساحر ہوشیارپوری؛ ناشر نقوی	بالی گرافر پریس، فرید آباد	۱۹۸۸ء
۳۳- تاریخ ادب اردو	رام بابو سکسینہ	آر۔ آئی۔ پرنٹرز، کراچی	-
۳۴- تاریخ تحقیق و تذکرہ شعرائے برج پردیش	مقبول عرشی	-	۱۹۹۱ء
۳۵- تاریخ روہیلکھنڈ مع تاریخ بریلی	مولوی عبدالعزیز خاں بریلوی	مہران اکیڈمی، کراچی	۱۹۶۳ء
۳۶- تاریخ شعرائے روہیلکھنڈ، جلد اول	شایاں بریلوی	فرحان پبلی کیشنز، کراچی	۱۹۸۹ء
۳۷- تاریخ شعرائے روہیلکھنڈ، جلد دوم	شایان بریلوی	فرحان پبلی کیشنز، کراچی	۱۹۹۰ء
۳۸- تاریخ شعرائے روہیلکھنڈ، جلد چہارم	شایاں بریلوی	فرحان پبلی کیشنز، کراچی	۱۹۸۹ء
۳۹- تاریخِ صحافت اردو، جلد چہارم	امداد صابری	یونین پریس، دہلی	۱۹۷۳ء
۴۰- تجلیات	علیم بسمل حیدر آبادی	لین پریس، بنگلور	۱۹۷۹ء
۴۱- تحریکِ آزادی میں اردو کا حصہ	ناشر نقوی	بالی گرافک پریس، فرید آباد	۱۹۸۸ء
۴۲- تحفۂ جوہری	لالہ مکند لال	مطبع محبوب شاہی	۱۳۰۷ھ

		حیدرآباد دکن	
۴۳۔ تحفۂ مہتاب	مہتاب رائے مہتاب	مطبع نیاز، حیدرآباد دکن	۱۳۱۳ھ
۴۴۔ تذکرہ دربارِ حیدرآباد	رمن راج سکسینہ	-	-
۴۵۔ تذکرہ شعرائے اترپردیش، جلد اول	عرفان عباسی	نظامی پریس، لکھنؤ	۱۹۸۲ء
۴۶۔ تذکرہ شعرائے اترپردیش، جلد دوم	عرفان عباسی	نظامی پریس، لکھنؤ	۱۹۸۲ء
۴۷۔ تذکرہ شعرائے اترپردیش، جلد چہارم	عرفان عباسی	نظامی پریس، لکھنؤ	۱۹۸۳ء
۴۸۔ تذکرہ شعرائے اترپردیش، جلد ششم	عرفان عباسی	نظامی پریس، لکھنؤ	۱۹۸۳ء
۴۹۔ تذکرہ شعرائے اترپردیش، جلد ہفتم	عرفان عباسی	نظامی پریس، لکھنؤ	۱۹۸۳ء
۵۰۔ تذکرہ شعرائے اترپردیش، گیارہویں جلد	عرفان عباسی	سرفراز پریس، لکھنؤ	۱۹۸۶ء
۵۱۔ تذکرہ شعرائے اترپردیش، بارہویں جلد	عرفان عباسی	سرفراز پریس، لکھنؤ	۱۹۸۷ء
۵۲۔ تذکرہ شعرائے اترپردیش، تیرہویں جلد	عرفان عباسی	سرفراز پریس، لکھنؤ	۱۹۸۸ء
۵۳۔ تذکرہ شعرائے اردو	میر حسن	اترپردیش اردو اکیڈمی، لکھنؤ	۱۹۸۵ء
۵۴۔ تذکرہ شعرائے بدایوں، جلد دوم	شہید بدایونی	طلحہ پرنٹرز، کراچی	۱۹۸۷ء
۵۵۔ تذکرہ شعرائے جے پور	احترام الدین احمد شاغل	یونین پرنٹنگ پریس، دہلی	۱۹۵۸ء
۵۶۔ تذکرہ غیر مسلم شعرائے بدایوں	شاداب ذکی بدایونی	بریلی الیکٹرک پریس، بریلی	۱۹۸۷ء
۵۷۔ تذکرہ گلستانِ سخن، جلد اول	مرزا قادر بخش صابر دہلوی	ریڈنگ پرنٹنگ پریس، لاہور	۱۹۶۶ء
۵۸۔ تذکرہ گلستانِ سخن، جلد دوم	مرزا قادر بخش صابر دہلوی	ریڈنگ پرنٹنگ پریس، لاہور	۱۹۶۶ء
۵۹۔ تذکرۂ ماہ و سال	مالک رام	مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی	۱۹۹۱ء
۶۰۔ تذکرۂ معاصرین، جلد دوم	مالک رام	مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی	۱۹۷۶ء
۶۱۔ تذکرۂ معاصرین، جلد سوم	مالک رام	مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی	۱۹۷۸ء
۶۲۔ تذکرۂ معاصرین، جلد چہارم	مالک رام	مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی	۱۹۸۲ء
۶۳ تذکرہ نعت گویانِ اردو	پروفیسر سید یونس شاہ	منظور پرنٹنگ پریس، لاہور	۱۹۸۴ء
۶۴۔ تذکرہ نعت گویانِ بریلی	ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیب	کلر پرنٹنگ پریس، بریلی	۱۹۸۶ء
۶۵۔ تلامذہ غالب	مالک رام	لبرٹی آرٹ پریس، دہلی	۱۹۸۴ء
۶۶۔ تلامذہ مصحفی	افسر صدیقی امروہوی	شیخ شوکت علی پرنٹرز، کراچی	۱۹۷۹ء

۶۷۔ جنوبی و شمالی ہند کی تاریخی مثنویاں (تحقیقی و تنقیدی مطالعہ)	کندن لال کندن	۔نئی دہلی	۱۹۹۱ء
۶۸۔ جواہرِ سخن، جلد دوم	مولوی محمد مبین کیفی چریاکوٹی	ہندوستانی اکیڈمی، الٰہ آباد	۱۹۳۵ء
۶۹۔ جوشِ میکش	چندر بھان میکش	مطبع مفید، حیدر آباد دکن	۱۸۹۹ء
۷۰۔ چند یادیں	کنول سیالکوٹی	جے۔کے۔ آفسٹ پرنٹرز، دہلی	۱۹۷۸ء
۷۱۔ حدیثِ قدسی	قاضی محمد عمر مظفر نگری	مطبع رزاقی، دہلی	۱۲۷۲ھ
۷۲۔ حرفِ آرزو	ڈی۔اے۔ ہیریسن قربان	طالب پرنٹنگ پریس، سہارنپور	۱۹۸۵ء
۷۳۔ حقائق و بصائر	شمس بدایونی	بریلی الیکٹرک پریس، بریلی	۱۹۸۶ء
۷۴۔ خارزار	خار دہلوی	مرکزی پرنٹرز، دہلی	۱۹۸۶ء
۷۵۔ خمخانۂ جاوید، جلد ششم۔ مرتبہ خورشید احمد خاں یوسفی	لالہ سری رام	اظہار سنز پرنٹرز، لاہور	۱۹۹۰ء
۷۶۔ خمکدۂ رحمت	سرکشن پرشاد شاد	محبوب پریس، حیدر آباد دکن	۱۹۰۷ء
۷۷۔ درپن درپن	شان الحق حقی	عظیمی پرنٹرز، کراچی	۱۹۸۵ء
۷۸۔ دردِ باقی و دردِ ساقی	نرسنگھ راج بہادر	سردار پریس، حیدر آباد دکن	۱۳۴۲ھ
۷۹۔ دھوپ چھاؤں	دھرم پال عاقل	جے۔کے۔ آفسٹ پرنٹرز، دہلی	۱۹۸۶ء
۸۰۔ دیدہ و شنیدہ	کریمی الاحسانی	طالب پریس، سہارنپور	۱۹۸۸ء
۸۱۔ دیوانِ تسلیم	منشی رام سہائے تسلیم	۔	۔
۸۲۔ دیوانِ جہاں۔ مرتبہ کلیم الدین احمد	بینی نرائن	۔	۱۸۱۲ء
۸۳۔ دیوانِ فدا	فدا دہلوی	مطبع فیاض، انبالہ	۔
۸۴۔ دیوانِ ہمدم	رائے گلاب چند ہمدم	شمسی پریس، حیدر آباد دکن	۱۳۸۰ھ
۸۵۔ رباعیاتِ شاد	سرکشن پرشاد شاد	محبوب پریس۔ حیدر آباد دکن	۱۹۰۷ء
۸۶۔ رحمت اللعالمین	قاضی محمد سلیمان سلیمانی منصورپوری	علی پرنٹنگ پریس، لاہور	۔
۸۷۔ ساحل، سمندر اور سیپ	ہیرانند سوز	اے۔ون۔ آفسٹ پریس	۱۹۸۷

دہلی

۸۸- سخن شعراء (آفسٹ ایڈیشن)	عبدالغفور نساخ	اترپردیش اردو اکادمی، لکھنؤ	۱۹۸۲ء
۸۹- سخنورانِ گجرات	سید ظہیرالدین مدنی	ترقی اردو بیورو، نئی دہلی	۱۹۸۱ء
۹۰- ہسود سراغ	کالیداس گپتا رضا	یونیورسل پریس، بمبئی	۱۹۸۰ء
۹۱- سیرت النبیؐ، حصہ اول۔ طبع چہارم	علامہ شبلی نعمانی	کمبائن پرنٹرز، لاہور	-
۹۲- سیرتِ پاکؐ (ماہِ نو کی خصوصی اشاعتوں کا انتخاب)		ادارہ مطبوعات پاکستان، کراچی	۱۹۶۶ء
۹۳- شہرِ آشوب	ڈاکٹر محمد سعد اللہ	نیشنل پریس، اکولہ	۱۹۸۵ء
۹۴- صدائے شوالک	ڈاکٹر نریش، جی۔ ایس۔ بھاٹیہ عارف	نعمانی پریس، دہلی	۱۹۸۷ء
۹۵- طبقاتِ شعرائے ہند	کریم الدین	اترپردیش اردو اکادمی، لکھنؤ	۱۹۸۳ء
۹۶- عربی میں نعتیہ شاعری	عبداللہ عباس ندوی	مکتبہ اسلام، لکھنؤ	۱۹۷۵ء
۹۷- عرفانِ محبت	پرکاش ناتھ پرویز	چوپڑہ پرنٹنگ پریس، جالندھر	۱۹۹۲ء
۹۸- فردوسِ خیال	مست کشمیری	نئی دہلی	۱۹۷۷ء
۹۹- فروغِ تجلی	محامد حلیم حاذق رضوی	-	-
۱۰۰- قصیدہ نگارانِ اترپردیش	علی جواد زیدی	اترپردیش اردو اکادمی، لکھنؤ	۱۹۸۳ء
۱۰۱- کائناتِ راز	راز لائلپوری	جواہر آفسٹ پرنٹرز، دہلی	۱۹۸۹ء
۱۰۲- کلیاتِ جوہر	جوہر دیوبندی	-	۱۹۸۸ء
۱۰۳- کوہاٹ کا ذہنی ارتقاء	احمد پراچہ	ضیا آرٹ پریس، پشاور	۱۹۸۴ء
۱۰۴- گردِ راہ	ضیا فتح آبادی	مکتبہ شعلہ و شبنم، دہلی	۱۹۶۳ء
۱۰۵- گلبنِ نعتِ کوثری	دلو رام کوثری	مدینہ پریس، مدراس	۱۹۳۹ء
۱۰۶- گلِ تر	راجیش کمار اوج	شالیمار آفسٹ پریس، دہلی	۱۹۸۴ء
۱۰۷- گلِ خنداں	خنداں دہلوی	نیو پبلک پریس، دہلی	۱۹۸۶ء
۱۰۸- گلستانِ بے خزاں	قطب الدین باطن	اترپردیش اردو اکادمی، لکھنؤ	۱۹۸۲ء
۱۰۹- گلشنِ سخن	مردان علی خاں مبتلا لکھنوی	انجمن ترقی اردو ہند، علی گڑھ	۱۹۶۵ء
۱۱۰- ناموسِ رسولؐ اور قانونِ	محمد اسمٰعیل قریشی	الفیصل ناشران و تاجرانِ	۱۹۹۴ء

توہینِ عدالت		کتب' لاہور	
۱۱۱۔ نذرانۂ عقیدت	گرسرن لال ادیب	جمال پرنٹنگ پریس' دہلی	۱۹۸۶ء
۱۱۲۔ نعت کائنات	راجا رشید محمود	جنگ پبلشرز' لاہور	۱۹۹۳ء
۱۱۳۔ نعت کے چند شعرائے متقدمین	ڈاکٹر سید شمیم گوہر	-	۱۹۸۹ء
۱۱۴۔ نغمۂ ناقوس	جوہر دیوبندی	محبوب پریس' سہارنپور	۱۹۸۵ء
۱۱۵۔ نقش گر	ہیرانند سوز' کشمیری	ہریانہ اردو اکیڈمی'	۱۹۸۸ء
	لال ذاکر	پنچکولہ	
۱۱۶۔ نقوشِ داغ	ساحر ہوشیارپوری	ہریانہ اردو اکیڈمی'	۱۹۹۲ء
		پنچکولہ	
۱۱۷۔ نقوشِ جمال	باوا کرشن گوپال مغموم	نامی پریس' لکھنؤ	۱۹۸۷ء
۱۱۸۔ نگاہِ ناز	کرشن موہن	مشورہ بک ڈپو' دہلی	-
۱۱۹۔ نورِ سخن	نور احمد میرٹھی	ادارہ فکرِ نو' کراچی	۱۴۰۹ھ
۱۲۰۔ محرابِ معانی	آفاق جعفری	ڈینٹ پرنٹنگ پریس' کراچی	۱۹۸۸ء
۱۲۱۔ محمد رسول اللہ ----	مولانا محمد حنیف یزدانی	شاہ اینڈ سنز پروسس	۱۹۷۹ء
غیر مسلموں کی نظر میں		پرنٹرز' لاہور	
۱۲۲۔ مختصر تاریخ ادبِ اردو	پروفیسر محمود بریلوی	غلام علی پرنٹرز' لاہور	۱۹۸۵ء
۱۲۳۔ مدارج النعت	ادیب رائے پوری	مشہور آفسٹ پریس' کراچی	۱۹۸۶ء
۱۲۴۔ مرقعِ سخن' جلد اول	ڈاکٹر محی الدین	اعظم اسٹیم پریس'	۱۹۳۵ء
	قادری زور	حیدر آباد دکن	
۱۲۵۔ مرقعِ سخن' جلد دوم	ڈاکٹر محی الدین	مکتبہ ابراہیمیہ'	۱۹۳۷ء
	قادری زور	حیدر آباد دکن	
۱۲۶۔ مشکوۃ النعت	ادیب رائے پوری	پاکستان نعت اکیڈمی' کراچی	۱۹۹۳ء
۱۲۷۔ معراجِ محبت مرتبہ احمد علی	لچھمی نرائن سخا		۱۹۷۷ء
شاہ جعفری قمر			
۱۲۸۔ ملتان میں اردو شاعری	ڈاکٹر طاہر تونسوی	سنگ میل پبلی کیشنز' لاہور	۱۹۸۴ء
۱۲۹۔ موجِ سحر	ڈاکٹر انجنا سندھیر	ادبی آفسٹ پرنٹنگ پریس' دہلی	۱۹۹۰ء
۱۳۰۔ موجِ گنگ	جوہر دیوبندی	محبوب پریس' دیوبند	۱۹۸۳ء
۱۳۱۔ میخانۂ عشق	چندر بھان مبکس	نامی پریس' لکھنؤ	-

۱۳۲۔ ہدیۂ شاد	سرکشن پرشاد	۔	۱۳۲۶ھ
۱۳۳۔ ہندو شعراء	خواجہ عشرت لکھنوی	نامی پریس، لکھنؤ	۱۹۳۱ء
۱۳۴۔ ہندو شعراء دربارِ رسولؐ میں	محمد محفوظ الرحمٰن	گلشن ابراہیمی پریس، لکھنؤ	۔
۱۳۵۔ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام	فانی مراد آبادی	عارف پبلشنگ ہاؤس، لائلپور	۱۹۶۳ء
۱۳۶۔ یادِ رفتگاں	علامہ سید سلیمان ندوی	شکیل پرنٹنگ پریس، کراچی	۱۹۸۳ء

عربی کتب

۱۔ الاعلام۔ جلد دوم — خیرالدین الزرکلی

۲۔ الاعلام۔ جلد نہم — خیرالدین الزرکلی

۳۔ الوسیط فی الادب العربی و تاریخہ — شیخ احمد الاسکندری — (مصر)

۴۔ تاریخ الادب العربی، دوسرا ایڈیشن — کارل بروکلمان — (ایران)

سندھی کتب

۱۔ سندھی ادب کی مختصر تاریخ — ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی

۲۔ سندھی میں نعتیہ شاعری — ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی

پنجابی کتب

۱۔ پنجابی نعت (غیر مطبوعہ) — ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی

فارسی کتب

۱۔ کلیاتِ فارسی — علامہ اقبال

انگریزی کتب

1. ARABIC, ARWI AND PERSIAN IN SARANDIB AND TAMIL NADU
BY : DR. TAYKA SHU'AYB ALIM
MADRAS. 1993

2. JOHANN WOLFGANG VON GOETHE – SELECTED POEMS.
EDITED BY : CHRISTOPHER MIDDLETON.

3. J.W. VON GOETHE'S WORKS – POETICAL WORKS.
FIRST VOLUME.
PUB. JOHN NIMMO, LTD. LONDON.

فرانسیسی کتب

1. HOMMAGE a' MAHOMET.
PAR .... JAGAN NATH AZAD
TRADUIT DE I' URDU
PAR .... MUHAMMAD HAMID ULLAH
EDITIONS TOUGUI. PARIS. 1990.

غیر مطبوعہ

۱۔ سوغاتِ صنم خانہ — ڈاکٹر محمد اسمٰعیل آزاد فتحپوری

خصوصی نمبر

۱۔	اسباق	پونا	سالِ اولیس نمبر	-
۲۔	الرشید	لاہور	نعت نمبر	۱۹۹۴ء
۳۔	اوج، حصہ اول ودوم	لاہور	نعت نمبر	۹۴-۱۹۹۴ء
۴۔	خاتونِ پاکستان	کراچی	رسولؐ نمبر	۱۳۸۴ھ
۵۔	فاران	کراچی	سیرت نمبر	۱۹۵۶ء
۶۔	فن اور شخصیت	-	طرز نمبر	۱۹۸۹ء
۷۔	کیلاش	ہوشیارپور	نعت نمبر	۱۹۴۰ء
۸۔	نعت	لاہور	غیر مسلموں کی نعت گوئی	۱۹۹۵ء
۹۔	نقوش	لاہور	رسولؐ نمبر، جلد دہم	۱۹۸۴ء
۱۰۔	نقوش	لاہور	غزل نمبر	۱۹۸۵ء
۱۱۔	نگار	کراچی	خدا نمبر	۱۹۶۹ء

ماہنامے

۱۔ الرشید	لاہور	نومبر	۱۹۹۳ء
۲۔ الروی	کراچی	جولائی	۱۹۶۰ء
		اکتوبر	۱۹۶۰ء
۳۔ العرفان	ہوشیارپور	جون	۱۹۶۰ء
۴۔ القریش	امرتسر	ستمبر	۱۹۳۶ء
۵۔ انشاء	کلکتہ	اپریل	۱۹۹۱ء
۶۔ آجکل	دہلی	جنوری	۱۹۵۳ء
		مئی	۱۹۵۸ء
۷۔ آستانہ	دہلی	ستمبر	۱۹۶۱ء
		جنوری	۱۹۶۳ء
		جولائی	۱۹۶۳ء
۸۔ آئینہ	لاہور	اکتوبر	۱۹۶۰ء
۹۔ باجی	دہلی	جنوری	۱۹۹۶ء
۱۰۔ بیسویں صدی	دہلی	جولائی	۱۹۷۳ء
۱۱۔ پندرہویں صدی	کراچی	اگست	۱۹۸۵ء
۱۲۔ پیامِ یار	لکھنؤ	اکتوبر	۱۹۳۰ء
۱۳۔ تہذیب الاخلاق	لاہور	جولائی	۱۹۹۶ء
۱۴۔ حیاتِ اردو	مراد آباد	جون	۱۹۱۷ء
۱۵۔ خیال	ہاپوڑ	اپریل	۱۹۱۶ء
۱۶۔ شاعر	بمبئی	جنوری تا جون	۱۹۸۸ء
		اگست	۱۹۸۹ء
۱۷۔ شاعرِ سحر	لاہور	جنوری فروری	۱۹۸۵ء
۱۸۔ شبستان	نئی دہلی	جنوری	۱۹۶۸ء
۱۹۔ غریب	کپورتھلہ	اپریل	۱۹۳۲ء
۲۰۔ قندیلِ خیال	کوئٹہ	ستمبر، نومبر	۱۹۱۳ء
۲۱۔ کتاب نما	دہلی	نومبر	۱۹۱۳ء

۲۲۔ گرو سیوک		جنوری	۱۹۳۵ء
۲۳۔ گلزارِ خلد	قنوج	اکتوبر	۱۹۸۵ء
۲۴۔ مخدومِ جہاں	دہلی	اکتوبر نومبر	۱۹۸۹ء
۲۵۔ مسلم	جالندھر	جولائی	۱۹۳۰ء
		ستمبر	۱۹۳۰ء
۲۶۔ معلوماتِ اسلام	آگرہ	جنوری	۱۹۳۰ء
۲۷۔ نعت	لاہور	اگست	۱۹۸۸ء
		جون	۱۹۸۹ء
		جون	۱۹۹۰ء
		جولائی	۱۹۹۲ء
۲۸۔ نگار	کراچی	فروری مارچ	۱۹۸۴ء
۲۹۔ نگار	لکھنؤ	جولائی	۱۹۳۶ء
۳۰۔ نور و نار	بنگلور	اگست	۱۹۸۳ء

سہ ماہی

۱۔ اردو	دہلی	جنوری	۱۹۴۴ء
۲۔ اردو	کراچی	جولائی تا ستمبر	۱۹۸۴ء
۳۔ تناظر	دہلی	جون ۱۹۸۴ء تا دسمبر ۱۹۸۵ء	

پندرہ روزہ

۱۔ نوائے وطن	انبالہ	۱۰ر اکتوبر	۱۹۸۹ء

ہفت روزہ

۱۔ اردو مورچہ	نئی دہلی	۱۴ر تا ۱۸ر اکتوبر	۱۹۸۹ء
۲۔ استقلال	لاہور	۴ر مئی تا ۱۰ر مئی	۱۹۸۲ء
۳۔ الہام	بہاولپور	۷ر دسمبر	۱۹۸۲ء
۴۔ بلٹز	بمبئی	۶ر مئی	۱۹۸۹ء
۵۔ بیدار	مظفر نگر	۸ر جون	۱۹۳۵ء
۶۔ خدام الدین	لاہور	۲۲ر مئی	۱۹۷۰ء

۷۔ روشنی	سونی پت	۵؍فروری	۱۹۶۷ء
۸۔ میرٹھ میلہ	میرٹھ	۱۱؍نومبر	۱۹۸۱ء
		۱۸؍جون	۱۹۸۷ء
		۶؍اپریل	۱۹۹۳ء
		یکم اکتوبر	۱۹۹۰ء
		۲۵؍اگست	۱۹۹۳ء
		۱۲؍ستمبر	۱۹۹۴ء
		۲۷؍فروری	۱۹۹۵ء
		۶؍مارچ	۱۹۹۵ء

مثنوی

۱۔ اخلاقِ ہندی	کنھیالال ہندی	۱۸۷۴ء
۲۔ بوستانِ راحت	لالہ بھگونت رائے راحت	۱۸۸۰ء
۳۔ سنبلستان	منشی ہرگوپال تفتہ	۱۲۷۷ھ
۴۔ گلزارِ فضا	منشی گوبند پرشاد فضا	-
۵۔ مخزنِ تدابیر	کنور ہتمبو پرشاد اختر	۱۹۰۲ء
۶۔ نگارستانِ راحت	لالہ بھگونت رائے راحت	۱۲۸۳ھ

گلدستے

۱۔ ابرِ سخن	امرتسر	اکتوبر	۱۸۸۹ء
۲۔ بزمِ ادب	پیلی بھیت	-	۱۹۵۴ء
۳۔ نعت شریف مرتبہ عیش میرٹھی	میرٹھ	-	۱۹۷۱ء

اشاریہ

اشخاص

الف

خ

د

ڈ

ذ

ر

ز

س

ش

ص

ن

مقامات

الف

آ

ب

پ

ت

ٹ

ج

کتب

الف

آ

ب

پ

ت

ص

ض

ط

ظ

ع

غ

ف

ق

ک

گ

ل

م

ن

مولف کی شائع شدہ کتب

ازکار و افکار

نورِ سخن

بہر زماں بہر زباں صلی اللہ علیہ وسلم

زیرِ ترتیب

تذکرہ شعرائے ضلع میرٹھ

شعرائے طنز و مزاح کی نعتیہ شاعری

زیرِ اہتمام

ادارۂ فکرِ نو

۳۵، بی - ۱۱/ ۸۷ کورنگی، کراچی ۷۴۹۰۰

فون : ۵۰۶۲۸۹۸

۸۶ء
۹۲

جناب نور احمد میرٹھی نے نعت کے حوالے سے شاعری کے جس دامن کو تھام رکھا ہے وہ رحمۃ اللعالمینی کا دامن بے کنار ہے۔ اس اعتبار سے اس کی جہتوں کی وسعتوں کا اعتراف مسلمانوں اور مسلم مملکتوں کے ساتھ ساتھ دنیا کے سارے اطراف و جوانب سے اور جملہ نوع انسان کے جملہ شعوب و قبائل کی طرف سے ہونا چاہیے تھا۔ بحمد اللہ اعتراف ہوا اور اس اعتراف کی اشاعت و علمبرداری کا شرف نور احمد میرٹھی کے حصے میں آیا کہ وہ فی الواقع اس رتبۂ بلند کے مستحق ہیں۔

میں اپنی خوش بختی پر جس قدر ناز کروں کم ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں نعت کے موضوع پر پہلی مطبوعہ کتاب میری ہے۔ میں نے اپنی کتاب میں جن مسائل و نکات کی جانب اہل نظر و فن کی توجہ مبذول کرائی تھی بحمد اللہ ان کو در خور اعتنا جانا گیا ہے اور نعت گوئی کے موضوع پر ڈاکٹر ریاض مجید کی ایک ایسی بلند پایہ تحقیقی کتاب منظرِ عام آگئی ہے جو اردو ادب کے لیے ایک لازوال خزینہ ہے۔

میری کتاب کے ماخذات کی فہرست میں دو ایسے نعتیہ مجموعے اور تذکرے بھی شامل تھے جن کا تعلق غیر مسلموں کی کاوشوں سے تھا۔ دلی آرزو تھی اور جی چاہتا تھا کہ اس سلسلے کا کوئی زیادہ بہتر، مبسوط اور جامع کام منظرِ عام پر آئے۔ دل خوش ہوا کہ یہ کام منظرِ عام پر آیا اور بحمد اللہ ایک سچے عاشقِ رسول یعنی جناب نور میرٹھی کے ہاتھوں اس خوش اسلوبی و جامعیت کے ساتھ آیا کہ نور احمد میرٹھی اپنی خوش قسمتی پر جس قدر ناز کریں کم ہے۔

فرمان فتح پوری
۹-۱۲-۹۶